35

جملہ تالیفات و تصنیفات

علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتابت		زبان	موضوع	صفحہ	قیمت سابق	قیمت حال	کیفیت
۱	ترجمۂ قرآن مجید	عربی و	اردو	مذہب اسلام	۲۶۶	عہ؍ ۸	۱۲؍	
۲	پارہ عم مترجم	عربی و	اردو	مذہب اسلام	۶۸	۴؍	۴؍	
۳	تاریخ الاسلام		اردو	تاریخ اسلام	۶۸۰	ے؍	للعہ؍	مجلد طبع ثانی
۴	الاسلام		اردو	فلسفہ اسلام	۸۰۰	ے؍	عہ؍	مجلد طبع اوّل
۵	زاہدہ		اردو	مذہب اسلام	۲۷۸	عہ؍ ۴	۱۰؍	طبع ثانی
۶	المجاہد		اردو	حقوق زنان	۱۸۰	عہ؍	عہ؍	
۷	محنتہ الارامل		اردو	عقد بیوگان	۲۰	۱۰؍	۱۰؍	
۸	فسانۂ دلپذیر		اردو	لٹریچر	۰	۰	۰	
۹	نشتر سخن	فارسی و	اردو	شاعری	۵۰۸	صہ؍	عہ؍	
۱۰	فکر دنیا		اردو	پالیٹکس	۰	عہ؍	عہ؍	زیر ترتیب
۱۱	حکمائے یونان		اردو	فلسفۂ یونان	۰	۸؍	۴؍	طبع ثانی زیر طبع
۱۲	زبان اردو		اردو	پالیٹکس	۳۲	۲؍	۲؍	
۱۳	انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ		انگریزی	پالیٹکس	۳۴	۴؍	۲؍	
۱۴	دی فیوچر آف انڈیا		انگریزی	پالیٹکس	۱۸	۴؍	۲؍	
۱۵	شرح ایکٹہای قبضہ اراضی و مالگزاری		اردو	قانون	۳۸۴	عہ؍ ۸	عہ؍ ۸	مجلد
۱۶	عباسیز لاآف پریمشن		انگریزی	قانون	۵۴۰	عـه؍	عہ؍	مجلد
۱۷	عباسیز ریونیو کورٹ مینول		انگریزی	قانون	۳۸۴	ے؍	عہ؍ ۸	مجلد
۱۸	عباسیز سول پروسیجر کوڈ		انگریزی	قانون	۹۵۲	عـه؍	عہ؍	مجلد

المشتہر — سید لاجش شائق نیجر عباسی برادران گورکھپور ممالک متحدہ

جملہ تالیفات و تصنیفات

علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت
۱	ترجمۂ قرآن مجید	عربی و اردو	مذہب اسلام	۲۶۶	عیہ/	۱۲/	
۲	پارہ عم مترجم	عربی و اردو	مذہب اسلام	۶۸	۴/	۴/	
۳	تاریخ الاسلام	اردو	تاریخ اسلام	۶۸۰	ے/	للعہ/	مجلد طبع ثانی
۴	الاسلام	اردو	فلسفہ اسلام	۸۰۰	سے/	عہ/	مجلد طبع اول
۵	زاہدہ	اردو	مذہب اسلام	۲۷۸	عہ/ ۴/	۱۰/	طبع ثانی
۶	المجاہد	اردو	حقوق زنان	۱۸۰	عہ/	عہ/	
۷	محسنۃ الارامل	اردو	عقد بیوگان	۲۰	۱/	۱/	
۸	فسانہ دلپذیر	اردو	لٹریچر	۰	۰	۰	۰
۹	نشتر سخن	فارسی و اردو	شاعری	۵۰۸	ھہ/	عہ/	
۱۰	حکمرِ دنیا	اردو	پالیٹکس	۰	عہ/	عہ/	زیر ترتیب
۱۱	حکمائے یونان	اردو	فلسفہ یونان	۰	۸/	۴/	طبع ثانی زیر طبع
۱۲	زبان اردو	اردو	پالیٹکس	۳۳۲	۲/	۲/	
۱۳	انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ	انگریزی	پالیٹکس	۱۸	۴/	۲/	
۱۴	دی فیوچر آف انڈیا	انگریزی	پالیٹکس	۲۴	۴/	۲/	
۱۵	شرح ایکٹہائے قبضۂ اراضی مالگزاری	اردو	قانون	۳۸۴	عہ/ ۸/	عہ/ ۸/	مجلد
۱۶	عباسیز لاآف پریمپشن	انگریزی	قانون	۵۴۰	عہ	عہ/	مجلد
۱۷	عباسیز ریونیو کورٹ مینول	انگریزی	قانون	۳۸۴	سے/	عہ/ ۸/	مجلد
۱۸	عباسیز سول پروسیجر کوڈ	انگریزی	قانون	۹۵۲	عہ	ھہ/	مجلد

المشتہر سیتلا بخش شایق - محلہ گھاسی کٹرہ شہر گورکھپور ممالک متحدہ

جسکی سرخیان یہ ہین - وجہ تالیف - ایشائی شاعری - ایشیائی شاعری کا یورپ سے مقابلہ زبانِ اردو اور اُسکی شاعری - دلی اور لکھنو کے شعرا - زبانِ فارسی اور اُسکی شاعری - شاعری کی بھلائیان اور بُرائیان - قیمت ۵؍ تجویز کی گئی تھی لیکن نظر بحالات مبلغ ۶؍ رکھی گئی

فکرِ دنیا

یہ کتاب بھی ناول کا پیرایہ رکھتی ہو - اسمین علامہ نے ہندوستان کے نوجوانون کو یہ بتایا ہو کہ ہوش سنبھالنے پر جبسے فکرِ دنیا لاحق ہو اُسے کیا کرنا چاہیے - معاملات مُلکی سے بھی بحث کی گئی ہو - صنعت - حرفت اور تجارت کی ترغیب دی گئی ہو - کسبِ معاش کے طریقے بتائے گئے ہین - کتاب زیرِ ترتیب ہو - قیمت عہ؍ -

تاریخ حکمائے یونان

یہ کتاب بھی علامہ کے زمانہ طالب العلمی کی یادگار ہو بمشکل سے ایک نسخہ دستیاب ہوا جسکی طبع ثانی کا ارادہ ہو - قیمت سابق ۸؍ حال ۱۲؍

زبانِ اُردو

علامہ نے زبانِ اردو کی طرف سے قوم کے سامنے اپیل پیش کیا ہو - قیمت ۲؍

انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ - دی فیوچر آف انڈیا

پہلی کتاب خلفشار لکھنو اور دوسری خلفشار بنگالہ کے بعد معاملات ملکی پر بزبان انگریزی علامہ نے لکھی یہ کتابین وہ لوگ ضرور پڑھین جو معاملات ملکی مین دخل دینا چاہتے ہین قیمت سابق فی جلد ۸؍ حال ۱۲؍

شرح ایکٹہائے قبضۂ آراضی ومالگزاری (اردو) عباسیز لا آف پرمشن (انگریزی) عباسیز ریونیو کورٹ مینول (انگریزی) عباسیز سول پروسیجر کورٹ (انگریزی)

یہ قانونی کتابین بھی علامہ عباسی کی تصانیف سے ہین قیمتین آئندہ صفحہ مین درج ہین - مختلف ہائیکورٹون کے اٹھارہ ججون کی رائین انکی بابت علیحدہ شایع ہوئی ہین -

المشتہر ستیلا بخش شایق محلہ گھاسی کٹرہ گورکھپور - ممالک متحدہ

ذکر کیا اور معتبر کے افعال اور اقوال سے سند لیکر دکھایا کہ عقد بیوگان کس درجہ ضروری چیز ہی یہ لکچر محسنۃ الارامل کے نام سے علیحدہ شایع کیا گیا ہی۔ دلون پر یہ سحر کا کام کرتا ہی۔ کتنا ہی کوئی عقد بیوگان کے خلاف ہو لیکن اس لکچر کے پڑھنے سے اُسکے قلب کی حالت بالکل بدلجاتی ہی۔ قیمت اسکی ڈیڑھ آنہ فی رسالہ ہی۔

فسانۂ دلپذیر [۸]

زمانہ طالب علمی مین علامہ نے کئی کتابین لکھی تھین۔ چند کتابین علم ریاضی مین تھین لیکن وہ کسی قدردان کے ہاتھ نہ پڑین اور ضایع ہوگئین اُسی زمانہ مین لیمس ٹائین ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ علامہ نے اُردو مین کیا تھا اِس ترجمہ پر منشی نولکشور کی نظر پڑی جو زبان اُردو کے بڑے سرپرست تھے اُنھون نے علامہ سے حق تالیف خریدا اور اپنے طور پر اُسے شایع کیا کئی مرتبہ اسکی اشاعت کی نوبت آچکی ہی۔ منشی نولکشور نے جب یہ ترجمہ شایع کیا تو علامۃ الدہر کا لفظ مولف کے نام کے قبل بڑھایا اور پھر اسی کی پیروی دیگر مطابع نے بھی کی جس سے مولف کے نام کے قبل لفظ علامہ اسقدر عام طور پر مشہور ہوگیا کہ گویا نام کا جزو ہوگیا۔ فسانہ دلپذیر کا مین شایع کنندہ نہین ہون یہ کتاب مطبع نولکشور مین ملتی ہی۔ یہان تیمناً اسکا ذکر کیا گیا ہی۔ اسی کتاب نے ممدوح کا حوصلہ بڑھاکر ممدوح سے مختلف علوم و فنون اور مختلف زبانون مین متعدد کتابین لکھوائین اور ممدوح کو فی الواقع علامہ بنا دیا۔

نشتر سخن [۹]

یہ کتاب انتخاب کلام آتش [۱] ۔ امیر [۲] ۔ انشا [۳] ۔ انیس [۴] ۔ حافظ [۵] ۔ داغ [۶] ۔ دبیر [۷] ۔ ذوق [۸] سعدی [۹] ۔ سودا [۱۰] ۔ صائب [۱۱] ۔ ظفر [۱۲] ۔ عمر خیام [۱۳] ۔ غالب [۱۴] ۔ غنی [۱۵] ۔ منیر [۱۶] ۔ مومن [۱۷] ۔ میر [۱۸] ۔ ناسخ [۱۹] ہی اور انتخاب ایسے لطف اور جدت کا ہی کہ قابل دید ہی۔ انتخاب در انتخاب ہوکر نشترون پر نمبر لگائے گئے ہین۔ ہر ایک شاعر کے مختصر حالات اُسکے کلام کے قبل لکھے گئے ہین شروع کتاب مین زبانِ فارسی اور اُردو اور اُنکی شاعری کے متعلق ایک نہایت دلچسپ مضمون کا دیباچہ ہی

ناول ہے۔ پھر اس پر دینیات کی تعلیم۔ سبحان اللہ جزاک اللہ۔ قصہ کے پیرایہ مین عورتون کے حقوق جو وراثت کے متعلق ہین بہت اچھی طرح دکھائے گئے ہین اور پھر جا بجا آیات قرآنی اور احادیث کا انضمام سونے مین سوہاگہ ہے۔

"اخبار دار السلطنت"، ایک نئی طرز کا ناول ہے۔ المجاہد ایسے ناول کی قوم کو اشد ضرورت تھی اور ہے اسلیے کہ مسلمانون مین ایک ایسا مرض پھیل پڑا ہے جو ہزار ہا خرابیون کا موجد ہے یعنے نادہندی ترکہ دختران۔ اسمین لڑکیون کا حق پورے طور پر اپنے والدین کی جائداد مین ثابت کر دیا گیا ہے اور نیز ترکہ ندینے کے نقصانات ظاہر کر دیے گئے ہین۔

"ڈاکٹر منظر السبحان رئیس بردوان" واقعی المجاہد نہایت مفید کتاب ہے اور بہت ہی با اثر ہے جس غرض کے لیے ہے اکسیر ہے۔ اور مظلومین کے لیے پوری وکالت کرتی ہے۔ میرے وطن مین ایک رئیس نے اپنی جائداد عورتون کو محروم کرکے تقسیم کی تھی۔ یہ کتاب دیکھ کر وہ راہ راست پر آگئے اور لکھا ہوا قبالہ چاک کر ڈالا۔ اُسوقت سے اس کتاب کا مین بیحد قائل ہون۔

"اخبار جام جمشید"، المجاہد کی سلاست عبارت اور وسعت بیان دیکھنے کے قابل ہے۔ محمد مجاہد چھپروی الملقب المجاہد کے کارنامون کا تذکرہ بطرز ناول ہے۔ مصنف نے اس کتاب مین کمال خوبصورتی سے عورتون کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور دلچسپ قصہ کے پیرایہ مین بہت مفید باتین احادیث نبوی و آیات قرآنی کے ساتھ ظاہر فرمائی ہین مصنف صاحب کی لیاقت اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے۔ اس زمانہ مین مصنف موصوف بڑے روشن خیال و عالی دماغ و طباع آدمی ہین جنھون نے اپنی تصانیف سے ملک و قوم کو ممنون کیا ہے۔

محسنتہ الارامل

ایک بڑا عیب مسلمانون مین یہ آگیا ہے (اور بظاہر مسلمانون کی نکبتون کے بڑے اسباب مین اسے سمجھنا چاہیے) کہ مسلمانون مین عقد بیوگان کو باعث ننگ سمجھتے ہین ایک موقع پر علامۂ عباسی نے ایک بہت بڑا لکچر دیا تھا جسمین اُنھون نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا

"ہمدرد" ایک فرضی قصّہ کے پیرایہ مین مذہبی مسائل کی عمدگی ظاہر کی گئی ہر اور بہت کافی طور پر مہذبانہ الفاظ اور معقول خیالات اور شائستہ فقرے استعمال کیے گئے ہین۔ باینہمہ نفس قصّہ بجائے خود ایک نہایت پُراثر اور دلکش ناول ہر۔

قیمت سابق عہر قیمت حال ۱۰ار۔

المجاہد

یہ کتاب بھی بااثر قصّہ کے پیرایہ مین ہر۔ زوال سلطنت کے بعد مسلمانون مین جو پست حوصلگیان پیدا ہوئین اور جسکے ذریعہ سے عورتون کے حقوق جائز پر اُنھون نے دست اندازیان شروع کین اُسکا نقشہ نہایت صحیح اور دردناک صورت مین دکھایا گیا ہر

معززرائین

"مولوی سمیع اللہ خان صاحب سی۔ ایم جی پنشنر سشن جج" آپ کا المجاہد تو زاہدہ سے بھی عمدہ ہر

"مولوی محمد اصغر صاحب سابق سشن جج ریاست رام پور پنشنر پراونشیل سروس اودھ" مین نے المجاہد کو اول سے آخر تک بغور پڑھا مین اُسکے روشن دماغ مصنف کو مبارکباد دیتا ہون کہ اُنھون نے بے زبان لڑکیون کے حقوق کی طرف جو خلاف کتاب اللہ اور کتاب الرسول پامال ہو رہے ہین۔ ایک نہایت بااثر اور دلکش پیرایہ مین قوم کو توجہ دلاکر اُنکی پوری وکالت کی ہر۔ اللھم اجعل سعیہ مشکورا۔

"مولوی محمد فصیح الدین صاحب بی اے پراونشیل سروس ممالک متحدہ" ایک خوشحال مسلمان کی خاندانی پیچیدگیون کا دلکش فوٹو ہر۔ المجاہد محض ناول ہی نہین ہر بلکہ بے زبان لڑکیون کے حقوق پر ایک پُرزور لکچر ہر۔ اے خدا تو اپنے سب بندون پر مجاہد ایسا فرشتہ خصلت محافظ تعنات کر۔ راستبازی پاک طبیعت ستھرے سلجھے ہوئے خیالات یہی ناول کا جوہر ہر۔ زبان صاف شستہ۔

"ایلیچ" المجاہد ایک نہایت قابل قدر اور نہایت ہی مفید کتاب ہی قصّہ کا قصہ ناول کا

"اخبار وکیل"۔قومی معاملات کی اصلاح کو ایسے دلچسپ طور پر بیان کیا ہی کہ جو اثر ایک فصیح البیان لکچرار کی تقریرون سے بڑی جانکاہی کے بعد ہو وہ باتون باتون مین اس قصہ کے دیکھنے سے ناظرین کے طبایع پر ہو جائیگا۔

"شحنۂ ہند" ہم اس ناول کی جسقدر تعریف کرین بجا ہی۔نہایت سیدھا سادا اسٹین سلیس اور مہذب ناول ہی اور با ایہمہ اسقدر دلکش ہی کہ جسقدر مطالعہ کرتے جائیے گا اُسی قدر مطالعہ کا شوق بڑھے گا۔

"گیا پنچ" یہ کتاب ناول کے پیرایہ مین لکھی گئی ہی تاکہ مذہب اسلام کی خوبیان نوجوان مسلمانون کے دلون مین متاثر ہون۔مذہب اور اخلاق کی باتین اس خوبی سے بیان کیگئی ہین کہ ضرور دل اسکو قبول کرلے۔

"مفید عام" کتاب کی عمدگی عبارت کی شستگی۔مضامین کی دلبستگی کی تعریف مین صرف اسقدر بیان کر دینا کافی ہی کہ نادر الوجود ناول ہی بلکہ اُسکو درستگی خصائل و آراستگی اخلاق کے لیے ایک مفید کار آمد رسالہ تصور کرنا چاہیے۔

"اخبار اسلام" کوئی متنفس ایسا نہ ہوگا جو اس کتاب کی خوبیان معلوم ہونے پر اپنے دل کو بے اختیارانہ مشتاق نہ بنائے۔

"انڈیا گزٹ" زاہدہ کو ہم دل سے پسند کرتے ہین اور اُسکی خوبیون کے معترف ہو کر نوجوانان اور نو تعلیم یافتہ مسلمانون کو اسکی خریداری کی طرف توجہ دلاتے ہین۔

"کارنامہ" یہ کتاب زمانہ موجودہ کی روش کے مطابق لکھی گئی ہی۔مذہبی رعایت سے اخلاق و تمدن کا ذکر کیا گیا ہی۔

"مشیر ہند" ایک طرف حسن و عشق کے راز و نیاز اور دوسری طرف تمام اہم اسلامی مسائل اس خوبصورتی سے بیان کریے ہین کہ باید و شاید۔مولوی احسان اللہ جیسے چند ناولسٹ اگر ہندوستان مین اور خصوصاً مسلمانون مین پیدا ہو جائین تو اسکو فال نیک سمجھنا چاہیے۔

بدکاری - معاصی - توبہ - سجدہ - شکر - ایمانداری - نفقۂ زوجہ - ارواح - نظر کا دھوکا - مصالح نکاح
مذہب فلسفہ - جبر و اختیار - قرآن موافق عقل - قمار بازی - سود خواری - بہنون کے حق غصب نکرو
کرامات اولیا - اوقات نماز - جمعہ - عیدین - حج - زکوۃ - اخوت اسلامی" غرضکہ شروع سے آخر تک یہ کتاب نصیحت ہی نصیحت ہی - لیکن پھر ہم اس کتاب کی جدت کی طرف ناظرین کو متوجہ کرتے ہین کہ حسن و عشق کی دلفریب حکایت مین یہ باتین اس طرح موقع موقع سے بیان کی گئی ہین کہ قصہ کی دلچسپی مین زرا فرق نہین آتا -

زاہدہ کی نسبت معزز اڈیٹران اخبار کی رائین درج ذیل ہین

"جامع العلوم" زاہدہ کا پلاٹ بالکل ہی نیا ہی - ہماری زبان مین مسلمانون کے مذہب کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہین سکتا -

"معین الہند" اتنا موثر قصہ جسمین واقعیت ظاہر کرنے کا لحاظ کیا گیا ہو ہماری نظر سے نہین گزرا یہ محض ایک دلچسپ کہانی نہین ہی بلکہ اسکا ہر ہر فقرہ تہذیب اور شایستگی خیالات سے لبریز ہی - مذہبی لطف انگیز تقریرین نہایت متانت سے ادا کی گئی ہین -

"سول اینڈ ملیٹری نیوز" نہایت ہی دلچسپ قصہ ہی مسلمانون کو قصہ کے پیرایہ مین دینی مسائل کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہین سکتا - انصاف کی بات یہ ہی کہ ایسا دلچسپ اور نتیجہ خیز ناول آج کل کی تصانیف مین ہماری نظر سے نہین گزرا مصنف نے بڑے ادق مسائل کو کہانیون مین حل کیا ہی -

"صداے ہند" اگر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی کتابون مین مذہبی مسائل کو ناول کے پیرایہ مین بیان کرنے کا کمال دکھایا ہی تو زاہدہ کے مصنف نے بھی دو ہاتھ بڑھکر بازی لی ہی اور اس خوبصورتی سے کتاب ختم کی ہی جیسا کہ ایک مشاق اور قابل مصنف سے امید ہو سکتی ہی کوئی شک نہین کہ یہ کتاب جادو کی پوڑیہ ہی پڑھنے والے پر اثر کیے بغیر نہین رہسکتی - فسانے کی دلچسپی کتاب ختم کیے بغیر چھوڑنے نہین دیتی -

اُسوقت علامہ کے خیالات کی پوری تائید ہوئی اور اُنکو یقین ہوا کہ اس زمانے کے وارستہ مزاج نوجوانون کو مذہب سکھانے کے لیے زاہدہ ایک بہترین ذریعہ ہے۔ حکایت اور قصہ کے پیرایہ مین عمدہ باتون کا سبق دینا کچھ نئی بات نہین ہے۔ دیگر اقوام کے علاوہ خود اکابر اسلام کی بہت سی تصانیف اسکی شاہد ہین۔ لیکن جو جدت اس کتاب مین ہے وہ یہ ہے کہ قصہ حد سے زیادہ دلچسپ ہے اور مذہب اور اخلاق کی تمام اہم باتین موجودہ زمانے کی ضرورتون کے لحاظ سے اس طرح بیان کی گئی ہین کہ دل پر اثر کیے بغیر نہین رہ سکتین۔ مذہب اسلام کے تمام ضروری مسائل اس اٹھارہ جزو کی کتاب مین ذکر کیے گئے ہین۔ اور پھر ہم لکھتے ہین کہ مذہبی مسائل کے ساتھ قصہ کا ازحد دلچسپ ہونا اس کتاب کا حصہ ہے۔ مضامین کتاب حسب ذیل ہین۔

وضعداری۔ احسان کا بدلا۔ حمیت۔ ماں کی نصیحت۔ ماں کی محبت۔ بے ثباتی عالم۔ موت۔ عادت طبیعت ثانی ہے۔ رسم پردہ۔ غم بے ثبات۔ نئی تہذیب کا اثر۔ وعظ و نصیحت۔ مشن اسکول۔ نئی تعلیم۔ رسالت کی ضرورت۔ توکل۔ راستی۔ السلام علیکم سوالنہ۔ حیا۔ سحرخیزی۔ نماز صبح۔ مذہبی تعلیم۔ ہندوؤن کی عبادت۔ حضور قلب۔ حسن صوت سماع۔ اثر صحبت۔ ضرورتِ مذہب۔ عبادت اہل اسلام۔ کرشمۂ قدرت۔ چھپ کے بات سُننا۔ شرعی پابندی۔ بچپنے کی شادی۔ عقد بیوگان۔ رنڈاپا۔ بیاہ کے لیے کفو۔ مسلمانی کیا شئی ہے۔ الوہیت مین شرک۔ نبوت مین شرک۔ پیغمبر کی بیبیان۔ مُلکی رسم و رواج۔ خدا کا عدل و حکمت کسی کو ذلیل نہ جانو۔ عورتون کے حقوق دو۔ خدا سے ڈرو۔ حکمت عملی۔ دور اندیشی۔ ارکان مذہب کی توہین نہ کرو۔ مذہب مین نیا ایجاد نہ کرو۔ شعار اسلام کیا ہین۔ وطن کی محبت۔ تبدیل وضع۔ بے ثباتی حسن۔ مصلحان قوم کا ضعف۔ قومی تفریق۔ ہندوؤن کی رسم نہ سیکھو۔ طلسم حجنین۔ حب دولت۔ شرم بیجا۔ فرائض اولاد۔ کشش عشق۔ فرائضِ والدین۔ اثر دعا۔ تصوف۔ کثرت ازدواج۔ زنا۔ مہر۔ طلاق۔ توریث۔ مذاہب کا مقابلہ۔ وضو۔ نماز۔ تجہیز و تکفین۔ اجتہاد۔ حقیقت اسلام۔ تمدن۔ توحید۔ معاد۔ روح۔ دوزخ۔ بہشت۔ لباس زنان۔ نتائج

سے مختلف امراض مین مبتلا ہوکر حکیم حاذق الملک کے پاس علاج کی غرض سے آیا تھا
ایک روز اُسنے کسی ضرورت سے داہنے ہاتھ کی آستین اُلٹی تو ہاتھ پر ایک مرد اور ایک
عورت کی تصویر اس طرح بنی ہوئی تھی گویا ایک دوسرے کا بوسہ لے رہے ہین۔ اور تصویر
بھی اُسی مصالحہ سے تھی جس سے ہندو عورتین گدنا گدواتی ہین۔ اور انگلستان کے دیہاتون
مین بھی اسی قسم کے گدُنے کی رسم ہے اور فوجی گورون کے ہاتھون پر چڑیاں یا پھل پھول
کی تصویرین یا اور نشانات و علامات بنائے جاتے ہین جو آخر عمر تک قایم رہتے
ہین۔ علامہ کو اس لڑکے کے ہاتھ پر وہ تصویر دیکھکر سخت حیرت ہوئی۔ اول تو
ایک مسلمان کے ہاتھ پر انسانی تصویر کا ہونا ہمیوب تھا۔ دوسرے یہ کہ تصویر ایسی کہ گھر کی بہو
بیٹیون اور بڑے بوڑھون کے سامنے کسی طرح دکھانے کے لایق نہین۔ علامہ
اسی حیرت مین تھے کہ اُس نوجوان لڑکے کا بایان ہاتھ نظر آیا اور اُسپر اُسی پایدار ذریعہ سے
جسکا ذکر اوپر ہوا ہے ایک نوجوان عورت کی برہنہ تصویر بنی ہوئی نظر آئی۔ علامہ کو دریافت
سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکا کسی بڑے متمول مسلمان کا ہے۔ مان زندہ ہے۔ بوڑھا باپ بھی
موجود ہے۔ اور وہی کفیل ہے۔ اُسوقت علامہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس لڑکے کے گھر مین
کبھی بھولے سے بھی مذہبی چرچا نہ ہوتا ہوگا۔ وہ باپ بیٹے سے بھی بڑھکر وارستہ مزاج
ہوگا جس نے بیٹے کی یہ آزادی روا رکھی۔ علامہ نے دوسرے دن زاہدہ اُس لڑکے
کے ہاتھ مین دی۔ ۲۴ گھنٹہ مین صرف چھ گھنٹہ وہ لڑکا سویا اور ۴ گھنٹہ اور حوائج ضروری
مین اُسنے صرف کیے بقیہ ۱۴ گھنٹے مین اُسنے شروع سے آخر تک زاہدہ پڑھی۔ حسن و
عشق کا بھی تذکرہ جا بجا تھا اسلیے اُس لڑکے نے کتاب ختم کیے بغیر چین نہین لیا اور آخر
مین وہ کہنے لگا کہ ایسی عمدہ کتاب کبھی اُسکی نظر سے نہین گزری تھی۔ اور اُسنے یہ بھی کہا
کہ اگر ابتداے عمر مین اس قسم کے چرچے میرے گھر مین ہوتے اور وہ باتین بتائی
جاتین جو اس کتاب مین ہین تو آج مین اُن مصائب کا شکار نہ ہوتا جسمین کہ مبتلا ہون

ف ۴۶ - حقیقت اسلام - ف ۴۷ - کارخانہ قدرت
پر نصوص قرآنی - ف ۴۸ - حکمت اور فلسفہ کے
متعلق آیات قرآنی - ف ۴۹ - اسلام اور فلسفہ -
ف ۵۰ - آفرینش ارض و سما - ف ۵۱ - سحر (جادو) ف
۵۲ - مسئلہ جبر و اختیار قضا و قدر - ف ۵۳ - قصص قرآنی
ف ۵۴ - شیطان اور جن - ف ۵۵ - قومی ترقی
ف ۵۶ - ضعف اسلام - ف ۵۷ - مذہبی نفاق -
ف ۵۸ - دنیا خوش رہنے کی جگہ نہین ہے - ف
۵۹ - لیت الشباب یعود - ف ۶۰ - موت - ف ۶۱
لذات دنیا - ف ۶۲ - اچھا برا - ف ۶۳ - حرص

ف ۶۴ - خلق الانسان ضعیفا - ف ۶۵ - نطق
اور دل و دماغ سے اُسکا تعلق - ف ۶۶ - ترک
حیوانات - ف ۶۷ - آب زمزم - ف ۶۸ - ہند
کے مسلمان - ف ۶۹ - جھاڑ پھونک - دعا
تعویذ - ف ۷۰ - اسلام اور غلامی - ف ۷۱
سود خواری - ف ۷۲ - رسم پردہ - ف ۷۳
روح اور مسئلہ تناسخ - ف ۷۴ - تجہیز و تکفین
ف ۷۵ - مختلف مباحث پر نصوص قرآنی -
ف ۷۶ - مسلمانان ہند کی حالت زار -

قیمت اصلی ۴ ہے اب ؏ا کردی گئی ہے

زاہدہ

جب بہت سی کتابین مذہبی علامہ نے شایع کین تو ایک مایوسانہ خیال یہ پیدا ہوا کہ ان کتابون کو پڑھے گا کون؟ - زمانے کی جو روش ہے اُس سے یہ امید نہین کہ نئے خیالات والے اِن کتابون کو پڑھین گے - پُرانے خیال کے لوگون نے اگر پڑھا تو وہ تحصیل حاصل ہوئی - ان کتابون سے تعلیم مذہب کا کام نہ نکلے گا جو اصل غرض مولف کی ہے - اس خیال نے ایک فرضی قصہ حسن و عشق کا مولف سے لکھوایا اور اُسمین تمام مسائل مذہبی جابجا اس طرح درج ہوئے کہ قصہ کا لطف جانے نہ پائے جس طرح بچون کی دوا کی تلخ گولیون پر شکر چڑھائی جاتی ہے اُسی طرح آوارہ مزاج مسلمان بچون کے لیے مذہبی مسائل پڑھانے کا یہ نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے - مولف کی زبان سے سُنی ہوئی ایک نقل مین لکھتا ہون " ایک مرتبہ دلّی کے سفر مین مولف جس ہوٹل مین مقیم تھا اُسی مین ایک نوجوان مسلمان لڑکا اٹھارہ اُنیس برس عمر کا مقیم تھا جو اپنی بد احتیاطیون کی وجہ

قوم مین جتنا ہی علم ہو اُتنا ہی وہ اپنے مذہب کو دیگر مذاہب پر فوق دینے مین کوشان ہی اس جہاد فی سبیل اللہ مین مسلمان پیچھے ہوتے جاتے ہین اسلیے انکو گزند پُہنچا جاتا ہی - الاسلام مین مذہب اسلام کی فلاسفی اتنے عمدہ طور پر دکھائی گئی ہو کہ تحریر کا اس سے بہتر طریقہ ذہن مین نہین آتا اس کتاب کی ترتیب یون ہو کہ تمام اہم مسائل اور اہم امور مضامین (آرٹیکل) کی صورت مین لکھے گئے ہین - زبان شستہ طرز ادا پسندیدہ - عبارت سلیس - قرآن حدیث اور فقہ کی کتابین سامنے رکھ کر ایک سمجھ دار ذی علم جتنی سرخیان پیدا کر سکتا ہو اُتنی ہی سرخیان اُن مضامین کی ہین اور کتاب کا حجم بھی زیادہ ہو - ابواب اور فصول حسب ذیل ہین -

باب ۱ - مُلکی اور اخلاقی معاملات

ف ۱ - اصول جہانداری - ف ۲ - ہند اور اہل اسلام ف ۳ - سیف اور اسلام - ف ۴ - اخلاق محمدی ف ۵ - تمدن اور حسن معاشرت - ف ۶ - ماں باپ کی اطاعت - ف ۷ - صدقہ اور زکوۃ - ف ۸ - عربون کی بہادری - ف ۹ - غلامون کی حالت - ف ۱۰ - عورتون کے متعلق نصوص قرآنی - ف ۱۱ کارمنصبی - ف ۱۲ - الرفیق ثم الطریق - ف ۱۳ - قومی امتیاز - ف ۱۴ - بخل اور اسراف - ف ۱۵ - حسن پرستی ف ۱۶ جہاد - ف ۱۷ - مسلمانون کے احسانات دنیا پر - ف ۱۸ - جنگ صلیبی - ف ۱۹ - اخوۃ اسلامی

باب ۲ - تعزیرات

ف ۲۰ - جرایم - ف ۲۱ - سزاے موت - ف ۲۲ - زناکاری ف ۲۳ - سزا بجواری - ف ۲۴ - جھوٹی قسمین - ف ۲۵ - جرایم پر نصوص قرآنی -

باب ۳ - عبادات

ف ۲۶ - وضو اور غسل - ف ۲۷ - تیمم اور مسح - ف ۲۸ اذان - ف ۲۹ - نماز - ف ۳۰ - روزہ - ف ۳۱ - عبادات کے متعلق نصوص قرآنی -

باب ۴ - شخصی معاملات اور ضابطہ عدالت

ف ۳۲ - شرکت کاروبار - ف ۳۳ - توریث - ف ۳۴ - وصیت - ف ۳۵ - بیع - ف ۳۶ - ہبہ - ف ۳۷ - وقف بکار خیر - ف ۳۸ - نکاح ف ۳۹ - مہر - ف ۴۰ - طلاق - ف ۴۱ - کثرت ازدواج - ف ۴۲ - عقد بیوگان - ف ۴۳ - امہات المومنین ازواج مطہرات رسول صلعم - ف ۴۴ - عدالتی کارروائی - ف ۴۵ - شہادت -

باب ۵ - عقائد و علمی مباحث

دنادرہ حرفی اوساط مردم را برای ادراک حالات ائمہ اسلام بس مفید بلکہ کاتمہ الحروف مزید اد کتاب بدین گرانمایگی و خجستگی ندیدہ۔

مولوی محمد مظہر الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا بہار کلکتہ ہائیکورٹ - عبارت اس کتاب کی نہایت صاف سلیس اور عام فہم ہی اُردو زبان مین اپنی قسم کی پہلی کتاب ہی۔

الاسلام

ترجمہ قرآن شریف اور تاریخ الاسلام لکھتے وقت علامہ کو نئے تعلیم یافتون کے مذاق کا خیال آیا تو ایک ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اسلام کو فلسفہ جدید کے خلاف نہ ہونے دے۔ جس طرح خلفاے عباسیہ کے زمانہ مین متکلمین نے یونانی فلسفہ کے حملون سے اسلام کو بچایا تھا اُسی طرح علامہ نے جدید فلسفہ کا مقابلہ اس کتاب مین کیا ہی اور یہ دکھایا ہی کہ اسلام کا یہ ایک بڑا اعجاز ہی کہ وہ عالم جاہل فیلسوف سب کی تشفی کرسکتا ہی۔ اس کتاب مین علاوہ اُس خدمت کے جو اوپر بیان ہوئی تمام مسائل اسلام آجکل کے مہذب ممالک کے مذہبی خیالات سے مقابلہ کیے گئے ہین اور اسلام کی برتری دکھائی گئی ہی۔ دیگر اقوام کے جتنے اعتراضات فلسفہ اسلام اور اپنے مسلمانون کے گزشتہ اعمال و افعال پر تھے سب کے جواب دیے گئے ہین۔ اس کتاب مین مذہب اسلام کے اصول بتائے گئے ہین اور اسکی یہ بیان اس طرح دکھائی گئی ہین کہ علوم جدیدہ کی تعلیم اور فلسفہ کی تحصیل سے جو کمزوری مسلمانون کے عقائد مین پیدا ہوتی جاتی ہی اسکی روک تھام پورے طور پر ہوجائے اور غیر قوم کو مذہب اسلام کی طرف رغبت ہو علامہ ممدوح کی اکثر کتابین مذہبی خیالات کی اشاعت اور انکی اصلاح کے متعلق ہین اور ممدوح نے اپنی تمام کتابون مین غیر قومون کے اعتراضات کے جواب دینے کی طرف توجہ کی ہی اور مذہب کو فلسفہ کے ساتھ ساتھ رکھنے کی کوشش کی ہی لیکن زیح ہیح کا یہ ضرورت کے لحاظ سے کافی نہ تھا اور ایک مستقل کتاب کی اشد ضرورت تھی کیونکہ اس زمانے مین اشاعت مذہب زبان سے تعلق نہین رکھتی قلم سے تعلق رکھتی ہی جس

باب ۸۔ مسلمانوں کی موجودہ سلطنتیں
ف ۱ سلطنت عثمانیہ یعنی سلطنت ٹرکی۔ ف ۲۔ سلطنت ایران۔ ف ۳۔ مصر۔ ف ۴ مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں۔

باب ۹۔ محض داعظان اسلام کے ذریعے سے اشاعت دین

ف ۱۔ مسلمانان چین۔ ف ۲ مسلمانان مجمع الجزائر۔ ف ۳۔ یورپ اور امریکا مین اسلام

باب ۱۰۔ مشاہیر اسلام
ف ۱۔ الرجال۔ ف ۲۔ خواتین

قیمت اصلی ؎ تھی اب للعہ کر دیگئی ہے

تاریخ الاسلام کی نسبت اہل ملک کی رایون کا خلاصہ

رائٹ آنریبل سر سید امیر علی صاحب رضوی سابق جج ہائیکورٹ کلکتہ حال ممبر جوڈیشل کمیٹی لندن مین نے بغور و تامل تاریخ الاسلام کو ملاحظہ کیا۔ اسکے طرز جدید اور عمدگی ترتیب پر بہت ہی خوش ہوا۔ تمام تر واقعات اہل اسلام ابتدا سے انتہا تک بصورت اختصار اچھی طرح سے بیان کیے گئے ہین گویا دریا کو کوزے مین بھر دیا ہے۔

آنریبل مسٹر جسٹس بدر الدین طیب جی صاحب سابق جج ہائیکورٹ بمبئی۔ ہمارے اردو لٹریچر مین ایک بڑی حاجت تھی جو اس کتاب سے پوری ہوئی۔ اس غیر تمائشی نہایت مفید کام کرنے سے مولف نے بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ کتاب مسلمانوں کی تاریخ کے لیے بطور ٹیکسٹ بک کے اسکولون مین داخل ہو اور ہماری قوم کے نوجوانون کے ہاتھ مین یہ کتاب آئے تو ہم دیکھ کر بہت خوش ہونگے۔

آنریبل حاجی مولوی محمد اسمعیل خان صاحب سابق ممبر امپیریل لیجسلیٹو کونسل ممالک متحدہ۔ مین خیال کرتا ہون کہ یہ پہلی ہی کتاب ہے جو اردو مین شایع کی گئی ہے کیونکہ مین نے قبل ازین اپنی زبان مین کوئی ایسی کتاب نہین دیکھی جیسی تاریخ الاسلام ہے۔

مولانا محمد اصغر صاحب سشن جج سابق ریاست رامپور۔ کوئی شک نہین کہ اس زمانے مین ایک ایسی اردو کتاب کی سخت ضرورت تھی۔

استاد وقت جناب مولانا محمد فاروق صاحب سابق مدرس اعلی ندوۃ العلما لکھنو۔ ہمانسخہ کشگر فی سست د

ابن مروان تک بالاستیعاب لکھا اور پھر اسکے بعد مختصر حالات تمام دنیا کی اسلامی سلطنتوں کے زمانۂ حال تک لکھ کر سلسلہ ملا دیا اور اخیر میں مشاہیر اسلام کے حالات بھی درج کیے۔ اس کتاب کے ابواب اور فصول حسب ذیل ہیں،

باب ۱ حقیقت اسلام

باب ۲ از ابتدائے عالم تا ولادت آنحضرت صلعم

ف ۱۔ ملک عرب کا جغرافیہ اور مختصر حالات

ف ۲ حضرت اسمعیل اور اُنکے اسلاف و اخلاف

باب ۳ از ولادت محمد رسول اللہ تا وفات

ف ۱۔ زمانہ تربیت رسولؐ۔ ف ۲۔ سن شعور سے نبوت تک۔ ف ۳۔ رسالت سے ہجرت مدینہ تک۔ ف ۴۔ ہجرت مدینہ سے وفات رسولؐ تک۔ ف ۵۔ ازواج مطہرات رسولؐ اللہ

باب ۴ خلفائے اربعہ

ف ۱۔ خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ ف ۲ خلافت حضرت عمر فاروقؓ۔ ف ۳۔ خلافت حضرت عثمان غنیؓ۔ ف ۴۔ خلافت حضرت علیؓ

باب ۵ قریشی النسل خلفا

ف ۱۔ بنو امیہ۔ ف ۲۔ بنو عباس

باب ۶۔ سلاطین مابعد

ف ۱۔ اندلس میں اسلام۔ ف ۲۔ ملوک طاہریہ ف ۳۔ ملوک صفاریہ۔ ف ۴۔ ملوک سامانی ف ۵۔ ملوک غزنی۔ ف ۶۔ سلاطین دیالمہ ف ۷۔ سلاطین علویہ اسماعیلیہ ف ۸۔ شاہان اسماعیلیہ۔ ف ۹۔ سلاطین سلجوقیہ۔ ف ۱۰ شاہان خوارزم۔ ف ۱۱۔ شاہان کرمان۔ ف ۱۲ چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں۔ ف ۱۳۔ چنگیز خان اور اُسکی اولاد۔

باب ۷۔ الاسلام فی الہند

ف ۱۔ ابتدائے اسلام سے سلاطین غزنی کے ختم تک ف ۲۔ ہند اور اہل ہند کے اجمالی حالات ف ۳۔ غوریوں کی سلطنت۔ ف ۴۔ غلام بادشاہوں کا بیان۔ ف ۵ خلجیوں کی سلطنت۔ ف ۶۔ خاندان تغلق ف ۷۔ سیدوں کا خاندان۔ ف ۸۔ لودیوں کا خاندان۔ ف ۹۔ خاندان سوری۔ ف ۱۰ مغلوں کے قبل چھوٹی چھوٹی ریاستیں ف ۱۱ مغلوں کی سلطنت ف ۱۲ ہندوستان کی خود مختار ریاستیں۔ ف ۱۳۔ اسلام ہندوستان کا ملکی مذہب کیوں نہ ہوا۔

اُردو کی زبان ہی اور اُنھون نے یہ ثابت کردیا ہی کہ زبان اُردو قرآن کے لفظی ترجمہ کے لیے بالکل کافی ہی - دیگر ترجمون کی طرح الفاظ زائد کا اضافہ اظہار مطلب کے لیے اس ترجمہ مین نسبتاً نہایت کم یا ایک اعتبار سے کہیے تو بالکل نہین ہی - جن باکمال لوگون نے ترجمہ علامۂ عباسی دیکھا اُنھون نے بار بار تقاضا کیا کہ ترجمہ پورا ہو جائے لیکن دیگر تصانیف کے مشاغل نے علامہ کو فرصت نہ دی کہ وہ اس ترجمے کی تکمیل کرتے - لیکن لوگون کے تقاضا سے پارہ عم کا ترجمہ علیحدہ شایع کیا جسمین ایک صفحہ پر عبارت قرآن اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہی -

(ترجمہ سورۂ فاتحہ بطور نمونہ)

"سب تعریف اللہ کے واسطے ہی جو پروردگار عالمین ہی - بڑا مہربان ہی نہایت رحم والا ہی - قیامت کے دن کا مالک ہی - اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہین اور تجھی سے مدد چاہتے ہین - ہمکو سیدھی راہ چلا جنپر تیرا فضل ہی اُنکی راہ - نہ ایسی راہ جس پر تیرے غضب کے مارے گمراہ لوگ چلتے ہین -"

یہ ساڑھے آٹھ پارے یکجا مجلد مین پہلے عہ/ پر ہدیہ ہوتے تھے اب ۱۲/ مین ہدیہ ہوتے ہین اور پارہ عم ۴ر مین ہدیہ ہوتا تھا اور اب بھی اُتنے ہی پر ہدیہ ہوتا ہی -

تاریخ الاسلام

ترجمہ قرآن لکھتے ہوئے کتب سیر کی ضرورت علامہ موصوف کو محسوس ہوئی اور اُنھون نے کتب سیر کا وہ حصہ جو پیغمبر خدا کے زمانے کی تاریخ ہی نہایت اہتمام سے پڑھا - اُسوقت علامہ موصوف کو معلوم ہوا کہ کوئی تاریخ پیغمبر خدا اور اُنکے جانشینون کی زبان اُردو مین ایسی نہین ہی کہ سب حالات یکجا معلوم ہو جائین - بیان حشو زوائد سے پاک ہو اور مذہبی تعصبات سے مبرا ہو - سُنّی - شیعہ - اہل حدیث - صوفی سب کے لیے یکسان ہو - اس خیال سے تاریخ الاسلام کا لکھنا مولف نے شروع کیا - عرب کے مختصر حالات لکھکر پیغمبر خدا کا زمانہ اور اُنکے بعد خلفاے اربعہ اور سلاطین مابعد کے حالات عہد الٰہی تک

مؤلفات علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

ترجمہ قرآن مجید

علامۂ موصوف نے سب سے پہلے یہ ضرورت محسوس کی کہ مسلمانان ہند کی موجودہ زبان مین جب تک قرآن مجید کا ترجمہ نہ ہو ہندوستان کی اسلامیت ادھوری ہی- اس غرض سے علامہ موصوف نے قرآن مجید کا ترجمہ شروع کیا اس طور پر کہ ایک کالم مین قرآن مجید اور دوسرے کالم مین اُسکا بامحاورہ اُردو ترجمہ رکھا- ذیل مین ضروری توضیح اور شان نزول بیان کی جو مختصر سی تفسیر کا کام دے سکے- ترجمہ چھپنا شروع ہوا اور ڈھائی پارے کے حصے شایع ہونے لگے- ساڑھے آٹھ پارے کی تفسیر چھپ چکی تھی کہ مولانا نذیر احمد کا ترجمہ قرآن پورا چھپ کر شایع ہو گیا-

پہلا حصہ ترجمہ قرآن دیکھ کر مولانا موصوف نے اختلاف کیا تھا- دیر تک علامہ اور مولانا مین گفتگو رہی لیکن کوئی بات طے نہین پائی- اسکے بعد ہی مولانا نذیر احمد کے خیالات نے پلٹا کھایا اور بہت سے عالمون کو جمع کرکے اس سرعت سے اُنھون نے ترجمے کا کام جاری کیا کہ علامہ ساڑھے آٹھ پارے تک پہنچے تھے کہ مولانا کا پورا ترجمہ قرآن بازارون مین ہدیہ ہونے لگا- علامہ نے ضرورت قومی کی تکمیل دیکھ کر اپنے ترجمے کی اشاعت روک دی- یہان یہ لکھنا بےموقع نہین ہی کہ مولانا نذیر احمد نے جو اپنے دیباچہ ترجمہ قرآن مین اپنے خیال کے بدلنے کا ذکر کیا ہی شاید وہ مفصلہ بالا واقعہ کی طرف اشارہ ہو-

علامہ موصوف کے ترجمۂ قرآن مین ایک خاص وصف یہ ہی کہ زبان بالکل فصحای

اپنے کامون مین رہو مشغول تم ای غافلو اسکی باتون پر نہ جاؤ ناسخ اک دیوانہ ہی

لالہ وگل کا جوش ہی بلبلون کا خروش ہی فصلِ وداعِ ہوش ہی موسم نا ے و نوش ہی
صدقہ ہو تیری چال پر کیون نہ نسیمِ ہر سحر نقشِ قدم سے رہگذر دامنِ گلفروش ہی
ناسخ یہ قول ہی بجا حضرتِ میر درد کا ۱۴ حسن بلا ے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ہی

چشمِ جانان اور ہی چشمِ غزالان اور ہی وضعِ انسان اور ہی ترکیبِ حیوان اور ہی
سیرِ مقتل مت سمجھ گلگشت ای نازک مزاج باغِ دلستان اور ہی گنجِ شہیدان اور ہی
فرق ہی شاہ وگدا مین قولِ شاعر ہی یہی شیر قالین اور ہی شیرِ نیستان اور ہی

مسی مالیدہ لب پر رنگِ پان ہی تماشا ہے تہ آتش دھوان ہے
ہمارا ہر نفس اک بادبان ہے روانہ کشتیِ عمرِ روان ہے

اُسکی ہر دم کی نصیحت سے مین تنگ آیا ہون کاش ناصح سے کبھی آنکھ اُسنے لڑائی ہوتی
ابرِ رحمت سے تو محروم رہی کشت مری کوئی بجلی ہی فلک تو نے گرائی ہوتی

خاک ہو جاتے ہین دونون خاک مین ملنے کے بعد ۱۵ چار دن کوئی گدا ہی کوئی کیکاؤس و جم ہی

رزق کا کیا غم کہ ہوتا ہی تولد بعد طفل ۱۶ پہلے بھرتا ہی خدا پستانِ مادر شیر سے

گو مرا تابوت یارون کو وبالِ دوش ہی ۱۷ گور تو میرے لیے کھولے ہوئے آغوش ہی

اے شیخ وگبر سبحہ و زنار توڑ دیئے پر دل کسی بشر کا نہ زنہار توڑ یے

یہ آدمی ہی کہ برسون جمال رہتا ہی وگرنہ ماہ کو اک شب کمال رہتا ہی

داغِ فرقت زیست بھر جورِ جہنم بعدِ مرگ ان بتون کو کس توقع پر خدا یا چاہیے

تمام شد

گدائے میکدہ کس چین سے ہین خاک نشین　یہ عیش تخت پہ کب بادشاہ کرتے ہین
دور روز ایک وضع پہ رنگ جہان نہین　وہ کون سا چمن ہی کہ جسکو خزان نہین

کان دیتا گل کو بھی بلبل کو گر نالہ دیا　تھا یہ لازم نخلبندِ گلشن ایجاد کو

ہین اشک مری آنکھون مین قلزم سے زیادہ　ہین داغ مرے سینہ مین انجم سے زیادہ
سو رمز کی کرتا ہی اشارہ مین وہ باتین　ہے لطف خموشی مین تکلم سے زیادہ
معشوق سے امید وفا رکھتے ہو ناسخ　نادان نہین دنیا مین کوئی تم سے زیادہ

آئینہ مین زلف پر شکن مین آئینہ　یہ حلب مین شک ہی اور وہ ختن مین آئینہ
۱۰ خاک ہو کر صورتِ اصلی کو بھی وہ دیکھتا　رکھدیا ہوتا سکندر کے کفن مین آئینہ
ہنسنے مین کھلتے ہین جسدم صاف پڑ جاتا ہی عکس　اے پری ہر دانت ہی گویا دہن مین آئینہ
اسقدر ہی تیرگی اک دم مین ہو جائے تو آ　کوئی گر لائے مرے بیت الحزن مین آئینہ

یہ جسم زار بے حرکت پیرہن مین ہی　سب مجکو جانتے ہین کہ مردہ کفن مین ہی
فرقت قبول رشک کے صدمے نہین قبول　کیا آئین ہم رقیب تری انجمن مین ہے
ہین بے نصیب صحبتِ جانان سے ایک ہم　پروانہ بزم مین ہی تو بلبل چمن مین ہے
دونون کا کر چکا ہون مین ای ناسخ امتحان　سید مین مہر ہے نہ وفا برہمن مین ہے

پیر پیر دیر سے اس سوچ مین سارا زمانہ ہی　وہان مارین ہین دانت یا زلفون مین شانہ ہی
۱۱ اجل سر پر کھڑی ہی خواب غفلت مین زمانہ ہی　چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازہ کا بنانا ہی
۱۲ بگڑتے جاتے ہین لاکھون ہزارون بنتے جاتے ہین　جہان مین رات دن جاری خدا کا کارخانہ ہی
نکلتا ہی جو ہر گل زر بکف گلزار عالم مین　خدا جانے زمین مین دفن یہ کسکا خزانہ ہی
کمی ہوتی نہین نقدِ سخن کی یان کبھی ناسخ　ازل سے اپنے قابو مین معانی کا خزانہ ہی

دیکھتے ہے کل جنھین آنکھون سے ہم ای غافلو　آج انکا اپنے کانون کے لیے افسانہ ہی
نال گرتا ہی کبھی اور لاش گرتی ہے کبھی ۱۳　جو زچہ خانہ ہی وہ اک روز ماتم خانہ ہی

یان تجلی بھی سنبھل جاتی ہی گرتے گرتے | شمع کے گھر مین قدم گیا مرے ویرانے مین
نوش کر شوق سے جی کھول کے صرفہ کیا ہی | خوف بدہضمی کا ناسخ نہین غم کھانے مین

ماہ ہو تو ہی مثل ابرو لیکن اُسکے رو نہین | ماہِ کامل صورتِ رو ہی مگر ابرو نہین
مشک مین خوشبو ہی پیچ و تاب مثل مو نہین | پیچ ہین سنبل مین مثل مو مگر خوشبو نہین

سواے مکر زمانے مین رسم و راہ نہین | وہ کون جا ہی جہان چاہ زیرِ کاہ نہین
مین گو کہ حسن سے ظاہر مین مثل ماہ نہین | ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہین

غمِ شبیر مین رو رو کے کرون تر دامن | جاؤن تا حشر کے میدان مین بھی تر دامن
طمع خام سے پھیلے جو کسی کے آگے | یارب ایسا تو مجھے ہو نہ میسر دامن

یہی کہتی ہوئی جاتی ہی چلی عمر رواں | ۸ میرے دامن سے نہ باندھے کبھی صرصر دامن
صبحِ محشر یہی کہتا مین اُٹھون گا ناسخ | دے مرے ہاتھ مین یا سبطِ پیمبر دامن

منعم کے شکر مین بھی ہلائین کبھی کبھی | تنہا براے لذتِ دنیا زبان نہین
دھوکا نہ کھا ظروفِ وضو کو تو دیکھ کر | مسجد ہی مے فروش کی ناسخ دکان نہین

کسی مین زر کسی مین سنگ یہ ہی پھیر قسمت کا | برابر گرچہ ناسخ دونون پلے ہین ترازو مین
تری آنکھین نہین یہ دونون پلے ہین ترازو کے | ہمیشہ نیک بد کو تول ناسخ اس ترازو مین

ہے اثر کسکی نگاہِ تفرقہ انداز کا؟ | بلبلین ہین دام مین آوارہ گل بازار مین
کسقدر اعمال سے خفت اُٹھائی بعدِ مرگ | کیا عجب ترتا پھرے گر سنگ دفن آب مین

وہ بتِ شیرین ادا کرتا ہی مجکو سنگسار | یہ شکر پارے برستے ہین جنون پتھر نہین

اے جنون یان کوئی جز ضعف گلوگیر نہین | طوق گردن مین نہین پاؤن مین زنجیر نہین

کیون دلا پیری مین بھی مرنے کی تدبیر نہین؟ | ہو چکی صبح بس اب کوچ مین تاخیر نہین

شبہ ناسخ نہین کچھ میر کی اُستادی مین | آپ بے بہرہ ہی جو معتقدِ میر نہین

دل مین پوشیدہ غمِ عشقِ بتان رکھتے ہین | ۹ آگ ہم سنگ کے مانند نہان رکھتے ہین

پست و بلند عالمِ بالا کو ایک ہین | کرتا ہے کوہ و دشت کو ابرِ بہار سبز

اُسکے نورِ رخ سے آگئے بوستانِ بزم سے | دور ہوتی ہی بر رنگِ سبزۂ بیگانہ شمع
اشک مالا موتیون کا دود کلغی شعلہ تاج | رکھتی ہی تختِ لگن مین شوکتِ شاہانہ شمع
کیون نہین ہوتا تجھے غم عاشقِ جانباز کا | دیکھ روتی ہی بروئے لاشۂ پروانہ شمع
ہون وہ پروانہ کہ در تک باوجودِ عذرِ لنگ ۵ | نکلی استقبال کو محفل سے بیتابانہ شمع
سر پہ سوزانِ داغِ سودا پاؤن مین زنجیرِ اشک | تیری محفل مین کھڑی ہی صورتِ دیوانہ شمع
کچھ فقط تو ہی نہین ناسخ دل و جان سے نثار | بزم مین یان پروانہ ہین سب اور صاحبخانہ شمع

کیا سحرِ حسن کی ہی کمر پیچ و تاب مین | یہ پیچ و تاب کب ہین بھلا موجِ آب مین ۹
سب سے زیادہ صبح ہماری ہوئی سیاہ | جو شیب مین کیا نہ کیا تھا شباب مین
ہر جی مین آفتاب پرستون سے پوچھیے | تصویر کسکی ہی ورقِ آفتاب مین

طائرِ روح کو کر دیتے ہین کیونکر بسمل؟ | تیر رکھتے ہین پری رو نہ کمان رکھتے ہین
بھا گئی کون سی وہ بات بتون کی ورنہ | نہ کمر رکھتے ہین کافر نہ دہان رکھتے ہین
عوضِ ملکِ جہان ملکِ سخن ہی ناسخ | گو نہین حکم روان طبع روان رکھتے ہین

زندگی زندہ دلی کا ہے نام | مُردہ دل خاک جیا کرتے ہین
دھیان آتا ہے کفن کا مجکو | کپڑے جب قطع کیا کرتے ہین
نیک و بد کیا ہون ہمیشہ باہم | پھول کانٹون سے جدا کرتے ہین

اے تصور کیون بتون کو جمع کرتا ہی یہان | دل مرا کعبہ ہی کچھ بتخانۂ آذر نہین
شکوہ جو بے نوکری کا کرتے ہین نادان ہین ۶ | آپ آقا ہی کسی کا جو کوئی نوکر نہین
طفل چلتے ہین جب اپنے پاؤن کہتی ہی قضا ۷ | غیر آغوشِ لحد اب دامنِ مادر نہین
ہی خراباتِ جہان مین بھی وہ ساقی سے نفور | جو کہ اے ناسخ غلامِ ساقیِ کوثر نہین

ہے عجب رنگ کی وحشت ترے دیوانے مین | جی نہ آبادی مین لگتا ہی نہ ویرانے مین

اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہی ولے — آج آتی شبِ فرقت میں تو احسان ہوتا
حسرتِ دل نہیں دیتا ہیں نکلنے ناسخ — ہاتھ شل ہوتے میسر جو گریبان ہوتا
گل وشان عکس ہوا کس کے رخِ رنگین کا — ہے جو آئینہ مین عالم سبدِ گلچین کا
رات ایسا انتظارِ یار میں بیتاب تھا — بسترِ گل پر نہ تھا میں اک پرِ سیماب تھا
اے فلک دیکھوں تو کب تک روزِ وصل آتا نہیں — منتظر بیٹھا ہوں میں بھی گردشِ ایام کا
آزاد ہیں قیود سے افتادگانِ خاک ۲ اڑتا پھرا شجر سے جو برگِ خزان گرا
مژہ جو ہے وہ گویا اک زبان کا کام کرتی ہے — یہ عالم ہم نے دیکھا ہے کسی چشمِ سخن گو کا
تو نے شہبازِ نگہ کو جو ادھر چھوڑ دیا ۲ ہم نے بھی طائرِ دل ماندہ کے پر چھوڑ دیا
مانعِ صحرا نوردی پاؤں کی ایذا نہیں ۳ دل دکھا دیتا ہے میرا ٹوٹ جانا خار کا
پہنچے ہم آتش زبانوں کو ضررِ دشمن سے کیا — شمع کو کرتا ہے روشن ترستم گلگیر کا
مال ملتا جو فلک سے ضررِ جان ہوتا — سر نہ ہوتا جو میسر مجھے سامان ہوتا
کبھی روزِ اجل سے طینتِ موذی میں داخل ہے — کیا خالق نے ساتھ افعی کے ناسخ پیچ و خم پیدا
تو نہیں ملتا تو ہم بھی تجھ سے اب ملتے نہیں — سنگدل ہم نے بھی اپنے دل کو اب پتھر کیا
کی ادھر دل نے کشش کھینچا ادھر سفاک نے — ٹوٹ کر آخر مرے سینہ میں پیکان رہ گیا
جیتے جی جاؤں میں کیونکر کوے جانان چھوڑ کر — بلبلِ نالان کہاں جائے گلستان چھوڑ کر
عالمِ تنہائی ہوا مردوں کی کثرت سے محال — جاؤں یارب اب کہاں شہرِ خموشان چھوڑ کر
مر گیا کیا ناسخِ مے کش جو سارے مے فروش — مسجدوں میں بیٹھے اپنی اپنی دکان چھوڑ کر
اگر ہوتا ہے اک دانہ بھی اسمیں میری قسمت کا — فلک بجلی گرا دیتا ہے ناسخ میرے خرمن پر
کیا روزِ بد میں ساتھ رہے کوئی ہمنشین ۴ پتی بھی بھاگتی ہے خزان میں شجر سے دور
اے میکشو نزاکتِ ساقی تو دیکھنا — نالان ہے رکھ کے مثلِ سبو جام دوش پر
اک دن ہوئی صنوبرِ دل کو نہ تازگی — بے برگ ہو گئے نخل ہوئے لاکھ بار سبز

غزلیات و ابیات

رہے ہے کیونکر نہ دل ہر دم نشانہ ناوکِ غم کا
کہ ہے میرا تولد ہفتم ماہِ محرم کا

سخاوت جسکو کہتے ہین کہانی ہے زمانہ مین
بخیلون کی بدولت رہگیا ہے نام حاتم کا

مسی آلودہ لب کو تونے جب کپڑے سے پونچھا ہے
وہ میرے زخمِ دل کے واسطے پھاہا ہے مرہم کا

گزر ناگاہ جو میرا ہوا شہرِ خموشان مین
عجب نقشہ نظر آیا وہان شاہانِ عالم کا

کہین آئینہ زانوے سکندر کا شکستہ تھا
کسی جانب پڑا تھا کاسۂ سر خاک مین جم کا

محب ہین سایۂ رہ اور عدو ہین خارِ رہ ناسخ
مسافر عالمِ امکان مین ہون گویا کوئی دم کا

جب خرامِ ناز کو تو اے پری پیکر اُٹھا
ہر قدم پر جا سے کر اک فتنۂ محشر اُٹھا

چاہیے تعمیرِ دل جو ساتھ اُٹھا لیجائے گا
یون خرابی کے لیے دیوار اُٹھا یا در اُٹھا

بات جن نازک مزاجون سے نہ اُٹھتی تھی کبھی
بوجھ اُنسے سیکڑون من خاک کا کیونکر اُٹھا

کیا سخن سنجی سے حاصل جب سخندان ہی نہین
زانوے فکرت سے اے ناسخ تو اپنا سر اُٹھا

تو نزاکت سے گلستان تک جو رخصت مانگتا
رنگ روے گل سے اڑنے کی اجازت مانگتا

غیرِ حسرت لے گیا یان سے کوئی کیا اپنے ساتھ
آسمان سے کس توقع پر مین دولت مانگتا

ہاتھ اُٹھا کر دونون عالم مین خدا کے سامنے
کیا مین اس وحشت سرا مین غیرِ وحشت مانگتا

گر نہ ہوتا سرخ رو اشکِ غمِ شبیر سے
حشر مین کس مُنھ سے ناسخ مین شفاعت مانگتا

بیشتر سر سے یہان ہوتے ہین سامان پیدا
کھانے کے وقت سے اول ہوئے دندان پیدا

دل جو مجروح ہوا پائے یہ رنگین مضمون
نخلِ گل ہو جو قلم گل ہون دو چندان پیدا

روزِ مولد سے نہین عیش و طرب قسمت مین
رمز یہ ہے جو بشر ہوتے ہین گریان پیدا

کیون نہ ہم عالمِ امکان مین کرین ترکِ لباس
جبکہ خالق نے کیا ہو ہمین عریان پیدا

تا رہین سجدۂ معبود مین ناسخ مصروف
سر سے اس واسطے ہوتے ہین سب انسان پیدا

ناسخ

شیخ امام بخش متخلص بہ ناسخ لاہور کے ایک مالدار تاجر کے ساتھ بطور فرزند کے لکھنؤ مین تھے۔ خدا بخش کے بھائیون سے بعد مرنے خدا بخش کے ترکہ خدا بخش کی بابت نزاع ہوئی۔ بھائیون نے انھین خدا بخش کا پروردہ کہا اور انھون نے خود کو بیٹا بتایا لیکن عدالت شاہی نے انھین کا بیان باور کیا۔ یہ ابتدا مین فیض آباد تھے۔ فیض آباد سے جب دار الخلافت لکھنؤ منتقل ہوا تو یہ بھی فیض آباد سے لکھنؤ آئے اور وہین رہے لیکن الہ آباد دائرہ شاہ اجمل مین وہ اکثر جاکر مقیم ہوتے تھے۔ اسی کے متعلق انکا شعر ہے ؎ ہر پھر کے دائرے ہی مین رکھتا ہون مین قدم + آئی کہان سے گردش پرکار پاؤن مین۔ ناسخ نے میر تقی سے کچھ تلمذ کا سلسلہ شروع کیا تھا مگر دونون طرف نازک مزاجی تھی سلسلہ قایم نہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناسخ نے خود مشق سخن بڑھائی شعر کہتے تھے اور رکھ دیتے تھے بار بار دیکھتے تھے اور درست کرتے تھے۔ سید انشا مرزا قتیل جرات اور مصحفی ان سب کے مشاعرون مین جاتے تھے لیکن اپنے اشعار کا پڑھنا اُسوقت شروع کیا جب اُنکے دور ختم ہو چکے تھے اور کہنہ مشق کی حیثیت سے دفعتہ ظاہر ہوکر خود کو سب کے اُستاد کہلوالیا۔ مصحفی کے شاگرد حیدر علی آتش انکے ہمعصر تھے اِن دونون مین خوب چوٹین چلتی تھین بعضون نے لکھا ہے کہ مصحفی سے ناسخ نے شاگردی شروع کی تھی لیکن ناسخ کی بدماغی نے یہ سلسلہ بہت جلد مسدود کردیا۔ انکے مزاج مین غصہ بہت تھا مشہور ہے کہ ایکدن اپنے خانہ باغ کے بنگلہ مین بیٹھے ہوئے فکرِ مضمون مین غرق تھے ایک صاحب آکر بیٹھے انھون نے بہتیرے اشارے کیے کہ وہ اُٹھ جائین جب وہ نہ سمجھے تو بنگلے کی ٹٹی پر چلم سے ایک چنگاری اُٹھا کر رکھدی جب بنگلہ جلنے لگا تب وہ گھبرا کر اُٹھے ناسخ نے ہاتھ پکڑا کہ اب ہم دونوں یہین جلکر راکھ کا ڈھیر ہو جا ہیے۔ ناسخ نواب نصیر الدین حیدر کے حضور مین بھی حاضر ہوتے تھے اسکے قبل غازی الدین حیدر کا عتاب تھا اور حالت عتاب مین یہ بنارس عظیم آباد الہ آباد گھومتے رہے لیکن زیادہ قیام الہ آباد مین کیا لکھنؤ مین جب آخر مرتبہ ناسخ الہ آباد سے آئے تو پھر باہر نہ گئے اور یہین سنہ ۱۲۵۴ھ مین وفات پائی حکیم مہدی وزیر سلطنت کے جب اختیارات بڑھتے تھے تو انکو لکھنؤ چھوڑنا ہوتا تھا اور جب انکے اختیارات کم ہوجاتے تھے تو یہ واپس آتے تھے۔

انتخاب

از

کُلّیاتِ ناسخ

انشتر

مین چراغ صبح گاہی ہون نسیم ۱۴۱ مجھ سے اک دم کے لیے کیا دشمنی؟
سب مزے درکنار عالم کے یار جب ہم کنار ہوتا ہے
جون جون بڑھاپا آتا ہی ہم جاتے ہین اینٹھے کس مٹی کا نہ جانیے اپنا خمیر ہے
نسبت اُس آستان سے کچھ نہوئی برسون تک ہم نے جبہ سائی کی
انکی دل انسے بچ گیا تو کیا چور جاتے رہے کہ اندھیاری
سواے سنگدلی اور کچھ ہنر بھی ہے؟ تو دلون مین تمھارے خدا کا ڈر بھی ہی؟
دیکھتا ہون تو کام ہیرا میر اول عشق ہی مین آخر ہے
لوٹ منظور ہے کافر اگر ایمانون کی ادھر آیہ بھی تو لبستی ہی مسلمانون کی

مثنوی دریاے عشق

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال ہر جگہ اُسکی اک نئی ہے چال
دل مین جا کر کہین تو درد ہوا کہین سینہ مین آہ سرد ہوا
کہین آنکھون سے خون ہوکے بہا کہین سر مین جنون ہوکے رہا
کہین رونا ہوا ندامت کا کہین ہنسنا ہوا جراحت کا
گہ نمک اسکو داغ کا پایا گہ پتنگا چراغ کا پایا
کہین باعث ہو دل کی تنگی کا کہین موجب شکستہ رنگی کا
کہین عشاق کی نیاز ہوا کہین اندوہ جان گداز ہوا
کہین بے نسبت کو لگائی آگ کہین تیغ و گلو مین رکھی لاگ
کبھی افغان مرغ گلشن تھا کبھی قمری کا طوق گردن تھا
ایک عالم مین دردمندی کی ایک محفل مین جا سپندی کی
نمک چشم سینہ ریشان ہے نگہ یاس مہر کیشان ہی
جسکو ہوا اسکی التفات نصیب ہے وہ مہمان چند روزہ غریب
ایسی تقریب ڈھونڈھ لاتا ہے کہ وہ ناچار جی سے جاتا ہی

کتنے دلون مین آئی تھی اُسکی شب وصال — باہم رہی لڑائی سو وہ بات بھی گئی
پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین — اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

تب تک کڑی اُٹھائی گئی ہم کڑے رہے — ایک ایک سخت بات پہ برسون لڑے رہے
اب کیا کرین نہ صبر ہے دل کو نہ جی مین تاب — کل اُس گلی مین آٹھ پہر بس پڑے رہے

کچھ موج ہوا پیچان اے میر نظر آئی — شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
دلی کے نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے ۳۶ جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

تمنائے دل کے لیے جان دی — سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے
بہت سعی کرنے سے مر رہیے میر ۳۷ بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

منع گریہ نکر تو اے ناصح — اسمین بے اختیار ہین ہم بھی
میر نام اک جوان سنا ہوگا — اسی عاشق کے یار ہین ہم بھی

آمیزش بیجا ہے تجھے جن سے ہمیشہ — وہ لوگ ہی آخر تجھے بدنام کرینگے

گر دل ہے یہی مضطرب الحال تو اے میر — ہم زیر زمین بھی بہت آرام کرین گے

نازکی اِن لبون کی کیا کہیے — پنکھڑی اک گلاب کیسی ہے
میر اِن نیم باز آنکھون مین — ساری مستی شراب کیسی ہے

گریہ ہر وقت کا نہین بے وجہ ۳۸ دل مین کوئی غم نہانی ہے

رنج کھینچے تھے داغ کھائے تھے ۳۹ دل نے صدمے بڑے اُٹھائے تھے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے ۴۰ زمین سخت ہے آسمان دور ہے

خوب تھے وہ دن کہ ہم تیرے گرفتارون مین تھے — غم زدون اندوہ گینون ظلم کے مارون مین تھے

ہم خامشون کا ذکر تھا شب اُسکی بزم مین — نکلا نہ حرف خیر کسی کی زبان سے

اک کیا مین نے فلک کا کہ مجھے — خاک ہی مین ملائے جاتا ہے

کبھی میر اُس طرف آکر جو چھاتی کوٹ جاتا ہے — خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے

ہم تو اک حرف کے نہیں ممنون — کیسا خط و پیام ہوتا ہے
میر صاحب بھی اُسکے ہان تھے پر — جیسے کوئی غلام ہوتا ہے

اِدھر سے ابر اُٹھ کر جو گیا ہے — ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے
مصائب اور تھے پر دل کا جانا — عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے
سرہانے میر کے آہستہ بولو ۳۵ — ابھی یہ روتے روتے سو گیا ہے

بہار آئی ہر غنچے گل کے نکلے ہین گلابی سے — نہال سبز جھومے ہین گلستان مین شرابی سے
بہت رویا نوشتے پر مین اپنے دیکھ قاصد کو — کہ سر ڈالے غریب آتا تھا خط کی بیجوابی سے
مبادا اکار دان جا نا رہے تو صبح سوتا ہے — بہت ڈرتا ہون مین اے میر تیری دیر خوابی سے

کب تلک احوال یہ جب کوئی تیرا نام لے — عاشقِ بیحال دونون ہاتھ سے دل تھام لے
شاخ گل تیری طرف جھکتی جو ہے اے مستِ ناز — چاہتا ہے تو بھی میرے ہاتھ سے اک جام لے
ہمنشین کہ مت بتون کی میر کو تسبیح ہے — کام کیا اس ذکر سے انکو خدا کا نام لے

کارِ دل اُس مہِ تمام سے ہے — کاہش اک روز مجکو شام سے ہے
کوئی تجھ سا بھی کاش مجکو ملے — مدعا ہمکو انتقام سے ہے
سہل ہے میر کا سمجھنا کیا؟ — ہر سخن اُسکا اک مقام سے ہے

نہین ملتا سخن اپنا کسی سے — ہماری گفتگو کا ڈھب جدا ہے
دلِ بیتاب آفت ہے بلا ہے — جگر سب کھا گیا اب کیا رہا ہے
نگا مین گردِ سر پھر نے تو بولا — تمھارا میر صاحب سر پھرا ہے

اُس شوخ وستمگر کو کیا کوئی بھلا چاہے — جو چاہنے والے کا ہر طور بُرا چاہے
کر رہ گئے کیا کوئی مقصد کو پہنچتا ہے — کیا سعی سے ہوتا ہے جب تک نہ خدا چاہے
ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن — رہتا ہے ہوئے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے

مدت سے تو دیوانوں کی سی بات بھی گئی — ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی

ہے منھ پہ میر کے کیا گردِ ملال تازہ   یہ خاک مین ہمیشہ یونہین رلا گیا ہے

گئے جی سے چھوٹے بتون کی جفا سے   یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے

وہ اپنی ہی خوبی سے رہتا ہے نازان   مرے یا جیے کوئی اسکی بلا سے

طبیبِ سُبک عقل ہر گز نہ سمجھا   ہوا دردِ عشق آہ دونا دوا سے

نہ شکوہ شکایت نہ حرفِ حکایت   کہو میر جی آج کیون ہو خفا سے؟

بات شکوہ کی ہم نے گاہ نہ کی ۳۲ بلکہ دی جان اور آہ نہ کی

واہ اے عشق اُس ستمگر نے   جان فشانی پہ میر کی واہ نہ کی

جس سے تھی چشم ہم کو کیا کیا میر   اس طرف اُس نے اک نگاہ نہ کی

یارب کوئی ہو عشق کا بیمار نہ ہووے   مرجاے ولے اُسکو یہ آزار نہ ہووے

زندان مین پھنسے طوق پڑے قید مین مرجاے   پر دامِ محبت مین گرفتار نہ ہووے

صحراے محبت ہے قدم دیکھ کے رکھ میر   یہ سیر سر کوچہ و بازار نہ ہووے

تب گئے تھے باغ مین ہم ظلم کے مارے ہوئے   جان کو اپنی گل مہتاب انگارے ہوئے

گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیے   خاک مین مجکو ملا کر مہربان بارے ہوئے

پھرتے پھرتے عاقبت آنکھین ہماری مند گئین   سو گئے بیہوش تھے ہم راہ کے مارے ہوئے

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے   اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے

یون کانون کان گل نے نہ جانا چمن مین آہ   سر کو پٹک کے ہم پسِ دیوار مر گئے

صد کاروان وفا ہے کوئی پوچھتا نہین   گویا متاعِ دل کے خریدار مر گئے

ہر یہ بازارِ جنون منڈی ہر دیوانون کی ۳۳ یان دکانین ہین جگر چاک گریبانون کی

سرگزشتین نہ مری سُن کہ اچٹتی ہے نیند ۳۴ خاصیت یہ ہے مری جان افسانون کی

میکدے سے تو ابھی آیا ہے مسجد مین میر   ہو نہ لغزش کہین مجلس ہے یہ بیگانون کی

جس جگہ دورِ جام ہوتا ہے   وان یہ عاجز مدام ہوتا ہے

اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہنچے کنارے — تو میرؔ وطن میرے بھی شاید یہ خبر جاے

نہیں وسواس جی گنوانے کے — ہاے رے ذوق دل لگانے کے

میرے تغیرِ حال پر مت جا — ۲۹ اتفاقات ہین زمانے کے

دمِ آخر ہی کیا نہ آنا تھا — اور بھی وقت تھے بہانے کے

اس کدورت سے ہم سمجھتے ہین — ڈھب ہین یہ خاک مین ملانے کے

بس ہین دو برگِ گل قفس مین صبا — ۳۰ نہین بھوکے ہم آب ودانے کے

دل و دین ہوش و صبر سب ہی گئے — آگے آگے تمھارے آنے کے

مژہ ابرو نگہ سے اسکے میرؔ — کشتہ ہین اپنے دل لگانے کے

دل جو بس بیقرار رہتا ہے — آج کل مجکو مار رہتا ہے

دل کدورت بھول جانا میرے بعد — مجھ سے یہ یادگار رہتا ہے

دور مین چشمِ مست کے تیرے — فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے

ہر گھڑی رنجش ایسی باتون مین — کوئی اخلاص و پیار رہتا ہے؟

بے ترے ہم ہین تنگ جینے سے — مرنے کا انتظار رہتا ہے

کیون نہووے عزیز دلہا میرؔ — کس کے کوچے مین خوار رہتا ہے

کیا کرون شرح خستہ جانی کی — مین نے مر مر کے زندگانی کی

حالِ بد گفتنی نہین میرا — تم نے پوچھا تو مہربانی کی

تشنہ لب مر گئے ترے عاشق — نہ ملی ایک بوند پانی کی

جس سے کھوئی تھی نیند میرؔ نے کل — ۳۱ ابتدا پھر وہی کہانی کی

کس غم مین مجکو یارب یہ مبتلا کیا ہے — دل بیقرار ہی رات جیسے کوئی ملا کیا ہے

تھوڑے دنون سے جلنا مین [illegible] — پھوڑا سا دل بغل مین برسون جلا کیا ہے

[illegible] — جب آشنا لبون سے صلی علی کیا ہے

ظالم یہ کیا نکالی رفتار رفتہ رفتہ — اس چال پر چلے گی تلوار رفتہ رفتہ
چاہت میں دخل مت دے زنہار آرزو کو — کرتی ہے دل کی خواہش بیمار رفتہ رفتہ
گر بتکدے میں جانا ایسا ہی میر جی کا — تو تارِ سبحہ ہوگا زنّار رفتہ رفتہ

لطف کیا ہر کسی کی چاہ کے ساتھ — چاہ وہ ہے جو ہو نباہ کے ساتھ
وقت گڑھنے کے ہاتھ دل پر رکھ — جان جاتی رہے نہ آہ کے ساتھ
میر سے تم برے ہی رہتے ہو — کیا شرارت ہے خیر خواہ کے ساتھ
ہم جانتے تو عشق نکرتے کسی کے ساتھ — ۲۴ لیجاتے دل کو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

فقیرانہ آئے صدا کر چلے — ۲۵ میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی — کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جسکے لیے — ۲۶ ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی تری — ۲۷ سو یان سے لہو میں نہا کر چلے
جبین سجدہ کرتے ہی کرتے گئی — حقِ بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یان تک کہ اے بت تجھے — نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے
ندیکھا غمِ دوستان شکر ہے — ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر — ۲۸ جہان میں تم آئے تھے کیا کر چلے؟

غالب کہ یہ دل خستہ شبِ ہجر میں مر جائے — یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گزر جائے
ہے طرفہ مفتن نگہ اس آئینہ رو کی — اک پل میں کرے سیکڑوں خون اور مکر جائے
نہ بتکدہ ہے منزلِ مقصود نہ کعبہ — جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدھر جائے
ہر صبح جو خورشید ترے منھ پہ ہی چڑھتا — ایسا نہو یہ سادہ کہیں جی سے اتر جائے
ہم تازہ شہیدوں کو نہ آ دیکھنے نادان — دامن کی تری زہ کہیں لوہو میں نہ بھر جائے
مت بیٹھ بہت عشق کے آزردہ دلوں میں — نالہ کسی مظلوم کا تاثیر نہ کر جائے

ہم نے اپنی سی کی بہت لیکن　　مرضِ عشق کا علاج نہیں
شہرِ خوبی کو خوب دیکھا میر　　جنسِ دل کا کہیں رواج نہیں

۲۲ متصل روتے ہی رہیے تو بجھے آتشِ دل　　ایک دو آنسو تو اور آگ لگا دیتے ہیں
بے بسی سے تو تری بزم میں ہم بہرے بنے　　نیک و بد کوئی کہے بیٹھے سنا کرتے ہیں

۲۳ پھاڑا ہزار جا سے گریبانِ صبر میر　　کیا کہہ گئی نسیمِ سحر گل کے کان میں

ایک نقط ہے سادگی تس پہ بلائے جان ہے تو　　عشوہ کرشمہ کچھ نہیں، آن نہیں، ادا نہیں

دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں　　وقت ملنے کا مگر داخلِ ایام نہیں ہے

کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا　　عجب نسبت ہے بندہ میں خدا میں

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق میں　　ایک رہتا ایک کھوتے عشق میں
دیکھے ہیں کیا کیا ڈھلکتے ہم نے اشک　　بیٹھے موتی سے پروتے عشق میں

تعارف ہم صفیر دن سے نہیں کچھ　　ہوا ہوں ایک مدت میں رہا میں

سب سرگزشت سن چکے اب چپکے ہو رہو　　آخر ہوئی کہانی مری تم بھی سو رہو
اتنا سیاہ خانۂ عاشق سے تنگ کیا　　کتنے دنوں میں آئے ہو یاں رات تو رہو
خطرہ بہت ہے میر رہِ صعبِ عشق میں　　ایسا نہ ہو کہیں کہ دل و دیں کو کھو رہو

بد زبان ہو جیسے خوش اسلوب ہو　　کیا کہیں جو کچھ کہ ہو تم خوب ہو
ایسا شہرِ حسن سے ہے تازہ رسم　　دوستی باہم جہاں معیوب ہو

نہ سمجھا گیا کھیل قدرت کا ہم سے　　کیا اُسکو بدخو بنا کر نکو رو
رہے آبرو میر تو ہے غنیمت　　کہ غارت میں دل کی ہے ایماے ابرو

یاد جب آتی ہے وہ زلفِ سیاہ　　سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتی ہے آہ
یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز　　دیکھیے ہوتا ہے کیونکر یوں نباہ
شیخ تو نے خوب سمجھا میر کو　　واہ وا اسے بے حقیقت واہ وا

جو بے اختیاری یہی ہے تو قاصد　　ہمین آگے اُسکے قدم دیکھتے ہین
کہان تک بھلا رو وُگے میر صاحب　　اب آنکھون کے گرد اک ورم دیکھتے ہین

خوش نہ آئی تمھاری چال ہمین　　یون نہ کرنا تھا پائمال ہمین
حال کیا پوچھ پوچھ جاتے ہو　　کبھی پاتے بھی ہو بحال ہمین؟
وجہ کیا ہی کہ میر منھ پہ ترے　　نظر آتا ہے کچھ ملال ہمین

مدعی مجکو کھڑے صاف بُرا کہتے ہین　　چپکے تم سُنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہین؟
دیکھ کر اُن کو بجا دل نہین رہتا ہرگز　　لوگ جو کچھ انھین کہتے ہین بجا کہتے ہین
حسن تو ہی ہی کرو لطف زبان بھی پیدا　　میر کو دیکھو کہ سب لوگ بھلا کہتے ہین

دفتر نہین کہانی نہین مثنوی نہین　　کیا شرحِ سوزِ عشق کرون مین زبان نہین
اپنا ہی ہاتھ سر پہ رہا اپنے یان سدا　　مشفق کوئی نہین ہی کوئی مہربان نہین
اس عہد کو نہ جانیے اگلا سا عہد میر　　وہ دور اب نہین وہ زمین آسمان نہین

کس جگہ جاؤن الٰہی کیا دوا پیدا کرون　　دل تو کچھ بیٹھا ہی جاتا ہی کرون تو کیا کرون
خاک اُڑاتا اشک افشان مین جو آنکلا تو پھر　　دشت کو دریا کرون بستی کو اک صحرا کرون
کعبے جانے سے نہین کچھ شیخ مجکو اتنا تو قی　　۱۲ چال وہ بتلا کہ مین دل مین کسی کے جا کرون

جور کیا کیا جفائین کیا کیا ہین　　عاشقی مین بلائین کیا کیا ہین
گہ نسیم صبا ہی گاہ سموم　　اس چمن مین ہوائین کیا کیا ہین
منظرِ دیدہ قصرِ دل اے میر　　شہرِ تن مین بھی جائین کیا کیا ہین

میکشی صبح و شام کرتا ہون　　فاقہ مستی مدام کرتا ہون
کوئی ناکام یون رہے کب تک　　مین بھی اب ایک کام کرتا ہون
یا تو لیتا ہون دادِ دل یا اب　　کام اپنا تمام کرتا ہون

بیکلی بیخودی کچھ آج نہین　　ایک مدت سے وہ مزاج نہین

ایک ایک فرط دور میں یوہین مجھے بھی دو　　جام شراب پُر نہ کرو مین نشے مین ہون
مستی سے درہمی سی ہے میرے کلام مین　　جو چاہو تم بھی مجھکو کہو مین نشے مین ہون
یا ہاتھون ہاتھ لو مجھے مانند جام مے　　یا تھوڑی دور ساتھ چلو مین نشے مین ہون
معذور ہون جو پاؤن مرا بے طرح پڑے　　تم سرگران تو مجھ سے نہو مین نشے مین ہون
نازک مزاج آپ قیامت ہین میر جی　　جون شیشہ میرے منہ نہ لگو مین نشے مین ہون

ہوے سہتے سہتے جفا کاریان　　کوئی ہم سے سیکھے وفاداریان
ہماری تو گزری اسی طور عمر　　یہی نالہ کرنا یہی زاریان
کہان تک یہ تکلیف مالا یطاق　　ہوئین مدتون ناز برداریان
نہ بھائی ہماری تو قدرت نہین　　کھچین میر تجھہی سے یہ خواریان

عشق مین جی کو صبر و تاب کہان　　اُس سے آنکھین لگین تو خواب کہان
ہستی اپنی ہے بیچ مین پردا　　ہم نہو وین تو پھر حجاب کہان
گریۂ شب سے سرخ ہین آنکھین　　مجھ بلانوش کو شراب کہان
عشق کا گھر ہے میر سے آباد　　ایسے پھر خانمان خراب کہان

جانے والون مین دان کے ہم بھی ہین　　ساتھ اس کاروان کے ہم بھی ہین
جس چمن زار کا ہے تو گل تر　　بلبل اُس گلستان کے ہم بھی ہین
وجہ بیگانگی نہین معلوم　۲۰　تم جہان کے ہو وان کے ہم بھی ہین
اس سرے کی ہے پارسائی میر　　معتقد اس جوان کے ہم بھی ہین

اس گلشن دنیا مین شگفتہ نہوا مین　　ہون غنچۂ افسردہ کہ مردود صبا ہون
تب گرم سخن کہنے لگا ہون مین کہ ایک عمر　　جون شمع سر شام سے تا صبح جلا ہون
سینہ تو کیا فضل الہی سے بھی اب چاک　　ہے وقت دعا میر کہ اب دل کو لگا ہون

اب آنکھون مین خون دمبدم دیکھتے ہین　　نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہین

مدت ہوئی گھُٹ گھٹ کے ہمیں شہر میں تنے   واقف نہ ہوا کوئی اس اسرار سے اب تک
کیا جانیے ہوتے ہیں سخن لطف کے کیسے   پوچھا نہیں اُسنے تو ہمیں پیار سے اب تک

جیسے شب آگ سا دیکھا سُلگتے   اُسے پھر خاک ہی پایا سحر تک
گلی تک تیری لایا تھا ہمیں شوق   کہاں طاقت کہ اب پھر جائیں گھر تک

فصلِ خزاں میں سیر جو کی ہم نے جائے گل   چھانی چمن کی خاک نہ تھا نقشِ پائے گل
اللہ رے عندلیب کی آوازِ دل خراش   ۱۸ جی ہی نکل گیا جو کہا اُس نے ہائے گل
بلبل ہزار جی سے خریدار اسکی ہے   ۱۹ اے گلفروش کر تو سمجھ کر بہائے گل
گلچین سمجھ کے چنیو کہ گلشن میں میر کے   لختِ جگر پڑے ہیں نہیں برگہائے گل

کھچتا ہے اُس طرف ہی کو بے اختیار دل   دیوانہ دل بلا زدہ دل بے قرار دل
کچھ جانتا ہے دل کسے کہتے ہیں دل ہی کیا   آتا ہے جو زبان پہ ترے بار بار دل

طریقِ عشق میں ہے رہنما دِل   پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل
قیامت تھا مروت آشنا دل   موے پر بھی مرا اسمیں رہا دل
رُکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا   کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل

کون کہتا ہے مُنھ کو کھولو تم   کاشکے پردے ہی میں بولو تم
حکمِ آبِ روان رکھے ہے حسن   بہتے دریا میں ہاتھ دھولو تم
جب میسر ہو بوسہ اُس لب کا   چُپکے ہی ہو رہو نہ بولو تم
رات گزری ہے سب تڑپتے میر   آنکھ ٹک لگ جاے گر تو سولو تم

آئے تو ہو طبیبو تدبیر گر کرو تم   ایسا نہ ہو کہ میرے جی کا ضرر کرو تم

ہوتا ہے شوقِ وصل کا انکار سے زیاد   کب تجھ سے دل اُٹھاتے ہیں تیری نہیں سے ہم

ز ضعف دست بدیوار دادہ آمدہ ام   بہر دو گام زمانے ستادہ آمدہ ام

یارو مجھے معاف رکھو میں نشے میں ہون   اب دو تو جام خالی ہے دو میں نشے میں ہون

دل پہ کب اکتفا کرے ہے عشق — جائے گا جان بھی یہ غم لیکر
میر صاحب بھی چوکے اے بدعہد — ورنہ دینا تھا دل قسم لیکر

نہ دعوی تیرے آنے کا نہ کچھ امید طالع سے ۱۴ دل بیتاب کو کس منھ سے کہیے کچھ تحمل کر

میر صاحب زمانہ نازک ہے ۱۵ دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے — پچھتاؤ گے ضرور یہ بستی اوجاڑ کر
جی میں تھا اُس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر — پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر
وہ سر چڑھا ہے اتنا اپنی فروتنی سے — کھویا ہمیں نے اُسکو ہر لحظہ پاؤں پڑ کر

شکوۂ آبلہ ابھی سے میر ۱۶ ہے پیارے ہنوز دلی دور

ناز و عتاب و خشم کہاں تک اُٹھائیے — یارب کبھی تو ہم پہ اُسے مہربان کر

ہوتا نہیں ہے باب اجابت کا وا ہنوز — بسمل پڑی ہے چرخ پہ میری دعا ہنوز
احوال نامہ بر سے مرا سنکے بول اُٹھا — جیتا ہے وہ ستمزدہ مہجور کیا ہنوز
بے بال و پر اسیر ہوں کنج قفس میں میر — جاتی نہیں ہے سر سے چمن کی ہوا ہنوز
دل جلوں پر روتے ہیں جنکو ہے کچھ سوز جگر — شمع رکھتی ہے ہماری گور پر ماتم ہنوز

آگے جب اُس آتشیں رخسار کے آتی ہے شمع — پانی پانی شرم مفرط سے ہوئی جاتی ہے شمع
آتی ہے مجلس میں تو فانوس میں آتی ہے شمع — وہ سراپا دیکھ کر پردے میں جلجاتی ہے شمع

محبت نے شاید کہ دی دل کو آگ — دھواں سا ہے کچھ اس نگر کی طرف

شوق ہے تو ہے اُسکا گھر نزدیک — دوری رہ ہے راہ پر نزدیک
آہ کرنے میں دم کو سادھے رہ ۱۷ کہتے ہیں دل سے ہے جگر نزدیک
توشۂ آخرت کی فکر رہے — جی کے جانے کا ہے سفر نزدیک
دور پھرنے کا ہم سے وقت گیا — پوچھ کچھ حال بیٹھ کر نزدیک
مر بھی رہ میر شب بہت رویا — ہے مری جان اب سحر نزدیک

ایک عالم ہے کشتہ اُس لب کا — الغرض آسیہ دانت ہی سب کا

آنسو آتا ہے کب نہین آتا — خون آتا ہے جب نہین آتا

دور بیٹھا غبار میر اس سے — عشق مین یہ ادب نہین آتا

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب — ہم بُرے ہی سہی بھلا صاحب

بندگی ایک اپنی کیا کم ہے — اور کچھ تم سے کہیئے کیا صاحب

کس نے سن شعر میر یہ نہ کہا — کہیو پھر ہاے کیا کہا صاحب

اندوہ سے ہوئی نہ رہائی تمام شب — مجھ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب

کہتے ہین آگے تھا بتون مین رحم ۱۲ ہے خدا جانیے یہ کب کی بات

ہوتی ہے گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات — پر ہم سے تو تھمتی نہ کبھی مُنہ پر آئی بات

نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد — آخر کار کیا کہا قاصد؟

گر پڑا خط تو تجھ پہ حرف نہین — یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد

سر اُٹھاتے ہی ہو گئے پامال — سبزۂ نو دمیدہ کے مانند

فکر تعمیر مین نہ رہ منعم — زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد

تسکین اپنے دل کی جو پایا نہین پھر — جز صبر اور کیا کرے بیچارہ دردمند

غیرون سے یہ اشارے ہم سے چھپا چھپا کر — پھر دیکھنا ادھر کو آنکھین ملا ملا کر

ہر گام سدِ رہ تھی بُت خانے کی محبت — کعبے تلک تو پہنچے لیکن خدا خدا کر

نخچیر گہ مین تجھ سے جو نیم کشتہ چھوٹا — حسرت نے اُسکو آخر مارا لٹا لٹا کر

اک لطف کی نگہ بھی ہم نے نہ چاہی اس سے — رکھا نہین تو اُس نے آنکھین دکھا دکھا کر

ناصح مرے جنون سے آگہ نہ تھا تو ناحق — گو دڑ کیا گریبان سارا سلا سلا کر

مین منع میر تجکو کرتا نہ تھا ہمیشہ — کھوئی نہ جان تو نے دل کو لگا لگا کر

ہم بھی پھرتے ہین اک حشم لیکر — دستۂ داغ و فوجِ غم لیکر

اے تو کہ یان سے عاقبتِ کار جائیگا غافل نہ رہ کہ قافلہ یک بار جائیگا

کیا کہون کیسا ستم غفلت سے مجھپر ہو گیا قافلہ جاتا رہا مین صبح ہوتے سو گیا

آخانہ خرابی اپنی مت کر قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے؟ یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

عالم مین کوئی دل کا طلبگار نہ پایا اس جنس کا یان ہم نے خریدار نہ پایا

دل سے آنکھون مین لہو آتا ہے شاید رات کو کشمکش مین بیقراری کے یہ پھوڑا اچھل گیا

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر ۱۰ مذہبِ عشق اختیار کیا

دُکھ اب فراق کا ہم سے سہا نہین جاتا پھر اس پہ ظلم یہ ہے کچھ کہا نہین جاتا

وصل و ہجران یہ جو دو منزل ہین راہِ عشق کی دل غریب انمین خدا جانے کہان مارا گیا

چارۂ عشق بجز مرگ نہین کچھ اے میر اس مرض مین ہے عبث فکر تمھین درمان کا

معیشت ہم فقیرون کی سی اخوانِ زمان سے کر کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا

کب تلک یہ ستم اُٹھائیے گا ایک دن یون ہی جی سے جائیے گا

ایسے بتِ بے مہر سے ملتا بھی ہے کوئی دل میر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

دل کی کچھ قدر کرتے رہنا تم ۱۱ یہ ہمارا بھی ناز پرور تھا

بے زری کا نہ کر گلہ غافل ۱۲ رکھ تسلی کہ یون مقدر تھا

لذت سے نہین خالی جانون کا کھپا جانا کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا

تیغِ ستم سے اُسکی مرا سر جُدا ہوا شکرِ خدا کہ حقِ محبت ادا ہوا

طریق خوب ہے آپس مین آشنائی کا نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

نہ وہ آئے نہ جائے بیقراری کسی دن میر یون نہین مر رہون گا

اگرچہ امیدِ اسیری پہ یہ ناشاد آیا دامِ صیاد کا ہوتے ہی خدا یاد آیا

کیا کہون مین ہمدم اپنی سرگذشت ابتدائے قصہ مین وہ سو گیا

جو اس شور سے میر روتا رہیگا ، تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح ۹ تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہے گا

نہ جانون میر کیون ایسا ہی چپکا ہنوز ہے یہ آشوب و بلا کا

کرون دن ہی سے رخصت ورنہ شب کو نہ سونے دیگا شور اس بینوا کا

روتے پھرتے ہین ساری ساری رات اب یہی روزگار ہے اپنا

دے کے دل ہم جو ہو گئے مجبور اس مین کیا اختیار ہے اپنا

کیا کہین کچھ کہا نہین جاتا اب تو چپ بھی رہا نہین جاتا

کب تری رہ مین میر گرد آلود لوہو مین آ نہا نہین جاتا

آنسو مری آنکھون مین ہر دم جو نہ آجاتا تو کام مرا اچھا پردے مین چلا جاتا

اصلح ہے حجاب اسکا ہم شوق کے مارون سے بے پردہ جو وہ ہوتا تو کس سے رہا جاتا

مین تو حیران ہون کس کس کا گلا تجھ سے کرون بد گمانی کا تغافل کا ترے کینے کا

میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب آج کی رات یہ بیمار نہین جینے کا

جانے کا نہین شور سخن کا مرے ہرگز تا حشر جہان مین مرا دیوان رہے گا

جس سر کو غرور آج ہے یان تاجوری کا کل اسپہ یہین شور ہے پھر نوحہ گری کا

بیتاب جی کو دیکھا، دل کو کباب دیکھا جیتے رہے تھے کیون ہم جو یہ عذاب دیکھا

حالِ دل میر کا رو رو کے سب اے ماہ سنا شب کو القصہ عجب قصۂ جانکاہ سنا

جا پھنسا دامِ زلف مین آخر دل نہایت ہی بے تامل تھا

بن پوچھے کرم سے وہ جو بخش نہ دیتا تو پرسش مین ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا

مارا زمین مین گاڑا تب اسکو صبر آیا اس دل نے ہمکو آخر یون خاک مین ملایا

پوچھو تو میر سے کیا کوئی نظر پڑا ہے چہرہ اتر رہا ہے کچھ آج اس جوان کا

لایا مرے مزار پہ اسکو یہ جذبِ عشق جس بیوفا کو نام سے بھی میرے ننگ تھا

میر افسردہ دل چمن مین پھرا | غنچۂ دل کہین نہ اسکا کھلا

دل نے ہمکو مثالِ آئینہ | ایک عالم کا روشناس کیا
صبح تک شمع سر کو دُھنتی رہی ۵ | کیا پتنگے نے التماس کیا

مفت آبروے زاہدِ علامہ لے گیا | اک مُغبچہ اُتار کے عمامہ لے گیا
داغِ فراق و حسرتِ وصل آرزوے شوق | مین ساتھ زیرِ خاک بھی ہنگامہ لے گیا

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا ۶ | موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا
جیتے جی آہ ترے کوچہ سے کوئی نہ پھرا | جو ستم دیدہ رہا جاکے سو مر کر نکلا
اشک تر قطرۂ خون، لختِ جگر، پارۂ دل | ایک سے ایک عدد آنکھ سے بہتر نکلا
ہم نے جانا تھا، لکھے گا تو کوئی حرف اے میر | پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

کیا اُس نے نشے مین مجکو مارا؟ | اتنا بھی تو بے خبر نہ ہوگا
دنیا کی نکر تو خواستگار ہی | اس سے کبھو بہرہ ور نہ ہوگا

دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا | جو کوئی دم ہے تو افسوس ہی جوانی کا
اگرچہ عمر کے دس دن یہ لب رہے خاموش | سخن رہے گا سدا میری کم زبانی کا

کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پر پیچ و تاب ۷ | شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا
دور تجھ سے میر نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ | کل جو دیکھا مین نے وہ مطلق نہ پہچانا گیا

شرکتِ شیخ و برہمن سے میر | کعبہ و دیر سے بھی جائے گا
اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد | میر ویرانے مین بنائے گا

حسرت اسکی جگہ تھی، خوابیدہ ۸ | میر کا کھول کر کفن دیکھا
کھلا نشہ مین جو پگڑی کا پیچ اُسکے میر | سمندِ ناز کا اک اور تازیانہ ہوا

آنکھون مین جی مرا ہے ادھر یار دیکھنا | عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا
آنکھین جرائیو نہ تم ابرِ بہار سے | میری طرف بھی دیدۂ خونبار دیکھنا

پھر میرؔ آج مسجدِ جامع کے ہیں امام   داغِ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا

پھرتا ہے زندگی کے لیے آہ خوار کیا؟   اس وہم کے نمود کا ہے اعتبار کیا؟
کیا جانیں ہم اسیرِ قفس زاد اے نسیم   گل کیسے باغ کہتے ہیں کسکو بہار کیا؟
عاشق کے دل سے رکھ نہ تسلی کی چشمداشت   ہے برق پارہ یہ اسے آوے قرار کیا؟
آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ وقت میرؔ   بے اختیار تم نے کیا روزگار کیا؟

یار ہے میر کا مگر گل سا   کہ سحر نالہ کش ہے بلبل سا
کب تھی جرأت رقیب کی اتنی   تم نے بھی کچھ کیا تغافل سا
اک نگہ ایک چشمک ایک سخن،   اسمین بھی تمکو ہے تامل سا
بارے مستوں نے ہوشیاری کی   دیکھے کچھ محتسب کا مُنھ پھُل سا
تو نے زنجیر پائی میرؔ مگر   رات سنتے رہے ہیں ہم غل سا

ہوئیں رسوائیاں جسکے لیے چھوڑا دیار اپنا   ہوا وہ بے مروت بیوفا ہرگز نہ یار اپنا،
اگرچہ خاک اُڑائی دیدۂ تر نے بیابان کی   ولے نکلا نہ خاطر خواہ رونے سے غبار اپنا
گیا وہ بوجھ سب، ہلکے ہوئے ہم میرؔ آخر کو   مناسب تھا نہ جانا اس گلی میں بار بار اپنا

چاک کر سینہ دل کو پھینک دیا   کھینچیے ایذا ہمیشہ کسکی بلا؟
تمکو جیتا رکھے خدا اے یار   مر گئے ہم تو کرتے کرتے وفا
اُٹھ گیا میرؔ لو وہ بالین سے   پھر مری جان مجھ میں کچھ نہ رہا

ہر جا پھرا غبار ہمارا اُڑا ہوا   تیری گلی میں لائی صبا تو بجا ہوا
آہِ سحر نے دل کی نہ کھولی گرہ کبھی   آخر نسیم سے بھی یہ غنچہ نہ وا ہوا
وہ میرؔ اثر جو شورشِ دل میں تھے ہیں کہاں؟   نالے کیے جرس نے بہت سے تو کیا ہوا!؟
عیدِ آئندہ تک رہے گا گلا   ہو گئی عید تو گلے نہ ملا
ڈوبے لوہو میں دیکھتے ہیں سرِ خار   حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

ہر قدم پر تھی اُسکی منزل پر   سر سے سودائے جستجو نہ گیا
سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں   لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا
دل مین کتنے مسودے تھے ولے   ایک پیش اُسکے روبرو نہ گیا
سبحہ گرداں ہی میر ہم تو رہے   دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

راہِ دورِ عشق مین روتا ہی کیا   آگے آگے دیکھیے ہوتا ہی کیا
قافلے مین صبح کے اک شور ہے   یعنے غافل ہم چلے سوتا ہی کیا
غیرتِ یوسف ہی یہ وقتِ عزیز   میر اُسکو رایگان کھوتا ہے کیا

بارہا گور دل جھکا لایا   اب کی شرطِ وفا بجا لایا
دل کہ بس ایک قطرۂ خون ہی   ایک عالم کے سر بلا لایا
دل مجھے اُس گلی مین لیجا کر ۳   اور بھی خاک مین ملا لایا
اب تو جاتے ہین بتکدے سے میر   پھر ملین گے اگر خدا لایا

غم رہا جب تک کہ دم مین دم رہا   دل کے جانے کا نہایت غم رہا
جامۂ احرام زاہد پر نہ جا   تھا حرم مین جب بھی نامحرم رہا
میر کے رونے کی حقیقت جسمین تھی ۴   ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا
صبحِ پیری شام ہونے کو ہی میر   تو نہ چیتا یان بہت دن کم رہا

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا   اب جس جگہ کہ داغ ہی یان آگے درد تھا
دل کی شکستگی سے ڈرائے رکھا ہمین   وان چین جبین پر آئی کہ یان رنگ زرد تھا
عاشق ہین ہم تو میر کے بھی ضبطِ عشق کے   دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

دیکھ آرسی کو یار ہوا محو ناز کا   خانہ خراب ہوجیو آئینہ ساز کا
اس لطف سے نہ غنچۂ نرگس کھلا کبھو   کھلنا تو دیکھ اس مژۂ نیم باز کا
کوتاہ تھا فسانہ جو مرجاتے ہم شتاب   جی پر وبال سب ہے یہ عمرِ دراز کا

غزلیات وابیات

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں، کچھ نہ دوا نے کام کیا — دیکھا اس بیماریِ دل نے، آخر کام تمام کیا
عہدِ جوانی رو رو کاٹا، پیری میں لیں آنکھیں موند — یعنی رات بہت تھے جاگے، صبح ہوئی آرام کیا
یاں کے سفید و سیہ میں ہمکو دخل جو ہے سو اتنا ہے — رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا
میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اس نے تو — قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا تب ترک اسلام کیا

چمن میں گُل نے جو کل دعویِ جمال کیا — جمالِ یار نے مُنھ اُسکا خوب لال کیا
۱ فلک نے آہ تری رہ میں ہمکو پیدا کر — برنگِ سبزۂ نورستہ پائمال کیا
لگا نہ دل کو کہیں، کیا سُنا نہیں تو نے — جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

وہ اک روش سے کھولے ہوئے بال ہو گیا — سنبل چمن کا مفت میں پامال ہو گیا
۲ الجھاؤ پڑ گیا جو ہمیں اُسکے عشق میں — دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا
دعوی کیا تھا گل نے ترے رخ سے باغ میں — سیلی لگی صبا کی، سو مُنھ لال ہو گیا
قامت خمیدہ رنگ شکستہ بدن نزار — تیرا تو میر غم میں عجب حال ہو گیا

اتنا نہ تجھ سے ملتے، نہ دل کو کھو کے روتے — جیسا کیا تھا ہم نے، ویسا ہی یار پایا
کیا اعتبار یاں کا پھر اُسکو خوار دیکھا — جس نے جہاں میں آ کر کچھ اعتبار پایا
آہوں کے شعلے جس جا اُٹھتے تھے میر سے شب — واں جا کے صبح دیکھا مشتِ غبار پایا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا — دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا
وہ کج روش نہ ملا مجھ سے راستے میں کبھی — نہ سیدھی طرح سے اُس نے مرا سلام لیا
مزا دکھائیں گے بیرحمی کا تری صیاد — گر اضطراب اسیری نے زیرِ دام لیا
اگرچہ گوشہ گزیں ہوں میں شاعروں میں میر — پہ میرے شور نے روئے زمیں تمام لیا

دل سے شوقِ رُخِ نکو نہ گیا — جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

میر

محمد تقی نام - میر تخلص - شرفاے اکبر آباد سے تھے - یہ وہ شاعر ہے جسکو ریختی کا حجت اُستاد کہنا چاہیے - ذوق لکھتا ہے -

ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا   نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب

غالب کہتے ہین -

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ   آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

باپ کے مرنے پر خان آرزو کے پاس جو انکے سوتیلے ماموں تھے دلی آئے اور وہین پرورش پائی - دلی مین انکی بڑی قدر ہوئی خود شاہ عالم اور اُنکے دربار کے امرا اور شرفا انکی تعظیم کرتے تھے لیکن خالی تعظیم سے انکا کام نہ چلا یہ دلی سے لکھنؤ پہنچے - لکھنؤ مین انکی بڑی عزت ہوئی - رفتہ رفتہ نواب آصف الدولہ تک رسائی ہوئی اور دو سو روپیہ مہینہ مقرر ہو گیا - مزاج کے یہ چھلے تھے بدماغی اور نازک مزاجی نے دربار شاہی کی حاضری سے روکا اور گوشہ نشینی مین فقر و فاقہ سے زندگی کے دن پورے کرنے لگے - سو برس کی عمر مین ۱۲۲۵ھ ہجری مین فوت ہوئے -

انتخاب

از

کلّیاتِ میر تقی

دیوان۔ اوّل۔ دوم۔ سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ششم

اہ نشتر

نرم سا کچھ تہ پہلو رکھدے — سر کو ٹکون تو وہ زانو رکھدے
کچھ کرے بات زرا بہلائے — جی کسی ڈھب سے مرا بہلائے
اسے مین ڈھونڈھ کے لاؤن کسکو — ماجرا اپنا سناؤن کسکو
کون میرا مگر اپنا ہون مین — عاشق بیکس و تنہا ہون مین
اس تکلم سے یہ مطلب ہے مرا — جو سنے سمجھے وہ افسانہ مرا
گو کہین ہو وہ کسی جا ہووے — دل مین پر درد زرا سا ہووے
ہو یہ مجھ سا وہ نہ ہو دیوانہ — تا سنے سمجھے مرا افسانہ
اسکو پہنچا ہو جدائی کا درد — تا وہ جانے کہ ہے اسمین کیا درد
ماجرائے غم حرمان سمجھے — سرگزشت شب ہجران سمجھے
بات کچھ میری زبانی سن لے — غور سے ساری کہانی سن لے
سب مضامین و معانی سوچے — مطلب راز نہانی سوچے
نہ کہانی نہ یہ ہے افسانہ — داد و بیداد ہے مظلومانہ

رباعیات

مومن شوق گناہگاری کب تک — اے تیرہ درون سیاہ کاری کبتک
نادان اپنے خدا کو باز آ بہر خدا — اے دشمن دین بتون سے یاری کبتک

جو یہ ہے بخار کا سبب ہے نہ کہو — یہ بات جگر سوز غضب ہے نہ کہو
معلوم نہین تمکو طبیبو احوال — جلتا ہون یہ کہنے سے کہ تپ ہے نہ کہو

کب تک ربط بتان دلجو کی نباہ — کب تک فکر حصول حشمت و جاہ
آتا ہے یہ جی مین چھوڑ سب کچھ مومن — ایک کونے مین بیٹھے کیجے اللہ اللہ

مومن یون بھی کسی پہ مرتا ہے کوئی — اس طرح بھی جان سے گزرتا ہے کوئی
خود کام کیا دل سمجھ کے تونے دیا — نادان ایسا بھی کام کرتا ہے کوئی

کاسۂ عمر کا بھرنا اچھا ایسے جینے سے تو مرنا اچھا
کاش مرجاؤن کہ چین آئے کہین بد دماغی سے سرِ زیست نہین
کب تلک نزع کی حالت مین رہون کب تلک یون ستمِ مرگ سہون
کب تلک چشم سے خون ہو جاری کب تلک درد کرے دلداری
عمر برباد نہ جاے ای کاش دل کی آئی مجھے آے ای کاش
ہاے یہ ظلم سہا کیونکر جاے ٦ مین جیون اور مرا دل مرجاے
جان ہمہ رنج و سراپا غم ہے رنج سا رنج ہی غم سا غم ہے؟
دیکھتا ہون عجب احوال اپنا کیا ہون کس سے کہون حال اپنا
درد ہجران سے سبھی کو ہی فراغ بات پوچھے کوئی یہ کسکو دماغ
سب ہین بیدرد انھین کسکا غم ہی غم زدون کا کسی کو کیا غم ہے
کون پوچھے ہے کسی کا احوال جانتے ہم ہین سبھی کا احوال
کون سنتا ہی فغانِ درویش ٧ قہرِ درویش بجانِ درویش
کوئی ناشاد ہو یا ہو ناکام اپنے سب خوش ہین کسی کو کیا کام
کوئی ہمدم ہے نہ دمساز مرا کوئی محرم ہے نہ ہمراز مرا
کوئی اتنا نہین جو حال سنے متوجہ ہو کچھ احوال سنے
کوئی اتنا نہین جو چارہ کرے ٨ چارہ ہو مین آوارہ کرے
چارہ گر ہو نہ سکے فکر تو ہو وصلِ جانان نہ سہی ذکر تو ہو
ماجرا سنکے مرا رونے لگے روتے دیکھے تو زار رونے لگے
سینۂ چاک کا گر ہو نہ رفو ٩ ٹانک دے چاک گریبان تو کبھو
چشم خونریز سے خون پاک کرے پیرہن ساتھ مرے خاک کرے
دل ہو مضطر تو نہ آرام سے وہ مین جو تڑپون تو ذرا تھام لے وہ

معشوق کے پرہیز سے بیمار رہا ہین بے جُرم جفاؤن کے سزاوار رہا ہین
کیا کیا نہ مصیبت مین گرفتار رہا ہین افسردہ دل گرمیِ اغیار رہا ہین
آخر تپش اس آتشِ خاموش بن آئی جان گرمیِ غیرت سے غضب جوش مین آئی

متفرقات

ساقی مے سُرخ رائگان ہی خم بھرے کہ چشم خونفشان ہی
اُٹھے بھی نہ تھے کہ گر پڑے ہم کیا لغزشِ پا زمان زمان ہی
اے ہمدمِ جان نواز تجھ سے کیا دل کی کہون مین دل کہان ہی

تو چھوڑ مجھے چلا گیا دل ہے اُس سے زیادہ بیوفا دل
دیتا ہون دم ایسے فتنہ گر پر انصاف سے دیکھنا مرا دل
اُس چشم نے کردیا خراب آہ تھا ورنہ بہت ہی پارسا دل
اے محرمِ راز کیا کہون مین کس آفتِ جان سے لگا دل

دن پھرتے کہین اگر مرے بھی کیا گردشِ روزگار ہوتا؟
اے پند شعار ہوش مین آ کوئی بھی ہے آپ خوار ہوتا
ہم کا ہے کو دل کو جانے دیتے ۵ اپنا اگر اختیار ہوتا

ساقی نامہ

ساقیا زہر پلا دے مجکو شربتِ مرگ چکھا دے مجکو
ہان سیہ مستی حرمان یہ نگاہ دے وہ مے یعنی کفِ مار سیاہ
تلخیِ پاسِ عبادت کب تک حسرتِ ذوقِ شہادت کب تک
کیا ذرا سودۂ الماس نہین سچ ہلاہل ترے کچھ پاس نہین
گر یہان ہے تو اُٹھا لا جلدی اور نہین پاس تو جا لا جلدی
کیا خمارِ خفقان ہے ظالم بس چلا جی تو کہان ہے ظالم
بھر دے اک جام کہ مر جاؤن ابھی بھول کر آپ مین آؤن نہ کبھی

دم مین اُس چشمِ سخن ساز کے آنا ہی نہ تھا — جور کم سہنے تھے یہ قصّہ بڑھانا ہی نہ تھا
اب بھی اے کاش کچھ ایسا ہو کہ جھگڑا جائے ۴ رحم آجائے اُسے یا مجھے صبر آجائے

خوب کرتے ہین کہ وہ ظلم کیے جاتے ہین — رنج دینے کو دل اور دن کے لیے جاتے ہین
دادِ بیرحمی و بیداد دیے جاتے ہین — ہم بھی ایک اتنی توقع پہ جیے جاتے ہین
کہ جو ہو اُنکی ملاقات تو بدلا لے لین — جنسے وہ خوب لیے جائین وہ طعنے دے لین

چشمِ فتان نگہِ شوخ وہ شرما جائے — عرقِ شرم کے طوفان مین ڈوبا جائے
جی یہ کچھ ایسی بنے رُخ پہ تغیر آجائے — بگڑے یہ چہرہ کہ مجھ سے بھی نہ دیکھا جائے
ہووے یہ رنگ کہ پھر منھ وہ دکھا ہی نسکے — سر کو زانو سے مری طرح اُٹھا ہی نہ سکے

اے چارہ گر اُچک کہ دمِ چارہ گری ہے — مین جان سے مرتا ہون تجھے بیخبری ہے
کیون پہلے ہی درمان سے یقین بے اثری ہے — اپنی سی تو کر دیکھ عبث نسخہ دری ہے
ہو جاؤن مین جانبر تو تری ناموری ہے — یون دعویِ بے مرفہ تو بیہودہ سری ہے
گر ہم سے مریضون کی دوا ہووے تو جانے — بیمارِ محبت کو شفا ہووے تو جانے

ہر چند کہ درمان ہی نہین عشقِ بتان کا — زخمِ دلِ مجروح پہ لگتا نہین ٹانکا
مرنا قلق ہجر مین بچنا ہی یہان کا — پر شکر ہوا سہل علاج اپنی تو جان کا
وہ حال نہین ہی دلِ بیتاب و توان کا — تھمتا نظر آتا ہے لہو زخمِ نہان کا
تاثیر دوا اب تری کر جائے تو کر جائے — ہر چند کہ ناسور ہی بھر جائے تو بھر جائے

یعنی کہ دل اُس دشمنِ جانی سے پھرا اب — گو تھا مرض الموت یہ ممکن ہے شفا اب
بطیاقتیِ جان نہین آزار فزا اب — سینے سے مرے ہاتھ جدا ہونے لگا اب
وہ عشق کی خاطر ہے نہ وہ پاسِ وفا اب — وہ فتنہ کی الفت ہی نہ وہ شوقِ بلا اب
کچھ کام نہین پیچ و خمِ زلفِ دوتا سے — کھایا کرے بل سیکڑون اب میری بلا سے

ایک عمر تلک زیست سے بیزار رہا مین — مصروفِ غم و وقفِ صد آزار رہا مین

کچھ فریبِ دلِ بیتاب و تواں کی حد تھی
ضبطِ سوزانِ نفسِ شعلہ فشاں کی حد تھی

کیونکہ خالی کروں جی کہ بھرا آتا ہی
پیش چلتی جو نہیں غصہ چلا آتا ہی

کب تلک کوئی نہ سرگرمِ حکایت ہووے
کب تلک لب نہ شرر ریزِ شکایت ہووے

ہو تحمل ہو تحمل کی نہایت ہووے
کیجیے صبر اگر صبر کی غایت ہووے

کچھ زبان بھی تو نہیں زور کہ چل بھی نسکے
غم کچھ ارمان نہیں ہی کہ نکل بھی نسکے

جب سے عاشق ہوئے ہم رنج نہ پائے کیا کیا
لب پر آئے گلے جی مین گر آئے کیا کیا

کیا کہیں آہ کہ خاطر مین نہ لائے کیا کیا
جب تلک تاب رہی ناز اٹھائے کیا کیا

پر نہیں حوصلۂ بیم ستم بھی اب تو
بیوفا ہاے ہوئے جاتے ہیں ہم بھی اب تو

دل مرے کہنے مین ہو تو کچھ اب بھی نکہوں
پر بگڑ ہی گئی جب بات تو کیون بات سہون

اسکو بھی چاہیے طاقت کہ میں چپ بیٹھ رہون
کچھ بن آتی ہی نہیں ہاے عجب رنج مین ہون

دل پہ کیا ہاتھ دھرون ہاتھ ہی قابو مین نہیں
سر رہے کس پہ کہ حالت مری زانو مین نہیں

دل ہی یا دشمن جانی کہ ستاتا ہے مجھے
داغ ہی یا تپِ غیرت کہ جلاتا ہے مجھے

جوش ہی یا شبِ وعدہ کہ بھرا آتا ہے مجھے
شکوہ ہے یا خبرِ وصل کہ بھاتا ہے مجھے

غش مگر اسکا تصور ہی کہ آجاتا ہی
جی بھی معشوق ہی گویا کہ چلا جاتا ہی

ہم پہ جو گزرے قلق اسکی بلا سے گزرے
جان سے جائیں و لے وہ نہ جفا سے گزرے

ہی وفا سے بھی حاصل تو وفا سے گزرے
کب تلک کچھ نہ کہیں ایسی حیا سے گزرے

پاسِ ناموس ہمیں کیوں ہو جو اسکو بھی نہیں
جس نظر سے کہ لحاظ آئے تھا اب وہ بھی نہیں

ملک الموت بھی آتا نہیں ہاں کیا کیجے
کچھ توقع نہیں دلجوئی جاناں کیا کیجے

نہیں کہنے میں زبان منعِ زبان کیا کیجے
دم ہی باقی نہ رہا ضبطِ فغاں کیا کیجے

نالۂ گرم و دمِ سرد کی طغیانی سے ہے
کوئی دن اور وجودِ دنیا کی ہوا کھانی ہی

دل کو اس دشمنِ جانی سے لگانا ہی تھا
باتوں پر اس لبِ دمساز کے جانا ہی نہ تھا

عشرتِ دہر پایدار نہین — چرخ کو ایک دم قرار نہین
ہو نہ جاے ہماری بات بڑی — کبھی دن ہے کبھی ہے رات بڑی
حسن آخر ہی بیوفا نرہے — چہرہ گلرنگ دبا صفا نرہے
شوخی نازش و ادا نرہے — لبِ شیرین مین کچھ مزا نرہے
شور اُٹھے نہ خوشخرامی سے — نہ حلاوت ہو تلخکامی سے
طرہ مارِ سپید سا ہوجاے — کاش ایک جان کی بلا ہوجاے
زلف کے بدلے قد دوتا ہوجاے — خوشنما چہرہ بدنما ہوجاے
آپ ہو کی عوض پریشان ہو — روے آئینہ وار حیران ہو
تیغِ ابرو سے دل فگار نہ ہو — تیر مژگان جگر کے پار نہ ہو
خنجرِ غمزہ زخم یار نہ ہو — کوئی دنیا مین جان نثار نہ ہو
ایک قلق طبعِ نازنین پہ رہے — بے ارادے شکن جبین پہ رہے
کلفت آجاے ماہِ کامل مین — داغ رُخ لالہ کے مقابل مین
غنچہ ہو گلرخون کی محفل مین — مثل سنبل شکن پڑین دل مین
جلوہ بے بدل بدل جائے — زلفِ خوش خم کا بل نکل جائے
چھوڑنے کی مرے ندامت ہو — آپ کو دمبدم ملامت ہو
بیٹھتے اُٹھتے ایک قیامت ہو — پھر ملے تجھ سے کس کی شامت ہو
یون غضب مین رہے بلا سیری — یہ مصیبت سے بلا سیری
فکرِ انجام سے نہ ہو انجان — مجھ سے ملجا تو میرا کہنا مان
اس زمانے کو ظالم اپنا جان — دل مین اپنے ذرا سمجھ نادان
کب تلک کوئی نامراد رہے — بھول جاؤن گا مین بھی یاد رہے
تابِ پرخاش ستمہاے نہان کی حد بھی — قوتِ کشمکش آہ وفغان کی حد بھی

ہنس ہنس کے وہ مجھ سے ہی مرے قتل کی باتیں — اس طرح سے کرتے ہین کہ گویا نہ کرین گے
کیا نامہ مین لکھون دل وابستہ کا احوال — ۳ معلوم ہی پہلے ہی کہ وہ وا نہ کرین گے
رکھ لیوین گے پتھر گران سنگدلون کو — چھاتی سے لگانے کی تمنا نہ کرین گے

نہ کٹی ہم سے شب جدائی کی — کتنی ہی طاقت آزمائی کی
کیون بُرا کہتے ہو بھلا ناصح — مین نے حضرت سے کیا بُرائی کی
مومن آؤ تمھین بھی دکھلادون — سیر بُت خانہ مین خدائی کی

الجھی ریشم کی نہ ہاتھون مین پہن — دیکھ نازک ہے کلائی تیری

پھر محبت مین مزا آتا ہے — کیون نہ کھائین ہمین غم بھاتا ہی
کس سے پھر وعدہ وصلت ہی کہ دل — تیرے ملنے کی قسم کھاتا ہی
پھر ہون دیوانہ ہجوم کس کا — خار تلوے مرے سہلاتا ہی
پھر دل اک بت کو دیا مومن نے — کب وہ ان باتون سے باز آتا ہی

جوش وحشت سے ہی تو ایکدن — اولجھین گی زلف دوتا سے تیری
مومن اُس بُت سے بگڑنا ہی نہ تھا — بن چکی بات خدا سے تیری

واسوخت

اے ستمگر کہان تلک بیداد — سرِ پامالِ عاشقِ ناشاد
قول دینا عدو کو حسبِ مراد — مرگیا تیرے ہاتھ سے فرہاد
فکرِ جور و سرِ جفا کب تک — بیوفا غیر سے وفا کب تک
اب بھی آجانے دے دل آزاری — چھوڑ دے خود سری و خونخواری
دیکھ اچھی نہین ستمگاری — نہ پڑے صبرِ نالہ و زاری
کہین تو بھی نہ دل کو کھو بیٹھے — کہین آنکھون کو یون نہ رو بیٹھے
کچھ زمانے کا اعتبار نہین — دورِ گردون یہ اختیار نہین

سنگِ اسود نہین ہی چشمِ بتان — بوسہ مومن طلب کرے کیا منھ

ہو صورت خاک جی لگنے کی جنت مین بھلا مومن — مری نظرون مین ہی شاہِ جہان آباد کا نقشہ

خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی — خبر ہی نعش پہ اُس بیوفا کے آنے کی

نہ جائے کیون دلِ مرغِ چمن کہ سیکھ گئی — بہار وضع تری مسکرا کے آنے کی

مجھے یہ ڈر ہی کہ مومن کہین نہ کہتا ہو — مری تسلی کو روزِ جزا کے آنے کی

دفن جب خاک مین ہم سوختہ سامان ہونگے — فلس ماہی کے گلِ شمعِ شبستان ہونگے

ناوک انداز جدھر دیدۂ جانان ہونگے — نیم بسمل کئی ہونگے کئی بیجان ہونگے

تو کہان جائے گی؟ کچھ اپنا ٹھکانا کرلے ۲ ہم تو کل خوابِ عدم مین شبِ ہجران ہونگے

منتِ حضرتِ عیسیٰ نہ اُٹھائینگے کبھی — زندگی کے لیے شرمندۂ احسان ہونگے

ناصحا دلمین تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم — لاکھ نادان ہوئے کیا تجھ سے بھی نادان ہونگے

ایک ہم ہین کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس — ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی — پھر وہی پاؤن وہی خارِ مغیلان ہونگے

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتان مین مومن — آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

آج اُس بزم مین طوفان اُٹھا کے اُٹھے — یان تلک روئے کہ اُسکو بھی رُلا کے اُٹھے

جی ہی مانندِ نشانِ کفِ پا بیٹھ گیا — پاؤن کیا کوچہ سے اُس ہوش رُبا کے اُٹھے

شعر مومن کے پڑھے بیٹھ کے اُسکے آگے — خوب احوالِ دلِ زار سُنا کے اُٹھے

تسلی دمِ واپسین ہو چکی — ہمین ہو چکی جب نہین ہو چکی

قلق کشتہ سخت جانی ہے پھر — امیدِ اجل آفرین ہو چکی

یہان دم نہین شوقِ سر قتل گر — مری خون سے تر آستین ہو چکی

کہین ہین ہی مومن وہ کافر صنم — بس اب پاسبانیِ دین ہو چکی

کیونکر یہ کہین منتِ اعدا نہ کرینگے — کیا کیا نہ کیا عشق مین کیا کیا نہ کرینگے

ہو گئے نامِ بتان سُنتے ہی مومن بیقرار ہم نہ کہتے تھے کہ حضرت پارسا کہنے کو ہین

ہو گئی گھر مین خبر ہی منع وہان جانا ہمین وہ بھی رسوا ہو خدا جس نے کیا رسوا ہمین

اُس نام کے صدقے جسکی یہ دولت مومن رہون اور بتون کو چاہون

نہو تو بیٹھے بٹھائے خراب اے مومن لڑا نہ اُس بُتِ خانہ خراب سے آنکھین

یہ قدرت ضعف مین بھی ہے فغان کو کہ دے پٹکے زمین پر آسمان کو

دغا سکھلا رہے گا دل ہمارا تمھاری خاطرِ نامہربان کو

دلِ مضطر کی بیتابی نے مارا کہان سے لاؤن اُس آرامِ جان کو

سُن اے مومن یہ ایمان ہے ہمارا نہ کہنا کفر پھر عشقِ بتان کو

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو لطف مجھ پہ تھے بیشتر وہ کرم تھا جو مرے حال پر مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ نئے گلے وہ شکایتین وہ مزے مزے کی حکایتین وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم مین تم مین بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جسے آپ کہتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا مین وہی ہون مومنِ مبتلا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اے ناصحو آہی گیا وہ فتنۂ ایام لو ہمکو کہتے تھے بھلا اب تم تو دل کو تھام لو

کیا قہر ہے کب تک کوئی رہجائے آنسو پی کے یون ہنس ہنس کے میرے آگے تم دستِ عدو سے جام لو

مومن تم اور عشقِ بتان ای پیر و مرشد خیر ہے یہ ذکر اور منہ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منہ اے شبِ ہجر تیرا کالا منہ

بات پوری بھی منہ سے نکلی نہین آپ نے گالیون پہ کھولا منہ

شبِ غم کا بیان کیا کیجے ہے بڑی بات اور چھوٹا منہ

جب کہا یار سے دکھا صورت ہنس کے بولا کہ دیکھو اپنا منہ

پھر گئی آنکھ مثلِ قبلہ نما جس طرف اُس صنم نے پھیرا منہ

مر چلے اب تو اُس صنم سے ملین — مومن اندیشۂ خدا کب تک

مردِ عشق ستیزہ کار ہے دل — ملک الموت سے دوچار ہے دل

بسکہ مشتاقِ نازِ یار ہے دل — ستم آموزِ روزگار ہے دل

وصلِ جانان نہین سوائے خیال — ہم ہین مایوس امیدوار ہے دل

شبِ ہجران کو سمجھے روزِ جزا — مومن ایسا سیاہ کار ہے دل

کیا کرون کیون کر کون ناصح رُکا جاتا ہے دل — پیش کیا چلتی ہے اُس سے جسپر آجاتا ہے دل

چاہتا ہون مین تو مسجد مین رہون مومن رہے — کیا کرون بتخانہ کی جانب کھچا جاتا ہے دل

جو پہلے دن ہی سے دل کا کہا نہ کرتے ہم — تو اب یہ لوگون کی باتین سنا نہ کرتے ہم

اگر نہ ہاتھ مین اُس دلربا کے دل دیتے — تو دل یہ ہاتھ سدا دھر لیا نہ کرتے ہم

اُس آفتِ دل و جان پر اگر نہ مرجاتے — تو اپنے مرنے کی ہر دم دعا نہ کرتے ہم

اگر نہ دیکھتے وہ پیاری پیاری صورت آہ — تو ایک ایک کے منھ کو تکا نہ کرتے ہم

جو غم بتون کا نہ ہوتا تری طرح مومن — تو دیکھ چرخ کو ہے ہے خدا نہ کرتے ہم

ٹھانے تھے دل مین اب نہ ملین گے کسی سے ہم — پر کیا کرین کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

ہنستے جو دیکھتے ہین کسی کو کسی سے ہم — منھ دیکھ دیکھ روتے ہین کس بیکسی سے ہم

کب چھوڑتے ہین اُس ستم ایجاد کے قدم — سر ہے ہمارا اور ہین جلاد کے قدم

مانے نہ مانے منعِ تمنائے دل کرون — مین غیر تو نہین کہ تماشائے دل کرون

ہو جان بھی جائے کچھ تو مداوائے دل کرون — کب تک مین دل پہ ہاتھ دھرے ہائے دل کرون

چھٹتا ہی جیتے جی کوئی زنجیرِ زلف سے — دیوانہ ہون کہ چارۂ سودائے دل کرون

اُس بت کو ترکِ دین سے نہین مومن اعتماد — کیون کر نہ مین شکایتِ اعدائے دل کرون

بیمزا ہو کر نمک کو بے وفا کہنے کو ہین — کھل گئے زخمون کے منھ کس لیے بُرا کہنے کو ہین

دیکھنا کس حال سے کس حال کو پہنچا دیا — بخت تیرے عاشقون کے نارسا کہنے کو ہین

دم نکلنے کی طاقت ہی بیمارِ محبت سے
اتنا بھی غنیمت ہے مومن کا سنبھل جانا

تھے ہمین مومن کی خودداری پہ کیا کیا اعتماد
کیا خبر تھی یہ کہ یون محوِ بتان ہو جائیگا

بنے کیون کر کہ ہے سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

بے طاقتی سے مجھ مین نہین تابِ التفات
بیہودہ فکرِ جور و ستم امتحان ہی اب

پنجۂ شانہ سے تو زلفِ گرہ گیر نہ کھینچ
دل ہے دیوانے کو مت تو یہ زنجیر نہ کھینچ

ہم تو بچتے نہین تا شام وہ آئے بھی تو کیا
اے دعاے سحری منتِ تاثیر نہ کھینچ

روزِ غم کون بھلا آن کے ہوتا ہی شریک
انتظارِ اثر اے نالۂ شبگیر نہ کھینچ

مومن آئینِ محبت مین کہ ہی سب جائز
حسرتِ حرمتِ صہبا و مزامیر نہ کھینچ

کھل گیا ہی غمِ پنہان افسوس
گھل گئی غم کے مارے جان افسوس

میرے مرنے سے بھی وہ خوش نہوا
جی گیا یون ہی رایگان افسوس

گلِ داغِ جنون کھلنے بھی نہ تھے
آگئی باغ مین خزان افسوس

موت بھی ہوگئی ہی پردہ نشین
راز رہتا نہین نہان افسوس

تھا عجب کوئی آدمی مومن
مر گیا کیا ہی نوجوان افسوس

فقر ہے موت ہی قضا ہے عشق
سچ تو یون ہے بڑی بلا ہی عشق

وصل مین احتمالِ شادیِ مرگ
چارہ گر دردِ بے دوا ہے عشق

ہم کو ترجیح تم پہ ہے یعنی
دل ربا حسن و جان ربا ہے عشق

اب تو دل عشق کا مزا چکھا
ہم نہ کہتے تھے کیون برا ہی عشق

قیس و فرہاد و وامق و مومن
مر گئے سب ہی کیا وبا ہی عشق

امتحان کے لیے جفا کب تک
التفات ستم نما کب تک

مجھ سے عاشق نہین ہے کچھ ظالم
صبر آخر کرے وفا کب تک

تم کو خو ہو گئی برائی کی
در گزر کیجیے بھلا کب تک

غزلیات وابیات

لگے خدنگ جب اس نالۂ سحر کا سا — فلک کا حال نہ ہو کیا مرے جگر کا سا

نہ جاؤں گا کبھی جنت میں میں نہ جاؤں گا — اگر نہ ہوئے گا نقشہ تمھارے گھر کا سا

خبر نہیں کہ اُسے کیا ہوا پھر اُس در پر — نشانِ پا نظر آتا ہے نامہ بر کا سا

دل ایسے شوخ کو مومن نے دیدیا کہ وہ ہے — محبِ حسین کا دل رکھے ہے شمر کا سا

اور ایسا کوئی کیا بے سروسامان ہوگا — کہ مجھے زہر بھی دیجیے گا تو احسان ہوگا

خواہشِ مرگ ہے تمنا نہ جتاتا ورنہ — دل میں پھر تیرے سوا اور بھی ارمان ہوگا

کیا ستاتے ہو کہ ہے ہجر میں جینا مشکل — تم سے بیرحم پہ مرنے سے تو آسان ہوگا

آخر امید ہی سے چارۂ حرمان ہوگا — مرگ کی آس پہ جینا شبِ ہجران ہوگا

درد ہے جان کی عوض ہر رگ و پے میں ساری — چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درمان ہوگا

دوستی اُس صنمِ آفتِ ایمان سے کرے — مومن ایسا بھی کوئی دشمن ایمان ہوگا

ٹانکنے چاکِ گریبان کو تو ہر بار لگا — ہاتھ کٹواؤں جو ناصح رہے اب تار لگا

تو کسی کا بھی خریدار نہیں، پر ظالم — سر فروشوں کا ترے کوچے میں بازار لگا

کعبہ سے جانبِ بت خانہ پھر آیا مومن — کیا کرے جی نہ کسی طرح سے زنہار لگا

زرد منھ دکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا ۱ — آج ہم نے اُسکو اپنا زور و زر دکھلا دیا

موت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آ کی لاش تک — جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

نام الفت کا نہ لونگا جب تلک ہے دم میں دم — تو نے چاہت کا مزا اے فتنہ گر دکھلا دیا

دیکھیں گے مومن یہ ہم ایمان بالغیب آپکا — اُس بتِ پردہ نشیں نے جلوہ گر دکھلا دیا

جوں نکہت گل جنبش ہی جی کا نکل جانا — اے بادِ صبا میری کروٹ تو بدل جانا

عشق اُنکی بلا جانے عاشق ہوں تو سمجھا ہیں — لو مجکو اطبا نے سودے کا خلل جانا

مومن

مومن خان نام ۔ مومن تخلص ۔ یہ شخص معجون مرکب تھا ۔ شاہ عبدالعزیز نے انکے پیدا ہونے کے وقت کان مین اذان دی اور انھین نے مومن خان نام رکھا ۔ شاہ عبدالقادر صاحب سے عربی کتابین پڑھین ۔ پھر فن طب جو آبائی پیشہ تھا اُسکی طرف توجہ کی اور کمال حاصل کیا ۔ علم نجوم مین انکو ایسا ملکہ تھا کہ دور دور تک کوئی انکا مدِ مقابل نہ تھا ۔ شروع شروع عاشقی کی طرف طبیعت مائل ہوئی ۔ تمام دیوان انکا عاشقانہ مضامین سے بھرا ہوا ہے ۔ پھر نوجوانی ہی مین طبیعت نے پلٹا کھایا مولوی محمد اسماعیل صاحب کے مرشد مولانا سید احمد صاحب بریلوی کے یہ مرید ہوئے اور اخیر اخیر برگزیدگی مین شہرۂ آفاق ہوئے ۔

یہ شاعر حافظہ کا بہت قوی تھا ۔ شعر پڑھنے کا انداز نرالا رکھتا تھا ۔ کسی امیر کی دربار داری کبھی نہ کی اور نہ کسی امیر کی مدح مین قصیدہ لکھا صرف ایک مرتبہ رئیس پٹیالہ کی مدح مین ایک قصیدہ لکھا وہ بھی مدحیہ نہین ہے شکریہ کے طور پر ہے رئیس نے ایک ہتھنی بلا طلب انکے نذر کی ۔ انکی طبیعت غیور تھی اسکا صلہ سخن مین دیا ۔ دلی انکا مولد تھا ۔ دلی سے باہر جانے کا بھی اتفاق ہوا ۔ رام پور مین بھی یہ پہنچے تھے ۔ راجہ کپور تھلہ نے تین سو روپیہ مہینے پر انھین بُلایا تھا لیکن اس خیال سے کہ یہی تنخواہ ایک گویے کی بھی تھی نہ گئے ۔ شرفاے دلی سے تھے اور بڑی عزت رکھتے تھے ۔ سنہ ۱۲۶۸ ہجری وفات ۔

انتخاب

از

کلیاتِ مومن

و نشتر

سردی کا خوف دیکھو عمر یانی مین — کمل کے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہین

ہر خار سبزہ کو نہ نشتر سمجھو — پھرتے ہو جو ننگے پاؤن بہتر سمجھو
نالش نہ کرو برہنہ پائی کی منیر — ہر آبلہ ہونے کے برابر سمجھو

لذت کی زبان سے جدائی ٹھہری — روکھے کھانے سے آشنائی ٹھہری
گھی کی صورت نظر نہین آتی منیر — شیر کنجشک کی ملائی ٹھہری

پڑتی نہین کانون مین مزے کی باتین — اب سنتے ہین تجھ سے روکھی روکھی باتین
کہتا ہے منیر اے لب نان یہ بتا — کیا ہو گئین تری چکنی چپڑی باتین

ہر طرح ہے راحت مین خلل ان روز دن — بے حقہ کے پڑتی نہین کل ان روز دن
ہمدم ہون مین درد آہ سوزان سے منیر — تنخالہ لب ہے ناریل ان روز دن

تنبا کو بھی ہوا ہے کڑوا ہم سے — رک رک کر بولتا ہے حقا ہم سے
برسات مین کس غضب کی گرمی ہے منیر ۵ — جھلوانے لگی آگ بھی پنکھا ہم سے

حقہ اور دن کو تو میسر ہے یہان — پر درد جگر کام و زبان پر ہے یہان
دیکھو یہ غضب ایک چلم تنبا کو ۶ — اک نافۂ مشک کے برابر ہے یہان

زندان مین تو ہم اسیر و مجہول آئے — کس طور سے نیند حسب معمول آئے
گھر سے نکلے جو بچھوا اسی مین منیر ۷ — خواب راحت پلنگ پر بھول آئے

پہلے ہوئی چھ روپے ہماری تنخواہ — پھر آٹھ سے دس ہوئی خدا ہے گواہ
ننانوے کا پھیر رہا قید مین بھی — لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ہر چند محاسبون مین کم وقعت ہین — پر قیدیون کے کفیل کیفیت ہین
لکھ دیتے ہین رہائی و اسیری سب کی — ہم نقل نویس دفتر قسمت ہین

کانپتے تھے موسمِ سرما میں یوں — جیسے عریاں سردیِ کشمیر سے
محنت و مزدوری و تکلیف و رنج — تھا زیادہ حیطۂ تحریر سے
اس جہنم کے موکل سب کے سب — دشمنی رکھتے تھے بے تقصیر سے
قاتلِ اشراف و اہلِ علم تھے — رنج پہنچاتے تھے ہر تدبیر سے
جعل میں ٹھگ بدیا میں بے بدل — نقدِ جاں کو چھین لیں تزویر سے
پھر الہ آباد میں بھجوا دیا — ظلم سے تلبیس سے تزویر سے
ننگی تلواریں کبھی تھیں گرد و پیش — نوکیں سنگینوں کی بدتر تیر سے
جو الہ آباد میں گزرے ستم — ہیں فزوں تقریر سے تحریر سے
پھر ہوئے کلکتہ کو پیدل رواں — گرتے پڑتے پاؤں کی زنجیر سے
ہتھکڑی ہاتھوں میں بیڑی پاؤں میں — ناتواں تر قیس کی تصویر سے
راستے میں ظلمِ اعدا بے شمار — ہر گھڑی تھے شامتِ تقدیر سے
بے حواس و بے لباس و بے دیار — دل گرفتہ جورِ چرخِ پیر سے
نقشہ کلکتہ میں کھچوایا مرا — رنگ منہ کا اڑ گیا تصویر سے
کالے پانی میں جو پہنچے یک بیک — کٹ گئی قیدِ ستم تقدیر سے
یہ کہی تاریخ ہم نے اے منیر — صاف نکلے خانۂ زنجیر سے

رباعیات

دم ناک میں عسرت سے مرا ہو کب تک — حقہ نہ ملے پینے کو اچھا کب تک
تا چند لپیٹوں دھجیاں نیچہ پر — بدلا کروں پوستِ استخواں کب تک
دل آتشِ مطبخ سے جلانا ٹھہرا — غم کھانے سے بھی سوا یہ کھانا ٹھہرا
کیونکر طمع کی پھر دال گلے — اپنے ہاتھوں سے جب پکانا ٹھہرا
ہر چند کہ ہم دل کے کڑے ہوتے ہیں — جاڑے کے مگر صدمے بڑے ہوتے ہیں

مکان ہے دلِ کافر سے تیرہ تر میرا　　سیاہ بخت ہون یارب سیاہ کار ہون مین
بلند ہے عرقِ انفعال کا طوفان　　وفورِ جرم سے اس درجہ شرمسار ہون مین
یہ التجا ہے کہ بہرِ نبی و آلِ نبی　　معاف کر مجھے تیرا قصوروار ہون مین
دلِ زمانہ تو رکھ صاف میری جانب سے　　اگرچہ آئینۂ دہر کا غبار ہون مین
خلش کسی کی بھی دل مین نہ مجھ سے پیدا ہو　　اگرچہ گلشنِ عالم مین مثلِ خار ہون مین
زبان چاہتی ہے مانگے مغفرت کی دعا　　صدا یہ آتی ہے دل سے خطا شعار ہون مین
کسی کمال کا دعوی نہین معاذ اللہ　　غرور خاک کرون ننگِ روزگار ہون مین
میرا کلام ہو مقبولِ اہلِ دل یارب　　ترے کرم سے بس اتنا امیدوار ہون مین

قطعہ تاریخ

فرخ آباد اور یارانِ شفیق　　چھٹ گئے سب گردشِ تقدیر سے
آ گئے باندہ مین مقید ہو کے ہم　　سو طرح کی ذلت و تحقیر سے
جسقدر احباب خالص تھے وہان　　در گزر کرتے نہ تھے تدبیر سے
پر کہون کیا کاوشِ اہلِ نفاق　　تھے وہ خونریزی مین بڑھکر تیر سے
کچھ شدائد قید کے کہدون اگر　　خون ٹپکے ہر لبِ تقریر سے
باندہ کے زندان مین لاکھون ستم　　سہتے تھے ہم گردشِ تقدیر سے
کوٹھری تاریک پائی مثلِ قبر　　تنگ تر تھی حلقۂ زنجیر سے
بول و غائط کی جگہ بستر کے پاس　　تھی نجس تر خانۂ خنزیر سے
کیا تیمم کیا وضو ممکن نہ تھا　　کہیے طاہر رہتے کس تدبیر سے
ترکِ افیون سے اذیت جو ہوئی　　ہر فزون اندازۂ تحریر سے
سختی نزعِ یہودی و مجوس　　سہل تھی اُس سختی تقدیر سے
کوٹھری مین گرمی دوزخ سی فزون　　دست و پا بدتر تھے آتشگیر سے

کوچ ٹھہرا مقامِ غربت سے — اب وطن چلنے کی ہے تیاری
رخصت اے دوستانِ زندانی — الوداع اے غمِ گرفتاری
الرحیل اے مشقتِ ہر روز — الفراق اے ہجومِ ناچاری
دال چاول سے کہدو رخصت ہون — پانی مین ڈوبے یہ نمک کھاری
مچھلیون سے کہو ہٹ کے سڑین — گھاس کھووے یہان کی ترکاری
چین برہما ملاے حبا پانی — اہلِ آسام جنگلی تاتاری
اپنے دیدار سے معاف کرین — اپنی باتون سے دین سبکباری
کالے پانی سے ہوتے ہین رخصت — اشکِ شادی ہین آنکھون سے جاری
بیٹھتے ہین جہازِ دودی پر — اُٹھتے ہین لنگرِ گرانباری
السلام اے خروشِ بحرِ محیط — السفر اے سفینۂ جاری
سامنے ہر طرف سمندر رہے — سایۂ آسمانِ زنگاری
ہم سفر قافلہ ہین موجون کے — خضر در نوح کی ہے سالاری
جامِ بلورِ ہر حباب مین ہے — عکسِ خورشید کی طلاکاری
دن کو خورشید کے زرافشانی — رات کو اوس کی گہرباری
بحرِ اخضر کی پستی رنگت — فلکِ سبز کی حنا باری
پانی کے اُٹھتے ہین بلند پہاڑ — اُس پہ آئی ہے موج کی باری
پانی پر چڑھ کے پانی بہتا ہے — قدرتِ حق کی ہے نموداری
نکلے دریاے شور سے صد شکر — بحرِ شیرین کی آگئی باری
نظر آیا سوادِ کلکتہ — شکر ہے شکر حضرتِ باری

مناجات

یہ عرض ہے تری درگاہ مین خداوندا — کہ تیرہ دل ہون نہایت گناہگار ہون مین

نہ ڈھونڈہ مشتری جنس ہمت حاتم — نگر جواہر الطاف گسر دہی کا مول
اگر تجھے طلب گوہر مطالب ہے — تو رخ نکر طرف مصر و چین و استنبول
حضور کے در دولت پہ آکے سائل ہو — ٹھہر کے منطقۂ کہکشان کمر سے کھول
جناب کلب علی خان خدیو عالم فیض — بنے ہین قطرے گہر جسکے جود سے انمول

رت ہے برسات کی بہت پیاری — موج زن جھیلین ندیان ساری
بدلیان چھا رہی ہین گردون پر — زرد اودی سنہری زنگاری
بجلیون کی چمک مین ہے چھلبل — جیسے رقصان بتان فرخاری
کیا ہری دوب جنگلون مین ہے — سبز مخمل سے ہے سوا پیاری
ہر طرف کھل رہے ہین گل بوٹے — جنسے شرمندہ باغ کی کیاری
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین پروائی — لہرین لیتی ہین ندیان ساری
شفق سرخ رنگ لائی ہے — لالہ گون ہے سپہر زنگاری
ننھی ننھی برستی ہین بوندین — روح پر ہوتی ہے خوشی طاری
کوکلا بگلہ کویلین طاؤس — اپنی تانین سناتی ہین پیاری
قازین مرغابیان بطین سرخاب — جھیلون کے ساتھ کرتی ہین یاری
کھیت دھانون کے لہلہے شاداب — کر رہے ہین نظر کی دلداری
عکس طوطی ہو جیسے آئینہ مین — پانی انمین ہے اس طرح جاری
سوندھی سوندھی زمین کی مٹی — بھینی بھینی چمن کی بو پیاری
سیر مچھی بھون کی چل کر دیکھ — کیا نمایان ہے قدرت باری

بارے آئی نجات کی باری — کھل گیا عقدۂ گرفتاری
ہمکو منصب ملا رہائی کا — قید کو جائداد بیکاری
پاؤن کو چھوڑ بھاگے بار دوش — سر کو دستارۂ گرانباری

کہنے سُننے کو تو اے یار مری یاد رہے | گالیاں منہ مین رہین کانون مین فریاد رہے
یہی انصاف ہو اے فصلِ بہاری تیرا | جال مین مرغِ چمن باغ مین صیاد رہے
آنکھ پھرتے ہی تری مجھ سے خدائی پھر گئی | کیا مری برگشتہ بختی کی دُہائی پھر گئی

قصائد

اس انجمن مین کوئی دلِ شادمان نہ تھا | تھی اوجڑے گھر کی رات سوادِ جہان نہ تھا
جنسِ شباب کا یہ کبھی قدردان نہ تھا | کیا کہیے اب وہ دانہ ہمارا ایمان نہ تھا
جس بزمِ جان فزا مین ابھی کل کی بات ہو | خالی سرور سے دلِ پیر و جوان نہ تھا
فرشِ نفیس دامن نظارہ سے لطیف | ذی رتبہ میر فرش سے تاج شہان نہ تھا
اربابِ عیش کی کہون کیا خوش سلیقگی | وہ کون تھا کہ ہمہ شائستہ خان نہ تھا
صحبت برنگِ خاطرِ اطفال روزِ عید | کمتر جوان تازہ سے پیرِ مغان نہ تھا
پریون کے جھنڈ تھے کہین جھرمٹ حسینون کے | محبوب جنکے آگے مہِ آسمان نہ تھا
فتنہ کے عطر کو سرِ مو بھی نہ تھی جگہ | آشفتہ کوئی گیسوئے عنبر فشان نہ تھا
چھائے ہوئے تھے چمپئی رنگون کے قہقہے | جس سے شگفتہ تر چمنِ زعفران نہ تھا
چٹکی بجا بجا کے بلاتے تھے عیش کو | گانے کی دھوم تھی کہین نامِ فغان نہ تھا
مستانہ غزلین تھین طرب انگیز ٹھمریان | وہ کون تھا جو عاشقِ رقصِ بتان نہ تھا
وہ ناچ سحر کا وہ بتانا طلسم کا | وہ بھاؤ تھے کہ نرخِ مسرت گران نہ تھا
وہ بزم دلفریب تھی ایسی کہ رات بھر | رنج و ملال کے لیے رستا جہان نہ تھا
دیکھا اُسی طلسمِ خوشی کو جو صبحدم | جز خند اور کوئی وہان نوحہ خوان نہ تھا
محفوظ اُنکے گوشۂ رحمت مین ہی منیر | جنمین خدا مین فاصلۂ دو کمان نہ تھا

مجھے یہ فکر ہو اے چرخ کچھ تو مُنہ سے بول | کہ پھر رہا ہو زمانہ مین کیون تو ڈانوان ڈول
کسی جگہ کسی پہلو ٹھہر نہین سکتا | کھلا یہ حال کہ تو سر سے پاؤن تک ہو گول

اِل کیجے عمر آخر ہو چلی اب آنکھ کھول　　آفتاب آتا ہی سر پر دوپہر ہونیکو ہی
جسمِ خاکی چھوڑ دے گی روح دامن جھاڑ کر　　ایک جھٹکے مین جدا گردِ سفر ہونیکو ہی
یوسفِ مضمون کو لائے فکرِ کہنہ اے منیر　　یہ زلیخا نوجوان بارِ دگر ہونے کو ہی

آئی خاک اُسکے رہگذر کی　　یارب یہ ہوا چلی کدھر کی
بارے تہِ تیغِ یار نکلی　　حسرت دم بھر مین عمر بھر کی
مُنھ ڈھانکو نہ وقتِ نزع ایجان　　رخصت ہے اب آخری نظر کی
چلد وطرفِ نجف منیر اب　　حاجت نہین خضرِ راہ بر کی

کیا فقط مین ہی ہون جفا کے لیے　　مُنھ نہ کھلوایئے خدا کے لیے
صندلِ بوے یار بفت نہ مانگ　　درد پیدا کر اس دوا کے لیے
کربلا مین منیر کو مولا　　جلد بلوایئے خدا کے لیے

بُت بھی عاشق ہین اپنی صورت کے　　ای مین قربان تیری قدرت کے
آتے ہی چشمِ اہل دنیا مین　　سو گئے پاؤن خوابِ غفلت کے
نہین سنتا ہے ای منیر کوئی　　ڈنکے بجتے ہین کوسِ رحلت کے

صبح طالع ہوئی سو بھی اُٹھے سونے والے　　آفرین اے مرے بیدار نہ ہونے والے
آنکھین کھو بیٹھتے ہین ہجر مین رونے والے　　پکتے داغون کو چھڑا دیتے ہین دھونے والے

اہلِ بسند کو گذر جاتی ہی کھٹکے ہی مین رات ۴　　مست ہین سایۂ دیوار کے سونے والے
نازپرورد ہین آفت مین گرفتار منیر　　تارے گنتے ہین سرِ شام کے سونے والے

پیتے ہین خونِ جگر پیٹ نہین بھرتا ہی　　کھا گئی تیرے ندیدون کی نظر غم کو بھی
سخت جانی کے شبِ ہجر کھڑے ہین پہرے　　ہونٹھون پر آکے ٹھہرنا نہ پڑے دم کو بھی

زر دارون کو اکسیرِ قناعت نہین ملتی　　جب تک نہ لُٹے کوئی یہ دولت نہین ملتی
طفلی کی ہوا نی مین بھی راحت نہین ملتی　　جو کھیل مین کھوئی ہی وہ دولت نہین ملتی

دل کے تو خریدار نظر آتے ہین لاکھون | چٹکی سے کلیجہ کوئی مل جائے تو جانین
سو بار بلائے شبِ فرقت سے بچے ہین | اکی اگر آئی ہوئی ٹل جائے تو جانین
آنے دو منیر آئے اگر فصل بہاری | ہان نخل تمنا کبھی پھل جائے تو جانین

ترقی دو گے تم کب تک قدِ بالا کی شہرت کو | نکلوا دو گے شاید دونون عالم سے قیامت کو
کفن صبحِ وطن کا بھی جو ملتا تو غنیمت تھا | بچھائے یا کوئی اوڑھے گلیم شام غربت کو
تری رفتار کے فتنون سے دنیا بھر گئی ساری | کہین سے آنے کا رستہ نہین ملتا قیامت کو
منیر اُنسے سرِ محفل لپٹ جائین گے ہم کچھ ہو | سلام آخری ہے آج سے آداب صحبت کو

اے ہمیتال آپ تو اپنی مثال دیکھ | ضد ہے تو آئینہ مین وقوعِ محال دیکھ
دن ہو گئے مہینے، مہینے ہوئے برس ۲ | عبرت سے روزنامچۂ ماہ و سال دیکھ
اوقات کان پور مین ضایع نہ کر منیر | چل لکھنؤ مین صحبتِ اہل کمال دیکھ

تم اگر خوش ہو تو فرقت ہی سہی | عیش جانے دو مصیبت ہی سہی
بیکسی کا تو کہین نام ہٹے | کوئی تو آئے قیامت ہی سہی
کیا بنا لین گے بگڑ کر مجھ سے | تیرے تیور مری قسمت ہی سہی
مل تو جائے گی کبھی چپ کی داد | کچھ نہ کہنا مری عادت ہی سہی
عیش سے گزری جوانی تو منیر | عہدِ پیری مین مصیبت ہی سہی

حالِ سابق نہ کہے اے دلِ دانا کوئی | اگلی باتون سے پھر آتا ہے زمانا کوئی
اے فلک یاد ہین طفلی و جوانی کے مزے | اگلے عہدون مین سے دے ڈال زمانا کوئی
مین بگڑ کر جو اُٹھا غیرون سے ارشاد کیا | نہ بلانا نہ بلانا نہ بلانا کوئی
جوگیے کا ہے مزا تارکِ دنیا ہم ہین | مجلسِ فقر مین گائے نہ شہانا کوئی
مطربون پر بھی تاکید ہے غربت مین منیر | دیس کی چیز مرے آگے نہ گانا کوئی

کس طرف کوٹھے سے وہ مہ جلوہ گر ہونیکو ہے | عید کا چاند آج کیا جانے کدھر ہونیکو ہے

عجز و نخوت نے قدم جب حد سے باہر رکھدیا ۱ پاؤن پر سر مین نے اُسکے پاؤن سر پر رکھدیا

مرضِ عشق کے بدلے مرضِ سل ملتا کاش پتھر مجھے یارب عوضِ دل ملتا
کثرتِ غم سے سماتا نہ کبھی سینہ مین چھاتی پھٹ جاتی جو پتھر کو مرا دل ملتا

بعد مُردن لحد مین گڑتے ہین گھر تو بستا ہی ہم اُجڑتے ہین
صبحدم گل سے کہتی ہی شبنم دل کے روتے ہین جو بچھڑتے ہین
حرم و دیر سے نیچے سالک دو گھنڈرہ راستے مین پڑتے ہین
ضعف پیری مین گر رہے ہین دانت ٹانکے اِس بخیہ کے اُدھڑتے ہین
لطف بچپن کے کھو رہا ہی شباب ساتھ کھیلے ہوئے بچھڑتے ہین
ہو مبارک منیر شادیِ وصل آج وہ میرے گھر مین پڑتے ہین

اے فلک مانگی تھین کس نے تجھ سے بھاری بیڑیان گیسوئے جانان کی پہنا پیاری پیاری بیڑیان
پاؤن کو دیتی ہین رنگِ خون جاری بیڑیان جنگلون مین کر رہی ہین لالہ کاری بیڑیان
ناتوانی مین دباتی ہین ہماری بیڑیان ہلکے سے ہلکے ہین ہم بھاری سے بھاری بیڑیان
سوے کلکتہ الہ آباد سے بیدل چلے چوب مورِ لنگ پر سیکھین سواری بیڑیان
ٹھوکرین کھاتی ہوئی آتی ہین ہر دم ساتھ ساتھ کسقدر رگڑیان اُٹھاتی ہین ہماری بیڑیان
ہم ہین بیدل راہ طولانی سفر ہے دور کا دیکھیے منزل ہی بھاری یا ہین بھاری بیڑیان
دو قدم بڑھکر نہ چلنے پائے انکے ہاتھ سے پاشکستہ کو بنائین آخر تک ہماری بیڑیان
دور کروا دین خدا نے انڈمن مین خود بخود کرتی تھین برسون کی ناحق ذمہ داری بیڑیان
قطعِ زنجیرِ ستم کی ہی یہ تاریخ اے منیر کٹ گئین کیا لطف سے آہی ہماری بیڑیان

راہ مین صورتِ نقشِ کفِ پا رہتا ہون ۲ ہر گھڑی بننے بگڑنے کو پڑا رہتا ہون

پلکون کی محبت کا خلل جاے تو جانین یہ پھانس کلیجے سے نکل جاے تو جانین
ہر چند کہ آوارہ بہت ہے دلِ وحشی باہر ترے کوچے سے نکل جاے تو جانین

غزلیات و ابیات

دل تو پژمردہ ہی داغ غم گلستان ہوں تو کیا — آنکھیں روتی ہیں دہانِ زخم خندان ہوں تو کیا
لاکھوں گلرو داغ حسرت لیگئے زیرِ زمین — باغِ عالم مین اگر دو پھول خندان ہوں تو کیا
داغِ غم دل پر اُٹھا کر مرنے والے مر گئے — برجِ قبروں کے اگر سروِ چراغان ہوں تو کیا
مسجدین ٹوٹی پڑی ہین صومعہ ویران ہین — یادِ حق مین ایک دو دلہائے سوزان ہوں تو کیا
خانقاہین منہدم ہین بتکدہ آباد ہین — رنج مین ہین اہلِ دین خوش اہلِ عصیان ہوں تو کیا
لُٹ گئے قصرِ مرصع کھُد گئے زرین محل — رنج سے معمور اگر دلہائے ویران ہوں تو کیا
نور کی خلوت مین پریان ناچتی تھین جس جگہ — اُس جگہ مشعل بکف غولِ بیابان ہوں تو کیا
نخلبندانِ ریاضِ فیض وہمت ہین تباہ — پاسبانِ کشتِ خشت چند دہقان ہوں تو کیا
یوسفوں سے ہو گئے بازار خالی ای فلک — زشت رویان جہان اجناسِ دُکان ہوں تو کیا
دانہ دانہ کے لیے محتاج ہین عالی گُہر — اشکِ حسرت اپنے مروارید غلطان ہوں تو کیا
صوفیانِ صاف طینت واصلِ حق ہو گئے — خود نما دو چار ننگِ اہلِ عرفان ہوں تو کیا
کاملوں کو کر دیا برباد تو نے اے فلک — چند نالائق ترے ممنونِ احسان ہوں تو کیا
منعم و فیاض ہین محتاج نانِ خشک کے — خاکروبوں کو میسر خوانِ الوان ہوں تو کیا
بے کفن وہ ہین کہ شانِ میرزائی جنہین تھی — سوگ مین صد چاک دامان و گریبان ہوں تو کیا
بجھ گئیں شمعیں جلین پروانے تو کیا فائدہ — اُڑ گئے پروانے شمعیں نور افشان ہوں تو کیا
دیکھنے والے نہین آئینے پھر کس کام کے — بے زلیخا شہر سارے یوسفستان ہوں تو کیا
سختِ جان و بیحیا دو چار ہم سے جو رہے — ہر گھڑی پابندِ خوفِ عزت و جان ہوں تو کیا
کھائے جاتی ہی اُنھین بھی رات دن فکرِ معاش — رو رہے لیکن تاسفِ رزقِ دندان ہوں تو کیا
یہ غزل ہی حسبِ حالِ دہر مثلِ قطعہ بند — سُست ہین صورتِ خوابِ پریشان ہوں تو کیا

منیر

سید محمد اسمعیل متخلص بہ منیر باپ کانام سید احمد حسین متخلص بہ شاد تھا۔ شکوہ آباد مولد تھا۔ لیکن لکھنؤ۔ فرخ آباد۔ باندہ مین زائد تر رہنے کا اتفاق ہوا۔ کلب علی خان کے وقت مین رام پور کی بھی سیر کی تھی۔ بہت ذہین اور پُرگو شاعر تھے۔ انکی غزلون مین مطلع بہت ہوتے تھے۔ اور اشعار مین آمد کی شان ہوتی تھی کہتے چلے جاتے تھے۔ مین نے اکثر دو اوین کو شدید دیکھ کر اُنکے کلام کا انتخاب کیا۔ مجھے اُنکے اشعار مین نشتر کم ملے پھر بھی واقعات نگاری کی صفت انمین ضرور تھی اور ہمیشہ خود مصائب مین مبتلا رہے اسلیے اپنے حسب حال جو کچھ لکھتے تھے بہتر لکھتے تھے۔ انکو زمانے کی گردش نے کالے پانی بھی پہنچایا تھا اسکے متعلق انکے کلام مین بھی تذکرہ ہی۔ وہ تذکرہ رنج و غم کی حکایت ہی اسلیے خواہ مخواہ دل پر اثر کرتا ہے۔ رباعیات مین دیکھیے کالے پانی مین جو تکلیف حقہ اور افیون نہ ملنے سے ہوئی اُسے کس خوبصورتی سے ادا کیا ہی۔ اپنی قید اور قید کے سفر کو جس درد سے بیان کیا ہی وہ خاص انکا حصہ ہی۔ غزل مین انکا یہ شعر ؎ عجز و نخوت نے قدم جب حد سے باہر رکھدیا + پاؤن پر سر مین نے اُسنے پاؤن سر پر رکھدیا۔ نیا مضمون ہی اور بندش بھی پیاری ہی۔ پھر کہتے ہین ؎ راہ مین صورتِ نقشِ کفِ پا رہتا ہون + ہر گھڑی بننے بگڑنے کو پڑا رہتا ہون۔ نرالا مضمون ہی اور بندش بھی اچھی ہی۔ بہر حال اُستادون مین انکا شمار ضرور ہی۔

انتخابِ

از

کلیاتِ منیر

نشتر

از بسکه شعر گفتن شد مبتذل درین عهد / لب بستن ست اکنون مضمون تازه بستن

چشم مدد ز کس نبود چون صدف مرا / فیضی مگر ز عالم بالا رسد بمن

سیلی نخوری تا ز کف اهل زمانه / چون مهرهٔ شطرنج مرو خانه بخانه

از توشهٔ ره بگذر و سرگرم سفر باش / چون مور منه بر سر پا کندهٔ ز دانه

از رشک کند باد صبا بر سر خود خاک / در زلف تو شد بند مگر ناخن شانه

عزت شاه و گدا زیر زمین یکسان ست ۱۳ میکند خاک برای همه کس جا خالی

یک تن درین زمانه بیداغ ماتمی نیست / گردیم سیر عالم از ماه تا بماهی

ایمن مشو ز دشمن شد گرچه با تو همرنگ / آتش که خصم کاه ست دارد لباس کاهی

مدت شادی و غم نیست برابر بجهان / گریهٔ شمع شبی خندهٔ صبح ست دمی

زیبا ست خوی آتش اولاد بولهب را ۱۴ تو ابن بوترابی باید که خاک باشی

غنی ز صدرنشینی گذشته و شادم / که هر کجا که روم هست جای من خالی

رباعیات

ای دل نخوری فریب ارباب دغا / غافل نشوی ز دشمن دوست نما

هرچند که آستین نماید فانوس / در کشتن شمع باشدش دست رسا

برخیز غنی هوای فروردین ست / می نوش که وقت باده خوردن این ست

فصلی ست که آشیان مرغان چمن / از کثرت گل چون سبد گلچین ست

هوش ست که سرمایهٔ صد دردسر ست / فارغ بال آنکه از جهان بی خبر ست

در بیضه نمیکنند مرغان فریاد ۱۵ هرچند که بیضه از قفس تنگ تر ست

در فصل بهار پارسا نتوان شد / همصحبت ارباب ریا نتوان شد

فیضی نبرد هیچکس از زاهد خشک ۱۶ سیراب ز موج بوریا نتوان شد

سرو در فصل خزان ماند بحال	راستی را نبود بیم زوال
به بزم دردمندان زار نالیدن هوس دارم	چو نی خواهم که در فریاد باشم تا نفس دارم
بی تو بر فرش گل ز بیتابی	مرغ در خون طپیده را مانم
هستیم سرافراز چو خار سر دیوار	از بسکه درین باغ بپای نخلیدیم
حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر	دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم
فیض از بیگانه میخواهیم نی از آشنا	چون صدف در بحر آب از جای دیگر میخوریم
جلوهٔ حسن تو آورد مرا بر سر فکر	تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم
جان بلب از ضعف نتواند رسید	من بزور ناتوانی زنده ایم
هر پنبه که بر سر داغم نهد طبیب	بردارم و فتیلهٔ داغ دگر کنم
گشت چون رشتهٔ عمرم کوتاه ۱۲	معنی سالگره فهمیدم
جای خود چون مهرهٔ شطرنج خالی میکنیم	دشمن ما می شود در خانهٔ ما میهمان
موی چون از سر جدا گردد نمیگردد سفید	عیش غربت مرد را پیوسته میدارد جوان
جستجو از بهر روزی باعث شرمندگی ست	زین خجالت آسیا انگشت دارد در دهان
کامیاب از جام وصلت غیر و من از رشک داغ	آب میگردد مرا در دیده او را در دهان
با سبکساران غنی پیوسته همراهی گزین	ره بساحل می برد کشتی بزور بادبان
گشاد کار خود نتوان طمع از آشنا کردن	کجا ناخن تواند بند از انگشت وا کردن
اعتبار پست فطرت یکدو ساعت بیش نیست	گردد آخر ته نشین دردی که شد بالانشین
چون شمع رسد گر سر سرکش ببریدن	هرگز ندهد تن بتواضع ز خمیدن
از سختی زمانه لب شکوه وا مکن	بر سنگ اگر چه سایه بیفتی صدا مکن
چاره سازان هم بکار خود غنی بیچاره اند	کی تواند بخیه زد سوزن بزخم خویشتن
مو گشت سپید و ریخت دندان	در صبح شود ستاره پنهان

منصور بست رخت ز دنیا و دار ماند — پرواز کرد گل ز گلستان و خار ماند

مکن با دوستان از آشنائی اختلاط افزون ۱۰ — درآید چون درون دیده مژگان خار میگردد

کودکان سنگ بکف بر سرِ راه‌اند غنی ۱۱ — خواهم این قرعه بنامِ منِ دیوانه فتد

از تو اصفهانی مردم سخت حیرانم غنی — هر که می افتد بپایم کنده ما می شود

دلم سوزد چو برگے از درختے در خزان افتد — که از برگِ خزان آتش بجانِ بلبلان افتد

ز راهِ حرص عجب نیست گر بخاک افتند — سبکروان که چو شاهین بلند پرواز‌ند

چشم بر راه‌اند میخواران که کے باران شود — ابر میخواهند مستان خانه گو ویران شود

کسے آواره تا کے در دیارِ خویشتن باشد — چو ریگِ شیشهٔ ساعت مسافر در وطن باشد

کبر در سلسلهٔ باده کشان کم باشد — تاک هرچند که بے بار بود خم باشد

چون بسیرِ چمن آن دلبرِ طناز آید — رنگِ گل پیشتر از بوے بپرواز آید

خوش آن زمان که تیرش از شست جسته باشد — در پهلویم چو ترکش تا پر نشسته باشد

دنیا بزرگ باشد در دیدهٔ غلط بین — اندک بچشمِ احول بسیار می نماید

ساغر بکف گرفته چو نرگس بیا برون — ترسم باین بهانه دهانِ تو بو کنند

هر کسے گوهرِ مقصودِ دنیا بدرے سعی — پاے من بسکه دو دید آبله را پیدا کرد

لبِ سوالِ غنی، پیش ممسکان مکشاے — که ترسم از دم منت لقمهٔ زبان گیرند

سخت دلبستگئے داشت ببالم صیاد — تا فتند بالش او پر زیرم خواب نکرد

سیر سد روزی زهر کس در خورِ همت ز غیب — کے بدامِ عنکبوت افتد شکاری جز مگس

تا کے آن نازک بدن را تنگ در بر میکشد — روزِ محشر دستِ ما و دامنِ پیراهنش

خاکساران مند از عالمِ بالا پابند — گرد را میکند از روے زمین یاران پاک

بود کلیدِ درِ رزقِ پارسا مسواک — کجا ز دست دهد همچو آسیا مسواک

نیست عینک که نهادیم ز پیری بر چشم — نگه از شوقِ جمالِ تو زند سر بر سنگ

زشرم انگشت دارد در دهان طفل — سرِ پستان گرفتن هم گدائی ست

بی تعب در منزلِ مقصود کس را بار نیست — نردبانِ این سرا جز راهِ ناهموار نیست

بچشمِ خود نتوان دید صبحِ پیری را — خوشم که دیده ز مو بیشتر سفید شده است

زنده نتوان بود بی لعلت که مشتاق ترا — یا لبِ شیرینِ تو یا جانِ شیرین بر لب ست

خدا زبانِ مرا چرب و نرمی داد ست — هزار شکر که نامم بر دو عن افتاد است

مرا بخانه سفالی ز بینوائی نیست ٨ خوشم که در کفِ من کاسهٔ گدائی نیست

سبحه در مسجد و در میکده پیمانه خوش ست — گریه در خانقه و خنده بمیخانه خوش ست

نمیکند بمنِ ناتوان نگه آن شوخ — ز بیم آن که بگویند ناتوان بین ست

در هر نماز دست بزانو چرا زند — زاهد اگر ز کرده پشیمان نگشته ست

از بستن حنا چه کنی رنجه دستِ خویش — مشقِ اسیر کردنِ خونین دلان بس است

تا بکی تشنهٔ خونم باشد؟ — تیغ را گر بدهی آب خوش ست

بی ریاضت نشود لذتِ عرفان حاصل — تا کدو خشک نگردید مے ناب نیافت

زنده در گورم اگر گردشِ افلاک کند — به که در مرگِ عزیزان بسرم خاک کند

میکنم گریه ز آلودگیِ دامنِ خویش — اشک تا دامنِ آلودهٔ من پاک کند

هر که چون گور زند خنده بماتم زدگان — چشم دارم که فلک در دهنش خاک کند

ز مار گشتهٔ گیسوی دلبران ترسد — چنانکه مار گزیده ز ریسمان ترسد

کسیکه ابروی آن ترکِ جنگجو بیند — عجب مدار که از سایهٔ کمان ترسد

گدا چون یافت روزیِ خویش را داند سلیمانی ٩ بپای مور سنگِ آسیا تختِ روان باشد

کارِ گره کشا نشود در زمانه بند — هرگز کسی ندید در انگشتِ شانه بند

چو سرکش بر سرِ افتادگی آید مشو ایمن — که کارِ خویش خواهد کرد آتش هر کجا افتد

زند ربطِ بهم پیوستگان را گفتگو برهم — سخن چون در میان آمد دو لب از هم جدا گردد

ز پہلوے ضعیفان ہست گرمی پشتِ سرکش را ، پرِ کاہی کہ بینی بالِ پرواز ست آتش را

نتوان بُرد ز دشمن بتواضع جان را	قامتِ خم نرہاند ز اجل پیران را

تابوتِ مردۂ دوش ہشیار کرد مارا	پائے بخواب رفتہ بیدار کرد مارا

خویش را با کہ بسنجیم غنی در سبکی	نیست جز سایۂ خود سنگِ ترازو مارا

پروانہ گو بمیر ز غیرت کہ شمع را	روشن کنند خلق بخاکِ مزارہا

ملایم می شود در گفتگو ہر کس کہ کامل شد	کہ دایم پنبہ باشد بر دہن مینا ے پر مے را

آدمی در عہد پیری بے خرد گردد غنی	می شمارم طفلِ خود را ریخت تا دندان مرا

ہر کس کہ داد تن بہ بلا ایمن از بلا ست	ویران کجا ز موج شود خانۂ حباب

آدم خاکی ز خامی دارد از مے اجتناب	کوزۂ گل پختہ چون گردد نمی ترسد ز آب

ہر رگِ گل رشتۂ باشد بپائے عندلیب	دامِ دیگر نیست حاجت از برائے عندلیب

ہست ہر شاخ گلی عشرت سرائے عندلیب	بر زمین کے می رسد در باغ پائے عندلیب

از صدائے خندۂ گل میشود روشن کہ نیست	ہیچ صوتے دلکشا تر از نوائے عندلیب

پیر شد زاہد و از رازِ درون بیخبر ست	قدِ خم گشتۂ او حلقۂ بیرون در ست

ہر کہ پرسد ز غنی چیست شکستِ رنگم	دانم از سنگدلیہاے بتان بیخبر ست

بالشِ خوبانِ دگر از پر ست	شوخِ مرا فتنہ بزیرِ سر ست

پیشِ لبِ یار کہ جان پرور ست	ہر کہ زند دم ز مسیحا خر ست

موے سر کردم سفید اما خیالت در سر ست	اخگرِ پنہان تہِ این تودۂ خاکستر ست

خوابِ راحت در حقیقت پایۂ دردِ سر ست	ہر کہ دارد این مرض پیوستہ صاحب بستر ست

تا کار تو بیداریِ شبہاے دراز ست	چشمت درِ فیض ست کہ بر روے تو باز ست

گر پردۂ ناموسِ کس از ناخنِ مطرب	در بزمِ طرب پارہ نشد پردۂ ساز ست

بر روے زمین ہیچکس آسودہ نباشد	گنجے بود آرام کہ در زیرِ زمین ست

گُلِ اهلِ بینش منعم مدان جز داغِ محرومی ۵ نسازد آبِ دریا سبز هرگز خارِ ماهی را
غنی از دولتِ دنیا نگردد عیبِ کس زائل — که زر نتواند از روئے محک بردن سیاهی را

نقصانِ ما بود گلِ حسنِ کمالِ ما — از برگِ خود چو شمع بسوزد نهالِ ما
ما را ز آفتابِ قیامت غنی چه باک — دوزخ ترست از عرقِ انفعالِ ما

نگردد شعرِ من مشهور تا جان در تنم باشد — که بعد از مرگِ آهو نافه بیرون میدهد بو را

بر تواضع هاے دشمن تکیه کردن ابلهی ست ۶ پاے بوسِ سیل از پا افگند دیوار را
خانهٔ ما زیر بارِ منتِ نقاش نیست — نیست نقشے پیشِ ما خوشتر ز نقشِ بوریا

بجو دوری ز همجنسان نشاطے گر طمع داری — چو مے بینی جدا از یک دگر لبهاے خندان را
غنی اگرچه فقیرست همتے دارد — فشانده است بکونین دستِ خالی را

مشهور در سوادِ جهان از سخن شدیم — همچون قلم سفر بزبان میکنیم ما
بهم شیر و شکر آمیزشے دار دمیدانم — که ره چون نیست در چشمِ سفیدم خوابِ شیرین را

تا زبان چون قلم از کام نیاید بیرون — یکدم این چرخِ سیه کاسه نداد آب مرا
کج را به تکلف نتوان راست نمودن — کے تیر توان ساختن از چوبِ کمان را

نیفتد کارسازان را بکس در کارِ خود حاجت — بخاریدن نباشد احتیاجے پشتِ ناخن را
بے وجه مدان جاهلیِ ما که ز استاد — از همتِ عالی نگرفتیم سبق را

خلل پذیر شد از ضبطِ گریه نورِ نگاه — ز آستین گله دارد چراغِ دیدهٔ ما
عبادتے به جهان به ز خاکساری نیست — به از وضوے عزیزان بود تیممِ ما

چو استعداد نبود کار از اعجاز نکشاید — مسیحا کے تواند کرد روشن چشمِ سوزن را
روزیِ ما می شود آخر نصیبِ دیگران — طالعِ برگشته همچون آسیا داریم ما

عاشقان روزِ شهادت خسروِ وقتِ خود اند — تیشه بر سر افسرِ شاهی بود فرهاد را
یارِ ما با آئینه گوید ز روے التفات — ساده رویان دوست میدارند روئے ساده را

تا چه حد از جور دوران دست دهد استغنا — قد خم حلقه چو شد کار ندارد بعصا
سرکشش از جای نجنبد پی تعظیم کسی — شمع آسا رگ گردن بودش رشتهٔ پا
چون مه نو که نه گردد ز شفق هرگز سرخ — ناخن همت من رنگ نگیرد ز حنا

فروغ شعلهٔ ادراک در پیریست کم پیدا — بود این معنی پنهان ز شمع صبحدم پیدا
قلم باشد بجای شمع بزم اهل معنی را — بود این معنی از تاریکی پای قلم پیدا
نمی باشد مخالف قول و فعل راستان باهم — که گفتار قلم باشد ز رفتار قلم پیدا
غنی تا چند بینی دستگاه اهل دنیا را — که باشد وسعت آن از حصار جام جم پیدا

ساقی بجام ریز مئ پرتگال را — ماه تمام ساز بیک شب هلال را
تا رزق خود رسد بدهانت چو آسیا ۳ — دایم خموش دار زبان سوال را
نبود گل تواضع دشمن بجز گزند — پابوس تیشه افگند از پا نهال را

رفت مانند شیشهٔ ساغر — عمر من در نفس شمار بها
روزی مار نیست غیر از خاک — خاک بر فرق مالدار بها
گردد آئینه روشن از نفست — گر زنی دم ز خاکساری ها

در معرکه صد زخم رسد گر به تن ما — زان به که بود داغ سپر بر بدن ما
از بس که ضعیفیم مبادا دگر او — جز مور کسی نیست غنی گورکن ما

سعی بهر راحت همسایگان کردن خوش است — بشنود گوش از برای خواب چشم افسانها
بعد مرگم گر خورد افسوس آن سرکش چه سود — میگزد انگشت شمع از ماتم پروانها

نه بزم می برای محتسب که دستارت — چو پنبه بر سر میناست بار خاطرها

اگر ز فاقه ببندیم بر شکم سنگی — گمان برند که داریم در بغل نان را
عشق بر یک فرش بنشاند گدا و شاه را — سیل یکسان میکند پست و بلند راه را

[illegible]

غزلیات وابیات

جنون نے کو؟ که از قید خرد بیرون کشم پارا ‌ ‌ کنم زنجیر پاے خویشتن دامانِ صحرا را
به بزم مے پرستان محتسب خوش عزتے دارد ‌ ‌ که چون آید بمجلس شیشه خالی میکنند جا را
اگر شهرت هوس داری اسیرِ دامِ عزلت شو ۱ ‌ ‌ که در پرواز دارد گوشه گیری نامِ عنقا را
ندارد ره بگردون روح تا باشد نفس در تن ‌ ‌ رسائی نیست در پرواز مرغِ رشته بر پا را
غنی روزِ سیاهِ پیرِ کنعان را تماشا کن ‌ ‌ که روشن کرد نورِ دیده اش چشمِ زلیخا را

ما بلبلان بلند نسازیم خانه را ‌ ‌ خوش کرده ایم خانهٔ یک آشیانه را
سنگین دل ست هر که بظاهر ملایم ست ۲ ‌ ‌ پنهان درون پنبه نگر پنبه دانه را
روزے که گل ز باغ بغارت برد صبا ‌ ‌ بلبل بباد داده سبد آشیانه را
اندیشه گر ز تنگی گورت بود غنی ‌ ‌ در زندگی ز خاک برآور خزانه را

در فقر هیچکس نبود آشنائے ما ‌ ‌ ننشست غیر گرد کسے در سرائے ما
از روزگار روزی ما جز شکست نیست ‌ ‌ سنگِ فلاخن ست مگر آسیائے ما
زان پیشتر که دانه ز خرمن جدا کنند ‌ ‌ سوراخِ مور شد دهن آسیائے ما
کاهیده است بسکه تنِ ما ز قید عشق ‌ ‌ طوقِ گلوے ما شده زنجیر پائے ما
مشکل بود گرفتن چیزے ز تنگ چشم ‌ ‌ نگرفته است بخیه ز سوزن قبائے ما
در علمِ فقر هر که شد استاد چون غنی ‌ ‌ برداشت نسخه از ورقِ بوریائے ما

زردے ماه و سیاهی بنورِ ماه نرفت ‌ ‌ نیامدست بکارے کمالِ خویش مرا
کسے به پرسشِ احوالِ من نمی آید ‌ ‌ بغیر گریه که آید بحالِ خویش مرا
به غنچه تکیه چو شبنم بزیر سر نه نهم ‌ ‌ که به ز بالشِ پر هست بالِ خویش مرا
بسانِ شمع که افتد ز پیه خود بگداز ‌ ‌ وبالِ گردنِ خود گشت بالِ خویش مرا

غنی

مُلّا محمد طاہر نام۔ کشمیر مولد و مدفن۔ سال وفات سنہ ۱۰۷۹ ہجری۔ یہ شاعر نہایت مستغنی تھا اسنے وطن سے قدم باہر نہین نکالا۔ اسی رعایت سے غنی اسکا تخلص تھا۔ صائب کا ہمعصر تھا اور اُسی رنگ مین کہتا بھی تھا۔ کلام اسکا عام پسند ہوتا تھا۔ دیوانِ غنی درسیات مین داخل ہوگیا تھا۔

صائب کشمیر کے سفر مین اگر غنی سے ملا ہو تو عجب نہین۔

انتخابِ

از

کلامِ غنی

دیوان غنی فارسی

۱۴ نشتر

دارد بجهان خانه و زن نیست درد نازم بخدا چرا توانا نبود

اے آنکہ ترا سعی بدرمان منست شعم مکن از بادہ کہ نقصان منست
حیفست کہ بعدِ من بمیراث رود این یک دو سہ خم کہ در شبستان منست

غالب روشِ مردمِ آزاد جداست رفتار اسیران رہِ آزاد جداست
ما ترکِ مرادِ ارم مید انیم دان باغچۂ هنبطی شداد جداست

غالب بسخن گرچہ کست ہمسر نیست از نشاء ہوش ہیچت اندر سر نیست
ہیخواہی دمفت دنغز وانگہ بسیار این بادہ فروش ساقیِ کوثر نیست

در عالمِ بے زری کہ تلخست حیات طاعت نتوان کرد بامیدِ نجات
اے کاش ز حق اشارتِ صوم و صلوات بودے بوجودِ مال چون حج و زکات

ہر چند زمانہ مجمعِ جہال ست درجہل نہ حالِ شان بیک منوال ست
کودن ہمہ لیک انیکے تا دگرے فرقِ خرِ عیسیٰ و خرِ دجال ست

ہر چند توان بے سر و سامان بودن بازیچۂ غوے زشت نتوان بودن
باشد کہ ز دشنہ بر جگر سخت ترست ۱۰۵ از کردۂ خویشتن پشیمان بودن

آنرا کہ ز دستِ بے زریہا با ہاست رسوائی نیز لازمِ احوالست
ما خشک لبیم و خرقہ آلودہ بمے ۱۰۶ ساقی نگرش بیا لا زغرہا بست

عمر یست کہ در خمِ خمارم ساقی تاب تفِ تشنگی نیارم ساقی
بکشا سرِ مشک و در گلویم سردہ سائل بکفم قدح ندارم ساقی

بفرہا گئین داوری چون بود؟ | کہ از جرم من حسرت افزون بود
ہر آئینہ ہچون مئے راہ بند | تلافی فراخور بود نے گزند
بدین ہو یہ درروز امید و بیم | بگریم بدینسان کہ عرش عظیم
شود از تو سیلاب را چارہ جوے | تو بخشی بدان گریہ ام آبروے
دگر خون حسرت ہدر کردہ | زباد اش قطع نظر کردہ
گزشتم ز حسرت امیدیم ہست | سپید آبروئے سپیدیم ہست
کہ البتہ این رند ناپارسا | کج اندیشہ گبر مسلمان نما
پرستار فرخندہ منشور تست | ہوا دار فرزانہ دستور تست
بہ منار امید استواری فرست | بہ **غالب** خطر رستگاری فرست

رباعیات

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل | سُن سُن کے اُسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمایش | گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل،

بھیجی ہے جو مجکو شاہِ جمجاہ نے دال | ہے لطف و عنایاتِ شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال | ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

سامانِ خورد خواب کہان سے لاؤن؟ | آرام کے اسباب کہان سے لاؤن؟
روزہ مرا ایمان ہے **غالب** لیکن | خسخانہ و برفاب کہان سے لاؤن؟

اِن سیم کے بیجون کو کوئی کیا جانے | بھیجے ہین جو ارمغان شہ والا نے
گن گن کے دینگے ہم دعائین سو بار | فیروزے کی تسبیح کے ہین یہ دانے

(فارسی)

آن مرد کہ زن گرفت دانا نہ بود | از غصہ فراغتش ہمانا نبود

کہ چون بیل زانجا بہا نگیزمے | زرش بر گدایان فرو ریزمے
نہ نازک نگارے کہ نازش کشم ۱۰۱ | بہر بوسہ زلفِ کو نازش کشم
چون زان غمزہ نیشے بدل برخورد | رگِ جان غمِ نوکِ نشتر خورد
بران عمر ناخوش کہ من داشتم ۱۰۲ | زجان خار در پیرہن داشتم
چو دل زین ہوسہا بجوش آیدے | زدل بانگِ خونم بگوش آیدے
ہنوزم ہمان دل بجوش اندرست | زدل بانگِ خونم بگوش اندرست
چو آن نامرادی بیاد آیدم | بفردوس ہم دل نیاسایدم
دلے را کہ کمتر شکیبد بباغ | در آتش چہ سوزی بسوزنده داغ؟
صبوحے خورم گر شرابِ طہور | کجا زہرۂ صبح و جام بلور
دمِ شیر دی ہائے مستانہ کو؟ | بہ ہنگامہ غوغائے مستانہ کو؟
دران پاک مے خانۂ بے خروش | چہ گنجایشِ شورشِ نائے و نوش؟
سیہ مستیِ ابر و باران کجا؟ | خزان چون نباشد بہاران کجا؟
اگر حور در دل خیالش کہ چہ؟ | غمِ ہجر و ذوقِ وصالش کہ چہ؟
چہ منت نہد ناشناسا نگار ۱۰۳ | چہ لذت دہد وصل بے انتظار
گریزد دم بوسہ انیش کجا؟ ۱۰۴ | فریبد بسوگند و منیش کجا؟
برد حکم و نبود لبش تلخگوے | دہد کام و نبود دلش کامجوے
نظر بازی و ذوقِ دیدار کو؟ | بفردوس روزن بدیوار کو؟
نہ چشم آرزومندِ دلالۂ | نہ دل تشنۂ ماہ پرکالۂ
ازین ہا کہ پیوستہ می خواست دل | ہنوزم ہمان حسرت آلاست دل
چو پرسش رگے را بکاود ز دل | دو صد دجلہ خونم تراود ز دل
بہر خوبرم گر زہے دفتر رسد | زمن حسرتے در برابر رسد

حساب مے و رامش و رنگ و بوے　　ز جمشید و بہرام و پرویز جوے
کہ از بادہ تا چہرہ افروختند　　دل دشمن و چشم بد سوختند
نہ از من کہ از تاب مے گاہ گاہ ۹۹　　بدریوزہ رخ کردہ باشم سیاہ
نہ بستانسرائے نہ میخانۂ　　نہ دستانسرائے نہ جانانۂ
نہ رقص پری پیکران بر بساط　　نہ غوغائے رامشگران در رباط
شبانگہ بہ مے رہنمونم شدی　　سحرگہ طلبگار خونم شدی
تمنائے معشوقۂ بادہ نوش　　تقاضائے بیہودۂ مے فروش
چہ گویم! چہ ہنگام گفتن گزشت　　ز عمر گرانمایہ بر من گزشت
بسا روزگاران بدلدادگی　　بسا نوبہاران بہ بے بادگی
بسا روز باران و شبہائے ماہ　　کہ بودہ است بے مے بچشمم سیاہ
افق ہا پر از ابر بہمن مہی ۱۰۰　　سفالینہ جام من از مے تہی
بہاران و من در غم برگ و ساز　　در خانہ از بینوائی فراز
جہان از گل و لالہ پر بوے و رنگ　　من و حجرہ و دامنے زیر سنگ
دمم عیش جز رقص بسمل نبود　　باندازۂ خواہش دل نبود
اگر تافتم رشتۂ گوہر شکست　　دگر یافتم بادہ ساغر شکست
چہ خواہی ز دلق مے آلود من　　ببین جسم خمیازہ فرسود من
ز پائیز گویم بہارم گزشت　　ز مے بگزرم روزگارم گزشت
بناسازگاری ز ہمسائگان　　بسرمایہ جوئی ز بے مائگان
سر از منت ناکسان زیر خاک　　لب از خاکبوس خسان چاک چاک
بگیتی درم بینوا داشتی　　دلم را اسیر ہوا داشتی
نہ بخشندہ شاہے کہ بارم دہد　　بہر بار زر پیل بارم دہد

در آب و در آتش بسر برده · زدستواریِ زیستن مرده
تن از سایهٔ خود به بیم اندرون · دل از غم به پہلو دو نیم اندرون
ز ناسازی و ناتوانی بہم · دم اندر کشاکش ز پیوندِ دم
ز بس تیرگیہاے روزِ سیاہ · نگہ خوردہ آسیبِ دودش از نگاہ
بدوشِ ترازو منہ بارِ من · نسنجیدہ بگزار کردارِ من
بکردار سنجی میفزاے رنج · گرانبارے دردِ عمرم بسنج
کہ من باخود از ہرچہ سنجد خیال · ندارم بغیر از نشانِ ملال
اگر دیگران را بود گفت و کرد · مرا مایۂ عمر رنجست و درد
چہ پرسی؟ چو آن رنج و درد از تو بود · غمے تازہ در ہر نورد از تو بود
فروہل کہ حسرت خمیرِ من است · دم سردِ من زمہریرِ من است
مبادا بہ گیتی چو من ہیچکس · جحیمے و لے زمہریرے نفس
بپرسش مرا درہم افشردہ گیر · پرِ کاہ را صرصر بردہ گیر
دگر ہمچنین ست فرجامِ کار · کہ مے باید از کردہ راندن شمار
مرا نیز باراے گفتار دہ · چو گویم بران گفتہ زنہار دہ
درین خستگی پوزش از من مجوے · بود بندۂ خستہ گستاخ گوے
دل از غصہ خون شد نہفتن چہ سود · چو ناگفتہ دانی نہ گفتن چہ سود
زبان گرچہ من دارم آماز بست · بہ بست ارچہ گفتارم آماز بست
ہمانا تو دانی کہ کافر نیم · پرستارِ خورشید و آذر نیم
نکشتم کسے را بہ اہرمنی · نبردم ز کس مایہ در رہزنی
نگرمے کہ آتش نگورم ازدست · بہ ہنگامہ پروازِ مورم ازدست
من اندوہ گین دمے اندہ رباے · چہ میکردم اے بندہ پرورِ خداے

خارِ دامانِ دوستان بودن ۹۸ خوشتر از باغ و بوستان بودن
بنده ام بندهٔ مهربانان را رمز فهمان و نکته دانان را
نه ز آویزشِ بیان ترسم من ز ایمان من گزان ترسم
که پس از من بسالهای دراز بزبان ماند این حکایت باز
که سفیهی رسیده بود اینجا چند روز آرمیده بود اینجا
با بزرگان ستیزه پیش گرفت تهمتی داد و راهِ خویش گرفت
شوخ چشمی درشت خوئی بود بیحیائی و هرزه گوئی بود
هم سفیهانه گفتگوی داشت هم خراباتیانه خوئی داشت
برگِ دنیا نه ساز و نیش بود ننگِ دهلی و سرزمینش بود
آه ازان دم که بعد رفتنِ من خونِ دهلی بود بگردنِ من
این رقمها که ریخت کلکِ خیال بود سطری ز نامهٔ اعمال
از منِ نارسای هیچمدان معذرت نامه ایست ای یاران
بو که آید ز عذر خواهیِ ما رحم بر ما و بیگناهیِ ما
آشتی نامهٔ و داد پیام ختم شد والسلام والاکرام

(مناجات)

بروزی که مردم شوند انجمن شود تازه پیوندِ جان ها به تن
روان را به نیکی نوازندگان بسرمایهٔ خویش نازندگان
گهرهای شهوار غیبش آورند فروهیده کردار پیش آورند
به هنگامه با این جگر گوشگان در آیند مشتی جگر توشگان
ز حسرت بدل برده دندان فرو ز خجلت سر اندر گریبان فرو
در آن حلقه من باشم و سینهٔ ز غمهای ایام گنجینهٔ

مہربانان خداے را انصاف — تا نخست از کہ بود رسم خلاف
نمک اندر سبوے کہ فگند؟ ۹، — بہ چمن رست و خیز دے کہ فگند؟
زلف گفتار را کہ درہم کرد؟ — نظم اشعار را کہ برہم کرد؟
ہمہ عالم غلط کہ گفت نخست؟ — بارۂ زین نمط کہ گفت نخست؟
بیش را بیشتر کہ گفت بمن؟ — بد ز من بیشتر کہ گفت بمن؟
موے را بر کمر کہ گفت غلط؟ — شعر را سر بسر کہ گفت غلط؟
چون بدیدید کاعتراض خطاست — ہرچہ غالب نوشتہ است بجاست
رشتۂ بازپرس تاب کہ داد؟ — معترض را ز من جواب کہ داد؟
چون بدیدید بے گناہی من — تان نہ شستید روسیاہی من
ہر کہ دیدم رہ خموشی رفت — بود لازم بران گرفت گرفت
از چہ بود آن بعربدہ دم زدن؟ — در رہ آگہی قدم زدن
نکشودن لب حیا وریم — خیرہ نگذاشتن مداودیم
تا بشوریدہ دل ز بے جگری — بفغان آمدم ز خیرہ سری
از غم دل ستوہ گردیدم — خیرہ بایک گروہ گردیدم
گلہ مندانہ گفتگو کردم — بارہ در سخن غلو کردم
چون شنیدم کہ نکتہ پردازان — قدر دانان و انجمن سازان
از من آزردہ اند زان پاسخ — بنالیش بخاک سودم رخ
خجلت آوردم و جنون کردم — خویشتن آب و دیدہ خون کردم
آب گردیدم و چکیدم من — قطرہ آسا بسر دویدم من
نفس من بجمع در نگرفت — کس نیازم بہیچ بر نگرفت
زان کہ آئینہ رضاے یاران بود — رنگے از جوش این بہاران بود

اے سخن پروران کلکته　　وے زبان آوران کلکته

هر یکے صدرِ بزمِ بارگہے　　شمعِ خلوت سرائے کارگہے

اے سخن را طرازِ جان داده　　صفحه را سازِ گلستان داده

عطر بر مغزِ گیتی افشانان　　پهلوانانِ پهلوی دانان

همچو من آرمیدهٔ این شهر　　بهر کارے رسیدهٔ این شهر

اسد اللهِ بخت برگشته　　در غم و هیچ عجز سرگشته

گرچه ناخوانده میهمانِ شماست　　بے سخن ریزه چینِ خوانِ شماست

به تظلم رسیده است اینجا　　با امید آرمیده است اینجا

آرمیدن و مهد روے چار　　خستهٔ را لبِ ... دیوار

کارِ احباب ساختن رسم است　　96　　میهمان را نواختن رسم است

کیستم دل شکستهٔ غمزدهٔ　　بے دلے خستهٔ ستمزدهٔ

برقِ بے طاقتی بجان زدهٔ　　آتشِ غم بخان و مان زدهٔ

دردمندِ جگر گداختهٔ　　از غمِ دهر زهره باختهٔ

چه بلاها کشیده ام آخر　　که بدین جا رسیده ام آخر

لب به روزِ غربتم بمبینید　　تیره شبهاے وحشتم بمبینید

اندهِ دوریِ وطن بنگرید　　غمِ هجرانِ انجمن نگرید

نه همین ناله و فغان به لبم　　من و جان آفرین که جان بلبم

مُو به چون موے کرده است مرا　　غصه بد خوے کرده است مرا

ذوقِ شعر و سخن کجاست مرا　　کے زبان سخن سراست مرا

با من این خشم و کین دریغ دریغ　　من چنان تا چنین دریغ دریغ

در نگویید ماجراے رفت　　از تو در گفت گو خطاے رفت

کفر ست کفر در پے روزی شناختن — ننگ ست ننگ در غم دنیا گریستن

گاہے بداغ شاہد و ساقی گداختن — گاہے بمرگ مام و بابا گریستن

باید بدرد ہرزہ گرستن دگر گریست — بیجا گریستیم دریغا گریستن

رشک آیدم بہ ابر کہ در حد سعی اوست ۹۴ — بر خاک کربلائے معلیٰ گریستن

خود را ندید زان لب نوشین بکام خویش — زیبد بشور بختی دریا گریستن

ہزار آفرین بر من و دین من — کہ صنم پرستی است آئین من

اے زدہ ہم غیر غوغا در جہان انداختہ — گفتہ خود حرفے و خود را در گمان انداختہ

دیدہ بیرون و درون از خویشتن بر انگہی — پردۂ رسم پرستش درمیان انداختہ

عاشقان در موقف دار و رسن وا داشتہ — غازیان در معرض تیغ و سنان انداختہ

رنگہا در طبع ارباب قیاس آمیختہ — نکتہ ہا در خاطر اہل بیان انداختہ

آنچنان شمعے براہ شبروان افروختہ — اینچنین گنجے بجیب بیدلان انداختہ

گل چو ماند دیر گرد و بر لبش بازار سرد — بہر تجدید طرب طرح خزان انداختہ

تا علاج خستگی آسایش دیگر دہد ۹۵ — خارہا در رہ گزار میہمان انداختہ

سوخت عالم را صریر کلک من غالب منم — کآتش از بانگ نے اندر نیستان انداختہ

آزرم گل و سرزنش خار نسنجد — نازم بہ گرانمایگی بے سر و پائی

چون دید کہ اندوہ نزاید مگر از دل — دل برد ز من تا کند اندوہ ربائی

چون باد کہ در غنچہ کشودن نکشد رنج — فوجش نشود خستہ تن از قلعہ کشائی

در جنگ کند بر تن بدخواہ سمومی — در صلح کند بر چمن ملک صبائی

غمکاہ تر از مژدۂ ایام وصالی — دلخواہ تر از سرعت تاثیر دعائی

(مثنوی باد مخالف)

اے تماشائیان بزم سخن — وے مسیحا دمان نادر فن

گفتم اے محرمِ سرا ے سرور از ادب دور نیست پرسیدن
از دل از دعوے وجود بگو گفت کفرست در طریقتِ من
گفتم آخر نمودِ اشیا چیست؟ گفت ہے ہے نمیتوان گفتن
گفتمش با معنی الفاظ چہ کنم ۹۲ گفت طرحِ بنا ے صلحِ فگن
گفتم این حبِّ جاہ و منصب چیست گفت دامِ فریبِ اہرمن
گفتمش چیست منشاِ سفرم گفت جور و جفا ے اہلِ وطن
گفتم اکنون بگو کہ دہلی چیست؟ گفت جانست این جہانش تن
گفتمش چیست این بنارس گفت شاہدے مست محوِ گل چیدن
گفتمش چون بود عظیم آباد گفت رنگین تر از فضا ے چمن
گفتمش سلسبیل خوش باشد؟ گفت خوشتر نباشد از سوہن
حال کلکتہ باز جستم گفت بایداقلیمِ ہشتمش گفتن
گفتم آدم بہم رسد ز وے گفت از ہر دیار و از ہر فن
گفتم این جا چہ شغل سود دہد گفت از ہر کہ ہست ترسیدن
گفتم اینجا چہ کار باید کرد؟ گفت قطع نظر ز شعر و سخن
گفتم این ماہ پیکران چہ کس اند؟ گفت خوبان کشورِ لندن
گفتم اینان مگر دلے دارند ۹۳ گفت دارند لیکن از آہن
گفتم از بہر داد آمدہ ام گفت بگریز و سر بسنگ مزن
گفتم اکنون مرا چہ زیبد گفت آستین بر دو عالم افشاندن
گفتمش باز گو طریقِ نجات گفت غالب بکربلا رفتن

گوئی در اہتمامِ دل و دیدۂ من است پنہان بخون تپیدن و پیدا گریستن
اندہ و خوشدلی تشناسیم کارِ ماست یا خندہ بر سحاب زدن یا گریستن

ما به جای رزجم ماند قناعت کردیم ۸۸ بشکست در به هند آنچه ز دارا ماند
سخن از پیشه‌وران ماند همانا زین پس — ما نمائیم و گیتی سخن از ما ماند
کیست کز کوشش فرهاد نشان باز دهد؟ — مگر آن نقش که از تیشه به خارا ماند
شبنم از زردشتیِ داغ به روزم خندد — روزم از تیرگیِ خویش به شبها ماند

آن بلبلم که در چمنستان به شاخسار — بود آشیانِ من شکن طرهٔ بهار
در جنتِ مرا روانی کوثر در آستین — در بزم مرا طراوتِ فردوس در کنار
همواره ذوق و مستی و لهو و سرود و شور — پیوسته شعر و شاهد و شمع و مَی و نگار
باکیسه در خصومت و با کاسه در لجاج — رندان پاکباز و شگرفان شادخوار
به مستی شبینه و خوابِ سحرگهی — رنگینی سفینهٔ اشعارِ آبدار
اکنون منم که رنگ بریدم نمی رسد — تاریخ به خون دیده نشویم هزار بار
صدره ز داوری به گرو باز برده ام — افتادگی ز خاک و پریشانی از غبار
نقشم به نامه نیست بجز سرنوشت داغ — تارم بجامه نیست بغیر از تنِ نزار

چهره اندوده به گرد و مژه آغشته به خون ۸۹ خود گواهم که ز دهلی به چه عنوان رفتم
اضطرار آینه پرواز جلای وطن است — نه به دل رفتم از آن بقعه بل از جان رفتم
هم جگر تفته زکین خواهیِ اغیار شدم — هم دل آزرده ز بی مهریِ خویشان رفتم
از تنگی مهد رو بقضا رفتنِ من — وحشتی بردم از احباب و هراسان رفتم
داغ حسرت به دل و شکوهٔ اختر به زبان ۹۰ منت از بخت که بسیار بسامان رفتم
لکھنؤ دام نشاطی به سر راهم گسترد ۹۱ همچو باز از ولولهٔ شوق پرافشان رفتم

ساقی بزم آگهی روزی — راوقی ریخت در پیالهٔ من
چون دماغم رسید زان صهبا — شدم از ترکتاز وهم ایمن
همدران سرخوشی حریفانه — بی محابا گرفتمش دامن

وانگه بمیغ ریزش رنج از زبان مهرے زبوسه دگرم بر زبان نهاد
چون لب زبوسی گهرهاے راز شد بر گنج لب زتیزی دندان نشان نهاد
زان رخ که دمبدم بکنارم بسینه سود گوشه‌ئے بروے دل پئے درگِ فغان نهاد
تا دیده جز بچاکِ گریبان ندوخت چشم تارے درون روزنِ سوزن روان نهاد
شد صحنِ خانه ده خون چون فرو فشرد آن آستین که بر قطرهٔ خون فشان نهاد
نازم به بیش بینیِ ساقی که هم زبیش آورده بود باده و از ما نهان نهاد
ای کز نوازش تو اسم و رسم تو نامم زمانه غالب معجز بیان نهاد

تو خدا که این کشمکش که من باشم چگونه چون دگران زیستن توان بمراد
روان زغایه سفالیست درگزرگهِ سنگ خرد ز فتنه چراغیست بر دریچهٔ باد
زجوشِ خون جگر دیده کوزهٔ مهتاب غ زسوزِ داغ درون سینه کورهٔ حداد
گزارشِ ماهِ وسمِ نوبهار در دے ماه گزارشِ نفسم آفتاب در مرداد
مرا چو سایه سیاهست روز و شب تاریک مرا چو شعله بساتش ست دود و داغ سواد
لبه زدیده شد قرطاس پیرهن سازم گہے بماتمِ دانش گہے بحسرت داد
نفس بلرزه زبادِ مهیب کلکته نگاه خیره ز هنگامهٔ اله آباد
توا… ے ستاره ندانی که رنجم از آزار تواے سپهر نه سنجی که ترسم از بیداد
تن … ست لب سرمایه گرانی کوه مرا عیست به نیروے تیشهٔ فرهاد
… ے تو نطع ادیم تاب سهیل من و جفاے تو شاگرد سیلیِ استاد
من و شکستم دلِ رنجور التفات طبیب من و خطر رگِ مجنون و نشترِ فصاد
ستاره را همه رفتار ز اقتضاے قضاست چنانکه جنبش نرد از انامل نراد
فلک کجائی و طالع چه و ستاره کدام کنم شکایت دشمن زدوست شرمم باد

آنکه از دوست درین دائره تنها ماند جز دران خانه نماند که بصحرا ماند

اندیشہ گنجاے درگِ خامہ گیاہے
با فکر چہ نیروے و تحریر چہ یارا

در عرضِ ثنایت نفسم جوہرِ معنی
در بزمِ ولایت لقبم غالبِ شیدا

آوارۂ غربت نتوان دید صنم را
خواہم کہ دگر بت کدہ سازند حرم را

نازم بہ صنم خانہ کہ شاہانِ جہان جوے
ہم بر درِ آن خانہ گزارند حشم را

خون می خورم از ذوق تو دانی کہ بدین جرم
بر مائدہ سیمرغ نتوان داد شکم را

نازم بکمال خود و بر خود نفزایم
آثارِ در و بامِ صفا دیدہ عجم را

گفتم حدیثِ دوست بقرآن برابرست
نازم بہ کفرِ خود کہ بایمان برابرست

امروز من نظامی و خاقانیم بدہر
دہلی ز من بہ گنجہ و شروان برابرست

سلجوقیم بہ گوہر و خاقانیم بفن
توقیعِ من بسنجر و خاقان برابرست

گفتم از کثرت و وحدت سخنے گوے برمز
گفت موج و کف و گرداب ہمانا دریاست

گفتم از بالشِ بیچارہ ندارد سرِ من
گفت ہر سر کہ چنین نیست سزاے سرپاست

گفتم از اہلِ فنا گر خبرے ہست بگوے
گفت این قافلہ بے گردِ رہ و بانگِ دراست

گفتم از داغ چہ خیزد کہ نہندم بر دل
گفت چون درد گرانیاے تو و داغ دواست

گفتم از جیست کہ چون شمع گدازد نفسم
گفت اے جانِ بلا پرور درشتیِ طبع بلاست

گر ہمین جوشِ بہارست چہ حاجت بصباست
کہ خود از تنگیِ جا پیرہنِ غنچہ قباست

رشحہ بر من بچکان بادۂ گلرنگ بنوش
جرعہ بر خاک فشاندن روشِ اہلِ صفاست

فیضِ حقست قبولِ سخن و شادیِ فتح
بہ قلم نازم اگر معجزۂ موسی بعصاست

ہمچو من شاعر و صوفی و نجومی و حکیم
نیست در دہر قلم مدعی و نکتہ گو است

جادۂ عرفی در رفتار شفائی دارم
دہلی و آگرہ شیراز و صفاہانِ منست

تاجرِ نطقم و از کشورِ جان مے آیم
مدح و تشبیب و سپاس و گلہ سامانِ منست

دو دستہ آہو مو سے لبم بر دہان بنہاد
راز دہانِ خودش بلب درمیان نہاد

ظلم ہے گر نہ دو سخن کی داد | قہر ہے گر کرو نہ مجکو پیار
آپ کا بندہ اور پھروں ننگا | آپ کا نوکر اور کھاؤں ادھار
میری تنخواہ کیجے ماہ بماہ | تا نہ ہو مجکو زندگی دشوار
ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام | شاعری سے نہیں مجھے سروکار
تم سلامت رہو ہزار برس | ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

سہل تھا مسہل مگر یہ سخت مشکل آ پڑی | مجھ پہ کیا گزرے گی؟ اتنے روز حاضر بن ہوئے
تین دن مسہل سے پہلے تین مسہل کے بعد | تین مسہل، تین تبریدیں یہ سب کتنے دن ہوئے؟

(فارسی)

لفظ کہن و معنی نو در ورق من | گوئی کہ جہانست و بہارست جہان را
از بہر نثار قدم تست و گرنہ | ایزد بکف خاک نہ دادے دل و جان را
در جلوہ پرستم رخ و گیسوے صنم را | در شیوہ پسندم روش و کیش مغان را
شرع آئینہ خود بین و من اینمایہ بیکسر | کز ساقی کوثر طلبم رطل گران را
از غالب بے لختہ مجو منقبت و نعت | دریاب بجوش جگر آغشتہ فغان را

نازم بہ گرانمایگیے دل کہ ز سودا | ہر قطرۂ خون یافتہ پروانہ سویدا
جزاے وجودم ز گدازی کہ بجان یافت | یا لو و بدان شیوہ کہ دل گشت سراپا
دریاب مذاقم ز کلامم کہ نباشد | مینائے مرا پنبہ بجز از کف صہبا
از نغمۂ مطرب نتوان شد متعصب | از جلوۂ ساقی نتوان گردت تبرا
شوقست کہ چون نشۂ توحید رساند | از دار برد پایۂ منصور بہ بالا
شوقست کہ فرہاد از و مردہ بسختی | شوقست کہ مجنون شد از و بادیہ پیما
شوقست کہ مرآت مرا دادہ بہ صیقل | شوقست کز و طوطی طبعم شدہ گویا
پیداست کہ ہیچے ہمہ را جز ... | من ذرہ و تو خورشید من و مدح تو حاشا

گرچہ از روئے ننگِ بے ہنری
ہوں خود اپنی نظر میں اتنا خوار

کہ گر اپنے کو میں کہوں خاکی
جانتا ہوں کہ آئے خاک کو عار

شاد ہوں لیکن اپنے جی میں کہ ہوں
بادشہ کا غلامِ کارگزار

خانہ زاد اور مرید اور مداح
تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر
نسبتیں ہو گئیں مشخص چار

نہ کہوں آپ سے تو کس سے کہوں
مدعائے ضروری الاظہار

پیر و مرشد اگرچہ مجھ کو نہیں
ذوقِ آرائشِ سر و دستار

کچھ تو جاڑے میں چاہیے آخر
تا نہ دے بادِ زمہریر آزار

آپ کا نوکر اور پھروں ننگا؟
جسم رکھتا ہوں ہے اگرچہ نزار

کچھ خریدا نہیں ہے اب کی سال
کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار

رات کو آگ اور دن کو دھوپ ۸۷
بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار

آگ تاپے کہاں تلک انسان؟
دھوپ کھائے کہاں تلک جاندار

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی
وقنا ربنا! عذاب النار

میری تنخواہ جو مقرر ہے
اس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک
خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار

مجھ کو دیکھو تو ہوں بقیدِ حیات
اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار

بس کہ لیتا ہوں ہر مہینے خرچ
اور رہتی ہے سود کی تکرار

میری تنخواہ میں تہائی کا
ہو گیا ہے شریک ساہوکار

آج مجھ سا نہیں زمانے میں
شاعرِ نغز گوئے خوش گفتار

رزم کی داستان اگر سنیے
ہے زبان میری تیغِ جوہر دار

بزم کا التزام اگر کیجے،
ہے قلم میرا ابرِ گوہر بار

کیون اسے گوہرِ نایاب تصور کیجے؟ کیون اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے؟
کیون اسے تکمۂ پیراہنِ لیلیٰ لکھیے؟ کیون اسے نقشِ پیٔ ناقۂ سلمیٰ کہیے؟
بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجے فرض اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے؟

نہ پوچھ اسکی حقیقت، حضورِ والا نے مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی
نہ کھاتے گیہون، نکلتے نہ خلد سے باہر جو کھاتے حضرتِ آدم یہ بیسنی روٹی

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہین مجھے
سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے
آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلحِ کل ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے
کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے
اُستادِ شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہین مجھے
جامِ جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر سوگند اور گواہ کی حاجت نہین مجھے
مین کون اور ریختہ؟ ہان اس سے مدعا جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہین مجھے
سہرا لکھا گیا زرہِ امتثالِ امر دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین مجھے
مقطع مین آپڑی ہے سخن گسترانہ بات مقصود اس سے قطعِ محبت نہین مجھے
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ سودا نہین، جنون نہین، وحشت نہین مجھے
قسمت بُری سہی پہ طبیعت بُری نہین ۸۶ ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے
صادق ہون اپنے قول کا غالب خدا گواہ کہتا ہون سچ کہ جھوٹ کی عادت نہین مجھے

اے شہنشاہِ آسمان اورنگ اے جہاندارِ آفتاب آثار
تھا مین اک بینوائے گوشہ نشین تھا مین اک دردمندِ سینہ فگار
تم نے مجھکو جو آبرو بخشی، ہوئی میری وہ گرمیِ بازار
کہ ہوا مجھ سا ذرۂ ناچیز روشناسِ ثوابت و سیار

اور دوڑائیے قیاس کہان؟ | جان شیرین مین یہ مٹھاس کہان؟
جان مین ہوتی گر یہ شیرینی | کوہکن باوجودِ غمگینی
جان دینے مین اسکو یکتا جان | پر وہ یون سہل دے نہ سکتا جان
نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر | کہ دوا خانۂ ازل مین مگر
آتشِ گل پہ قند کا ہے قوام | شیرہ کے تار کا ہے ریشہ نام
یا یہ ہوگا کہ فرطِ رافت سے | باغبانون نے باغِ جنت سے
انگبین کے بحکمِ ربُّ الناس | بھر کے بھیجے ہین سر بمہر گلاس
یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات | مدتون تک دیا ہے آبِ حیات
تب ہوا ہے ثمر فشان یہ نخل | ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل
تھا ترنجِ زر ایک خسرو پاس | رنگ کا زرد پر کہان بوباس؟
آم کو دیکھتا اگر اک بار | پھینک دیتا طلاے دستِ افشار

ہے جو صاحب کے کفِ دست مین یہ چکنی ڈلی | زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے | ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے
مُہرِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھیے | حرزِ بازوے شگرفانِ خود آرا کہیے
مِسّی آلودہ سر انگشتِ حسینان لکھیے | داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے
خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھیے | سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے
اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے | خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے
حجرِ اسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض | نافہ آہوے بیابانِ خُتن کا کہیے
وضع مین اسکو اگر سمجھیے قافِ تریاق | رنگ مین سبزۂ نوخیز مسیحا کہیے
صومعہ مین اُسے ٹھہرائیے گر مُہرِ نماز | میکدہ مین اُسے خشتِ خُمِ صہبا کہیے
کیون اِسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھیے | کیون اسے نقطۂ پرکارِ تمنا کہیے؟

چھیڑتا ہون کہ اُن کو غصہ آئے
کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

جب ازل مین رقم پذیر ہوئے
صفحہ ہائے لیالی و ایام

اور اُن اوراق مین بکلکِ قضا
مجملاً مندرج ہوئے احکام

لکھدیا عاشقون کو شاہد کش
لکھدیا عاشقون کو دشمنِ کام

آسمان کو کہا گیا کہ کہین
گنبدِ تیز گردِ نیلی فام

حکمِ ناطق لکھا گیا کہ لکھین
خال کو دانہ اور زلف کو دام

آتش و آب و باد و خاک نے لی
وضعِ سوز و نم و رم و آرام

مہرِ رخشان کا نام خسروِ روز
ماہِ تابان کا اسم شحنۂ شام

تیری توقیع سلطنت کو بھی
دی بدستور صورتِ ارقام

کاتبِ حکم نے بموجبِ حکم
اُس رقم کو دیا طرازِ دوام

ہان دلِ دردمند زمزمہ ساز
کیون نہ کھولے درِ خزینۂ راز

خامہ کا صفحہ پر روان ہونا
شاخِ گل کا ہے گلفشان ہونا

مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے
نکتہ ہائے خردفزا لکھیے

بارے آمون کا کچھ بیان ہوجائے
خامہ نخلِ رطب فشان ہوجائے

آم کا کون مردِ میدان ہے
ثمر و شاخ گوئے و چوگان ہے

تاک کے جی مین کیون رہے ارمان
آئے یہ گوئے اور یہ میدان

آم کے آگے پیش جاوے خاک
پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک

نہ چلا جب کسی طرح مقدور
بادۂ ناب بن گیا انگور

یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے
شرم سے پانی پانی ہونا ہے

مجھ سے پوچھو تمھین خبر کیا ہے
آم کے آگے نیشکر کیا ہے

نہ گل اُس مین نہ شاخ و برگ نہ بار
جب خزان آئے تب ہو اُسکی بہار

اُسکو بھولا نہ چاہیے کہنا
صبح جو جاے اور آے شام

ایک مین کیا کہ سب نے جان لیا
تیرا آغاز اور ترا انجام

رازِ دل مجھ سے کیون چھپاتا ہے؟
مجھ کو سمجھا ہے کیا کہین نمام

جانتا ہون کہ آج دنیا مین
ایک ہی ہے امید گاہِ انام

مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش
غالب اُسکا مگر نہین ہے غلام

جانتا ہون کہ جانتا ہے تو
تب کہا ہے بطرزِ استفہام

مہرِ تابان کو ہو تو ہو اے ماہ
قربِ ہر روزہ بر سبیلِ دوام

تجکو کیا پایہ روشناسی کا
جز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام

جانتا ہون کہ اُسکے فیض سے تو
پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام

ماہ بن، ماہتاب بن، مین کون؟
مجکو کیا بانٹ دے گا تو انعام

میرا اپنا جُدا معاملہ ہے
اور کے لین دین سے کیا کام

ہے مجھے آرزوے بخششِ خاص
گر تجھے ہے امیدِ رحمتِ عام

جو کہ بخشے گا تجکو فرِ فروغ
کیا نہ دے گا مجھے مےِ گلفام

جبکہ چودہ منازلِ فلکی
کرچکی قطع تیری تیزیِ گام

تیرے پرتو سے ہون فروغ پذیر
کوے ومشکوے وصحن ومنظر و بام

دیکھنا میرے ہاتھ مین لبریز
اپنی صورت کا اک بلورین جام

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا
توسنِ طبع چاہتا تھا لگام

زہرِ غم کر چکا تھا میرا کام
تجکو کس نے کہا کہ ہو بدنام

مے ہی پھر کیون نہ مین پیے جاؤن
غم سے جب ہو گئی ہو زیست حرام

بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے
کہ نہ سمجھین وہ لذتِ دشنام

بوسہ دینے مین اُنکو ہے انکار
دل کے لینے مین جنکو تھا ابرام

بمن وصالِ تو باور نمی کند غالب   بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم

سیر بازیم بوسہ و عرضِ ندامت میکنیم   اختراعے چند در آدابِ صحبت میکنیم

خوش بود فارغ ز بندِ کفر و ایمان زیستن   حیف کافر مردن و آوخ مسلمان زیستن

شیوۂ رندان بے پروا خرام از من مپرس   اینقدر دانم کہ دشوار است آسان زیستن

بر نویدِ مقدمت صد بار جان باید فشاند   بر امیدِ وعدہ ات زنہار نتوان زیستن

غالب از ہندوستان بگریز فرصت مفت تست   در نجف مردن خوش است و در صفاہان زیستن

دولت بہ غلط نبود از سعی پشیمان شو   کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

از ہرزہ روان گشتن قلزم نتوان گشتن   جوئی بخیابان رو سیلی بہ بیابان شو

گر چرخ فلک گردی سر بر خطِ فرمان نہ   در گوے زمین باشی وقفِ خمِ چوگان شو

جان داد بنظم غالب خشنودی روحش را   در بزمِ عزا مے کش در نوحہ غزلخوان شو

چون زبانہا لال و جانہا پُر ز غوغا کردۂ ۸۳   بایدت از خویش پرسید آنچہ باما کردۂ

گر نہ مشتاقِ عرضِ دستگاہِ حسنِ خویش ۸۴   جان فدایت دیدہ را بہر چہ بینا کردۂ

دیدہ میگرید زبان مینالد و دل می تپد ۸۵   عقدہ ہا از کارِ غالب سر بسر وا کردۂ

مثنویان - قصائد - قطعات و متفرقات

ہاں مہِ نو سنیں ہم اُس کا نام   جسکو تو جُھک کے کر رہا ہے سلام

دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح   یہی انداز اور یہی اندام

بارے دو دن کہاں رہا غائب؟   بندہ عاجز ہے گردشِ ایّام

اُڑ کے جاتا کہاں؟ کہ تاروں کا   آسمان نے بچھا رکھا تھا دام

مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص   حبذا اے نشاطِ عامِ عوام

عذر میں تین دن نہ آنے کے   لے کے آیا ہے عید کا پیغام

بہ بادہ گر بودم میل شاعرم نہ فقیہ — سخن چہ ننگ ز آلودہ دامنی دارد
بیا در ید گر اینجا بود زباندانی ۸۲ غریب شہر سخنہاے گفتنی دارد
سیاہ کست رفیق ار چنین بود غالبؔ — ضیاے نیر ما چشم روشنی دارد

فداے شیوۂ رحمت کہ در لباسِ بہار — بعذر خواہیِ رندان بادہ نوش آمد

پیمانہ بران رند حرامست کہ غالبؔ — در بیخودی اندازۂ گفتار نداند

بیا و جوشِ تمناے دیدنم بنگر — چو اشک از سرِ مژگان چکیدنم بنگر
ز من بجرمِ طپیدن کنارہ می کردی — بیا بخاکِ من و آرمیدنم بنگر
دمید دانہ و بالید و آشیان گہ شد — در انتظار ہما دام چیدنم بنگر
تو و ضعے نکنم بے تواضعے غالبؔ — بسایۂ خمِ تیغش خمیدنم بنگر

دود سودائی تتق بست آسمان نامیدمش — دیدہ بر خوابِ پریشان زد جہان نامیدمش
وہم خاکے ریخت در چشم بیابان دیدمش — قطرۂ بگداخت بحرِ بیکران نامیدمش
باد دامن زد بر آتش نوبہاران خواندمش — داغ گشت آن شعلہ از مستی خزان نامیدمش
غربتم ناسازگار آمد وطن فہمیدمش — کرد تنگی حلقۂ دام آشیان نامیدمش
بود غالبؔ عندلیبے از گلستانِ عجم — من ز غفلت طوطیِ ہندوستان نامیدمش

مرا کہ بادہ ندارم ز روزگار چہ حظ؟ — ترا کہ ہست و نیاشامی از بہار چہ حظ؟

گفتم ز شادی نبودم گنجیدن آسان در بغل — تنگم کشید از سادگی در وصل جانان در بغل
دانش بہیے و رباختہ خود را ز من نشناختہ — رخ در کنارم ساختہ از شرم پنہان در بغل
ہان غالبِ خلوت نشین بزمِ چنان عیشے چنین — جاسوسِ سلطان در کمین مطلوبِ سلطان در بغل

بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم — قضا بگردشِ رطلِ گران بگردانیم
نگہ بہ نیم شبی و در فراز کنیم — بکوچہ بر سرِ رہ پاسبان بگردانیم
اگر ز شحنہ بود گیر و دار نندیشیم — دگر ز شاہ رسد ارمغان بگردانیم

نبد گرِ مرگ شبے زندہ داشتن از و قیست — گرت فسانۂ غالب شنیدنیست مخسپ

بواد یے کہ دران خضر راعصا خفتست — بسینہ می سپرم رہ اگرچہ پا خفتست
۷، ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز — گسستہ لنگرِ کشتی و ناخدا خفتست
بخواب چون خودم آسودہ دل مدان غالب — کہ خستہ غرقہ بخون خفتہ است تا خفتست

با من کہ عاشقم سخن از ننگ نام چیست؟ — در امر خاصِ حجت دستور عام چیست؟
ستم زخون دل کہ دو چشمم ازان پرست — گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیست؟
اد دست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام — داند کہ حور و کوثر و دار السلام چیست؟
غالب اگر نہ خرقہ و مصحف بہم فروخت — پرسد چرا کہ نرخِ می لعل فام چیست؟

ریزد آن برگ این گل افشانند — ہم خزان ہم بہار در گذر است
۸، آن راز کہ در سینہ نہانست نہ وعظ است — بردار توان گفت و بہ منبر نتوان گفت
۹، بخود بوقتِ ذبح تپیدن گناہ من — دانستہ دشنہ تیز نکردن گناہ کیست؟

بہ بندِ پرسشِ حالم نمی توان افتاد — ز توان شناخت ز بندے کہ بر زبان افتاد
غان من دلِ خلق آب کرد ورنہ ہنوز — نگفتہ ام کہ مرا کار با فلان افتاد
غریبم و تو زبان دان من نۂ غالب — بہ بندِ پرسشِ حالم نمی توان افتاد

۱۰، چون گویم از تو بر دل شیدا چہ میرود — بنگر بر آبگینہ ز خارا چہ میرود
ک رہ اگر بوادیِ مجنون کند گزار — از ساربانِ ناقۂ لیلا چہ میرود
ہفت آسمان بگردش و ما در میانہ ایم — غالب دگر مپرس کہ بر ما چہ میرود

۱۱، دوش کز گردشِ بختم گلہ بر روے تو بود — چشم بر سوے فلک بود و سخن سوے تو بود
دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند — کاین ہمانست کہ پیوستہ در ابروے تو بود
لالہ و گل دمد از طرفِ مزارش پس مرگ — تا چہا در دلِ غالب ہوسِ روے تو بود

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالبؔ ؎۲ ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالبؔ ؎۳ ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہے

کہتے تو ہو تم سب کہ بُتِ غالیہ مُو آئے — یکمرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے

چھوڑی اسدؔ نہ ہم نے گدائی مین دل لگی — سائل ہوئے تو عاشقِ اہلِ کرم ہوئے

ہون سراپا سازِ آہنگِ شکایت کچھ نہ پوچھ — ہے یہی بہتر کہ لوگون مین نہ چھیڑے تو مجھے

تو وہ بدخو کہ تحیر کو تماشا جانے — غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحتِ دل کا ؎۴ کہ اُسمین ریزۂ الماس جزوِ اعظم ہے

دل لگا کر آپ بھی غالبؔ مجھی سے ہو گئے — عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

بھوکے نہین ہین سیرِ گلستان کے ہم ولے — کیونکر نہ کھائیے کہ ہوا ہے بہار کی

کوہ کے ہون بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے — بے تکلف اے شرارِ جستہ کیا ہو جائیے

غالبؔ بُرا نہ مان جو واعظ بُرا کہے — ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہین جسے

(فارسی)

چون بہ قاصد بسپرم پیغام را — رشک نگذارد کہ گویم نام را

آن نیم باید کہ چون ریزم بجام — زود مے در گردش آرد جام را

بیگناہم پیرِ دیر از من مرنج — من بمستی بستہ ام احرام را

دلستان در خشم و غالبؔ بوسہ جوے — شوق نشناسد ہمی ہنگام را

دل تابِ ضبطِ نالہ ندارد خداے را ؎۵ از ما مجوے گریۂ بے ہاے ہاے را

مُردم ز فرطِ ذوق و تسلی نمی شوم — یارب کجا برم لبِ خنجر ستاے را

غالبؔ بریدم از ہمہ خواہم کہ زین سپس — گنجے گزینم و بپرستم خداے را

سحر دمیدہ و گل در دمیدہ است مخسپ — جہان جہان گلِ نظارہ چیدہ است مخسپ

تو محوِ خواب و سحر در تماشاے انجم — بہ نشئہ دست بہ دندان گزیدہ است مخسپ

آگ سے پانی مین بجھتے وقت اُٹھتی ہے صدا
ہر کوئی درماندگی مین نالے سے ناچار ہے

مجھ سے مت کہہ تو ہمین کہتا تھا اپنی زندگی
زندگی سے بھی مرا جی اندنون بیزار ہے

میرے غم خانے کی قسمت جب لگی ہونے رقم
لکھ دیا منجملۂ اسبابِ ویرانی مجھے

والے وان بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا
لے گیا تھا گور مین ذوقِ تن آسانی مجھے

وعدہ آنے کا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے
تم نے کیون سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے؟

سیکھے ہین مہرخون کے لیے ہم مصوّری
تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو؟
اک گونہ بیخودی مجھے دنرات چاہیے

پی جسقدر ملے شبِ مہتاب مین شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

ہر اک مکان کو ہے مکین سے شرف اسد
مجنون جو مر گیا ہے تو جنگل اُداس ہے

اپنی گلی مین مجکو نہ کر دفن بعدِ قتل،
میرے پتہ سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے؟

اے ساکنانِ کوچۂ دلدار دیکھنا
تمکو کہین جو غالبِ آشفتہ سر ملے

جب تک دہانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل ہے کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی

رونے سے اے ندیم ملامت نکر مجھے
آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

اے عندلیب، یک کفِ خس بہرِ آشیان
طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے

غفلت کفیلِ عمر و اسد ضامنِ نشاط
اے مرگِ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے؟

ہے دورِ قدح وجہِ پریشانیِ صہبا
اک بار لگا دو خمِ مے میرے لبون سے

تا ہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا
سُن لیتے ہین گو ذکر ہمارا نہین کرتے

گھر مین تھا کیا کہ ترا غم اُسے غارت کرتا
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے

بینش مین گزرتے ہین جو کوچہ سے وہ میرے
کندھا بھی کہارون کو بدلنے نہین دیتے

زلالے شوخیِ اندیشہ تابِ رنجِ نامیدی
کفِ افسوس ملنا عہدِ تجدیدِ تمنا ہے

چشمِ خوبان خامشی مین بھی نوا پرداز ہے
سرمہ تو کہوے کہ دودِ شعلۂ آواز ہے

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق — سامانِ صد ہزار نمکدان کیے ہوئے
مانگے ہی پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس — زلفِ سیاہ رخ پہ پریشان کیے ہوئے
پھر جی مین ہی کہ در پہ کسی کے پڑے رہین — سر زیرِ بارِ منتِ دربان کیے ہوئے
غالب ہمین نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے — بیٹھے ہین ہم تہیۂ طوفان کیے ہوئے

نویدِ امن ہی بیدادِ دوست جان کے لیے — رہی نہ طرزِ ستم کوئی آسمان کے لیے
بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خون ہے — رکھون کچھ اپنی بھی مژگانِ خونفشان کے لیے
فلک نہ دور رکھ اُس سے مجھے کہ مین ہی نہین — درازدستیِ قاتل کے امتحان کے لیے
مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغِ اسیر — ۶۸ کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری خوشامد سے — اُٹھا اور اُٹھ کے قدم مین نے پاسبان کے لیے
دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے — بنا ہی عیش تجمل حسین خان کے لیے
زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا — کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لیے
ادائے خاص سے غالب ہوا ہی نکتہ سرا — صلائے عام ہی یارانِ نکتہ دان کے لیے

آتشِ دوزخ مین یہ گرمی کہان؟ — سوزِ غمہائے نہانی اور ہے
بارہا دیکھی ہین اُنکی رنجشین — ۶۹ پر کچھ اب کی سرگرانی اور ہے
دے کے خط منہ دیکھتا ہی نامہ بر — ۷۰ کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے
ہو چکین غالب بلائین سب تمام — ۷۱ ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

مین اُنھین چھیڑون اور وہ کچھ نہ کہین — چل نکلتے جو مے پیے ہوتے
قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو — کاشکے تم مرے لیے ہوتے
میری قسمت مین غم گر اتنا تھا — دل بھی یارب کئی دیے ہوتے
آ ہی جاتا وہ راہ پر غالب — کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا — ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہی

بھرم کھلجائیگا ظالم! تیری قامت کی درازی کا — اگر اس طرۂ پُر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے
ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی — وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغِ ستم نکلے
محبت میں نہیں کچھ فرق جینے اور مرنے کا — اُسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے
کہان میخانہ کا دروازہ غالبؔ اور کہاں واعظ؟ — پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی — قسمت کھلی ترے قد و رخ کے ظہور کی
ک خونچکاں کفن میں کروروں بناؤ ہیں — پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی
واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو — کیا بات ہے تمھاری شرابِ طہور کی
مد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج — اُڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی
وداں نہیں یہ اُنکے نکالے ہوئے تو ہیں — کعبہ سے اِن بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی
کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب — آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی
رمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر — ۶۶ کی جس سے بات اُسنے شکایت ضرور کی
الب گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں — حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

م کھانے میں بودا دلِ ناکام بہت ہے — ۶۷ یہ رنج کہ کم ہے مئے گلفام بہت ہے
لتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ — ہے یوں کہ مجھے دُردِ تہِ جام بہت ہے
نے تیر کماں میں ہے نہ صیاد کمیں میں — گوشہ میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے
یا زاہد کو مانوں کہ نہ ہو گرچہ ریائی — پاداشِ عمل کی طمعِ خام بہت ہے
مزم ہی سے یہ چھوڑوں مجھے کیا طوفِ حرم سے؟ — آلودہ بمے جامۂ احرام بہت ہے
گا کوئی ایسا بھی کہ غالبؔ کو نہ جانے — شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

ت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے — جوشِ قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے
یا ہوں پھر جمع جگر لخت لخت کو — عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوئے
ر گرم نالہاے شرربار ہے نفس — مدت ہوئی ہے سیرِ چراغاں کیے ہوئے

جو مدعی بنے اُسکے نہ مدعی بنیے — جو ناسزا کہے اُسکو نہ ناسزا کہیے

نہین نگار کو الفت نہ ہو، نگار تو ہی — روانیِ روشِ و مستیِ ادا کہیے

نہین بہار کو فرصت نہو بہار تو ہے — طراوتِ چمن و خوبیِ ہوا کہیے

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا **غالب** ٦١ خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے — دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

صرفِ بہاے مے ہوئے آلاتِ میکشی — تھے یہ ہی دو حساب سو یون پاک ہو گئے

رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم — بارے طبیعتون کے تو چالاک ہو گئے

کہتا ہی کون نالۂ بلبل کو بے اثر ٦١ پردے مین گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

کرنے گئے تھے اُس سے تغافل کا ہم گلا — کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

اس رنگ سے اُٹھائی کل اُسنے اسد کی لاش — دشمن بھی جسکو دیکھ کے غمناک ہو گئے

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی — میرے دل کی دوا کرے کوئی

شرع و آئین پر مدار سہی — ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

چال، جیسے کڑی کمان کا تیر — دل مین ایسی کہ جا کرے کوئی

بات پر وان زبان کٹتی ہے — وہ کہین اور سُنا کرے کوئی

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ ٦٢ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی — بخش دو گر خطا کرے کوئی

کون ہے جو نہین ہے حاجتمند ٦٣ کس کی حاجت روا کرے کوئی

کیا کیا خضر نے سکندر سے — اب کسے رہنما کرے کوئی

جب توقع ہی اُٹھ گئی **غالب** ٦٤ کیون کسی کا گلا کرے کوئی

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے — بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سُنتے آئے ہین لیکن ٦٥ بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

فریاد کی کوئی لے نہین ہے ، ۵۷ نالہ پابندِ نے نہین ہے
ہر چند ہر ایک شے مین تو ہے / پر تجھ سی کوئی شے نہین ہے
ہان کھائیو مت فریبِ ہستی / ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے
ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب / آخر تو کیا ہے اے نہین ہے

دیا ہے دل اگر اُسکو بشر ہے کیا کہیے؟ / ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہیے؟
سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسشِ حال / کہ یہ کہے کہ سرِ رہگذر ہے کیا کہیے؟
کہا ہے کس نے کہ غالب بُرا نہین لیکن / سوائے اسکے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیے؟

کبھی نیکی بھی اُسکے جی مین گر آجائے ہے مجھ سے / جفائین کرکے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھ سے
خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر اُلٹی ہے / کہ جتنا کھینچتا ہون اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے
وہ بدخو اور میری داستانِ عشق طولانی ، ۵۸ عبارت مختصر، قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے
سنبھلنے دے ذرا اے ناامیدی کیا قیامت ہے / کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے
قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب / وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے / ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
اک کھیل ہے اورنگِ سلیمان مرے نزدیک / اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے
جز نام نہین، صورتِ عالم مجھے منظور / جز وہم نہین ہستیِ اشیا مرے آگے
مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے / تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے
پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیِ گفتار ، ۵۹ رکھدے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے
نفرت کا گمان گزرے ہے مین رشک سے گزرا / کیونکر کہون لو نام نہ اُنکا مرے آگے
ہے موجزن اک قلزمِ خون کاش یہی ہو / آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے
گو ہاتھ کو جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہے / رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے؟ ۶۰ تمھین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے؟

گرد بادِ رہِ بیتابی ہون ۔ صرصرِ شوق ہے بابانی میری
گرد یا ضعف نے عاجز غالب ۔ ننگِ پیری ہے جوانی میری

چاہیے اچھون کو جتنا چاہیے ۔ ۵۶ یہ اگر چاہین تو پھر کیا چاہیے؟
چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟ ۔ بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے
چاک مت کر جیب بے ایامِ گل ۔ کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے
دوستی کا پردہ ہے بیگانگی ۔ مُنھ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے
منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید ۔ ۵۷ ناامیدی اُسکی دیکھا چاہیے
غافل، اِن مہ طلعتون کے واسطے ۔ چاہنے والا بھی اچھا چاہیے
چاہتے ہین خوبرویون کو اسد ۔ آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی، ۔ ۵۸ لکھدیجیو یارب اُسے قسمت مین عدو کی
اچھا ہے سرِ انگشتِ حنائی کا تصور، ۔ دل مین نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی
صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب ۔ حسرت مین رہے ایک بتِ عربدہ جو کی

نکتہ چین ہے، غمِ دل اسکو سنائے نہ بنے ۔ کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے
مین بلاتا تو ہون اُسکو مگر اے جذبۂ دل ۔ اُسپہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
غیر پھرتا ہے لیے یون ترے خط کو کہ اگر ۔ کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے
اس نزاکت کا بُرا ہو وہ بھلے ہین تو کیا ۔ ہاتھ آئین تو انھین ہاتھ لگائے نہ بنے
کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کسکی ہے ۔ پردہ چھوڑا ہے وہ اُسنے کہ اُٹھائے نہ بنے
عشق پر زور نہین، ہے یہ وہ آتش غالب ۔ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

وہ آکے خواب مین تسکینِ اضطراب تو دے ۔ ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے
بلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے ۔ پیالہ گر نہین دیتا نہ دے، شراب تو دے
اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤن پھول گئے ۔ کہا جو اُسنے ذرا میرے پاؤن داب تو دے

وہ چیز جسکے لیے ہمکو ہو بہشت عزیز / سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے
پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار / یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی / تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا / وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

غیر لین محفل مین بوسے جام کے / ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے
خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ / ہتھکنڈے ہین چرخِ نیلی فام کے
خط لکھین گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو / ہم تو عاشق ہین تمھارے نام کے
رات پی زمزم پہ مے اور صبحدم / دھوئے دھبے جامۂ احرام کے
عشق نے غالب نکما کر دیا / ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اس انداز سے بہار آئی / کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی
دیکھو اے ساکنانِ خطۂ خاک / اسکو کہتے ہین عالم آرائی
کہ زمین ہو گئی ہے سر تا سر / روکشِ سطحِ چرخِ مینائی
سبزہ کو جب کہین جگہ نہ ملی / بن گیا روے آب پر کائی
سبزہ و گل کو دیکھنے کے لیے / چشمِ نرگس کو دی ہے بینائی
ہے ہوا مین شراب کی تاثیر / بادہ نوشی ہے بادپیمائی
کیون نہ دنیا کو ہو خوشی غالب / شاہِ دین دار نے شفا پائی

کب وہ سنتا ہے کہانی میری / اور پھر وہ بھی زبانی میری
خلشِ غمزۂ خونریز نہ پوچھ / دیکھ خونابہ فشانی میری
کیا بیان کرکے مرا روئینگے یار / مگر آشفتہ بیانی میری
ہون ز خود رفتۂ بیداے خیال / بھول جانا ہے نشانی میری
قدرِ سنگِ سرِ رہ رکھتا ہون / سخت ارزان ہے گرانی میری

حسن مہ گرچہ بہنگامِ کمال اچھا ہے — اُس سے میرا مہِ خورشید جمال اچھا ہے
بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ — جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا ۵۲ — ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہے
بے طلب دیں تو مزہ اسمیں سوا ملتا ہے — وہ گدا جسکو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے
اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہے مُنہ پر رونق — وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہوجائے — کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے
ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن — دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی — امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق ۵۴ — نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا — نہ سہی گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی
عشرتِ صحبتِ خوباں ہی غنیمت سمجھو — نہ ہوئی غالب اگر عمرِ طبیعی نہ سہی

شکوہ کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے — یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہے
پُر ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا — اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے
کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم — آپ اُٹھا لاتے ہیں گر تیر خطا ہوتا ہے
خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ — کہ بھلا چاہتے ہیں اور برا ہوتا ہے
رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف — آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے ۵۵ — تمھیں بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے
نہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا — کوئی بتاؤ کہ وہ شوخِ تند خو کیا ہے
چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن — ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے
جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا — کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے
رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل — جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال ایک فریاد و آہ و زاری ہے
پھر ہوئے ہین گواہِ عشق طلب اشکباری کا حکم جاری ہے
دل و مژگان کا جو مقدمہ تھا آج پھر اُسکی روبکاری ہے
بیخودی بے سبب نہین **غالب** کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے ۵۱

ظلمتکدہ مین میرے شبِ غم کا جوش ہے اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے
نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال مدت ہوئی کہ آشتیِ چشم و گوش ہے
اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل زنہار گر تمھین ہوسِ نائے و نوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے
ساقی بجلوہ دشمنِ ایمان و آگہی مطرب بنغمہ رہزنِ تمکین و ہوش ہے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط دامانِ باغبان و کفِ گل فروش ہے
لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے
یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم مین نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی اہ اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے
آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین **غالب** صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

جس بزم مین تو ناز سے گفتار مین آئے جان کالبدِ صورتِ دیوار مین آئے
سایہ کی طرح ساتھ پھرین سرو و صنوبر تو اس قدِ دلکش سے جو گلزار مین آئے
تب نازِ گرانمایگیِ اشک بجا ہے جب لختِ جگر دیدۂ خونبار مین آئے
دے مجھکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر ۵۲ کچھ تمکو مزا بھی مرے آزار مین آئے
کانٹون کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب اک آبلہ پا وادیِ پُرخار مین آئے
تب چاکِ گریبان کا مزا ہے دلِ نالان جب اک نفس اُلجھا ہوا ہر تار مین آئے
گنجینۂ معنی کا طلسم اسکو سمجھیے جو لفظ کہ **غالب** مرے اشعار مین آئے

کیون نہ چیخون کہ یاد کرتے ہین / میری آواز گر نہین آتی
داغِ دل گر نظر نہین آتا / بو بھی اے چارہ گر نہین آتی
مرتے ہین آرزو مین مرنے کی / موت آتی ہے پر نہین آتی
کعبے کس منھ سے جاؤ گے **غالب** / شرم تمکو مگر نہین آتی

دلِ نادان تجھے ہوا کیا ہے؟ / آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
ہم ہین مشتاق اور وہ بیزار / یا الٰہی، یہ ماجرا کیا ہے؟
مین بھی منھ مین زبان رکھتا ہون / کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟
جبکہ تجھ بن نہین کوئی موجود / پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟
یہ پریچہرہ لوگ کیسے ہین؟ / غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟
شکنِ زلفِ عنبرین کیون ہے؟ / نگہِ چشمِ سرمہ سا کیا ہے؟
سبزہ و گل کہان سے آئے ہین / ابر کیا چیز ہے، ہوا کیا ہے؟
ہم کو اُن سے وفا کی ہے امید / جو نہین جانتے وفا کیا ہے؟
ہان بھلا کر ترا بھلا ہوگا / اور درویش کی صدا کیا ہے؟
جان تم پر نثار کرتا ہون / مین نہین جانتا دعا کیا ہے؟
مین نے مانا کہ کچھ نہین **غالب** / مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے؟

پھر کچھ اک دل کو بیقراری ہے / سینہ جویائے زخمِ کاری ہے
پھر جگر کھودنے لگا ناخن / آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے
چشم، دلالِ جنسِ رسوائی / دل، خریدارِ ذوقِ خواری ہے
پھر اُسی بے وفا پہ مرتے ہین / پھر وہی زندگی ہماری ہے
پھر کھلا ہے درِ عدالتِ ناز / گرم بازارِ فوجداری ہے
ہو رہا ہے جہان مین اندھیر / زلف کی پھر سرشتہ داری ہے

غالب تمھین کہو کہ ملے گا جواب کیا؟ — مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجاے ہے — مین اُسے دیکھون بھلا کب مجھ سے دیکھا جاے ہے
شوق کو یہ لت کہ ہردم نالہ کھینچے جائیے — دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جاے ہے
ہو کے عاشق وہ پری رو اور نازک بنگیا — رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اُڑتا جاے ہے
نقش کو اُسکے مصور سے بھی کیا کیا ناز ہین — کھینچتا ہے جسقدر اُتنا ہی کھنچتا جاے ہے
سایہ میرا مجھ سے مثل دود بھاگے ہے اسد — پاس مجھ آتش بجان کے کس سے ٹھہرا جاے ہے؟

سادگی پر اُسکی مرجانے کی حسرت دل مین ہے — بس نہین چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل مین ہے
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا — مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہے
گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے با اینہمہ — ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس محفل مین ہے
بس ہجوم نا امیدی خاک مین ملجائے گی ۴۹ — یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل مین ہے
ہے دل شوریدۂ غالب طلسم پیچ وتاب — رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل مین ہے

دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی — دونون کو اک ادا مین رضامند کر گئی
شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذت فراغ — تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی
وہ بادہ شبانہ کی سرمستیان کہان؟ — اُٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی
اُڑتی پھرے ہے خاک مری کوے یار مین — بارے اب اے ہوا ہوس بال و پر گئی
ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی — اب آبروے شیوہ اہل نظر گئی
مارا زمانے نے اسداللہ خان تمھین — وہ ولولے کہان وہ جوانی کدھر گئی؟

کوئی امید بر نہین آتی — کوئی صورت نظر نہین آتی
موت کا ایک دن مقرر ہے — نیند کیون رات بھر نہین آتی
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی ۵۰ — اب کسی بات پر نہین آتی
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون — ورنہ کیا بات کر نہین آتی

کہوں کیا خوبی اوضاع ابنائے زمان غالبؔ ۴۹ بدی کی اُس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

درد سے میرے ہی تجھکو بیقراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

عمر بھر کا تو نے پیمان وفا باندھا تو کیا؟
عمر کو بھی تو نہین ہی پائداری ہائے ہائے

خاک مین ناموس پیمان محبت مل گئی
اُٹھ گئی دنیا سے راہ و رسم یاری ہائے ہائے

کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تار برشگال
ہی نظر خو کردۂ اختر شماری ہائے ہائے

گوش مہجور پیام و چشم محروم جمال
ایک دل تس پر یہ ناامیدواری ہائے ہائے

عشق نے پکڑا نہ تھا غالبؔ ابھی وحشت کا رنگ
رہگیا تھا دل مین جو کچھ ذوق خواری ہائے ہائے

گر خامشی سے فائدہ اخفاے حال ہی
خوش ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہی

ہے ہے خدانخواستہ تو اور دشمنی؟
اے شوق منفعل یہ تجھے کیا خیال ہی

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہی

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

میرے ہونے مین ہی کیا رسوائی
اے وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی

عمر ہر چند کہ ہے برق خرام
دل کے خون کرنے کی عادت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلک ناانصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالینگے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

اس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

دل ہی تو ہی سیاست دربان سے ڈر گیا
مین اور جاؤن در سے ترے بن صدا کیے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہاے گرانمایہ کیا کیے؟

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو
دینے لگا ہی بوسہ بغیر التجا کیے

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہین
بھولے سے اُسنے سیکڑون وعدے وفا کیے

یہ کہہ سکتے ہو ہم دل میں نہیں ہیں، پر یہ بتلاؤ
کہ جب دل میں تمھیں تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو

یہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہیں؟
عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو

کہا تم نے کہ کیوں ہو غیر کے ملنے میں رسوائی
بجا کہتے ہو، سچ کہتے ہو، پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو، اور ہم زباں کوئی نہ ہو

بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہیے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جائیے، تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

ہے مجھکو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلا
ہر چند بر سبیلِ شکایت ہی کیوں نہ ہو؟

ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

اُس فتنہ خو کے در سے اب اُٹھتے نہیں اسد
اسمیں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا، یعنے
ہوسِ سیر و تماشا، سو وہ کم ہے ہمکو

مقطعِ سلسلۂ شوق نہیں ہے یہ شہر
عزمِ سیرِ نجف و طوفِ حرم ہے ہمکو

لیے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالب
جادۂ رہ کششِ کافِ کرم ہے ہمکو

بساطِ عجز میں تھا ایک دل یک قطرہ خوں وہ بھی
باندازِ چکیدن ہو رہا ہے سرنگوں وہ بھی

رہا اُس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے
تکلف برطرف تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی

نہ کرتا کاش نالہ مجھکو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہوگا باعثِ افزایشِ دردِ دروں وہ بھی

غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اُٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

لپٹنا پرنیاں میں شعلۂ آتش کا آساں ہے
ولے مشکل ہے حکمت دل میں سوزِ غم چھپانے کی

انھیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
اُٹھے تھے سیرِ گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی

ہماری سادگی تھی التفاتِ ناز پر مرنا
ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

لکد کوبِ حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی
مری طاقت، کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اُٹھانے کی

خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہین کشاکش مین
کبھی میرے گریبان کو کبھی جانان کے دامن کو

خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آئے
سمجھتا ہون کہ ڈھونڈھے ہے ابھی سے برق خرمن کو

شہادت تھی مری قسمت مین جو دی تھی یہ خو مجکو
جہان تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو

نہ لٹتا دن کو تو کب راتکو یون بیخبر سوتا ۴۴
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہون رہزن کو

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہین غالب
فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
مجکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو؟

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید ۴۵
مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو

غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہین
دنیا ہو یارب اور مرا بادشاہ ہو

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو؟
کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو تو کیونکر ہو؟

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہے نام وصال ۴۶
کہ گر نہو، تو کہان جائین؟ ہو تو کیونکر ہو؟

تمھین کہو کہ گذارا صنم پرستون کا ۴۷
بتون کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو؟

الجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ
جو تم سے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو؟

جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا
وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو؟

ہمین پھر انسے امید اور انھین ہماری قدر
ہماری بات ہی پوچھین نہ وہ تو کیونکر ہو؟

مجھے جنون نہین غالب ولے بقول حضور
فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو؟

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغان کیون ہو
نہو جب دل ہی سینہ مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیون چھوڑین
سبک سر بنکے کیا پوچھین کہ ہم سے سرگران کیون ہو

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازدان کیون ہو

وفا کیسی؟ کہان کا عشق؟ جب سر پھوڑنا ٹھہرا ۴۸
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستان کیون ہو

قفس مین مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

ضعف مین طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہی؟ بات کچھ سر تو نہین ہی کہ اُٹھا بھی نہ سکون
زہر ملتا ہی نہین مجکو ستمگر ورنہ کیا قسم ہی ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکون

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گمان نہین اک چھیڑ ہے وگرنہ مرا امتحان نہین
بوسہ نہین نہ دیجیے دشنام ہی سہی، آخر زبان تو رکھتے ہو تم گر دہان نہین
نقصان نہین جنون مین بلا سے ہو گھر خراب ۴۱ سو گز زمین کے بدلے بیابان گران نہین

سلطنت دست بدست آئی ہی جام مے خاتم جمشید نہین
رازِ معشوق نہ رسوا ہو جاے، ورنہ مر جانے مین کچھ بھید نہین
کہتے ہین جیتے ہین امید پہ لوگ ۴۲ ہم کو جینے کی بھی امید نہین

یہ ہم جو ہجر مین دیوار و در کو دیکھتے ہین کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہین
وہ آئے گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہی ۴۳ کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین
نظر لگے نہ کہین اُسکے دست و بازو کو یہ لوگ کیون مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا یان آ پڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین؟
کیا شمع کے نہین ہین ہوا خواہ اہلِ بزم ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کرین؟
مضمحل ہو گئے قویٰ غالب وہ عناصر مین اعتدال کہان؟

مین اور صد ہزار نواے جگر خراش تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہون؟
مانعِ دشت نوردی کوئی تدبیر نہین ایک چکر ہے مرے پاؤن مین زنجیر نہین
بنا کر فقیرون کا ہم بھیس غالب ۴۴ تماشاے اہلِ کرم دیکھتے ہین
اس سادگی پہ کون نہ مر جاے اے خدا لڑتے ہین اور ہاتھ مین تلوار بھی نہین

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یون بوسے کو پوچھتا ہون مین منھ سے مجھے بتا کہ یون
مین نے کہا کہ بزمِ ناز غیر سے چاہیے تہی سنکے ستم ظریف نے مجکو اُٹھا دیا کہ یون؟

نیند اُسکی ہی دماغ اُسکا ہی راتین اُسکی ہین ۳۵ تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہو گئین
وہ نگاہین کیون ہوئی جاتی ہین یارب دل کے پار جو مری کوتاہیِ قسمت سے مژگان ہو گئین
بسکہ روکا مین نے اور سینہ مین اُبھرین پے بہ پے میری آہین بخیۂ چاکِ گریبان ہو گئین
وان گیا بھی مین تو اُنکی گالیون کا کیا جواب یاد تھین جتنی دعائین صرفِ دربان ہو گئین
رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہی رنج ۳۶ مشکلین مجھ پر پڑین اتنی کہ آسان ہو گئین
یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہلِ جہان دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہو گئین

دل ہی تو ہی نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون ۳۷ روئینگے ہم ہزار بار، کوئی ہمین ستائے کیون
دیر نہین، حرم نہین، در نہین، آستان نہین ۳۸ بیٹھے ہین رہگذر پہ ہم، کوئی ہمین اٹھائے کیون
جب وہ جمالِ دلفروز صورتِ مہرِ نیمروز آپ ہی ہو نظارہ سوز پردہ مین منہ چھپائے کیون
دشنۂ غمزہ جانستان، ناوکِ ناز بے پناہ، تیرا ہی عکسِ رخ سہی، سامنے تیرے آئے کیون
قیدِ حیات و بندِ غم، اصل مین دونون ایک ہین ۳۹ موت سے پہلے آدمی، غم سے نجات پائے کیون
وان وہ غرورِ عز و ناز، یان یہ حجابِ پاسِ وضع راہ مین ہم ملین کہان بزم مین وہ بلائے کیون
ہان وہ نہین خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی جسکو ہو دین و دل عزیز اُسکی گلی مین جائے کیون
غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہین؟ روئیے زار زار کیا کیجیے ہائے ہائے کیون

دھوتا ہون جب مین پینے کو اُس سیمتن کے پاؤن رکھتا ہی ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاؤن
بھاگے تھے ہم بہت سو اُسی کی سزا یہ ہی ہو کر اسیر دابتے ہین راہزن کے پاؤن
مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور تن سے سوا فگار ہین اس خستہ تن کے پاؤن
اللہ رے ذوقِ دشت نوردی کہ بعد مرگ ہلتے ہین خود بخود مرے اندر کفن کے پاؤن
شب کو کسی کے خواب مین آیا نہ ہو کہین؟ دکھتے ہین آج اُس بتِ نازک بدن کے پاؤن
غالب مرے کلام مین کیونکر مزا نہ ہو پیتا ہون دھو کے خسروِ شیرین سخن کے پاؤن

مہربان ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت ۴۰ مین گیا وقت نہین ہون کہ پھر آ بھی نہ سکون

ذکر میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہیں
غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دور نہیں

قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن
ہمکو تقلیدِ تنک ظرفیِ منصور نہیں

میں جو کہتا ہوں کہ ہم لینگے قیامت میں تمہیں
کس رعونت سے وہ کہتے ہیں کہ ہم حور نہیں

ہوں ظہوری کے مقابل میں خفائی غالب
میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں

نالہ جز حسنِ طلب اے ستم ایجاد نہیں
ہے تقاضائے جفا شکوۂ بیداد نہیں

کم نہیں وہ بھی خرابی میں پہ وسعت معلوم
دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہیں

کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچے سے بہشت
یہی نقشہ ہے ولے اسقدر آباد نہیں

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب ۳۰
تمکو بے مہریِ یارانِ وطن یاد نہیں؟

نہیں، کہ مجکو قیامت کا اعتقاد نہیں
شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہیں

کوئی کہے کہ شبِ مہ میں کیا بُرائی ہے
بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہیں

کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں تو کہتے ہیں
کہ آج بزم میں کچھ فتنہ و فساد نہیں؛

جہاں میں ہو غم و شادی بہم ہمیں کیا کام
دیا ہے ہمکو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں

تم اُنکے وعدہ کا ذکر اُنسے کیوں کرو غالب؟
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں

کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل ۳۱
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

یارب! زمانہ مجکو مٹاتا ہے کس لیے؟
لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں

حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے ۳۲
آخر گناہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں

غالب وظیفہ خوار ہو، دو، شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں ۳۳
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

یاد تھیں ہمکو بھی رنگارنگ بزم آرائیاں ۳۴
لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں

تھیں بنات النعش گردوں دنکو پردہ میں نہاں
شب کو انکے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود — قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہین
اک شرر دل مین ہے اُس سے کوئی گھبرائیگا کیا — آگ مطلوب ہے ہمکو جو ہوا کہتے ہین
وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید — مر گیا غالبِ آشفتہ نوا کہتے ہین

ہم سے کھُل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایکدن — ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذرِ مستی ایکدن
قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان — رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایکدن
نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے — ۲۸ بے صدا ہو جائیگا یہ سازِ ہستی ایکدن
دھول دھپّا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہین — ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایکدن

ملتی ہے خوے یار سے نار التہاب مین — کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب مین
کب سے ہون کیا بتاؤن جہانِ خراب مین — ۲۹ شبہاے ہجر کو بھی رکھون گر حساب مین
قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون — مین جانتا ہون جو وہ لکھینگے جواب مین
مجھ تک کب اُنکی بزم مین آتا تھا دورِ جام — ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب مین
مین اور خطِ وصل خدا ساز بات ہے — جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین
وہ نالہ دل مین خس کے برابر جگہ نہ پائے — جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب مین
غالب چھُٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی — پیتا ہون روزِ ابر و شبِ ماہتاب مین

حیران ہون دل کو روؤن کہ پیٹون جگر کو مین — مقدور ہو تو ساتھ رکھون نوحہ گر کو مین
لو وہ بھی کہتے ہین کہ یہ بے ننگ و نام ہے — یہ جانتا اگر تو لُٹاتا نہ گھر کو مین
چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ — پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین
خواہش کو احمقون نے پرستش دیا قرار — کیا پوجتا ہون اُس بتِ بیداد گر کو مین
پھر بیخودی مین بھول گیا راہِ کوے یار — جاتا وگرنہ ایکدن اپنی خبر کو مین
اپنے پہ کر رہا ہون قیاس اہلِ دہر کا — سمجھا ہون دلپذیر متاعِ ہنر کو مین
غالب خدا کرے کہ سوارِ سمندِ ناز — دیکھون علی بہادرِ عالی گہر کو مین

اسد اللہ خان تمام ہوا — اے دریغا وہ رند شاہد باز

کیونکر اس بت سے رکھوں جان عزیز ۲۲ کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے — ہے ترے تیر کا پیکان عزیز

تاب لائے ہی بنے گی غالب — واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

مژدہ اے ذوق اسیری کہ نظر آتا ہے — دام خالی قفس مرغ گرفتار کے پاس

نہیں بھی رک رک کے نہ مرتا جو زبان کے بدلے ۲۳ دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس

دہن شیر میں جا بیٹھیے لیکن اے دل ۲۴ نہ کھڑے ہوجیے خوبان دلآزار کے پاس

مر گیا پھوڑ کے سر غالب وحشی ہے ہے ۲۵ بیٹھنا اسکا وہ آکر تری دیوار کے پاس

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک — کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ — دیکھیں کیا گزرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب — دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن ۲۶ خاک ہوجائیں گے ہم تمکو خبر ہونے تک

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج ۲۷ شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

زخم پر چھڑکیں کہاں طفلان بے پروا نمک — کیا مزا ہوتا اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک

یاد ہیں غالب مجھے وہ دن کہ وجد ذوق میں — زخم سے گرتا تو میں پلکوں سے چنتا تھا نمک

گر تجکو ہے یقین اجابت دعا نہ مانگ — یعنی بغیر یک دل بے مدعا نہ مانگ

آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد — مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

مجکو دیار غیر میں مارا وطن سے دور — رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

کی وفا ہم سے تو غیر اسکو جفا کہتے ہیں — ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

آج ہم اپنی پریشانیٔ خاطر ان سے — کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھیے کیا کہتے ہیں

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو — جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں

کام اس سے آ پڑا ہے کہ جس کا جہان مین
لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر

جی مین ہی کچھ نہین ہے ہمارے وگرنہ ہم
سر جاوے یا رہے نہ رہین پر کہے بغیر

مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام
چلتا نہین ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

بہرا ہون مین تو چاہیے دونا ہو التفات
سنتا نہین ہون بات مکرر کہے بغیر

ہے بسکہ ہر اک اُنکے اشارہ مین نشان اور
کرتے ہین محبت تو گذرتا ہے گمان اور

یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھین گے مری بات
دے اور دل اُنکو جو نہ دے مجھکو زبان اور

تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اُٹھین گے
لے آئین گے بازار سے اُٹھکر دل و جان اور

ہے خون جگر جوش مین دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشان اور

مرتا ہون اُس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جاے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے
کہتے ہین کہ غالب کا ہے انداز بیان اور

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال
رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر

سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

فراغت کسقدر رہتی مجھے تشویش مرہم سے ۲ ۱
بہم گر صلح کرتے پارہ ہاے دل نمکدان پر

نہ لڑ ناصح سے غالب، کیا ہوا گر اُسنے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

نہ گل نغمہ ہون نہ پردۂ ساز
مین ہون اپنی شکست کی آواز

تو اور آرایش خم کاکل
مین اور اندیشہ ہاے دور دراز

لاف تمکین فریب سادہ دلی
ورنہ باقی ہے طاقت پرواز

اے ترا غمزہ اک قلم انگیز
اے ترا ظلم سر بسر انداز

تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو
ریزش سجدۂ جبین نیاز

مجکو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا
مین غریب اور تو غریب نواز

سرمۂ مفتِ نظر ہوں مری قیمت یہ ہے ۱۸
کہ رہے چشمِ خریدار پہ احساں میرا

جان درہوائے یک نگہِ گرم ہے اسد
پروانہ ہے وکیل ترے دادخواہ کا

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

لکھتا ہوں اسد سوزشِ دل سے سخنِ گرم
تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پہ انگشت

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب
یار لائے مری بالیں پہ اسے پر کس وقت؟

مہربانی ہائے دشمن کی شکایت کیجیے؟
یا بیان کیجیے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست؟

لو ہم مریضِ عشق کے تیماردار ہیں ۱۹
اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج؟

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد

منصبِ شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا
ہوئی معزولیِ انداز و ادا میرے بعد

آئے ہے بیکسیِ عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا میرے بعد

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور
تنہا گئے کیوں؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور

مٹ جائے گا سر گر ترا پتھر نہ گھسے گا
ہوں در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤں
مانا کہ ہمیشہ نہیں اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے ۲۰
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور!

ہاں اے فلکِ پیر جواں تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

تم ماہِ شبِ چار دہم تھے مرے گھر کے
پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشا کوئی دن اور!

تم کون سے ایسے تھے کھرے داد و ستد کے
کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھ سے تمھیں نفرت سہی نیر سے لڑائی
بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

گزری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش
کرنا تھا جواں مرگ گزارا کوئی دن اور

ناداں ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہیں غالب
قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر
جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر

دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال ۱۴ ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہوجانا
بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہوجانا

لے تو لون سوتے مین اُسکے پاؤن کا بوسہ مگر ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہوجائیگا
دل کو ہم صرفِ وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا؟ یعنے یہ پہلے ہی نذرِ امتحان ہوجائیگا
وائے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہ ہو ۱۴ اب تلک تو یہ توقع ہے کہ وان ہوجائیگا
فائدہ کیا؟ سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسد دوستی نادان کی ہے جی کا زیان ہوجائیگا

یہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخِ مکتوب مگر ستمزدہ ہون ذوقِ خامہ فرسا کا
غمِ فراق مین تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو مجھے دماغ نہین خندہ ہاے بیجا کا

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا
قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے اُسکی خطا نہین ہے یہ میرا قصور تھا

دل مین ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہین ۱۵ آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

یہ لاشِ بے کفن اسدِ خستہ جان کی ہے ۱۶ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مین نے کہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹون وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

اُگا ہے گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر ۱۷ مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دربان کا

ترشح ہے ضبطِ آہ مین میرا وگرنہ مین طعمہ ہون ایک ہی نفسِ جانگداز کا

ہم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب دیکھا تو کم ہوئے یہ غمِ روزگار تھا

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے کہ حسرت سنج ہون عرضِ ستمہاے جدائی کا

درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

ہوئی مدت کہ غالب مرگیا پر یاد آتا ہے وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یون ہوتا تو کیا ہوتا

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا اورون پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا — دل جگر تشنۂ فریاد آیا
دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز — پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا
زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی — کیوں ترا راہگذر یاد آیا
کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی — گھر ترا خلد میں گر یاد آیا
میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد — سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا — آپ آتے تھے مگر کوئی عناں گیر بھی تھا
تو مجھے بھول گیا ہو تو پتہ بتلا دوں — کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا
پیشہ میں عیب نہیں رکھیے نہ فرہاد کو نام — ہم ہی آشفتہ سروں میں وہ جواں میر بھی تھا
ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی — آخر اُس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا؟
۱۰ پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق — آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا؟
ریختی کے تمھیں اُستاد نہیں ہو غالب — کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

رضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
تا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے — ہوں شمعِ کشتہ، درخورِ محفل نہیں رہا
نے کی اے دل، اور ہی تدبیر کر کہ میں — شایانِ دست و بازوے قاتل نہیں رہا
یدادِ عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

---

۱۱ کر اُس پری وش کا، اور پھر بیاں اپنا — بن گیا رقیب آخر، جو تھا رازداں اپنا
د لِ لکھوں کب تک؟ جاؤں اُن کو دکھلاؤں — اُنگلیاں فگار اپنی، خامہ خونچکاں اپنا
ھستے گھستے مٹ جاتا آپ نے عبث بدلا — ننگِ سجدہ ہے میرے، سنگِ آستاں اپنا
رے نہ غمازی، کر لیا ہے دشمن کو — دوست کی شکایت میں ہم نے ہمزباں اپنا
م کہاں کے دانا تھے، کس ہنر میں یکتا تھے؟ — بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا

---

۱۲ شرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا — درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

گر کیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یون سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جاوینگے کیا

ہو اب اس معمورہ مین قحطِ غمِ الفت اسد
ہم نے یہ مانا کہ دلی مین رہین کھاوینگے کیا

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدہ پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا ۶
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیمکش کو
یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہان کی دوستی ہو کہ بنے ہین دوست ناصح ۷
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

غم اگرچہ جان گسل ہو یہ کہان بچین کہ دل ہو
غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

کہون کس سے مین کہ کیا ہو شبِ غم بری بلا ہو
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیون نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہین مزار ہوتا

یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

درخورِ قہر و غضب جب کوئی ہمسا نہ ہوا
پھر غلط کیا ہو؟ کہ ہمسا کوئی پیدا نہ ہوا

سینے کا داغ ہو وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا
خاک کا رزق ہو وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا

نام کا میرے ہو جو دکھ کہ کسی کو نہ ملا
کام مین میرے ہو جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑینگے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

درد منت کشِ دوا نہ ہوا ۸
مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

ہم کہان قسمت آزمانے جائین
تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

کتنے شیرین ہین تیرے لب کہ رقیب
گالیان کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہے خبر گرم انکے آنے کی ۹
آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہو کہ حق ادا نہ ہوا

کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہین
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

غزلیات وابیات

ـیم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا — رکھیو یارب یہ درِ گنجینۂ گوہر کھلا

ـہ سمجھون اُسکی باتین گو نہ پاؤن اُسکا بھید — پر یہ کیا کم ہو کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا؟

ـیہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا ۱ — جتنے عرصہ مین مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

ـیا رہون غربت مین خوش جب ہو حوادث کا یہ حال — نامہ لاتا ہو وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

ـکی امت مین ہون مین میرے رہین کیون کار بند؟ — واسطے جس شہ کے غالب گنبدِ بے در کھلا

ـب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا — شعلۂ جوالہ ہراک حلقۂ گرداب تھا

ـان کرم کو عذرِ بارش تھا عنانگیرِ خرام ۲ — گریہ سے یان پنبۂ بالش کفِ سیلاب تھا

ـان خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال — یان ہجومِ اشک مین تارِ نگہ نایاب تھا

ـلوۂ گل نے کیا تھا وان چراغان آبجو — یان رواں مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا

ـن نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے — اُسکے سیلِ گریہ مین گردون کفِ سیلاب تھا

ـبسکہ دشوار ہو ہر کام کا آسان ہونا — آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا

ـریہ چاہے ہو خرابی مرے کاشانے کی — در و دیوار سے ٹپکے ہو بیابان ہونا

ـشرتِ قتل گہ اہلِ تمنا مت پوچھ — عیدِ نظارہ ہو شمشیر کا عریان ہونا

ـی مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ — ہاے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

ـیف اُس چارگرہ کپڑے کی قسمت غالب ۳ — جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

ـدستِ غمخواری مین میری سعی فرمائین گے کیا؟ ۴ — زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائین گے کیا؟

ـبے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک؟ ۵ — ہم کہین گے حالِ دل اور آپ فرمائین گے کیا؟

ـضرتِ ناصح گر آئین دیدہ و دل فرشِ راہ — پر کوئی اتنا تو سمجھا دے کہ سمجھائین گے کیا؟

ـج وان تیغ و کفن باندھے ہوے جاتا ہون مین — عذر میرے قتل کرنے مین وہ اب لائین گے کیا؟

غالب

میرزا اسد اللہ خان نام - میرزا نوشہ معروف - فارسی مین تخلص اسد اور اُردو مین غالب
آگرہ مولد - دلی مسکن و مدفن - سالِ وفات ۱۲۸۵ھ ہجری -

حق یہ ہی کہ تمام شعراے ماضی و حال و مستقبل پر یہ غالب خیال کیے گئے - انکی خصوصیات سے یہ ہی کہ دونون زبان مین انکو پورا ملکہ تھا - فارسی کلام مین شعراے فارس پر باوجودیکہ انکی زبان مادری فارسی نہ تھی گوے سبقت لے گئے اور زبانِ اُردو کا تو ایک طور پر انکو موجد کہنا چاہیے - انسے پہلے میر و سودا اور انکے ہمعصر ذوق نامی شاعر تھے - اور پھر انکے بعد انیس و میر امیر مینائی اور داغ یہ سب چوٹی کے شاعر ہوئے - انمین سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیجاتی ہی تو وہ محض ایک فوری حالت ہوتی ہی - ہر ایک کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اسی پر شاعری ختم ہوگئی اور قولِ فیصل یہ ہوتا ہی کہ ہر ایک بجاے خود اُستاد ہی ع ہر گلے را رنگ و بوے دیگر ست - گلاب کا پھول سونگھیے تو معلوم ہوتا ہی کہ باغ بھر مین یہی ایک پھول ہی اُسکے بعد چنبیلی سونگھیے تو یہ کہنا پڑتا ہی کہ اسکی خوشگواری سب پر بالا ہی جوہی کہتی ہی کہ جو بھینی بھینی خوشبو مجھ مین ہی وہ نازک دماغون کی روح کی جان ہی - بھلا جب شام کو سبز پتیون سے غنچہ کی صورت مین اپنا مُنھ نکالتا ہی تو اُسکی دلآویزی کچھ اور ہی لطف دکھاتی ہی اور ہار بنکر جب گلے مین پڑتا ہی تو بے اختیار مُنھ سے نکلتا ہی کہ یہ پھولون کا بادشاہ ہی - مولسری کامنی اور چنپا جب اپنی اپنی بو دور سے سونگھاتے ہین تو کہنا پڑتا ہی کہ باغ مین اگر یہ پھول نہ ہون تو باغ کا لطف نہین اسی طرح شعراے نامی کے کلام جب پڑھیے تو ہر ایک بجاے خود سب سے اچھا معلوم ہوتا ہی لیکن یہ محض خداداد بات ہی عقل کو اسمین دخل نہین غالب کا کلام ہر وقت غالب سمجھا جاتا ہی - جو عام پسندیدگی اسکے ساتھ وابستہ ہی دوسرے کے ساتھ نہین ہی -

غالب کی خصوصیات سے یہ ہی کہ یہ میخوار تھا دوسرے شعراے اسلام مے کے بیانات محض سُنے سنائی افسانون پر مبنی کرتے تھے اور خود کبھی ہمکیف بھی ہوئے ہون تو الغیب عند اللہ -

انتخاب

از

کلامِ غالب

دیوانِ غالب اردو

کلیاتِ اسد اللہ خان غالب فارسی

۱۰۵ انشتر

پروانه بادی و تو افروزی شمع ۲۴ بر رهگذر سیل چه سازی خانه

پیری دیدم بخواب مستی خفته — در گرد شعور خانهٔ تن رفته
می خورده و مست خفته و آشفته — اللّه لطیف بعباده گفته

اے چنبر از کار جهان هیچ نه — بنیاد نه باد دست ازان هیچ نه
شد حادِ وجود در میان دو عدم — اطراف بود تو در میان هیچ نه

ما عاشق و رند مے پرستیم همه — در کوے خرابات نشستیم همه
بگذشت ز قبح و حسن و از وهم و خیال — از ما مطلب هوش که مستیم همه

ابریق مے مرا شکستی ربی — بر من در عیش را به بستی ربی
بر خاک فگندی مےِ گلگون مرا ۲۵ من مست نیم گر تو نیستی ربی

خواهی که پسندیدهٔ آنام شوی — مقبول و قبول خاصه عام شوی
اندر پے مومن و جهود و ترسا ۲۶ بدگوے مباش تا نکونام شوی

تا کے ز غمِ زمانه محزون باشی — با چشمِ پرآب و دلِ پرخون باشی
مے نوش و بعیش خوشدل میباش — زان پیش که زین دائره بیرون باشی

هر چند ز دستِ دهر غمکش باشی — وز جور و جفاے چرخ ناخوش باشی
زنهار ز دستِ ناکسان آبِ زلال ۲۷ بر لب مچکان اگر در آتش باشی

گویند مرا که می‌پرستم هستم — گویند مرا عارف و مستم هستم
در ظاهرِ من نگاه بسیار مکن — کاندر باطن چنانکه هستم هستم

تا دست باتفاق برهم بزنیم — پائے ز نشاط بر سرِ غم بزنیم
خیزیم و دمے زنیم پیش از دمِ صبح — کین صبح بسے دمد که ما دم نزنیم

ما خرقهٔ زهد در سرِ خُم کردیم — وز خاکِ خرابات تیمم کردیم
۱۸ باشد که درونِ میکده ہا دریابیم — عمرے که درین مدرسه ہا گم کردیم

چون حاصلِ آدمی درین شورستان — جز خوردنِ غصه نیست یا کندن جان
۱۹ خرم دل آنکه زین جهان زود برفت — واسوده کسیکه خود نیامد بجهان

آن قصر که بر چرخ همی زد پہلو — بر درگہِ او شہان نہادندے رو
۲۰ دیدیم که بر کنگرِ او فاختهٔ — بنشسته همی گفت که کوکو کوکو

چون باده خوری ز عقل بیگانه مشو — مدهوش مباش و جهل را خانه مشو
خواهی که مے لعل حلالت باشد — آزارِ کسے مجوے و دیوانه مشو

این چرخِ فلک بهر هلاکِ من و تو — قصدے دارد بجانِ پاکِ من و تو
بر سبزه نشین پیاله کش دیر نماند — تا سبزه برون دمد ز خاکِ من و تو

۲۱ ماییم خریدارِ مے کهنه و نو — وانگاه فروشندهٔ جنت بدو جو
گفتی ز پسِ مرگ کجا خواهی رفت — مے پیشِ من آر و هر کجا خواهی رو

ناکرده گناه در جهان کیست بگو؟ — آنکس که گنه نه کرد چون زیست بگو؟
۲۲ من بد کنم و تو بد مکافات دهی — پس فرق میانِ من و تو چیست بگو؟

نقشیست که بر وجودِ ما ریخته — صد بوالعجبی ز ما برانگیخته
۲۳ من زان بہ ازین نمیتوانم بودن — کز بوته مرا چنین فرو ریخته

غره چه شوی بمسکن و کاشانه — بر عمر که هست حاصلش افسانه

من بهتر ازین نمیتوانم بودن ۱۰ کز بوته مرا چنین برون ریخته اند
افسوس که سرمایه ز کف بیرون شد در دست اجل بسی جگرها خون شد
کس نامد زان جهان که تا پرسم ازو ۱۱ کاحوال مسافران عالم چون شد
با یار چو آرمیده باشی همه عمر خوابی باشد که دیده باشی همه عمر
هم آخر عمر رحلتست باید کرد لذات جهان چشیده باشی همه عمر
دی کوزه گری بدیدم اندر بازار بر پاره گلی کند همی زد بسیا
وان گل بزبان حال با وی میگفت من همچو تو بوده ام مرا نیکو دا
چون حاصل آدمی درین جای دو در جز درد دل و دادن جان نیست دگر
خرم دل آنکه یک نفس زنده نبود ۱۲ آسوده کسی که خود نزاد از مادر
گر باده خوری تو با خردمندان خور یا با صنم لاله رخ خندان خو
بسیار مخور ورد مکن فاش مساز ۱۳ اندک خور و گاه خور و پنهان خو
با مردم پاک اصل و عاقل آمیز وز نااهلان هزار فرسنگ گریز
گر زهر دهد ترا خردمند بنوش ۱۴ ور نوش رسد ز دست نااهل بریز
از حادثهٔ زمانهٔ آینده مپرس وز هر چه رسد چو نیست پاینده مپرس
این یکدم نقد را غنیمت میدان از رفته میندیش وز آینده مپرس
غم چند خوری ز کار نا آمده پیش رنج است نصیب مردم دور اندیش
خوش باش و جهان تنگ مکن بر دل خویش ۱۵ کز خوردن غم قضا نگردد کم و بیش
خیام زمانه از کسی دارد ننگ کو در غم ایام نشیند دلتنگ
می خور تو ز آبگینه با ناله چنگ ۱۶ زان پیش که آبگینه آید بر سنگ
ایزد چو نخواست آنچه من خواسته ام کی گردد راست آنچه من خواسته ام
گر جمله صواب است که او خواسته نیست ۱۷ پس جمله خطاست آنچه من خواسته ام

این چرخ جفا پیشه دغا بنیاد — هرگز گرهٔ بستهٔ کس را نگشاد
هرجا که سیکے دید کہ داغے دارد — داغے دگرش بر سر آن داغ نهاد
افل غم و اندیشهٔ لاشے نخورد — جز جام لبالب و پیاپے نخورد
نم در دل و باده در صراحی باشد — ۷ خاکش بر سر آنکه غم خورد می نخورد
تا بود دلم ز عشق محروم نشد — کم بود ز اسرار که محروم نشد
اکنون که همی بنگرم از روے خرد — معلومم شد که هیچ معلوم نشد
د هر هر آنکه نیم نانے دارد — از بهر نشست آستانے دارد
خادم کس بود نه مخدوم کسے — ۸ گو شاد بزی که خوش جهانے دارد
زان پیش که بر سر تو شبخون آرند — فرماے که تا بادهٔ گلگون آرند
تو زر نهٔ اے غافل نادان که ترا — ۹ در خاک نهند و باز بیرون آرند
مے ز گزاف در غرور افتادند — قومے ز پے حور و قصور افتادند
علوم شود چو پرده ها بردارند — کز کوے تو دور دور دور افتادند
گویند بهشت و حور عین خواهد بود — وانجا مے ناب و انگبین خواهد بود
گر ما مے و معشوق پرستیم رواست — چون عاقبت کار همین خواهد بود
روز که توسن فلک زین کردند — آرایش مشتری و پروین کردند
ن بود نصیب ما ز دیوان قضا — ما را چه گنه قسمت ما این کردند،
گویند بهشت و حوض کوثر باشد — وانجا مے ناب و شهد و شکر باشد
پر کن قدح باده و بر دستم نه — نقدے ز هزار نسیه خوشتر باشد
نا که جهان زیر قدم فرسودند — واندر طلبش هر دو جهان پیمودند،
گاه نمی شوم که ایشان شب و روز — زین حال چنانکه هست آگه بودند
تا خاک مرا قالب آمیخته اند — بس فتنه که از خاک بر انگیخته اند

در مذهبِ ما شنبه و آدینه یک ست — جبّار پرست باش نه روز پرست
ساقی قدحی که کارِ عالم نفسی ست — گر شادی از و یک نفس آن نیز بسی ست
۲ خوش باش ز هر چه پیش آید ز جهان — هرگز نشود چنانکه دلخواهِ کسی ست

می میخورم و مخالفان از چپ و راست — گویند مخور باده که دین را اعداست
چون دانستم که می عدوی دین ست — والله بخورم خونِ عدو را که رواست

دورانِ جهان بی می و ساقی هیچ ست — بی زمزمهٔ نای عراقی هیچ ست
هر چند در احوالِ جهان می نگرم — حاصل همه عشرت ست باقی هیچ ست

شادی مطلب که حاصلِ عمر دمی ست — هر ذره ز خاکِ کیقباد و جمی ست
۳ احوالِ جهان و اصلِ این عمر که هست — خوابی و خیالی و فریبی و دمی ست

این کهنه رباط را که عالم نام ست — آرامگهِ ابلقِ صبح و شام است
۴ بزمی ست که وا ماندهٔ صد جمشید است — قصری ست که تکیه گاهِ صد بهرام ست

من بندهٔ عاصیم رضای تو کجاست؟ — تاریک دلم نورِ صفای تو کجاست
ما را تو بهشت گر بطاعت بخشی — این بیع بود لطف و عطای تو کجاست

هر دل که در و مایهٔ تجرید کم ست — بیچاره همه عمر ندیمِ ندم ست
۵ جز خاطرِ فارغ که نشاطی دارد؟ — باقی همه هر چه هست اسبابِ غم ست

قدرِ گل و مُل باده پرستان دانند — نه تنگدلان و تنگدستان دانند
۶ از بیخبری بیخبران معذوری — ذوقی ست درین باده که مستان دانند

ز آوردنِ من نبود گردون را سود — وز بردنِ من جاه و جلالش نفزود
در هیچ کسی نیز دو گوشم نشنید — کاوردن و بردنِ من از بهر چه بود؟

آنها که کهن شدند و آنها که نوند — هر یک بمرادِ خویش یک یک برسند
این سفله جهان بکس نماند جاوید — رفتند و روند و دیگر آیند و روند

رباعیات

غافل بچہ امید درین شوم سرا ۔ بر دولتِ او دل بنہد از بہرِ خدا
ہرگاہ کہ خواہد کہ نشیند از پا ۔ گیرد اجلش دست کہ بالا بیا

ے دل ز زمانہ رسمِ احسان مطلب ۔ وز گردشِ دوران سر و سامان مطلب
مان طلبی دردِ تو افزون گردد ۔ با درد بساز و ہیچ درمان مطلب

بابط ماہیی گفت در تب و تاب ۔ باشد کہ بجوے رفتہ باز آید آب
بط گفت چو من و تو گشتیم کباب ۔ بود از پسِ مرگِ من چہ دریا چہ سراب

ن نیست بہر چہ ہست جز باد بدست ۔ چون نیست بہر چہ ہست نقصان و شکست
دار کہ ہر چہ ہست در عالم نیست ۔ انکار کہ ہر چہ نیست در عالم ہست

مے خوردن و شاد بودن آئینِ منست ۔ فارغ بودن ز کفر و دین دینِ منست
گفتم بعروسِ دہر کابینِ تو چیست؟ ۔ گفتا دلِ خرمِ تو کابینِ منست

رارِ جہان چنانکہ در دفترِ ماست ۔ گفتن نتوان زانکہ وبالِ سرِ ماست
ن نیست درین مردمِ نادان اہلے ۔ نتوان گفتن ہر آنچہ در خاطرِ ماست

آن بہ کہ درین زمانہ کم گیری دوست ۔ با اہلِ زمانہ صحبت از دور نکوست
آنکس کہ بجملگی ترا تکیہ بدوست ۔ چون چشمِ خرد باز کنی دشمنت اوست

ے آمدہ از عالمِ روحانی تفت ۔ حیران شدہ در پنج و چہار و شش و ہفت
مے خور چو ندانی ز کجا آمدہ ۔ خوش باش ندانی بکجا خواہی رفت

خیام کہ خیمہ ہاے حکمت میدوخت ۔ در کورۂ غم فتاد و ناگاہ بسوخت
مقراضِ اجل طنابِ عمرش چو برید ۔ دلالِ قضا برایگانش بفروخت

ب ہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست ۔ ہان تا نہ نہی تو روزِ آدینہ ز دست

عمر خیّام

غیاث الدین ابوالفتح نام - عمر تخلص - نیشاپور مولد - باپ کا نام ابراہیم خیام - پیشہ خیمہ دوزی - اگر ابراہیم محض خیمہ دوز تھا تو ایک معمولی شخص تھا اور اگر خیمہ کی تجارت کرتا تھا اور ظاہر قیاس بھی یہی چاہتا ہی تو ایک بڑا تاجر تھا جو شاہی ضرورتون مین خیمہ مہیا کرتا تھا - سلجوقیون کے عہد مین نیشاپور رتبہ مین مثل بغداد تھا - مدینہ کے بعد دمشق اور دمشق کے بعد بغداد - اور بعد بغداد کے غزنی اور پھر نیشاپور وسط ایشیا مین پھر افریقہ مین - قرطبہ قسطنطنیہ غرناطہ یورپ مین - دہلی ہندوستان مین اسلامی دارالسلطنتین قرار پائین - اخیر پانچوین صدی مین سلجوقیون کے عہد مین نیشاپور کمالِ عروج پر تھا -

نظام الملک طوسی اور حسن صباح اور عمر خیام نے ایک ساتھ بغداد مین تعلیم پائی تھی الپ ارسلان کی وزارت جب نظام الملک کو ملی تو عمر خیام کو موقع نمود کا حاصل ہوا - لیکن عمر نے صرف وظیفہ خواری پر قناعت کی - ملکی معاملات سے عمر کو دلچسپی نہ تھی - علم ہیئت مین اسکو بہت بڑا ملکہ تھا اور حکیم وقت خیال کیا جاتا تھا - بعد ازان سلطنت سلجوقی کے جب ٹکڑے ہوئے تو سلجوقیانِ عراقِ عرب کے دربار مین اسے پادشاہ کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کی عزت ملی اور شاہی منجم کی جگہ اسے مرو مین عطا ہوئی - اسنے ایرانی جنتری مین بکار آمد تبدیلیان کین - اسکا جبر مقابلہ (الجبرا) صدیون تک مقبول رہا - یونانی زبان پر ایسی دستگاہ تھی کہ اس زبان مین لوگ دور دور سے علوم سیکھنے کے لیے اسکے پاس آتے تھے -

فارسی زبان کا نہایت مقبول شاعر یہ خیال کیا جاتا ہی اسکی رباعیان یکجا شایع کی گئین اور یورپ کی زبانو نمین اسکے ترجمے ہوئے اسی مجموعہ رباعیات سے جو ہندوستان مین شایع ہوا ہی کچھ کلام انتخاب کیا جاتا ہی -

سنہ ۵۰۹ھ سے عراق عرب کے سلجوقیون کا عہد شروع ہوتا ہی اور یہی زمانہ عمر خیام کے عروج کا ہی سال وفات غالباً ۵۱۷ھ ہی

انتخاب

از

کلامِ

عمرِ خیّام

رباعیات

۲۷ نشتر

سمجھ نہ اشک کو لڑکا کہ یہ وہ آفت ہی لگا کے آگ جو پانی کو چشم نم دوڑے

خرد ہی پہ تکیہ نہ بالکل کرے ۱۶ خدا پر بھی انسان توکل کرے

وہ ہو روبرو اور نہ دیکھوں اُسے یہ دل میرا کیونکر تامل کرے

ہے جو مدت مین کبھی وصل کی صورت بنتی تو گھڑی بھر مرے اُنکے نہین صحبت بنتی

عقل راہِ عشق مین ہمراہ تو میرے نہ ہو ۱۷ راہ لے اپنی کہ تجھ سے رہنمائی ہو چکی

چمن مین نغمۂ بلبل کو سُنکر وہ لگے کہنے لگے آگ اس چمن کو میر گھبراتا ہی جی غل سے

پیدا ہوئے ہین شادی و غم باہم اے ظفر ۱۸ خندان اگر ہے برق تو ابر اشکبار ہی

عزیزو گور مین کیا دل کا داغ جلتا ہی ۱۹ اندھیرے گھر مین ہمارا چراغ جلتا ہی

نہ پردہ در پردہ نشین پکڑ کر بیٹھ　　جو بیٹھنا ہی تو اے دل زمین پکڑ کر بیٹھ

گلشن مین جب ادا سے وہ رنگین ادا ہنسے　　غنچہ کا منہ ہی کیا کہ جو پھر اے صبا ہنسے

یہ کیا ستم ہی ہم تو کہین اپنا حالِ دل　　اور رو کے تیرے سامنے تو بیوفا ہنسے

ہنستا ہی تیغِ یار سے اس طرح میرا زخم　　۱۴ جس طرح آشنا سے کوئی آشنا ہنسے

جو دل گرفتہ غنچۂ تصویر ہو ظفر　　پھر اُسکو کیا ہنسائے کوئی اور وہ کیا ہنسے

کہان ہی اپنا وہ عالم کہین اُٹھے کہین بیٹھے　　ہوئی ہی اب تو یہ حالت جہان بیٹھے وہین بیٹھے

ارادہ تھا کہ اُنسے آج اپنا حال دل کہیے　　یہ دیکھو خوبیِ قسمت کہ ہین وہ خشمگین بیٹھے

اُٹھائیے دو جہان سے ہاتھ جو تیری محبت مین　　ترے در پر وہ ای غارتگرِ دنیا و دین بیٹھے

ہمارا نام تو ہی اے ظفر مشہور عالم مین　　اگرچہ ہم ہین اپنے گھر مین مانندِ نگین بیٹھے

عجب روش سے اُنھین ہم گلی لگا کے ہنسے　　کہ گل تمام گلستان مین کھلکھلا کے ہنسے

ہنسا جو سامنے اُس غیرتِ چمن کے گل　　تو چٹکیون مین اُسے غنچے سب اُڑا کے ہنسے

غم والم میرا اُنکی خوشی کا باعث ہے　　کہ جب ہنسے وہ مجھے خوب سا رلا کے ہنسے

نکالا چارہ گردون نے جو ذکر مرہم کا　　تو خوب زخمِ جگر میرے لہلہا کے ہنسے

جب وصلِ دلربا کی تدبیر بن کے بگڑی　　۱۵ ہم سمجھے اپنے دل مین تقدیر بن کے بگڑی

دیکھو بگاڑ اپنی قسمت کا اُنکے آگے　　سو بار بات وقتِ تقریر بن کے بگڑی

جسوقت زلف لیلیٰ بکھری ظفر سنور کر　　مجنون کے واسطے اک زنجیر بن کے بگڑی

جلوۂ حق یون نمایان صورتِ انسان مین ہی　　نور خورشیدِ فلک جیسے مہِ تابان مین ہی

تیرے پاسِ آبرو سے روکتا ہون میں اشک　　ورنہ اک دریا بھرا اس دیدۂ گریان مین ہی

تیرے شیدائی کا ای گل باعثِ دیوانگی　　جو گلستان مین ہی عالم وہ ہی خارستان مین ہی

مجھے بتاؤ مرا کیا گناہ کیا تقصیر　　جو مجھ پہ کھینچ کے تم خنجرِ ستم دوڑے

کرون جو نامۂ شوق اُسکو مین رقم اپنا　　تو خود بخود ہو سیاہی روان قلم دوڑے

ہم کو ڈر ہے کے دل وہ جان کا خواہان ہو ۱۰ آپ اُس بے مہر کو دل ای ظفر دیتے تو ہین

تھا فضائے قدس مین اب قالب آدم مین ہون جھٹ گیا مجھ سے وہ عالم اور ہی عالم مین ہون

اُس بلا سے دیکھیے کیونکر رہائی ہو نصیب مین اسیر اُسکی کمندِ گیسوے پُرخم مین ہون

نالۂ نے کی طرح سے اپنی ہستی کا مجھے کیا بھروسا ہو کہ اک دم مین نہین اک دم مین ہون

کام ہے رونے سے مجکو رات دن مانندِ شمع خواہ بزمِ عیش مین ہون خواہ بزمِ غم مین ہون

کرتا ہون جب چارۂ زخمِ دل اپنا ای ظفر ۱۱ مین ملاتا سنگ الماس و نمک مرہم مین ہون

پیرِ عشقِ جنون کو کیا غرض ہی خضر سے راہ اُنکی اور ہی اور انکے رہبر اور ہین

جو ہر دل مین وہ ہی مُنھ پر لاتے ہین آئینہ وار ہم نہین ہین وہ کہ دل مین اور مُنھ پر اور ہین

ہم قناعت کو تری دولت سمجھتے ہین ظفر ڈھونڈھتے جو زر کو ہین وہ طالبِ زر اور ہین

قتل کرتی ہین مجھے اُسکی رسیلی آنکھین رہتی ہین خون سے مرے رنگ رنگیلی آنکھین

شدتِ گریہ سے کس وقت جدائی مین تری آستین کو نہین رکھتی مری گیلی آنکھین

ساقی مری توبہ کے ٹھہرانے کے نہین پاؤن گر جھومتا آئے گا سحاب ایسے مزے مین

پوچھو نہ یہ تم بوسے لیے کتنے مزے مین رہتا ہی کسے یاد حساب ایسے مزے مین

حال دیوانون کا اپنے پوچھ خارِ دشت سے یعنی افسانے اُسے نوکِ زبان ہیتون کے ہین

اے ظفر جو کچھ کیے ہم نے زبردستی مین کام اُنکے بدلے مل رہے ہین زیردستی مین ہمین

وہ دل لیکر نہ دے تو کیا کرون ای ہمنشین بتلا بمنت لون کہ اُس سے چھین کر لون کسطرح سے بول

کرتا وہ بیچارہ کیا تدبیر سے چارہ نہین پر کرے کیا چارہ گر تقدیر سے چارہ نہین

وہ گالیان ہی سُنا تا ہی اے ظفر لیکن مجھے خوش آتی ہین اُس بدزبان کی باتین

لاکھون انداز ہین کس کس کو ہم اُنسے پوچھین تمکو یہ کس نے سکھایا؟ اسے کیا کہتے ہین

ہم اپنا رازِ دل ظاہر کب ای بیباک کرتے ہین ۱۲ ہمین رسوا ہمارے دیدۂ نمناک کرتے ہین

مین بھی تو دیکھون کہ تمکو کس طرح آتی ہی نیند ۱۳ اک ذرا میری مصیبت کی کہانی سُن تو ا

صبح نے کہا مجھ سے کہ کر آہ و فغان ضبط
نادان یہ نہ سمجھا کہ محبت مین کہان ضبط

یکا مجھے بوسے کا انھین عادتِ دشنام
کیا سخت ہی مشکل کہ نہ یان ضبط نہ وان ضبط

ورد کے نہ کہہ حال کہ رُکتا ہی وہ دل مین
کر گریہ کو تو اپنے ظفر وقتِ بیان ضبط

ط مین لکھی ہی ظفر جسکی شکایت ہم نے
ہائے پڑھوتا اُسی سے وہ ہمارا ہی خط

بھی کیجیے نہ پارا پارا خط
دیکھ تو لیجیے ہمارا سارا خط

خط نہ لکھنے کا اگر شکوہ کرون مین ای ظفر
کہتے ہین وہ کیون لکھین ہم ایسے آوارہ کو خط

شک تو اتنا بہاتی ہی و لیکن تیرا
سوزِ دل کم نہین ہوتا کسی عنوان ہی شمع

سے ظفر اشکِ ندامت مین نہ ڈوبی کیونکر
کہ جلا کر دلِ پروانہ پشیمان ہے شمع

جو پائی بزم مین ساقی تری جگہ خالی
بھر آیا دیکھ کے دل ساغر و سبو کی طرف

ہی وہ دل ہی مین تمھارے تم اگر ڈھونڈھو اُسے
پھرتے ہو ناحق بھٹکتے ای ظفر چارون طرف

جنکے دلون مین فرق ہی اُنکی زبان مین فرق
مطلب مین اُنکے فرق ہی اُنکے بیان مین فرق

مین خاکسار اور فلک پر ترا دماغ
ہے مجھ مین تجھ مین جیسے زمین آسمان کا فرق

نہین ہی درد مجھے اور کچھ سوائے فراق
طبیب تجھ سے اگر ہو تو کر دوائے فراق

عرق مین ہی گلِ رخسار کے گلاب کا میل
شمیم زلف مین ہی بوئے مشکناب کا میل

ہمارا میل ہو کیا اُس سے جسکی باتون مین
کبھی ہو لطف کا میل اور کبھی عتاب کا میل

نہ کو کسی سے ملے دل مرا نہ مجنون سے
نہین کسی سے بھی اس خانہ خراب کا میل

کب تمھارا شکوہ جور و ستم کرتے ہین ہم
اور کرتے ہم تو کہدیتے کہ ہان کرتے ہین ہم

د دست اپنے کچھ نہ کچھ آکر خبر دیتے تو ہین
وان کی باتون سے ہمین آگاہ کر دیتے تو ہین

دیکھیے کیا پیش آتا ہی لکھا تقدیر کا
لکھ کے ہم نامہ تجھے ای نامہ بر دیتے تو ہین

یار کہتا ایک دن بوسہ بھی لے ہی لین گے ہم
آپ ہمکو گالیان ہر بات پر دیتے تو ہین

ای خدنگِ یار کیون سینے سے نکلا جائے ہی
ہم ترے رہنے کو اپنے دل مین گھر دیتے تو ہین

ہزار نخلِ خزان دیدہ پر بہار آئی
ملا اپنا شیب سے پھر عالمِ شباب آیا

بیان کیجے اگر احوال اپنی شامِ غربت کا
گریبان تا بداماں چاک ہو صبحِ قیامت کا

کام عاشق کا تو مر جانا ہے
آپ کچھ اسکا نہ غم کیجیے گا

سرنامہ میرے نام کا اور خط رقیب کا
ظالم ترے ستم کے ہین عنوان عجب عجب

بل بے تاثیر تری عشق کہ دیکھا ہم نے
شمع خاکسترِ پروانہ پہ گریان تھی رات

غافلو کرتے ہو تم فکر کی تدبیر عبث
فکر و تدبیر سے ہی چارۂ تقدیر عبث

فکرِ گردان کی ہمیشہ تجھے رہنا ہی جہان
یان مکان کرتا ہی کس واسطے تعمیر عبث

وہی پیش آئے گا لکھا جو ہے پیشانی مین
نامہ کرتے ہو ظفر تم اُسے تحریر عبث

نالون سے میرے آب ہوئے سنگ بارہا
اُس سنگدل کا دل نہ پسیجا کسی طرح

سمجھایا تو نے ہم کو تو سو طرح ناصحا
لیکن ہمارا دل نہین سمجھا کسی طرح

بے طرح دامِ زلفِ بتان مین ہی دل اسیر
چھوٹے یہ اس بلا سے خدایا کسی طرح

ٹوٹے ہزار خارِ غم و نشترِ الم
پھوٹا نہ میرے دل کا پھپھولا کسی طرح

قدر اے عشق رہے گی تری کیا میرے بعد
کہ تجھے کوئی نہین پوچھنے کا میرے بعد

خارِ صحرائے جنون یون ہی اگر تیز رہے
کوئی آئے گا نہین آبلہ پا میرے بعد

ہٹا کے غیر کو قائم نہ کر فساد کی جڑ
نکال اسکو کہ ہے یہ لشۂ فساد کی جڑ

جو خط کے لکھنے مین برپا ہون سو طرح کے فساد
تو ٹھہری شاخِ قلم سر بسر فساد کی جڑ

اُکھاڑ نخلِ طمع کو کہ باغِ عالم مین
رکھے ہی یہ شجرِ بے ثمر فساد کی جڑ

ظفر جہان مین نہ ہو کوئی مفسدہ پرداز
ہون زمین و زن و زر اگر فساد کی جڑ

خاطر سے ہون مین آپ کے سنتا کلام تیز
ورنہ زبان تو رکھتا ہی یہ بھی غلام تیز

تار بونے کا جو باندھا تو نہ توڑا ہم نے
ہم سے ہر چند وہ کہتے رہے ہنس ہنس اجی بس

اے ظفر صاحبِ غرض سے بھاگتے ہین لوگ دور ۸
اس زمانے مین کہین جاؤ تو جاؤ بے غرض

ٹھا ہی مہندی لگا کر اپنے دست و پا ؤن مین آج ہے اے شوخ تجھ سے ہاتھا پائی مین مزا

ل سودا زدہ کب ایک جگہ مین اُلجھا کبھی کاکل مین کبھی زلف سیہ مین اُلجھا
ے ظفر خوب کیا جس نے کیا ترک لباس نہ رہا جامہ و دستار و کلہ مین اُلجھا

ہ پوچھو پوچھنے والو بتون مین ہم نے کیا دیکھا خدا کا جلوہ دیکھا ہم نے اور ہر دم نیا دیکھا
ے عالم کو اے یکتاے عالم ہم نے کیا دیکھا یہی دیکھا کہ عالم مین نہ تجھ سا دوسرا دیکھا

بکو چھوٹے مرے واسطے لاکھون جا سہی مجھ سے پر کوچۂ جانان کا نہ جانا چھوٹا
ڑکے جا سکتا نہین تا سرِ دیوار چمن دام صیاد سے چھوٹا بھی تو مین کیا چھوٹا

زارِ محبت مین نہ دل بیچ تو اپنا بک جاتا ہی ساتھ اسکے ظفر بیچنے والا

ہزار طرح سے کھولا وہ دلربا نہ کھُلا ہمین نہ کھلنے کا کچھ اُسکے مدعا نہ کھُلا

دن کی ہے وہ آشنائی کا دھندا کہ ہے جسمین ساری خدائی کا دھندا

پہلے تو ہم کو تری عشوہ گری نے مارا اور اگر اُس سے بچے کم نظری نے مارا

ہم اپنے کنج غم مین نالہ و فریاد کرتے ہین ہمین کیا گر چمن مین چہچہا ہے عندلیبون کا

صور جبکہ اُسکی صورت مقبول کھینچے گا نہین کھنچنے کی زلف اور ایک قصہ طول کھینچے گا

رنہ شکوہ کہ مجھے یہ نہ دیا وہ نہ دیا شکر کر تو کہ دیا ہے تجھے انسان بنا

گر سمجھتا ہی بیہودہ گو ہمین ناصح تو ہمکلام وہ کیون بے شعور ہم سے ہوا

ری نگہ نے مرا راز کہدیا اُس سے بلا سے گر نہ کہا مین نے مدعا نہ کہا

دن آرام سے پھیلائے اُسی نے اپنے ہاتھ دنیا سے ظفر جس نے یہان کھینچ لیا

ہم صورت اُسکو اپنے جو آئے کہین نظر حیران ہو کے آئینہ خانے سے اُٹھ گیا

نیا مین بلا سے اگر آرام نہ پایا ہم نے یہی پایا کہ بُرا نام نہ پایا

ڑھا کر تیوری اُٹھے ظفر وہ میرے پہلو سے خدا جانے کہ اُٹھتے بیٹھتے اُنکے دل مین کیا آیا

ل کا کچھ کام نہ تجھ سے بجز شیون نکلا دوست جانا تھا تجھے جان کا دشمن نکلا

دیا اپنی خودی کو جو ہم نے اٹھا وہ جو پردہ سا بیچ میں تھا نہ رہا ۔ رہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نشین کوئی دوسرا اسکے سوا نہ رہا
ظفر آدمی اسکو نہ جانیے گا وہ ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا ۳ جسے عیش مین یادِ خدا نہ رہی جسے طیش مین خوفِ خدا نہ رہا

یا مجھے افسرِ شاہانہ بنایا ہوتا ۔ یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تونے ۔ کیون خردمند بنایا نہ بنایا ہوتا
خاکساری کے لیے گرچہ بنایا تھا مجھے ۔ کاش خاکِ درِ جانانہ بنایا ہوتا
نشۂ عشق کا گر ظرف دیا تھا مجکو ۔ عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا
دلِ صد چاک بنایا تو بلا سے لیکن ۔ زلفِ مشکین کا ترے شانہ بنایا ہوتا
صوفیون کے جو نہ تھا لایقِ صحبت تو مجھے ۔ قابلِ جلسۂ رندانہ بنایا ہوتا
روز معمورۂ دنیا مین خرابی ہے ظفر ۔ ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

ہم نے سبھی کو عشق مین بدظن بنا لیا ۔ تھا دل جو دوست اسکو بھی دشمن بنا لیا
قصرِ بہشت تجکو مبارک ہو زاہدا ۔ ہم نے تو کوے یار مین مسکن بنا لیا
بگڑا مزاج دیکھیے کیسے بنے ظفر ۔ منھ اُس نے یون جو پھیر کے چیون بنا لیا

بے ضبطِ فغان رازِ نہان ہو نہین سکتا ۔ اور تجھ سے دلا ضبطِ فغان ہو نہین سکتا
جب تک وہ خفا مجھ سے ہین سُن لو کہ طبیبو ۔ کچھ میرا علاجِ خفقان ہو نہین سکتا
کیا جانے بلا کیا ہے ترا غمزہ کہ جس سے ۔ جانبر کوئی اے آفتِ جان ہو نہین سکتا
سوداے محبت مین ظفر سود ہے لیکن ۔ جب تک نہ ہو رسواے جہان ہو نہین سکتا

کیا کہون دل مائلِ زلفِ دوتا کیونکر ہوا ۔ یہ بھلا چنگا گرفتارِ بلا کیونکر ہوا
خاکساری کیا عجب کھوئے اگر دل کا غبار ۔ خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا
جو نہ ہونا تھا ہوا ہم پر تمھارے عشق مین ۔ تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا
وہ تو ہے نا آشنا مشہور عالم مین ظفر ۔ پر خدا جانے وہ تجھ سے آشنا کیونکر ہوا

کیا کہون ہے کیا بتون کی آشنائی مین مزا ۴ وہ مزا سب اسمین ہے جو ہے خدائی مین مزا

غزلیات و ابیات

ظالم ترے چپ رہنے کا عقدہ نہین کھلتا — کیا جانے کہ ہے دل مین ترے کیا نہین کھلتا
جب تک ہو دمِ سرد و رخِ زرد نہ غماز — ہر ایک پہ رازِ دلِ شیدا نہین کھلتا
اُس مستِ مے ناز کی اللہ رے تمکین — وہ عالمِ مستی مین بھی اصلا نہین کھلتا
یان آئے کہان سے ہین کہان جائینگے یان سے ۱ — حیران ہین ظفر ہم یہ معما نہین کھلتا

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا — کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا
مزا رکھتا ہے زخمِ خنجرِ عشق ۲ — کبھی اے بوالہوس کھایا تو ہوتا
نہ بھیجا تو نے لکھ کر ایک پرچہ — ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا
جو کچھ ہوتا سو ہوتا تو نے تقدیر — دہان تک مجھکو پہنچایا تو ہوتا
دل اُسکی زلف مین اُلجھا ہے کب سے — ظفر اک روز سلجھایا تو ہوتا

رات بھر مجھکو غمِ یار نے سونے نہ دیا — صبح کو خوفِ شبِ تار نے سونے نہ دیا
مین وہ مجنون ہون کہ زندان مین نگہبانون کو — میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا
یاس و غم رنج و تعب میرے ہوئے سوتنِ جان — اے ظفر شب انھین دو چار نے سونے نہ دیا

غمزہ وہ بر سرِ بیداد آیا — مژدہ اے مرگ کہ جلاد آیا
بلبلو دیکھو چمن مین اتنا — نہ کرو شور کہ صیاد آیا
اُڑ گئے ہوش مرے ناصح کے — سامنے جب وہ پریزاد آیا
جو لکھا تھا مری پیشانی مین — سو وہ پیش اے دلِ ناشاد آیا
تو نہ آیا مری سنکر فریاد — دم لبون پر دمِ فریاد آیا
دیکھ کر اُس بتِ کافر کے ستم — اے ظفر مجھکو خدا یاد آیا

نہین عشق مین اسکا تو رنج ہمین کہ قرار و شکیب ذرا نہ رہا — غمِ عشق تو اپنا رفیق رہا کوئی اور بلا سے رہا نہ رہا

ظفر

ابو ظفر محمد بہادر شاہ ثانی متخلص بہ ظفر۔ ہندوستان کا آخری بادشاہ شاہ عالم کو سمجھنا چاہیے کہ اُسکی حیات ہی مین سلطنت ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضے مین جا چکی تھی اور وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا وظیفہ خوار رہگیا تھا۔ محض کمپنی کی رعایت تھی کہ قلعہ دہلی کی حکومت شاہ عالم کو حاصل تھی شاہ عالم کے بعد اُسکا بیٹا محمد اکبر ثانی لال قلعے کا بادشاہ اور وظیفہ خوار قرار پایا یہی حالت اُسکے مرنے پر اُسکے بیٹے بہادر شاہ ظفر کی ہوئی۔ شاعری شاہ عالم بادشاہ کے زمانے سے دربار شاہی کی ایک زینت تھی ظفر کے وقت مین اُسے اور بھی رونق ہوئی۔ ولیعہدی کے زمانہ ہی مین ظفر ذوق کا شاگرد ہوا اور تخت پر بیٹھنے کے بعد ذوق کو خاقانی ہند ملک الشعرا کا خطاب دیا اور مرتے دم تک صرف شاعری مشغلہ رکھا۔ یہ بادشاہ باتین ضرور پیدا کرتا تھا اور شعر بہت کہتا تھا طبیعت بھی مضمون آفرین تھی مگر نشست الفاظ کا کام جو شاعری مین بڑی ضروری چیز اور مشکل امر ہے اُستاد کے تعلق تھا۔ ذوق کے پیچھے بادشاہ کے کلام درست کرنے کا جھگڑا نہ ہوتا تو غالباً ذوق کے اشعار اور بھی پُر لطف ہوتے ذوق کو ہمیشہ اسکا افسوس رہا کہ بادشاہ کی بیگار سے اپنے کلام درست کرنے کا موقع نہین ملتا۔ بہرحال ظفر کا کلام ذوق کی اصلاح کی بدولت یا خود اُسکی آفرینی مضمون کے باعث ضرور اس قابل ہے کہ ہندوستان کے اساتذہ کے کلام کے ساتھ جگہ پائے۔

یہ شاعر صوفی مشرب اور نیک نیت تھا اور اُسمین مروت بھی تھی بلکہ اس مروت کی بدولت وہ ہمیشہ نقصان مین رہا۔ اخیر اخیر غدر ۱۸۵۷ء مین جب سپاہی سب کمپنی کی فوج سے باغی ہوکر دلی پہنچے تو ظفر کو شاہ شطرنج کی طرح تخت پر بٹھلایا۔ ظفر نے بمروت بادشاہ بننا قبول کیا یا مجبوری ایسا کیا یہ صاف ظاہر نہین ہے یہ بھی ممکن ہے کہ شوق سلطنت نے اُسکی عقل پر پردہ ڈالدیا ہو بہرحال نتیجہ اسکا وہ لوہی کا یہ ہوا کہ وہ گرفتار کرکے رنگون بھیجا گیا ۱۸۵۷ء کے بعد کا مشغلہ شاعری جاتا رہا اسلیے اس کتاب کے اغراض کے لیے بیان حالات وطنی ہی سنہ وفات ہے

انتخاب

از

کلامِ ظفر

ہر چہار دیوان

و انشتر

اگر نهفته بود کار فرمائی　　جهان چنانکه تو میخواستی چنان بود

قدم برون مگذار از سرای درویشی　　که مار گنج بود بوریای درویشی

البته مهر بود اعتبار محضر را　　زمینه عار ندارد قبای درویشی

می شود هر کس بمقدار تواضع سربلند　　قطره تا ناچیز گردد گوهر از افتادگی

نیست جز داغ عزیزان حاصل پایندگی　　خضر حیرانم چه لذت میبرد از زندگی

تا تو چون شانه دل چاک مهیا نه کنی ۴۶ پنجه با پنجهٔ آن زلف چلیپا نه کنی

ترا بروز حساب این سخن شود معلوم　　که بود سلطنت بی حساب درویشی

ز برگ ریز خزان ایمن اند بی برگان ۴۸ بیک هواست بهار و خزان درویشی

چه حاجت است بغمخواری کسان صائب　　که هست رحمت حق غمگسار درویشی

ز خامشی دهن غنچه مشکبو گردید　　خوشا لبی که بود مهردار خاموشی

کشتی حزم تو آن روز شود طوفانی ۴۹ که نهان کرده خود را بتر از دهنی

جرم تو از حساب برون هست و از شمار　　اندیشه از حساب برای چه میکنی

آستانت بوسه گاه راستکیشان میشود　　از عبادت چون کمان گر قامت خود خم کنی

عنان بدست هوا داده چو برگ خزان　　خدای داند تا عاقبت کجا افتی

می توانی صد دل ویرانه را آباد کرد　　از همان نقدی که صرف خانهٔ گل میکنی

روزیش هر چند بی اندیشه می آید ز غیب　　غیر ازین اندیشهٔ دیگر ندارد عاملی

گوشه گیری که بود شاد به صیادی خلق ۵۰ عنکبوتیست که نازد بشکار مگسی

هر موی بر تن تو شود آه حسرتی　　آگاه گر شوی که چه مقدار غافلی

ن به که بگرد دل درویش کند طوف — آنرا که میسر نشود حج پیاده

قیامت سیر آتش دوزخ گردد — از درم مهرے اگر بر لب سائل زده

خن چو تازه برآید ز کلک بقدر رسست — چو یوسفی که فروشند بر کنارهٔ چاه

اگر دل از علایق کنده باشی — بمنزل بار خود افگنده باشی

مرنجان هیچگه از خود دلے را — که در روز جزا شرمنده باشی

مکن هرگز قبول کدخدائی ۶ہ — گذر تا زنده باشی بنده باشی

سواد الوجه فی الدارین فقرا — حدیث مصطفے را خوانده باشی

توانی کوس شاهی زد در آفاق — اگر صائب خدا را بنده باشی

وش تا دل بتماشاے جهان نگذاری — داغ افسوس بر آئینهٔ جان نگذاری

جادهٔ این بادیه از نقش قدم بیشتر ست — پاے مستانه بصحراے جهان نگذاری

عمر چون قافلهٔ ریگ روان درگذر ست — تا بنا بر سر این ریگ روان نگذاری

نرم کن نرم رگ گردن خود را زنهار — تا سر خویش به بالین سنان نگذاری

ما بامید عطاے تو چنین نگذاریم — کار ما را بامید دگران نگذاری

زبان شکوه اگر همچو خار داشتمے — همیشه خرمن گل در کنار داشتمے

هزار خانهٔ زنبور کردمے پر شهد — اگر گزیدن مردم شعار داشتمے

ز آه کشتی دل بادبان اگر میداشت — ازین محیط امید کنار داشتمے

بعیب خویش اگر راه بردمے صائب — بعیب جوئی مردم چه کار داشتمے

یک نفس فارغ ز وسواس تمنا نیستی — از پریشان خاطری یک لحظه یکجا نیستی

گرچه شد محتاج عینک دیدهٔ بے شرم تو — همچنان چون کودکان سیر از تماشا نیستی

خامشی را از خدا خواهند دانایان و تو — خون خود را میخوری یکدم چو گویا نیستی

اگر نسیم سحرگاه مهربان بودے — ز بوے گل قفسم رشک گلستان بودے

رزق اگر بر آدمی عاشق نمیباشد چرا؟ — از زمین گندم گریبان چاک برآید برون

اوجِ دولت نه مقامیست که غافل باشند ۴۴ بر لبِ بامِ خطر جهل بود خواب ...

حرفِ حق با باطلان گفتن ندارد حاصلے — در زمینِ شور صائب دانه افشانی مکن

نیست مفلس را ز قربِ اغنیا بجز پیچ و تاب ۴۴ رشته از گوهر ندارد بهره جز لاغر شدن

دائم از روے نسب بر هم تفاخر میکنند — نیستند از یک پدر پنداری ابنائے جهان

گر نمیخواهی شود روشن بمردم حالِ تو — رازِ خود را اخگرِ پیراهن محرم مکن

از پرِ کاهِ جهان همتِ من مستغنی ست — التجا پیشِ خسیسان نبرد دیدهٔ من

ز صد هزار پسر همچو ماهِ مصر یکے — چنان شود که چراغِ پدر کند روشن

هر سیه روے که کوشش میکند بر جمع دل — جمع چون شد میکند هیزم برائے سوختن

در کهن سالی ز مرگِ ناگهان غافل مشو — برگ چون شد زرد از بادِ خزان غافل مشو

از چراغ میتوان افروخت چندین شمع را — دوستے چون رو دهد از دوستان غافل مشو

ترکِ افیون را علاجے بهتر از تقلیل نیست ۴۵ اندک اندک ز آشنایانِ جهان بیگانه

آلِ خواجهٔ ممسک بزنبورِ عسل ماند — که نیشے ماند از صد خانهٔ پر انگبین

راستی پیشهٔ خود کن که بود سبز مدام — محفل افروزیِ شمع و چمن آرائیِ سرو

طعمهٔ مور شوی گرچه سلیمان شدهٔ — زال میگردی اگر رستمِ دستان شدهٔ

آسیاے فلک از بهرِ تو سرگردان نیست — تو ز اندیشهٔ روزی چه پریشان شدهٔ

پیشِ عفو و کرم و رحمتِ یزدان صائب — کم گناهیست که از کرده پشیمان شد

در مجمعِ ما نیست کسے را غمِ خانه — چون ریگ روان قافلهٔ ماست روا

دل زود توان کند ز یارانِ مخالف — خوش باش بناسازیِ اوضاعِ زما

صائب نکشی تا بگریبان سرِ خود را — هرگز نبری گوے سعادت ز میا

از توبه شود سرکشیِ نفس زیاده — گیرندگیِ سگ شود افزون ز قلاده

ز گرفتاران این گلشن چه می پرسی که من   همچو سرو آزاد گاه پاسے در گل یافتم
به سر کلاه بنده را چگونه بردارم   که زیر تیغ حوادث همین سپر دارم
ز دان ز دشمن دانا کناره کرد بعقل   زتیر کج حذر از راست بیشتر دارم
به گرانباری من رحم کن اے سیل فنا   که من این بار به امید تو برداشته ام
همان بیگانه ام هر چند با خلق آشنا باشم   چو نور دیده در یک خانه از مردم جدا باشم
رزق می آید بپاے خویش تا دندان بجاست   آسیا تا هست در اندیشهٔ نان نیستیم
پیوسته ما نه فکر دو عالم بشوستیم   ما از دو خانه همچو کمان در کشاکشیم
گر چه خویش را گم کردم از نسیان پیری ۱۴۰ باین شادم که ایام جوانی رفت از یادم
خطر در آب زیر کاه بیش از بحر بیباک باشد ۱۴۱ من از همواری این خلق ناهموار می ترسم
با هر که شکوه از دل افکار می بریم ۱۴۲ مجروح را به پیر نمکزار می بریم
هر که اینجا با سرافرازی نهد سر بر زمین   خط از خجلت کم کشد در روز محشر بر زمین
ما نه کافر نعمتی از شکر منعم غافلیم   می گذارد مرغ در هر دانه سر بر زمین
نیست ممکن بفسون بدگهران نیک شوند   که گره از دم عقرب نتوان وا کردن
زن چه باشد که از دم دلبر باد آید   ست هر عجز بود شکوهٔ دنیا کردن
جدا شو از دو عالم تا توانی با خدا بودن   که دارد درد سر بسیار با خلق آشنا بودن
نکبتش در زندگی مردانه جام نیستی بر سر   که باشد در بلا بودن به از بیم بلا بودن
از عزیزان رفته شد تهی این خاکدان   یک تن از آیندگان نگرفت جاے رفتگان
بیش ازین بر رفتگان افسوس میخورند خلق   میخورند افسوس در ایام ما بر ماندگان
نظر بسبزهٔ مردم سیه مکن صائب   بگریه تا بتوان دیده را جلا کردن
کسیکه می نهد از حد خود قدم بیرون   کبوتریست که می آید از حرم بیرون
بے ابر مشکل ست تماشاے آفتاب   صائب نظارهٔ رخ او در نقاب کن

دل در جهان مبند که این نونهال را　　　از بهر سر زمین دگر سبز کرده اند

دلِ آگاه در پیری ز غفلت بیش می لرزد　　　که وقتِ صبح اکثر رهروان را خواب می آید

فقیر را ز غنی کاهش ست قسمت و بس ۳۵ ز آشنائی گوهر بریسمان چه رسد؟

بخیهٔ منّت جراحت را کند ناسورتر　　　رشته از مریم مخواه و سوزن از عیسیٰ مگیر

از زمین برخاستن چشم از زمینداران مدار ۳۶ راست گردیدن توقع زین گران باران مدار

چون علم شد سرنگون لشکر پریشان می شود　　　پاسے چون لغزید امید از هواداران مدار

از سعی کارِ عشق شود خام بیشتر ۳۷ هر چند مرغ بال فشان دام بیشتر

خانهاے کهنه صائب سکن مار ست و مور ۳۸ در کهن سالان بود حرص و تمنا بیشتر

جز گوشهٔ قناعت ازین خاکدان مگیر ۳۹ غیر از کناره هیچ ز اهلِ جهان مگیر

تلخکام ایمن ز چشمِ شور ماند بیشتر　　　بادهٔ انگور از انگور ماند بیشتر

بمیداند اهلِ غفلت انجامِ شراب آخر　　　بآتش میروند این غافلان از راه آبِ آخر

ز می زهاب مبر که چو دندانِ مار ریخت　　　هر طفل نے سوار کند تازیانه اش

شود عیارِ بد و نیک در سفر ظاهر　　　یکے ست تیرِ کج و راست تا بود در کیش

لبِ سوال سزاوار بخیه بیشتر است　　　عبث بخرقهٔ خود بخیه میزند درویش

چون سرو در مقامِ رضا پایدار باش　　　آزاده ز انقلابِ خزان و بهار باش

قدِ نهال خم از بارِ منتِ ثمر ست　　　ثمر قبول مکن سروِ این گلستان باش

صحبتِ ناجنس آتش را بفریاد آورد　　　آب در روغن چو باشد میکند شیون چراغ

از طلوع و از غروبِ مهر روشن شد که چرخ　　　هر کرا بر داشت صبح از خاک شام افکند بخاک

قدِ خم گشته رسولِ سفرِ عاقبت است　　　مشو اے گوے سبک مغز ز چوگان غافل

شمع بر گشته محال ست کند قامت راست　　　مشو اے دیده دراز پاسِ ضعیفان غافل

کعبهٔ مقصود را در نقطهٔ دل یافتم　　　چون روم بیرون ز خود اکنون که منزل یافتم

عارفانیکه بتسلیم و رضا ساخته اند ۲۵ مردمک را سپر تیر قضا ساخته اند

نیست ممکن هیچکس ز افتادگی نقصان کند قطره چون از چشم ابر افتاد گوهر می شود

دیدهٔ حرص محالست شود سیر بخاک دام در زیر زمین هم نگران می باشد

محتاج بزیور نبود حسن خداداد دندان گهر حاجت مسواک ندارد

صاف دل محرم و بیگانه نمی داند چیست ۲۶ که بروی همه کس آئینه در باز کند

ازان از گوشهٔ عزلت نمی آیم برون صائب که ترسم سایه بر فرقم همای دولت اندازد

دهن خویش بدشنام میالا زنهار ۲۷ کین زر قلب بهر کس که دهی باز دهد

درین زمانه باطل کسیکه حق گوید برای خویش چو منصور ریسمان تابد

ثنای خود بخود گفتن نمی زیبد ترا صائب ۲۸ چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کی یابد

بردار کلاه مندی از سر بی هنر کین خوان تهی حاجت سرپوش ندارد

رسد بظالم دیگر ذخیرهٔ ظالم نصیب تیر شود پر چو از عقاب آید

پاک کن از غیبت مردم دهان خویش را ۲۹ ای که از مسواک هر دم میکنی دندان سفید

بغیر شهد خموشی کدام شیرینیست؟ ۳۰ که از حلاوت آن لب بیکدگر چسپید

بکام هر که چشید از شهد خاموشی ۳۱ لب از حلاوت آن وا نمیتواند کرد

همه کس از دل و جان امت خاموشانند ۳۲ خامشی مرتبهٔ مهر نبوت دارد

ز رفتن دگران خوشدلی ازین غافل ۳۳ که موجها همه با یکدگر هم آغوش اند

شکر قدح تلخ مکافات چه گویم کز خاطر من دغدغهٔ روز جزا برد

رزق ما تنگ ز اندیشهٔ بیجا صلهاست ۳۴ نان کسی بخورد اینجا که غم نان نخورد

کار با عمامه و دستار بشکم افتاده است خم درین محفل بزرگیها با فلاطون کند

گنبد مسجد شهر از همه فاضل تر بود گر بعمامه کسی کوس فضیلت میزد

میشود روشن ز آتش بوی هر عنبر که هست نیست ممکن عیب خود کس در سفر پنهان کند

حضورِ خاطر اگر در نماز شرط شده است   عبادتِ همه روی زمین قضا دارد
زبس ز نقشِ تعلق رمیده ام صائب   بمسجدی ننهم پا که بوریا دارد

میانِ خوف و رجا حالتیست عاشق را   که خنده در دهن و گریه در گلو دارد
بآبرو ز حیاتِ ابد قناعت کن   که خضرِ وقت بود هر که آبرو دارد

خانهٔ هر که باندازه بود چون زنبور   همه ایامِ حیاتش بحلاوت گذرد
چون زمین پاک بود تخم مدار یدریغ   صبح حیفست که بی اشکِ ندامت گذرد

مبین بچشمِ حقارت بهیچ خصمِ ضعیف   که پشه گرد برآورد از سرِ نمرود
چو پشه زود سرِ خویش مینهد برباد   کسیکه رخنهٔ لب را نمیکند مسدود

تیغ بر مرده کشیدن ز جوانمردی نیست   غیبتِ مردمِ پیشینه نمی باید کرد
تا به اکسیرِ ریاضت نه کنی خون را مشک   خرقه چون نافه ز پشمینه نمی باید کرد
از درِ حق بدرِ خلق مبر حاجتِ خود   شکوه از یار به اغیار نمی باید کرد

بنوبهارِ جوانی اطاعتِ حق کن ۱۸ که چوب خشک چو گردید خم نمیگردد

عنانِ نفس ز کف دادن از بصیرت نیست   سگِ درنده اسیرِ قلاده میباید

چاره دل عقل بر تدبیر نتوانست کرد   قصرِ این ویرانه را تعمیر نتوانست کرد

کاسیکه برآید ز خسیسانِ نظر تنگ ۱۹ آبیست که از چاه بغربال برآید

هر که زشتست همان زشت بعقبی خیزد ۲۰ کور از خواب محالست که بینا خیزد

در خشک سال آبِ گهر کم نمی شود ۲۱ بخلِ فلک باهلِ قناعت چه میکند

بارانِ بی محل ندهد نفع کشت را ۲۲ در وقتِ پیری اشکِ ندامت چه میکند

پر از گوهر کند نیسان دهانِ تشنهٔ خالی   که مانندِ صدف سالی دهن یکبار بگشاید

نماند از سردمهریهای دوران در جگر آهم ۲۳ درختی را که سرما سوخت دودش بر نمی آید

مکن اعانتِ ظالم تو ساده لوحی ها ۲۴ که تیغ سنگِ فسان را سیاه رو سازد

درد و زخم بغلین و نام گنہ مبر | آتش بگرمی عرق انفعال نیست
11 صدای طبل رحیل ست شادیانہ او | کسیکہ توشہ باندازۂ سفر بستہ است
چرا غم دگران میکند پریشانم | اگر نہ رشتۂ جانہا بیکار گربستہ است
بسجدۂ رخ سیرو د آخر درین جہان صائب | چو سکہ ہر کہ دل خویش را بزر بستہ است
برمگس ہرگز نرفت از دامگاہ عنکبوت | بر دل من این ستم کز رشتۂ آمال رفت
ہر گندم کرد آدم ترک نعماے بہشت | چارہ از الوان نعمت ہست و از نان چارہ نیست
برون ز کیسۂ ممسک درم نمی آید | ز دست بستہ سخاو کرم نمی آید
12 دہان ہر کہ بد آموز شد بحرف سوال | چرا حتیست کہ ہرگز بہم نمی آید
چسان دوانده کجی ریشہ درجہان صائب | کہ حرف راست برون از قلم نمی آید
13 زنان رزق حریصان بود غبار ملال | کہ غیر گرد ز گندم باسیا نرسد
جگر گداز بود زرد روئی منت | خدا کند کہ مس ما بہ کیمیا نرسد
نی زر و سیم نہ لعل و نہ گہر خواہد ماند | در بساط تو ہمین گرد سفر خواہد ماند
خشت بالین تو سازند پرستارانت | از تو ہر چند دو صد بالش پر خواہد ماند
14 کسے کہ عیب ترا پیش چشم بنگارد | بوس دیدہ اور اکہ بر تو حق دارد
15 بزرگ اوست کہ بر خاک ہمچو سایۂ ابر | چنان رود کہ دل مور را نیازارد
مرگ را آمادہ شو ہرگاہ گرد د مو سفید | زندگی بر طاق نسیان نہ چو شد ابرو سفید
پردہ پوشی چون شب تاریک کار صبح نیست | دست بردار از سیہ کاری چو گردد مو سفید
جامۂ فتحست آگاہی درین وحشت سرا | غوطہ در خون میزند صیدے کہ غافل میشود
16 دوستی با ناتوانان مایۂ ردشد لیست | موم چون بار شتہ سازد شمع محفل میشود
17 ہمیشہ خازن شہدست از حلاوت خویش | کسے کہ خانہ چو زنبور مختصر دارد
امید مہر ز نوخیزگان مجو صائب | کہ نونہال کجا طاقت ثمر دارد

نیست در دیدهٔ ما منزلتے دنیا را — ما نه بینیم کسے را که نه بیند ما را

هر قدر صائب شود بنیادِ نخلِ عمر سست — ریشهٔ طولِ امل در دل شود محکم مرا

رزقِ ما آید بپاے میهمان از خوانِ غیب — میزبانِ ماست هر کس میشود مهمانِ ما

مگس را بے تردد عنکبوت آرد بدامِ خود ۴ ید طولی است در تحصیلِ روزی گوشه‌گیران را

هر که با خود دو گواه از رگِ گردن دارد ۵ می برد پیش دو صد دعویِ بےمعنی را

چون شود همواره دشمن احتیاط از کف مده ۶ مکرها در پرده باشد آبِ زیرِ کاه را

دل مبر بر عمرِ مستعجل که اسپِ تند را — نیست مانع از دویدن پا فشردن در رکاب

درونِ گنبدِ گردونِ فتنه بار مخسپ — بزیرِ سایهٔ پل موسمِ بهار مخسپ

فتاده است زمین پیشِ پاے مرمرِ مرگ — چه گرد بر سرِ این فرشِ مستعار مخسپ

جوابِ آن غزلِ مولویست این صائب — ز عمرِ یک شبه کم گیر و زینهار مخسپ

خشمِ عالم سوز را کوته زبان کردن بحلم — آتشِ سوزنده را بر خود گلستان کردنست

دلبستگی ست مادرِ هر ماتمے که هست ۷ سیر آید از تعلقِ ما هر غمے که هست

خوردنِ گندم برون انداخت آدم را ز خلد — تا بدانی پیشِ حق یک جو اطاعت سهل نیست

بهر که هر چه دهی نامِ آن مبر صائب ۸ که حقِ خود طلبیدن کم از گدائی نیست

نیست ناقص را کمالے بهتر از اظهارِ عجز ۹ دستگیرِ ناشناور دست بالا کردن است

با کمالِ احتیاج از خلق استغنا خوش است — با دهانِ خشک مردن بر لبِ دریا خوش است

فکرِ شنبه تلخ دارد جمعهٔ اطفال را — عشرتِ امروز بے اندیشهٔ فردا خوش است

مردمِ همواره را از خاک بر باید گرفت — رشته‌هاے بے گره را در گهر باید گرفت

طفل داند دایه را حورِ بهشت و جوے شیر ۱۰ زشتیِ زالِ جهان بر ناقصان معلوم نیست

روزگارِ زندگی نقشے بر آبے بیش نیست — موج را قسمت ز دریا پیچ و تابے بیش نیست

از خس و خارِ غرض گر پاک باشد سینه‌ها — هیچ باغِ دلکشا چون دیدنِ احباب نیست

غزلیات وابیات

فقر مقید رکند سلطنتِ عالم را — هوسِ ملک نباشد پسر ادهم را

میکند کارِ خرد نفس چو گردید مطیع ۱ — دزد چون شحنه شود امن کند عالم را

خرد شمار گنه را که گناهیست بزرگ — گندمے کرد ز فردوس برون آدم را

نیست ممکن نه کند صحبتِ نیکان تاثیر — گل بخورشید رسانید سحر شبنم را

کارِ اکسیر کند همتِ ذاتی صائب — خاک در دست زر و سیم شود خاتم را

غیرِ حق را میدهی ره در حریمِ دل چرا؟ — میکشی بر صفحهٔ هستی خطِ باطل چرا؟

ترا در بوتهٔ گل بهر آن دادند این مهلت — که سیم ناقصِ خود را کنی کامل عیار اینجا

ریخت چون دندان شود افزون غمِ نان قلندر را — سدِ راهِ شکوهٔ روزیست دندان خلق را

عجب که یک دلِ خوش در جهان شود پیدا — ز شوره زار کجا زعفران شود پیدا؟

ریشهٔ نخلِ کهن سال از جوان افزون تر است ۲ — بیشتر دلبستگی باشد بدنیا پیر را

جهان استخوانے است همعنِ صائب — به پیشِ سگ انداز این استخوان را

از کدو بوئے شراب آمد بدشواری برون — از سرِ همعنِ نتوان برد حبِ جاه را

حسد باهلِ حسد کار می کند صائب — چنانکه آتشِ سوزنده می خورد خود را

اگر خدائے جهان را سمیع میدانی — مکن بلند برائے خدا تلاوت را

آسخنبان گذر رفتنِ گل خار میماند عجب — از جوانی حسرتِ بسیار میماند عجب

ندارد با تعلق سود دست افشاندن از دنیا — که آزادی گرفتاریست مرغِ رشته برپا را

بعصیان مگذران زنهار ایامِ جوانی را — مکن صرفِ زمینِ شور آبِ زندگانی را

بمهرِ خاموشی تیغِ زبان را کن سپر داری — اگر در بسته میخواهی بهشتِ جاودانی را

ز بیدردان علاجِ دردِ خود جستن بآن ماند ۳ — که خار از پا برون آرد کسے با نیشِ عقرب ها

صائب

میرزا محمد علی نام - تبریز در نواحی اصفہان مولد - نامی شاعرون مین انکا شمار ہوتا ہی - خزانۂ عامرہ مین انکی بابت لکھا ہی "اگر ادوار رائج رسل ثلاثہ شعرا گویند بجاست" سرو آزاد اسکی نسبت یہ راے رکھتا ہی کہ ایسا معنی آفرین شاعر کوئی دوسرا پیدا نہین ہوا - خود صائب اپنی نسبت فرماتے ہین ع ز صد ہزار سخنور کہ در جہان آید + یکے چو صائب شوریدہ حال برخیزد - حافظ و سعدی کے برابر تو مین انکو نہین سمجھتا لیکن اُن دونون کے بعد انکا درجہ ضرور ہی - مضمون آفرینی مین انکا درجہ دونون سے بڑھا ہوا ہی - مثلاً شیخ سعدی فرماتے ہین ع اگر عدوی تو مرد جاے شادمانی نیست + کہ زندگانی تو نیز جاودانی نیست اسی مضمون کو صائب نے یون ادا کیا ہی ع چنان بمرگ عدو خوش دلی وزین غافل کہ شیشہا ہمہ بایک دیگر ہم آغوشند + دونون مین جو فرق ہی ظاہر ہی - لیکن باوجود اسکے وہ کوئی اور ہی شے ہی جو حافظ و سعدی کو صائب پر بالا رکھتی ہی -

صائب نے اصفہان مین نشو و نما پائی پھر سفر کیا وہان سے واپس آکر شاہ خراسان کے دربار مین حاضر ہوئے - پھر دربار جہانگیری کا شوق انھین ہندوستان لایا یہان سے براہ کشمیر ایران واپس گئے - آخر عمر تک شاہان صفویہ کی حضوری مین رہے اور وہین ۱۰۸۰ھ مین انتقال کیا -

تذکرون سے معلوم ہوتا ہی کہ انکا کلام بہت بڑی جلد مین ہونا چاہیے لیکن جو نسخہ "دیوان صائب" نام یہان دستیاب ہوسکتا ہی اس سے جو کچھ قابل انتخاب تھا وہ ہدیہ ناظرین ہی -

انتخاب

از

دیوانِ صائب

۵۰ نشتر

مانندِ اسپ خانۂ شطرنج اپنے پاؤں — جز دستِ غیر کے نہیں چلتا ہے زینہار
سودا نے تب قصیدہ کہا سن کے ماجرا — ہے نام اس قصیدے کا تضحیک روزگار

مثنوی

مرا دل نام پر اُسکے ہے شیدا — کیا ہے جس نے حسن و عشق پیدا
وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا — وہی معنی ہے طوطی کے سخن کا
چمن میں ذکر سے اُسکے ہے تفریح — گلوں کو دانۂ شبنم ہے تسبیح
یہ جلوہ حسن کا ہے گل میں اُس سے — اثر ہے نالۂ بلبل میں اُس سے
دلوں کا عاشقوں کے محرمِ راز — ادائے ناز کا خوبان کے دمساز
کہیں نورِ چراغ خانہ ہے وہ — کہیں سوزِ دلِ پروانہ ہے وہ
کسی کے دل میں پاتا ہوں اُسے درد — کسی سینے میں تاثیرِ دمِ سرد
اُسی کا جلوہ حسنِ زلف مہ رُو — اُسی کی نافۂ آہو میں ہے بو
چراغِ دیر و کعبہ سے نہیں دور — یہ دونوں روشن از یک عالمِ نور
ہر اک جادہ باندازِ دگر ہے ۲۹ — گھر میں آب پتھر میں شرر ہے
خدایا دے تو اپنے عشق کا درد — عنایت کر دلِ گرم و دمِ سرد
تعشق میں کر اپنے اسقدر غرق — نہ مجھ سے کفر و دیں میں ہو سکے فرق

قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کروگے یاد
امیدوار ہم بھی ہیں کہتے ہیں یوں چمار

جس دن سے اس قصائی کے کھونٹے بندھا ہے وہ
گزرے ہے اس نمط اسے ہر لیل و ہر نہار

ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھ کر
دیکھے ہے آسمان کی طرف ہو کے بیقرار

تنکا اگر پڑا کہیں دیکھے ہے گھانس کا
چوکی کو آنکھ موند کے دیتا ہے وہ پسار

خطِ شعاع کو وہ سمجھ دستۂ گیاہ
ہر دم زمین پہ آپ کو ٹپکے ہے بار بار

ہے اسقدر ضعیف کہ اُڑ جائے باد سے
میخیں گر اُسکے تھان کی ہوویں نہ استوار

سمجھا نہ جاوے یہ کہ وہ ابلق ہے یا سرنگ
خارشت سے زبسکہ ہے مجروح بیشمار

۲۸ ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہیں مکھیاں
کہتے ہیں اسکے رنگ کو مگسی اس اعتبار

تنہا نہ اُسکے غم سے ہے دل تنگ زین کا
خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار

القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور
آیا یہ دل میں جائیے گھوڑے پہ ہو سوار

رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا
مشہور جنکے پاس تھا وہ اسپ نابکار

خدمت میں اُنکی میں نے کیا جا یہ التماس
گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار

فرمایا جب اُنھوں نے کہ اے مہربان من
ایسے ہزار گھوڑے کروں تم پہ میں نثار

صورت کا جسکا دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ
سیرت سے نت ہے جنکے سگِ خشمگین کو عار

مانند میخ چوب کی لگدزن ہے تھان پر
لاجنب وہ زمین سے ہے جوں میخ استوار

حشری ہے اسقدر کہ بہ حشر اُسکی پشت پر
دجال اپنے منہ کو سیہ کرکے ہو سوار

اتنا وہ سرنگوں ہے کہ سب اُڑ گئی ہیں دانت
جبڑے پہ بسکہ ٹھوکروں کی نت پڑے ہے مار

ہے پیر اسقدر کہ جو بتلاوے اُسکے سن
پہلے وہ لے کے ریگِ بیابان کرے شمار

لیکن مجھے زروئے تواریخ یاد ہے
شیطان اسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار

کم رو ہے اسقدر کہ اگر اُسکے نعل کا
لوہا منگا کے تیغ بناوے کبھی لوہار

ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روزِ جنگ
رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقتِ کارزار

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں روزِ ہجر کو — پر جو خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا

کہا کلام یہ سودا سے ایک عاقل نے — کسی سے ربط کوئی زیرِ آسمان نکرے
کیا جو تجربہ اُن دوستون کو بد پایا — بدی کا جن پہ کسی طرح دل گمان نکرے
یہ سُن کے اُس سے کہا شکر اکے سودا نے — شکایت اتنی کسی کی کوئی بیان نکرے
بھلے بُرے کے تجھے امتحان سے ہی کیا کام ۲۶ — یہ شکر کر کہ تجھے کوئی امتحان نکرے

قصائد

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہی — دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منہ مین زبان ہی
مین حضرتِ سودا کو سنا بولتے یارو — اللہ رے اللہ کہ کیا نظم بیان ہی؟
اتنا مین کیا عرض کہ فرمائیے حضرت — آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یہان ہی؟
سُنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا — اس امر مین قاصر تو فرشتے کی زبان ہی
یہان فکرِ معیشت ہی تو وہان دغدغہ حشر ۲۷ — آسودگی حرفیست نہ یہان ہی نہ وہان ہی

ہے چرخ جب سے ابلقِ ایام پر سوار — رکھتا نہین ہی دستِ عنان کا بیک قرار
جنکے طویلے بیچ کئی دن کی بات ہی — ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار
اب دیکھتا ہون مین کہ زمانے کے ہاتھ سے — موچی سے کفش پا کو گٹھاتے ہین وہ اُدھار
تنہا دہی نہ دہر سے عالم خراب ہے — خست سے اکثرون نے اُٹھایا ہی ننگ و عار
نوکر ہین سو روپے کے دیانت کی راہ سے — گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا خراب و خوار
نہ دانہ و نہ کاہ و نہ تیمار نہ سئیس ۱۰ — رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفلِ شیرخوار
ناطاقتی کا اُسکے کہان تک کرون بیان — فاقون کا اُسکے اب مین کہانتک کرون شمار؟
مانندِ نقشِ نعل زمین سے بجز فنا — ہرگز نہ اُٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایک بار
اس مرتبہ کو بھوک سے پہنچا ہی اُسکا حال — کرتا ہی راکب اُسکا جو بازار مین گزار

پروانہ رات شمع سے اتنی جلے کہ صبح — خاکستر اُنکی لے کے صبا دوش پر گئی
پروانہ کونسا نہ جلا شام کو کہ شمع ؟ — روتی ہوئی نہ بزم سے وقتِ سحر گئی

لاکھ طوفان بجہان ہمکو فلک دکھلاوے ۲۲ — کسی عاشق کے نہ آنسو کی ڈھلک دکھلاوے
تیرے شوریدہ کو جسدن کہ زمین کو سونپا — زلزلہ کو بھی خدا وہ نہ فلک نہ دکھلاوے

ہر ایک شی میں سمجھ تو ظہور کس کا ہے؟ — شرر میں روشنی شعلہ میں نور کسکا ہے؟
دماغِ خلق پُر از کبر ہے میں حیران ہون — یہ مشتِ خاک میں اتنا غرور کسکا ہے؟

جینا یہ ترا وہم کا اک ریشہ ہے — اور فکر معیشت کی ترا پیشہ ہے
مرتا نہ تو کیا جانیے تو کیا کرتا! — اے خانہ خراب اسیہ یہ اندیشہ ہے

جب اس چمن میں چھوڑ کے ہم آشیان چلے ۲۳ — ایک ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہان چلے؟
غنچہ سے مُسکرا کے اُسے زار کر چلے — نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے

کیا جانیے کس کس سے نگہ اسکی لڑی ہے — جس کوچے میں جا دیکھو تو اک لوتھ پڑی ہے
دل اس سینہ میں ہے یا قطرہ سیماب ہے کیا ہے؟ — قفس میں مرغ ہے یا ماہیِ بے آب ہے کیا ہے؟

عبث نالان ہے اس گلشن میں تو اے بلبل ناداں ۲۴ — نہیں ہے رسم یہان کوئی کسی کی داد کو پہنچے
پہنچا کے ہمیں دیکھ تو کیا کیا نعمت — کھاوے نہ اُسے آپ وہ اور ہمکو دے

جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے ۲۵ — یہ یاد رہے ہمکو بہت یاد کروگے

قطعات

تجھ بن عجب معاش ہے سودا کا ان دنون — تو بھی ٹک اُسکو جا کے ستمگار دیکھنا
نہ حرف نہ حکایت نے شعر نے سخن — نے سیر باغ نے گل و گلزار دیکھنا
یا جا کے اُس گلی کو جہان تھا ترا گزار — لے صبح تا شام کئی بار دیکھنا
تسکین دل نہ اسمیں بھی پائی تو پھر شغل — پڑھنا یہ شعر گر کبھی اشعار دیکھنا

دُرِ سخن کو اپنے پرکھائے آدمی سے — ہرگز نہ کہہ تو سودا ہر جانور کو پرکھے

بولو نہ بول شیخ جی ہم سے کڑے کڑے — یہاں چیٹ کیے ہیں اس سے عمامہ بڑے بڑے
کیا سیکڑے میں آنکے چڑھے گا محتسب؟ — ہیویں گے اُسکی ضد سے تو اب ہم گھڑے گھڑے
قامت نے تیرے باغ میں جا خطِ بندگی — لکھوا لیا ہے سروِ چمن سے کھڑے کھڑے
ملنا گلے سے اب تو مرے یار کیا ہوا؟ — دو روز دوستی میں جو باہم لڑے لڑے
سودا کے ہوتے وامق و مجنوں کا ذکر کیا؟ — عالم عبث اُکھاڑے ہے مُردے گڑے گڑے

نسیم ہے ترے کوچے میں اور صبا بھی ہے ۱۸ ہماری خاک سے دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہے
ترا غرور مرا عجز تا کجا ظالم؟ ۱۹ ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے
سمجھ کے رکھیو قدم خارِ دشت پر مجنوں — کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے؟ — اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے
قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور — آیندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے
فکرِ معاش عشقِ بتاں یادِ رفتگاں — اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے
تنہا نہ روزِ ہجر ہی سودا یہ ہے ستم — پروانہ ساں وصال میں ہر شب جلا کرے

صورت میں میں کہتا نہیں ایسا کوئی کب ہے ۲۰ اک وضع ہے کہ وہ قہر ہے آفت ہے غضب ہے
کیا چیز ہے وہ دل جسے کہتے ہیں الٰہی؟ — یک قطرۂ خوں سینہ میں آفات طلب ہے
اک طرز ہو لُٹ جانے کی دل کی تو کہوں میں — ہے جو حرکت جان کے غارت کا سبب ہے

وہی جہان میں رموزِ قلندری جانے ۲۱ بھبوت تن پہ جو ملبوسِ قیصری جانے
غلام اُسکی میں ہمت کا ہوں کہ جو اپنے — جگر کے خون کو خوانِ تونگری جانے
زبان دہن میں تو غنچے کی بھی ہے کیا لازم؟ — کہ جسکے منہ میں زباں ہو سخنوری جانے

تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یاں خاک کر گئی — شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی
کیجو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ — سینہ سے ارمغان لیے لختِ جگر گئی

قابل نہیں ہر کوئی ملاقات کے دلا | ملتا ہر گر کسی سے تو دل بے سمجھ سمجھ
زاہد نہ کھینچ رنج تو سودا کی وضع کا | جا مدرسہ مین کھینچ تو چلیے سمجھ سمجھ

سودے کی ہیرے جسکو تدبیر نظر آئی | شمشیر کے جوہر کی زنجیر نظر آئی
١١ اس باغ مین اک گل کو خندان جو نہین دیکھا | سو غنچہ کی دہان صورت دلگیر نظر آئی
١٢ کی عمر عبث ضایع خدمت مین ہوس کی | خاک اپنی ہی جب دیکھی اکسیر نظر آئی
صنعت کے مصوّر نے کھولا جو مرقع کو | ایک اسمین نہ تیری سی تصویر نظر آئی
اس زلف کو جب دیکھا ہر ہاتھ مین سودا کے | بھیری ہوئی ہاتھی کی زنجیر نظر آئی

جب یار نے اٹھا کر زلفون کے بال باندھے | تب مین نے اپنے دلمین لاکھون خیال باندھے
دو دن مین ہم تو ریجھے ای وای حال انکا | گزرے ہین جنکے دل کو یہان ماہ و سال باندھے
دو چار شعر آگے اسکے پڑھے تو بولا | مضمون یہ تو نے اپنے کیا حسب حال باندھے
سودا جو اس نے باندھا زلفون مین دل ہزار ہر | شعرون مین اسکے تو نے کیون خط و خال باندھے

جاتے ہین لوگ قافلہ کے پیشرو بس چلے | دنیا عجب سرا ہر جہان آگے بس چلے
١٣ کہنا صبا سلام ہمارا بہار سے | ہم تو چمن کو چھوڑکے سوئے قفس چلے
١٤ اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ | جمعیت دلی یہ ترے پھول ہنس چلے
تیرے سخن کو مین بسر چشم ناصحا | مانون ہزار بار اگر دل سے بس چلے
١٥ نکلا جو دل سے نالہ تو سینے سے دو کے اشک | سن مردمان قافلہ بانگ جرس چلے
١٦ صیاد اب تو کیجے قفس سے ہمین رہا | ظالم پھڑک پھڑک کے پر و بال گھس چلے
کام اس گلی مین سر سے یہ سودا گزر چکا | کیا تاب اک قدم جو ادھر بوالہوس چلے

١٧ گوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے | ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے
وہ شخص بار خاطر ہرگز نہ ہو کسی کا | جسکا ندیم ہوئے اسکی نظر کو پرکھے
جوہر ہووے جسمین جوہر شناس کب ہے | جو صاحب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے

جہان کے بیچ غمِ دل کہوں تو میں کس سے ؟ | سوائے غم کے مرا کوئی غمگسار نہیں
ہزار قول کریں یہ نباہ کا سودا | مجھے بتوں کی محبت کا اعتبار نہیں

جس سے پوچھا کہیں دل خوش ہے کہیں دنیا میں | رو دیا اُس نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہیں
جگر اُنکا ہے جو تجھکو صنم کہ یاد کرتے ہیں | میاں ہم تو مسلمان ہیں خدا بھی کبھی ڈرتے ہیں
کسی کے مرگ پر اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز | بہت سا روئیے اُنکو جو اس جینے پہ مرتے ہیں

کیفیتِ چشم اُسکی تجھے یاد ہے سودا | ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

زندگی محبوب کیا کیا اسمیں ہیں محبوبیاں | بیوفائی نے یہ اسکی میٹ دیں سب خوبیاں

اسباب سے جہان کے کچھ اب پاس گو نہیں | یہ فکر تو نہیں کہ یہ ہے اور وہ نہیں

فائدہ کیا خط تجھے لکھ کر اگر روتا ہوں میں | ۸ نامۂ اعمالِ دل لکھتا ہوں اور دھوتا ہوں میں

چیز کیا ہوں جو کریں قتل وہ آنکھیں مجکو | پھر گئی دیکھ کے منہ خنجرِ مژگاں مجکو
اے نسیمِ سحری مہر و مروت سے دور | بے نہایت نظر آتا ہے گلستاں مجکو
ریختہ اور بھی دنیا میں رہے ای سودا | جینے دیوے جو کبھی گردشِ دوراں مجکو

شیخ نے اُس بت کو جس کوچے میں دیکھا شام کو | لے چراغ اب ڈھونڈھتا ہے تا سحر اسلام کو
چھوٹ کر تجھ سے نہ پہنچاوے کسی کو پھر خدا | مرغ وہ پھنستا نہیں جو توڑ بھاگے دام کو
جنسِ دل کتنی ہے ناکارہ بہ بازارِ بتاں | ایک پوچھے لوں؟ تو لیوے دوسرا کس کام کو

کرے تک منفعل کوئی مرے بیداد قاتل کو | دکھا دے خاک پروانہ پہ گریانِ شمعِ محفل کو
الٰہی ہے سکت نعم البدل کے تجکو دینے کی | مجھے اسکی عوض تو کچھ نہ دے پر پھیر دے دلکو

ایک گل تک مرا مانع نہ ہوا چلتے وقت | ۹ خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے داماں مجکو
کسکی ملت میں گنوں آپکو بتلا ای شیخ | تو مجھے گبر کہے گبر مسلماں مجکو

میکشو روح ہماری بھی کبھی شاد کرو | توڑتے گر بزم میں شیشہ تو ہمیں یاد کرو

لیتا ہے تو کسی کا تو دل سے سمجھ سمجھ | ۱۰ بازی سنجان اسکو بلالے سمجھ سمجھ

گدا دستِ اہلِ کرم دیکھتے ہیں — ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں
نوشتے کو میرے مٹاتے ہیں رو رو — ملایک جو لوح و قلم دیکھتے ہیں
اگر سے نہیں کام سنبل کے ہم کو — کسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہیں
مگر تجھ سے رنجیدہ خاطر ہے **سودا** — اُسے تیرے کوچے میں کم دیکھتے ہیں

نے بلبلِ چمن نہ گلِ نودمیدہ ہوں — میں موسمِ بہار میں شاخِ بریدہ ہوں
گریاں بشکلِ شیشہ و خنداں بطرزِ جام — اس میکدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہوں
میں کیا کہوں کہ کون ہوں **سودا** بقولِ درد — جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں — تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں
اے مرغِ دل سمجھ کے تو چشمِ طمع کو کھول — تو نے سنا ہے دام جسے ہے وہ دانے میں
چلّے میں کھینچ کھینچ کیا قد کو جوں کمان — تیر مراد پر نہ بٹھایا نشانے میں
ہمسا تجھے تو ایک ہمیں تجھ سے ہیں کئی — جا دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے میں
سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر — اپنی تو نیند اُڑ گئی تیرے فسانے میں

جی تک تو دے کے لوں میں جو ہو کارگر کہیں — اے آہ کیا کہوں نہیں بکتا اثر کہیں
ساقی ہے اک تبسمِ گل فرصتِ بہار — ظالم بھرے ہے جام تو جلدی سے بھر کہیں
خوناب یوں کبھی نہ مری چشم سے بہا — اٹکا نہ جب تلک آن کے لختِ جگر کہیں
اے دل تو کہہ تو مجھ سے کہ میں کیا کروں نثار — آویں کبھی جو حضرتِ سودا ادھر کہیں

بلبل کہیں پتنگ کہیں اور ہم کہیں — یک جا یہ دل جلے نہ ہوئے اکدم کہیں
درکار کچھ نہیں تجھے چلنے میں خضرِ راہ — کوئی سنا نہ بھولتا راہِ عدم کہیں
سودا رہے گی آہ اگر آتی متصل — اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جاے دم کہیں

یہ میں بھی سمجھوں ہوں یار وہ یار یار نہیں — کروں میں کیا کہ مرا دل یہ اختیار نہیں
عبث تو سر کی مرے ہر گھڑی قسم مت کھا — قسم خدا کی ترے دل میں اب وہ پیار نہیں
میں ہوں وہ نخل کہ جس نخل کو قیامت تک — بہار کیسی ہی آوے تو برگ و بار نہیں

دل تو نے عبث لکھا تھا نامہ ۴ جو اُسنے دیا جواب دیکھا ؟

کھولی گرہ جو غنچے کی تو نے تو کیا عجب ؟ یہ دل کھلے جو تجھ سے تو ہو اے صبا عجب
اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار توبھی وہ بُت نہ رام ہوا ای خدا عجب
کی سیر ملک ملک کی سودا نے بھی ولے اے شیخ سیکدے کی ہے آب و ہوا عجب

اگر جنگل مین رہیجا تا کسی رات درختون مین کہین کٹ جاتے اوقات

گردنم را چو بآن تیغ سروکار افتد ای خوش آندم کہ سرم در قدم یار افتد
مژدہ وصل تو اے شوخ بدان می ماند خبرِ عفو چو در گوش گنہگار افتد
پیشِ این مشتریان حال دلت ای سودا ہم چو کالاے بدین کوچۂ بازار افتد

اشک کے قطرے سے نیسان کا اثر رکھتی ہے شمع سر سے لیکر تا قدم سامکِ گہر رکھتی ہے شمع

اے لالہ گو فلک نے دیے تجکو چار داغ چھاتی مری سراہ کہ الگیدل ہزار داغ

دوست، در عشقِ تو مارا دشمنِ جان در بغل تیرِ مژگان ترا دل گشت و پیکان در بغل
افسرِ شاہی لبسر دارم زخاکِ کوے دوست گوشۂ خاطر بہ از ملکِ سلیمان در بغل
بر سمور و قاقم و سنجاب پشتِ پا زدم ۵ بیگزارم دست ہنگامِ زمستان در بغل
دردِ دل را با کہ گویم آہ ازین خوبانِ ہند بہر زخمش ہر یکے دارد نمکدان در بغل
آن بہارِ عمر کو؟ سودا بیا مے کہ من ۶ صبح میرفتم سوے مکتب گلستان در بغل

نہ غرض کفر سے رکھتے ہین نہ اسلام سے کام؟ مدعا ساقی سے اپنے ہمین او رجام سے کام
دل نالان کو مرے کسکے ہے آرام سے کام کوئی بیچین رہے اپنے اسے کام سے کام
گر اکیلا کہین ملجاے ہمین تو دل کا بھیجے من مانتا اُس شوخ گل اندام سے کام

کیون مین تسکینِ دل اے یار کرون یا نکرون نالہ جا کر پس دیوار کرون یا نکرون؟
ناصحا اُٹھ مرے بالین سے کہ دم رکتا ہے نالے دل کھول کے دو چار کرون یا نکرون؟
کوچۂ یار کو مین رشک چمن اے سودا جاکے با دیدہ خونبار کرون یا نکرون؟

غزلیات وابیات

مقدور نہین اُسکی تجلّی کے بیان کا — چون شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا
اس گلشن ہستی مین عجب دید ہی لیکن — ۱ جب چشم کھُلی گُل کی تو موسم ہی خزان کا
ہستی سے عدم تک نفسِ چند کی ہی راہ — ۲ دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہی کہان کا؟
سودا جو کبھی گوش سے ہمت کے سنے تو — مضمون یہی ہی جرسِ دل کی فغان کا

کس سے بیان کیجیے؟ حالِ دلِ تباہ کا، — سمجھے وہی اسے جو ہو زخمی تری نگاہ کا
مجکو تری طلب ہی یار تجکو ہی چاہ غیر کی — اپنی نظر مین یان نہین طور کوئی نباہ کا
دین و دل و قرار و صبر عشق مین تیرے کھو چکے — جیتے جواب کہ ہم نہ بچے نام نہ لینگے چاہ کا
وصل کبھی ہو تو دل میرا غم کو نہ چھوڑ دیگا ہجر — یہ تو ہمیشہ ہی رفیق وصل ہی گاہ گاہ کا
سودا اشنا ہی مین نے یہ اُسیہ ہجا تو سلسلا — رشک سے جسکی چہرے کے داغ جگر ہی ماہ کا

دل مرا جینے کو نہ سمجھے گا — پند تیری نکو نہ سمجھے گا
سمجھا دانا ہزار حیف کہ تو — یہ نہ سمجھا کہ وہ نہ سمجھے گا
بچنے کو آگ سے سمندر کو — کچھ نصیحت کرو نہ سمجھے گا
شمع سے دور رہنے کو ہرچند — کہو پروانے کو نہ سمجھے گا
یہ سمجھے لے تو آپ سودا کا — دل تری گفتگو نہ سمجھے گا

بہنا کچھ اپنی چشم کا دستور ہو گیا — ۳ دی تھی خدا نے آنکھ یہ ناسور ہو گیا
بھٹکی ہوئی پھرے ہی خدایا مری دعا — دروازہ کیا قبول کا معمور ہو گیا؟
سودا کو کہتے ہین کہ ہی اُس سے مصاحبت — کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا

نی رستم اب جہان مین نی سام رہ گیا — مردون کا آسمان کے تلے نام رہ گیا
ساقی تو ہمکو دینے سے کیون جام رہ گیا؟ — ملتا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہ گیا

سودا

میرزا محمد رفیع نام۔ سودا تخلص۔ دہلی مولد۔ لکھنؤ مدفن۔ انکے باپ میرزا محمد شفیع بطریق تجارت کابل سے دہلی آئے اور یہین رہگئے۔

خانِ آرزو میرزا کے اُستاد نہ تھے لیکن درجہ اُستادی رکھتے تھے۔ اُنھین کی صلاح سے میرزا نے بجاے فارسی کے اُردو مین شعر گوئی شروع کی اور حاتم کی شاگردی اختیار کی جب میرزا کی شہرت بڑھی توشاہِ عالم بادشاہ اپنا کلام انھین دکھانے لگا لیکن تھوڑے ہی دنون مین باہمی لطف جاتا رہا اسی زمانہ مین نواب شجاع الدولہ نے لکھنؤ سے طلبی کا خط بھیجا اور اسمین برادرِ مشفق مہربانِ من لکھا۔ میرزا کے قدردان جو دہلی مین تھے مانع ہوئے اور میرزا نے جواب خط مین یہ رباعی لکھی۔ رباعی

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک؟ آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک؟

حاصل یہی اس سے نا؟ کہ دنیا ہووے بالفرض ہوا یون بھی، تو پھر تو کب تک؟

بالآخر اپنے قدردانون کے مرنے پر میرزا نے دہلی چھوڑا۔ پہلے یہ فرخ آباد مین نواب بنگش کے یہان مقیم رہے پھر وہان سے لکھنؤ پہنچے۔ نواب کی ملازمت تو پہنچتے ہی ملگئی لیکن جب نواب نے ایک موقع پر وہ رباعی یاد دلائی تو میرزا کبیدہ خاطر ہوکر دربار سے کنارہ کش ہوگئے۔

نواب شجاع الدولہ کے مرنے پر جب نواب آصف الدولہ کا زمانہ آیا تو میرزا کی پھر رسائی ہوئی اور ۶ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا جو میرزا کی وفات تک قایم رہا۔ اب میرزا مین جوانی کی امنگین باقی نہ تھین اور باقی بھی ہوتین تو آصف الدولہ کی بے نفسی کے سامنے اُنکا ندرنہ چلتا۔

میرزا بڑے بددماغ اور نازک مزاج تھے یہی وجہ تھی کہ وہ ہجو بہت لکھتے تھے جہان کسی سے لڑائی ہوئی دوات اور قلم لیکر بیٹھ گئے لیکن دل مین کینہ نہین رکھتے تھے ہجو ختم ہوئی اور غصہ فرو ہوا

میرزا نے ستر برس کی عمر مین وفات پائی۔ سالِ وفات ۱۱۹۵ھ۔

انتخاب

از

کلیاتِ سودا

نشتر ۲۹

خفتنت زیر خاک خواهد بود   ای که در خوابگاهِ سنجابی
بانگ طبلت نمیکند بیدار   تو مگر مردهٔ نه در خوابی
بس خلایق فرو گذشت این سیم   که تو لرزان برو چو سیمابی
بس جهان دیده این درخت کهن   که تو پیچان برو چو لبلابی
سعدیا راستی ز خلق مجوی ۹۵ چون تو در نفس خود نمییابی

گرم راحت رسانی ور گزائی   محبت بر محبت مے فزائی
همه مرغان خلاص از بند خواهند   من از قیدت نمی خواهم رهائی
چنان از خمر و زمزمای ناقوس   نه می ترسم که از زهد ریائی

تو در کمند نیفتادهٔ و معذوری   ازان بقوت بازوے خویش مغروری
سخنده گفت که سعدی سخن دراز مکن   میان تهی و فراوان سخن چو طنبوری

هرگز حسد نبردم بر منصبے و مالے ۹۶ الا بر آنکه دارد با دلبرے وصالے
دانی کدام دولت در وصف می نیاید   چشمے که باز باشد هر لحظه بر جمالے
دانی کدام جاهل بر حال ما بخندد   کوره نبوده باشد در عمر خویش حالے
صوفی نظر نبازد جز با چنین حریفے   سعدی غزل نگوید جز بر چنین غزالے

تیغ هندی بر نیاید روز هیجا از نیام | شیر نر کی را که باشد مرگ پنهان از کمین
گر کسانند از پی مردار دنیا جنگجوی | ای برادر گر خردمندی چو شیر غان نشین
روزگارت با سعادت باد سعدی مدح گوی | رایت منصور و بختت یار و اقبالت قرین

کسی ملامتم از عشق روی آدمی کرد | که خیره چند ستانی بخون. خود خوردن

نگار من چو در آید بخنده نمکین | نمک زیاده کند بر جراحت ریشان
چه بودی از سر زلفش بدستم او فتادی | چو آستین کریمان بدست درویشان

ای که پنجاه رفت و در خوابی | مگر این پنج روز در یابی
تا کی این باد کبر و آتش خشم ؟ | شرم بادت که قطره آبی
کهل گشتی و همچنان طفلی | شیخ گشتی و همچنان شابی
تو به بازی نشسته و ز چپ و راست | میرود تیر چرخ پرتابی
تا درین گله گوسفندی هست | نه نشیند اجل ز قصابی
تو چراغی نهاده بر ره باد | خانه در ممر سیلابی
گر برفعت سپهر کیوانی | ور بحسن آفتاب و مهتابی
ور بمشرق روی بسیاحی | ور بمغرب روی بجلابی
ور بتمکین ابن عفانی | ور بنیروی ابن خطابی
ور بنعمت شریک قارونی | ور بقوت عدیل سهرابی
ور بهتر شوی که سنگ سیاه | زر خالص کنی بقلابی
ور بمردمی زیاده درگذری | ور بشوخی چو برق پرتابی
ملک الموت را بحیله و فن ۹۳ | نه توانی که پنجه برتابی
نفسهای کمال نقصانست | گل بریزد بوقت سیرابی
خشت بالین گور یاد آور ۹۴ | ای که سر بر کنار احبابی

با توام یکنفس از هشت بهشت اولی تر — که من امروز چنینم غم فردا دا

سعدی خویشتنم خوان که بمعنی ز توام — گر بصورت نسب از آدم و حوا دا

مرا بصورت شاهد نظر حلال بود — که هرچه مینگرم شاهدست در نظ

دو چشم در سر هر کس نهاده اند ولیک ۹۲ تو نقش بینی و من نقشبند مینگ

کفایت ست همین پوستین یار رنیم — هزار سنگ پریشان نگینه نج

ز خسروان بقدم چنین که میشنوم — وفا بعهد نکردست باکس این دورا

بنوبت اند ملوک اندرین سپنج سرای — خدای عز و جل راست ملک بی پا

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین — بر زوال ملک مستعصم امیر المومنی

ای محمد گر قیامت می برآری سر زخاک — سر برآور وین قیامت در میان خلق

نازنینان حرم موج خون خلق نازنین — ز آستان بگذشت و ما را خون دل از آ

زینهار از دور گیتی و انقلاب روزگار — در خیال کس نگشتی کانچنان گردد چنین

دیده بردار ای که دیدی شوکت بیت الحرام — قیصران روم سر بر خاک و خاقان بر ز

خون فرزندان عم مصطفی شد ریخته — هم بر آن خاکی که سلطانان نهادندی جبی

وه که گر بر خون آن پاکان فرود آید مگس — تا قیامت تلخ گردد در دهانش انگبی

بعد ازین آسایش از دنیا نباید چشم داشت — قیر در انگشتری باید چو برخیزد نگی

دجله خونابست زین پس گر نهد سر بر نشیب — خاک نخلستان بطحا را کند با خون عجی

روی دریا در هم آمد زین حدیث هولناک — میتوان دانست بر رویش ز موج افتاد

لیکن از روی مسلمانی و راه مرحمت — مهربان را دل بسوزد وز فراق نازنی

تکیه بر دنیا نشاید کرد و دل بر وی نهاد — کآسمان گاهی بمهرست ای برادر گاه

چرخ گردون با زمین گویی دو سنگ آسیاست — در میان هر دو روز و شب دل مردم

زور بازوی شجاعت برنیاید با اجل — چون قضا آید نماند قوت رای رز

...دگر فتم که نظر بر رخ خوبان کفر است — من ازین باز نگردم که مرا این دین است
...نت آنست که مردم ره صحرا گیرند — خاصه اکنون که بهار آمد و فروردین است
...چه سر پنجه سیمین تو با سعدی کرد — با کبوتر نکند پنجه که با شاهین است

...ازان چه که بیرون شهر صحرائیست — قرین دوست بهر جا که هست خوش جائیست
...سے که روے تو دیده است از عجب دارم — که باز در همه عمرش سر تماشائیست
...ملامت سعدی حلال کے باشد؟ — که بر کناری و او درمیان دریائیست

...انکو سر بگرد انار ز حکمت — ازان بچیاره تر مسکین نباشد

...لاف راے تو هرگز نیاید از سعدی — دلے که از تو بپرداخت با که پردازد؟

...لا اگرچه که تلخ است بیخ صبر ولیک — چو بر امید وصال است خوشگوار آید

...سعدیا کنگرهٔ وصل بلند است ولیک — تا سر اندر ننهی دست بدانجا نرسد

...ن نه عشق است که از دل بزبان می آید — وان نه عاشق که ز معشوق بجان می آید

...زندگانی نتوان گفت حیاتے که مراست — زنده آنست که با دوست وصالے دارد

...ن کیست که سیر رود به نخجیر — پاے دل دوستان به زنجیر

...من این بیتو که پرواے تماشا دارم — کافرم گر دل باغ و سر صحرا دارم
...له نه بر نالهٔ مرغان چمن شیفته ام — که نه سوداے گل و لالهٔ حمرا دارم
...ر گل روے تو چون بلبل مستم والله — از رخ لاله و نسرین چه تمنا دارم
...ر چه لایق نبود گرد من و دامن تو — هر کجا پاے نهی فرق در آنجا دارم
...ر بمسجد روم ابروے تو محراب من است — ور در آتشکده زلف تو چلیپا دارم
...جانم از پختن سوداے وصال تو بسوخت — تو مپندار طمع بین که چه سودا دارم
...عقل مسکین بچه اندیشه فرا دست کنم؟ — دل شیدا بچه تدبیر شکیبا دارم
...مهر من دار که چشم از همگان بردوزم — دست من گیر که دست از همه بردارم

تو دانی که مسکین و بیچاره ایم — فرومانده با نفس اماره ایم

خدایا بذات خداوندیت — باوصاف بی‌مثل و مانندیت

چراغ یقینم فرا راه دار — ز بد کردنم دست کوتاه دار

شنیدم که مستی ز تاب نبید — بمقصورهٔ مسجدی در دوید

بنالید بر آستان کرم — که یارب بفردوس اعلی برم

موذن گریبان گرفتش که هین — سگ و مسجد ای فارغ از عقل و دین

بگفت این سخن پیر و بگریست مست — که مستم بدار از من ای خواجه دست

عجب داری از لطف پروردگار — که باشد گنهکاری امیدوار

ترا می‌نگویم که عذرم پذیر — در توبه بازست و حق دستگیر

بضاعت نیاوردم الا امید — خدایا ز عفوم مکن ناامید

قصائد و غزل و ابیات

چه کند بنده که گردن ننهد فرمان را ۸۹ چه کند گوی که عاجز نشود چوگان را

دست من گیر که بیچارگی از حد بگذشت — سر من دار که در پای تو ریزم جان را

سعدی از سرزنش خلق نترسد هیهات — غرقه در بحر چه اندیشه کند طوفان را

ما صلاح خویشتن در بینوائی دیده‌ام — هر کسی گو مصلحت بیند کار خویش را

ایها الناس جهان جای تن آسانی نیست — مرد دانا بجهان داشتن ارزانی نیست

هر کرا خیمه بصحرای فراغت زده اند ۹۰ گر جهان جمله بلرزد غم ویرانی نیست

خوش ست عمر دریغا که جاودانی نیست — پس اعتماد برین پنجروزه فانی نیست

هر آن نصیبه که پیش از وجود بنهاد ست — هر آنکه در طلبش سعی می‌برد باد ست

نمیدانم حدیث نامه چون ست ۹۱ همی بینم که عنوانش بخون ست

سعدیا نال پراگنده گوی آن داند — که همه عمر بچوگان کسی افتاده ست

درختے کہ پیوستہ بارش خوری تحمل کن آنگہ کہ خارش خوری
غلام آبکشش باید و خشت زن بود بندۂ نازنین مشت زن

باب ۸ شکر

یکے را عسس دست بربستہ بود ہمہ شب پریشان و دل خستہ بود
بگوش آمدش در شبِ تیرہ رنگ کہ شخصے ہمی نالد از دستِ تنگ
شنید این سخن دزدِ مغلول گفت تو بارے ز غم چند نالی؟ بخفت
برو شکرِ یزدان کن ای تنگدست کہ دستت عسس تنگ برہم نہ بست
مکن نالہ از بینوائی بسے ۸۵ چو بینی ز خود بینوا تر کسے
یکے گوشِ کودک بمالید سخت کہ اے بو العجب گوے برگشتہ بخت
ترا تیشہ دادم کہ ہیزم شکن نگفتم کہ دیوارِ مسجد بکن
ز رہ باز پس ماندۂ میگریست کہ مسکین تر از من برین دشت کیست؟
خرِ بارکش گفتش اے بے تمیز ز جورِ فلک چند نالی؟ تو نیز
برو شکر کن چون بخر برنۂ کہ آخر بزیر کسان خر نۂ

باب ۹ توبہ

دو بیتم جگر کرد روزے کباب کہ می گفت گویندۂ بارباب
دریغا کہ بے ما بسے روزگار ۸۶ بروید گل و بشگفد لالہ زار
بسے تیر و دی ماہ و اردی بہشت ۸۷ برآید کہ ما خاک باشیم و خشت
چرا دل برین کاروانگہ نہیم؟ ۸۸ کہ یاران برفتند و ما در رہیم

باب ۱۰ مناجات

تنم می بلرزد چو یاد آورم مناجاتِ شوریدۂ در حرم
کہ می گفت باحق بزاری بسے میفگن کہ دستم نگیرد کسے

فروتن بود ہوشمندِ گزین ۸۰ نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمین

باب ۵ رضا

فرو کوفت پیرے پسر را بچوب بگفت اے پدر بیگناہم مکوب

توان بر تو از جورِ مردم گریست ۸۱ ولے چون تو جورم کنی چارہ چیست؟

شتر کرہ با مادرِ خویش گفت پس از رفتن آخر زمانے بخفت

بگفت ار بدستِ منستے مہار ندیدے کسم بارکش در قطار

باب ۶ قناعت

جوینے کہ از سعیِ بازو خورم بہ از میدہ بر خوانِ اہلِ کرم

چہ دلتنگ خفت آن فرومایہ دوش ۸۲ کہ بر سفرۂ دیگران داشت گوش

باب ۷ تربیت

مدر پردہ بریارِ شوریدہ حال ۸۳ نہ طیبت حرام ست و غیبت حلال

یکے گفت با صوفیِ باصفا ندانی فلانت چہ گفت از قفا

بگفتا خموش اے برادر بخفت ندانستہ بہتر کہ دشمن چہ گفت

تو دشمن تری کاوری بر دہان کہ دشمن چنین گفت اندر نہان

سخن چین کند تازہ جنگِ قدیم بخشم آورد نیک مردِ سلیم

میانِ دو تن جنگ چون آتش ست ۸۴ سخن چینِ بدبخت ہیزم کش ست

جوانے زناسازگاریِ جفت بر پیر مردے بنالید و گفت

گرانباری از دستِ این خصمِ چیر چنان می برم کاسیا سنگِ زیر

بسختی بنہ گفتش اے خواجہ دل کس از صبر کردن نگردد خجل

بشب سنگِ بالاے این خانہ سوز چرا سنگِ زیرین نباشی بروز؟

چو از گلبنے دیدہ باشی خوشی روا باشد ار بارِ خارش کشی

شنیدم که بگریست سلطان روم ، بر نیکمردے ز اهل علوم
بسے جهد کردم که فرزند من ، پس از من بود سرور انجمن
چه تدبیر سازم چه چاره کنم؟ ، که از غم بفرسود جان و تنم؟
تو تدبیر خود کن، که آن پر خرد ، که بعد از تو باشد غم خود خورد

چنان قحط سالے شد اندر دمشق ، که یاران فراموش کردند عشق
چنان آسمان بر زمین شد بخیل ، که لب تر نکردند زرع و نخیل

شنیدم که یکبار در دجلهٔ ، سخن گفت با عابدے کلهٔ
که من فرِّ فرماندهی داشتم ، بسر بر کلاهے مهی داشتم
سپهرم مدد کرد و نصرت وفاق ، گرفتم ببازوے دولت عراق
طمع کرده بودم که کرمان خورم ، که ناگه بخوردند کرمان سرم
بکن، پنبهٔ غفلت از گوش هوش ، که از مردگان پندے آید بگوش

چنین گفت شوریدهٔ در عجم ، بکسری که اے وارث ملک جم
اگر ملک بر جم بماندے و بخت؟ ، ترا چون میسر شدے تاج و تخت؟
اگر گنج قارون بدست آوری ، نماند مگر آنچه بخشی بری

باب ۳ عشق

ترا بنده از من بیفتد بسے ، مرا چون تو دیگر نیفتد کسے

باب ۴ تواضع

یکے قطره باران ز ابرے چکید ، خجل شد چو پهنائے دریا بدید
که جائیکه دریاست من کیستم؟ ، گر او هست، حقا که من نیستم
چو خود را به چشم حقارت بدید ، صدف در کنارش بجان پرورید
سپهرش بجائے رسانید کار ، که شد نامور لؤلوے شاهوار

مر ابلیس را دید شخصے بخواب — بقامت صنوبر برد آفتاب
نظر کرد و گفت اے نظیر قمر — ندارند خلق از جمالت خبر
ترا ہمچنین روے پنداشتند — بگرمابہ در زشت بنگاشتند
بخندید و گفت آن نہ شکل منست ۷۵ ولیکن قلم در کفِ دشمنست
برانداختم بیخِ شان از بہشت — کنونم بکین می نگارند زشت

شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت — بسر چشمۂ بر بسنگے نوشت
برین چشمہ چون ما بسے دم زدند — برفتند چون چشم بر ہم زدند
گرفتیم عالم بمردی و زور — ولیکن نبردیم با خود بگور
چو بر دشمنے باشدت دسترس — مرنجانش کو را ہمین غصہ بس
عدو زندہ سرگشتہ پیرامنت ۷۶ بہ از خون او کشتہ درگردنت

شنیدم کہ دارائے فرخ تبار — ز لشکر جدا ماند روزِ شکار
دوان آمدش گلہ بانی بہ پیش — شہنشہ برآورد تعلق ز کیش
برآورد چوپانِ بہ دل خروش — کہ دشمن نیم در ہلاکم مکوش
من آنم کہ اسپانِ شہ پرورم — بخدمت درین مرغزار آورم
ملک را دلِ رفتہ آمد بجاے — بخندید و گفت اے نکوہیدہ راے
ترا یاوری کرد فرخ سروش — دگرنہ زہ آوردہ بودم بگوش
نگہبان مرعی بخندید و گفت — نصیحت ز یاران نشاید نہفت
چنانست در مہتری شرطِ زیست ۷۷ کہ ہر کہترے را بدانی کہ کیست؟
توانم من اے نامور شہریار — کہ اسپے برون آرم از صد ہزار
مرا گلہ بانی بعقلست و راے — تو ہم گلۂ خویش داری بپاے
دران دارِ ملک از خلل غم بود — کہ تدبیر شاہ از شبان کم بود

خانہ را کہ چو تو ہمسایہ است — دہ درم سیم کم عیار ارزد
لیکن امیدوار باید بود — کہ پس از مرگ تو ہزار ارزد

بوستان

بنام جہاندار جان آفرین — حکیم سخن بر زبان آفرین

سبب نظم کتاب

در اقصائے عالم بگشتم بسے — بسر بردم ایام با ہر کسے
تمتع ز ہر گوشۂ یافتم ۱؎ — ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم
چو پاکان شیراز خاکی نہاد — ندیدم کہ رحمت بران خاک باد
تولاے مردان این پاک بوم — برانگیختم خاطر از شام و روم

باب ۱ عدل۔ راے وتدبیر جہانداری

چراغیکہ بیوہ زنے بر فروخت — بسے دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت
خداترس را بر رعیت گمار — کہ معمار ملک ست پرہیزگار
سر گرگ باید ہم اول برید — نہ چون گوسفندان مردم درید
قدیمان خود را بیفزاے قدر ۲؎ — کہ ہرگز نیاید ز پروردہ غدر
چو خدمت گزارت گردد کہن — حق سالیانش فرامش مکن
چو بذل تو کردم جوانی خویش ۳؎ — بہنگام پیری مرانم ز پیش
برآوردن کام امیدوار — بہ، از قید بندی شکستن ہزار
چو نرمی کنی خصم گردد دلیر — دگر خشم گیری، شوند از تو سیر
درشتی و نرمی بہم در بہ است ۴؎ — چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است
جوانمرد و خوش خلق و بخشندہ باش — چو حق بر تو پاشد تو بر خلق پاش

فرقِ شاهی و بندگی برخاست	چون قضائے نبشته آمد پیش
گر کسے خاکِ مرده باز کند ۶۸ نشناسد توانگر از درویش

ندیده که چه سختی رسد بجان کسے	که از دهانش بدر می کنند دندانے
قیاس کن که چه حالت بود در آن ساعت	که از وجودِ عزیزش بدر رود جانے

ناأهل

اگر صد سال گبر آتش فروزد	چو یک دم اندران افتد بسوزد

نایابیِ هنرمندان

اگر ژاله هر قطره دُر شدے	چو خرمهره بازار ازو پُر شدے
گر سنگ همه لعلِ بدخشان بودے	پس قیمتِ لعل و سنگ یکسان بودے

نصیحت

ما نصیحت بجاے خود کردیم	روزگارے درین بسر بردیم
گر نیاید بگوشِ رغبت کس	بر رسولان بلاغ باشد و بس

تمامی

میانِ دو کس جنگ چون آتش است ۶۹ سخن چینِ بدبخت هیزم کش است

همدردی

بنی آدم اعضاے یکدیگر اند ۷۰ که در آفرینش ز یک جوهر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار	دگر عضوها را نماند قرار
تو کز محنتِ دیگران بیغمی	نشاید که نامت نهند آدمی
آنکه در راحت و تنعم زیست	او چه داند که حالِ گرسنه چیست
حالِ درماندگان کسے داند	که باحوالِ خویش درماند

همسایه

نه باشتر بر سوارم نه چو اشتر زیر بارم ۶۱ نه خداوندِ رعیت نه غلامِ شهریارم

کار بی سود

بیفایده هر که عمر در باخت ۶۲ چیزی نخرید و زر بینداخت

کاهلی

گرچه بیرون ز رزق نتوان خورد		در طلب کاهلی نباید کرد

گوشه گیری

آنانکه بکنجِ عافیت بنشستند		دندانِ سگ و دهانِ مردم بستند
کاغذ بدریدند و قلم بشکستند		وز دست و زبانِ حرفگیران رستند

لطیفه

آن شنیدی که صوفیی میکوفت		زیرِ نعلین خویش میخی چند
آستینش گرفت سرهنگی		که بیا نعل بر ستورم بند

مردم آزاری

من آن مورم که در پایم بمالند		نه زنبورم که از نیشم بنالند
کجا خود شکرِ این نعمت گزارم ۶۳ که زورِ مردم آزاری ندارم

مردم شناسی

توان شناخت بیک روز در شمایلِ مرد		که تا کجاش رسیدست پایگاهِ علوم
ولی ز باطنش ایمن مباش و غره مشو ۶۴ که خبثِ نفس نگردد ببالها معلوم

موت

جهان ای برادر نماند بکس ۶۵ دل اندر جهان آفرین بند و بس
مکن تکیه بر ملکِ دنیا و پشت ۶۶ که بسیار کس چون تو پرورد و کشت
چو آهنگِ رفتن کند جانِ پاک ۶۷ چه بر تخت مردن چه بر روی خاک

عشق

نباید بستن اندر چیز و کس دل   که دل برداشتن کاریست مشکل

در چشم من آمد آن سهی سرو بلند   بربود دلم ز دست و در پای فگند

این دیدهٔ شوخ میبرد دل بکمند ۵۶   خواهی که بکس دل ندهی دیده ببند

علم

صاحبدلی بمدرسه آمد ز خانقاه   بشکست عهد صحبت اهل طریق را

گفتم میان عالم و عابد چه فرق بود   تا کردی اختیار از آن این فریق را

گفت او گلیم خویش بدر میبرد ز موج ۵۷   وین جهد می کند که بگیرد غریق را

علم بے عمل

علم چندانکه بیشتر خوانی   چون عمل در تو نیست نادانی

نه محقق بود نه دانشمند ۵۸   چارپایی برو کتابی چند

عمل صالح

دلقت بچه کار آید و تسبیح و مرقع   خود را ز عملهای نکوهیده بری دار

حاجت بکلاه برکی داشتنت نیست ۵۹   درویش صفت باش و کلاه تتری دار

غلام

بر بنده مگیر خشم بسیار   جورش مکن و دلش میازار

او را تو بده درم خریدی ۶۰   آخر نه بقدرت آفریدی

قضا و قدر

قضا دگر نشود ور هزار ناله و آه   بشکر یا بشکایت برآید از دهنی

فرشته که وکیلست بر خزاین باد   چه غم کند که بمیرد چراغ بیوه زنی

قناعت

گر نبود بالشِ آگنده پر ۵۰ خواب توان کرد حجر زیرِ سر
ور نبود دلبرِ همخوابه پیش دست توان کرد در آغوشِ خویش
وین شکمِ بی‌هنرِ پیچ پیچ ۵۱ صبر ندارد که بسازد به هیچ

طمع

هر که بر خود درِ سوال گشاد ۵۲ تا نمیرد نیازمند بود
آز بگذار و پادشاهی کن گردنِ بی طمع بلند بود
سگی را گر کلوخی بر سر آید ز شادی بر جهد کاین استخوانیست
اگر نعشی دو کس بر دوش گیرند لئیم الطبع پندارد که خوانیست

ظلم

اگر ز باغِ رعیت ملک خورد سیبی برآورند غلامانِ او درخت از بیخ
به پنج بیضه که سلطان ستم روا دارد ۵۳ زنند لشکریانش هزار مرغ به سیخ
نه هر که قوتِ بازوی منصبی دارد به سلطنت بخورد مالِ مردمان بگزاف
توان به حلق فرو بردن استخوانِ درشت ولی شکم بدرد چون بگیرد اندر ناف
ماری تو که هر کرا ببینی بزنی ۵۴ یا بوم که هر کجا نشینی بکنی
دورانِ بقا چو بادِ صحرا بگذشت تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر که جفا بر من کرد ۵۵ بر گردنِ او بماند و بر ما بگذشت

ظنِ نیک

هر کرا جامه پارسا بینی پارسا دان و نیک مرد انگار
ور ندانی که در نهانش چیست محتسب را درونِ خانه چه کار

عجز

بگذار که بندهٔ کمینم تا در صفِ بندگان نشینم

امید دار بود آدمی بخیرِ کسان ۴۸ مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان

بہ ہیچ کس نخراشد ز روزگار دلی　　چنانکہ بانگِ درشت تو می خراشد دل

صحبتِ ناجنس

نہ عجب گر فرو رود نفسش　　عندلیبے غراب ہم قفسش

عالم اندر میانۂ جہال　　مثلے گفتہ اند صدیقان

شاہدے در میانِ کوران است　　مصحفے در کنشتِ زندیقان

طعام

سخن آنگہ کند حکیم آغاز　　یا سرِ انگشت سوئے لقمہ دراز

کہ ز ناگفتنش خلل زاید　　یا ز ناخوردنش بجان آید

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است　　تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

نہ چندان بخور کز دہانت برآید　　نہ چندانکہ از ضعف جانت برآید

ترکِ احسانِ خواجہ اولیٰتر　　کاحتمالِ جفائے بوّابان

بہ تمنائے گوشت مردن بہ　　کہ تقاضائے زشتِ قصابان

اگر حنظل خوری از دستِ خوشخوے　　بہ از شیرینی از دستِ ترشروے

ہر کہ نان از عملِ خویش خورد ۴۹ منتِ حاتمِ طائی نبرد

در بیابانِ خشک و ریگِ روان　　تشنہ را در دہان چہ دُر چہ صدف

مردِ بے توشہ کاوفتاد ز پائے　　بر کمر بندِ او چہ زر چہ خزف

مرغِ بریان بہ چشمِ مردمِ سیر　　کمتر از برگِ ترہ بر خوان است

وانکہ را دستگاہ و قوت نیست　　شلغمِ پختہ مرغِ بریان است

گوش تواند کہ ہمہ عمر وے　　نشنود آوازِ دف و چنگ و نے

دیدہ شکیبد ز تماشائے باغ　　بے گل و نسرین بسر آرد دماغ

سخندانِ پروردہ پیرِ کہن　　بیندیشد آنگہ بگوید سخن
مزن بے تامل بگفتار دم　　نکو گوے گر دیر گوئی چہ غم
بیندیش و آنگہ بر آور نفس　　وزاں پیش بس کن کہ گویند بس
بنطق آدمی بہتر است از دواب ۴۳　　دواب از تو بہ گر نہ گوئی صواب
تا مرد سخن نگفتہ باشد ۴۴　　عیب و ہنرش نہفتہ باشد
ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست　　شاید کہ پلنگ خفتہ باشد
نہ مردست آن بہ نزدیک خردمند　　کہ با پیلِ دمان پیکار جوید
بلے مرد آن کس است از روئے تحقیق ۴۵　　کہ چون خشم آیدش باطل نہ گوید
در سخن با دوستان آہستہ باش　　تا ندارد دشمنِ خونخوار گوش
پیشِ دیوار آنچہ گوئی ہوشدار　　تا نباشد در پسِ دیوار گوش

شوق

نگارِ من چو در آید بخندۂ نمکین　　نمک زیادہ کند بر جراحتِ ریشان
چہ بودے ار سرِ زلفش بدستم افتادے　　چو آستینِ کریمان بدستِ درویشان

صبر

گرت خوئے من آمد ناسزاوار　　تو خوئے نیکِ خویش از دست مگزار

صحبتِ بد

زنہار از قرینِ بد زنہار　　وقنا ربنا عذاب النار

صحبتِ جاہلان

دو عاقل را نباشد کین و پیکار　　نہ دانائے ستیزد با سبکسار
اگر نادان بوحشت سخت گوید　　خردمندش بہ نرمی دل بجوید
دگر در ہر دو جانب جاہلانند ۴۶　　اگر زنجیر باشد بگسلانند

اگر دنیا نباشد دردمندیم — اگر باشد بمهرش پای بندیم

راستی

راستی موجب رضای خداست ۳۸ کس ندیدم که گم شد از ره راست

رزق

اگر روزی بدانش در فزودی ۳۹ ز نادان تنگ روزی تر نبودی

بنادان آنچنان روزی رساند ۴۰ که نادان اندران حیران بماند

بخت و دولت بکاردانی نیست — جز بتائید آسمانی نیست

کیمیا گر بغصه مرده برنج ۴۱ ابله اندر خراب یافته گنج

فراموشت نکرد ایزد در اسحال — که بودی نطفهٔ مدفون و مدهوش

روانت داد و طبع و عقل و ادراک — جمال و نطق و رای و فکرت و هوش

ده انگشتت مرتب کرد بر کف — دو بازو بیت مرتب ساخت بر دوش

کنون پنداری ای ناچیز همت — که خواهد کردنت روزی فراموش

ریا

آنکه چون پسته دیدمش همه مغز — پوست بر پوست بود همچو پیاز

ای طبل بلند بانگ در باطن هیچ — بی توشه چه تدبیر کنی وقت بسیچ

روی طمع از خلق بپیچ ار مردی ۴۱ تسبیح هزار دانه بر دست مپیچ

زمانه

شگوفه گاه شگفتست و گاه خوشیده ۴۲ درخت وقت برهنه ست وقت پوشیده

زبان خلق

بعذر توبه توان رستن از عذاب خدای — ولیک می نتوان از زبان مردم رست

سخن

برگِ عیشے بگورِ خویش فرست　　کس نیارد ز پس تو پیش فرست
عمر برفست و آفتاب تموز　۳۴　اندکے ماند و خواجہ غرہ ہنوز
اے تہیدست رفتہ در بازار　　ترسمت باز ناوری دستار
پندِ سعدی بگوشِ دل بشنو　　رہ چنین ست، مرد باش و ببرد

بصورت آدمی شد قطرۂ آب　　کہ چل روزش قرار اندر رحم ماند
وگر چل سالہ را عقل و ادب نیست　　بہ تحقیقش نشاید آدمی خواند

خادم

غلام آبکش باید و خشت زن　　بود بندہ نازنین مشت زن

خلقت

ہیچ صیقل نکو نداند کرد　　آہنے را کہ بدگہر باشد
چون بود اصل جوہرے قابل　　تربیت را درو اثر باشد
سگ بدریائے ہفتگانہ بشو　　چونکہ تر شد پلید تر باشد
خرِ عیسیٰ اگر بہ مکہ برند　　چون بیاید ہنوز خر باشد

خموشی

چو کارے بے فضولِ من برآید　　مرا در وے سخن گفتن نشاید
وگر بینم کہ نابینا و چاہ است　۳۶　اگر خاموش بنشینم گناہ است

خودداری

کہن خرقۂ خویش پیراستن　۳۷　بہ از جامۂ عاریت خواستن

دفعِ دشمن

نہ بینی کہ چون گربہ عاجز شود　　برآرد بچنگال چشمِ پلنگ

دنیا

گر آب چاه نصرانی نه پاک است جهود مرده می‌شوئی چه باک است

بدوزد شره دیدهٔ هوشمند در آرد طمع مرغ و ماهی به بند

چو پرخاش بینی تحمل بیار که سهلی ببندد در کارزار

یا مکن با پیلبانان دوستی ۲۷ یا بنا کن خانهٔ در خورد پیل

برینگه می‌گذرد دل منه که دجله بسی پس از خلیفه بخواهد گذشت در بغداد

گرت ز دست برآید چو نخل باش کریم ۲۸ ورت ز دست نیاید چو سرو باش آزاد

حیات انسانی

هر دم از عمر می‌رود نفسی ۲۹ چون نگه می‌کنم نماند بسی

ای که پنجاه رفت و در خوابی مگر این پنج روز دریابی

خجل آنکس که رفت و کار نساخت ۳۰ کوس رحلت زدند و بار نساخت

خواب نوشین بامداد رحیل ۳۱ باز دارد پیاده را ز سبیل

هر که آمد عمارت نو ساخت ۳۲ رفت و منزل بدیگری پرداخت

وان دگر پخت همچنین هوسی وین عمارت بسر نبرد کسی

یار ناپایدار دوست مدار دوستی را نشاید این غدار

مادهٔ عیش آدمی شکم است تا بتدریج می‌رود چه غم است

گر به بندد چنانکه نگشاید گو دل از عمر بر کنید شاید

ور گشاید چنانکه نتوان بست گو بشو از حیات دنیا دست

چار طبع مخالف سرکش چند روزی بوند با هم خوش

گر یکی زین چهار شد غالب جان شیرین برآید از قالب

لاجرم مرد عارف کامل ۳۳ ننهد بر حیات دنیا دل

نیک و بد چون همی بباید مرد ۳۴ خنک آنکس که گوی نیکی برد

تمیز باید و تدبیر و عقل وانگه ملک / که ملک و دولت نادان سلاح جنگ خداست

حسد

شور بختان به آرزو خواهند / مقبلان را زوال نعمت و جاه

گر نبیند به روز شپره چشم / چشمهٔ آفتاب را چه گناه؟

راست خواهی هزار چشم چنان / کور بهتر که آفتاب سیاه؟

حسن

با تو مرا سوختن اندر عذاب / به که شدن با دگری در بهشت

بوی پیاز از دهن خوبروی / به حقیقت که گل از دست زشت

حکمت

دگر ره گر نداری طاقت نیش ۲۱ مکن انگشت در سوراخ کژدم

چو کردی با کلوخ انداز پیکار ۲۲ سر خود را به نادانی شکستی

چو تیر انداختی بر روی دشمن / چنان دان کاندر آماجش نشستی

گر گزندت رسد ز خلق مرنج / که نه راحت رسد ز خلق نه رنج

از خدا دان خلاف دشمن و دوست / که دل هر دو در تصرف اوست

گرچه تیر از کمان همی گذرد ۲۳ از کمان دار بیند اهل خرد

چه سالهای فراوان و عمرهای دراز / که خلق بر سر ما بر زمین بخواهد رفت

چنانکه دست بدست آمدست ملک بما ۲۴ بدستهای دگر همچنین بخواهد رفت

کس نیاموخت علم تیر از من ۲۵ که مرا عاقبت نشانه نکرد

ترسم نرسی بکعبه ای اعرابی ۲۶ کین ره که تو میروی بترکستان است

خاتون خوبصورت و پاکیزه روی را / نقش و نگار و خاتم فیروزه گو مباش

درویش نیک سیرت و فرخنده روی را / نان رباط و لقمهٔ دریوزه گو مباش

چوب تر را چنانکه خواهی پیچ — نشود خشک جز بآتش راست

هر آن طفل کو جورِ آموزگار ۱۷ نه بیند جفا بیند از روزگار

پادشاهے پسر بمکتب داد — لوح سیمینش بر کنار نهاد

بر سرِ لوحِ او نوشته بزر ۱۸ جورِ استاد به ز مهرِ پدر

تواضع

این حکایت شنو که در بغداد — رایت و پرده را خلاف افتاد

رایت از گردِ راه و رنجِ رکاب — گفت با پرده از طریقِ عتاب

من و تو هر دو خواجه تاشانیم — بندهٔ بارگاهِ سلطانیم

من ز خدمت دمے نیاسودم — گاه و بیگاه در سفر بودم

تو نه رنج آزمودهٔ نه حصار — نه بیابان و باد و گرد و غبار

قدمِ من بسعی پیشتر است — پس چرا عزتِ تو بیشتر است

تو بر بندگانِ مه روئی — با کنیزان یاسمن بوئی

من فتاده بدست شاگردان — بسفر پاے بند و سرگردان

گفت من سر بر آستان دارم ۱۹ نه چو تو سر بر آسمان دارم

هر که بیهوده گردن افرازد — خویشتن را بگردن اندازد

تهذیب سخن

سخن گرچه دلبند و شیرین بود — سزاوارِ تصدیق و تحسین بود

چو یکبار گفتی مگو باز پس ۲۰ که حلوا چو یکبار خوردند بس

جهل

یکے را زشت خوئے داد دشنام — تحمل کرد و گفت اے نیک فرجام

بتر زانم که خواهی گفت آنی — که دانم عیبِ من چون من ندانی

بدصوت

چون بآواز آمد آن بربطسرای — کدخدا را گفتم از بهر خدای
پنبه ام در گوش کن تا نشنوم — یا درم بگشای تا بیرون روم
موذن بانگ بی هنگام برداشت — نمیداند که چند از شب گذشت است
درازی شب از مژگان من پرس — که یکدم خواب در چشمم نگشت است

بیوفائی

جوانان خردمند و خوب رخسار ۱۴ ولیکن در وفا با کس نپایند
وفاداری مدار از بلبلان چشم ۱۵ که هر دم بر گل دیگر سرایند

بی هنری

گر بی هنر بمال کند کبر بر حکیم — کون خرش شمار اگر گاو عنبر است
آنرا که عقل و همت و تدبیر و رای نیست — خوش گفت پرده دار که کس در سرای نیست

پسر

سالها بر تو بگذرد که گذار — نکنی سوی تربت پدرت
تو بجای پدر چه کردی خیر ۱۶ تا همان چشم داری از پسرت
زنان باردار ای مرد هشیار — اگر وقت ولادت مار زایند
از آن بهتر بنزدیک خردمند — که فرزندان ناهموار زایند

پیری

دمی چند گفتم برآرم بکام — دریغا که بگرفت راه نفس
دریغا که بر خوان الوان عمر — دمی چند خوردیم و گفتند بس

تربیت اولاد

هر که در خردیش ادب نکنی — در بزرگی فلاح ازو برخاست

چو دخلت نیست خرج آهسته‌تر کن — که میگویند ملاحان سرودی
بکوهستان اگر باران نبارد — بسالی دجله گردد خشک رودی

اعتدال

ای که مشتاقِ منزلی مشتاب — پندِ من کاربند صبر آموز
اسب تازی دو تک رود بشتاب — اشتر آهسته میرود شب و روز
جوانی با پدر گفت ای خردمند — مرا تعلیم کن پیرانه یک پند
بگفتا نیکمردی کن نه چندان — که گردد چیره گرگِ تیز دندان

اقبال

بالای سرش ز هوشمندی — میتافت ستارهٔ بلندی

انسان

مرغک از بیضه برون آید و روزی طلبد — آدمی زاده ندارد خبر از عقل و تمیز

بخت و اتفاق

شد غلامی که آبِ جو آرد — آبِ جو آمد و غلام ببرد
دام هر بار ماهی آوردی — ماهی این بار رفت و دام ببرد
چه کند زورمندِ وارون بخت؟ — بازوی بخت به که بازوی سخت
منعم بکوه و دشت و بیابان غریب نیست ۱۲ هر جا که رفت خیمه زد و بارگاه ساخت
رزق هر چند بیگمان برسد ۱۲ شرطِ عقل است جستن از درها
گه بود کز حکیم روشن رای — بر نیاید درست تدبیری
گاه باشد که کودکی نادان — بغلط بر هدف زند تیری

بخل

بکن نماز بران هیچکس که هیچ نکرد — که عمر در سرِ تحصیلِ مال کرد و نخورد

بیانِ صبر

ترا گر صبوری بود دستیار — بدست آوری دولتِ پائدار

صفتِ راستی

بہ از راستی در جہان کار نیست ۶ کہ در گلبنِ راستی خار نیست

مذمتِ کذب

دروغ اے برادر مگو زینہار — کہ کاذب بود خوار و بے اعتبار

منعِ امید امید از مخلوقات

منہ دل درین منزلِ جانستان ۷ کہ دروے نہ بینی دلے شادمان
منہ دل برین دیرِ ناپائدار ۸ ز سعدی ہمین یک سخن یاد دار

گلستان

اثرِ صحبت

دیدم گُلِ تازہ چند دستہ — بر گنبدے از گیاہ بستہ
گفتم چہ بود گیاہِ ناچیز — تا در صفِ گل نشیند او نیز
بگریست گیاہ و گفت خاموش ۹ صحبت نہ کند کرم فراموش
گر نیست جمال و رنگ و بویم — آخر نہ گیاہِ باغِ اویم

احسان فراموشی

سگے را لقمۂ ہرگز فراموش — نہ گردد، گر زنی صد نوبتش سنگ
دگر عمرے نوازی سفلۂ را ۱۰ بکمتر چیزے آید با تو در جنگ

اسراف

ابلہے کو روزِ روشن شمعِ کافوری نہد ۱۱ زود بینی کش بشب روغن نباشد در چراغ

دلا گر خردمندی و ہوشیار مکن صحبتِ جاہلان اختیار
ترا اژدہا گر بود یارِ غار ۳ ازان بہ کہ جاہل بود غمگسار

صفتِ عدل

رعایت دریغ از رعیت مدار مرادِ دلِ دادخواہان برار

مذمتِ ظلم

خرابی ز بیداد بیند جہان چو بستانِ خرم ز بادِ خزان
مکن بر ضعیفانِ بیچارہ زور بیندیش آخر ز تنگیِ گور

صفتِ قناعت

اگر تنگدستی ز سختی منال ۴ کہ پیشِ خردمند ہیچ است مال
غنی گر نباشی مکن اضطراب کہ سلطان نخواہد خراج از خراب

صفتِ طاعت و عبادت

کسے را کہ اقبال باشد غلام بود میلِ خاطر بطاعت مدام
نماز از سرِ صدق برپاے دار کہ حاصل کنی دولتِ پایدار
پرستندہ آفرینندہ باش در ایوانِ طاعت نشینندہ باش

بیان شرابِ محبت و عشق

خوشا آن دل کہ دارد تمناے دوست خوشا آنکس کہ در بندِ سوداے اوست
خوشا آنکس کہ شد مستِ بوے دوست ۵ خوشا آنکس کہ شد منزلش کوے دوست

صفتِ وفا

خطا کردن از احباب کردن خطاست بریدن ز یاران خلافِ وفاست

فضیلتِ شکر

اگر از شکر ایزدِ بندہ ہی زبان بدست آوری دولتِ جاودان

پندنامہ معروف بہ کریما

کریما بہ بخشاے بر حالِ ما   کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا

اشارت بہ نفس

مکن تکیہ بر عمرِ ناپائدار   ۱   مباش ایمن از بازیِ روزگار

مدحِ کرم

ورائے کرم در جہان کار نیست   وزین گرم تر ہیچ بازار نیست

صفتِ سخاوت

سخاوت مسِ عیب را کیمیاست   سخاوت ہمہ دردہا را دواست

مذمتِ بخل

بخیل ارچہ باشد تونگر بمال   بخواری چو مفلس خورد گوشمال

سخیان زاموال بر می خورند   ۲   بخیلان غمِ سیم و زر می خورند

صفتِ تواضع

دلا گر تواضع کنی اختیار   شود خلقِ دنیا ترا دوستدار

تواضع کند ہوشمندِ گزین   نہد شاخِ پُرمیوہ سر بر زمین

تواضع زگردن فرازان نکوست   گدا گر تواضع کند خوےِ اوست

مذمتِ تکبر

تکبر بود عادتِ جاہلان   تکبر نیاید زصاحبدلان

فضیلتِ علم

چو شمع از پے علم باید گداخت   کہ بے علم نتوان خدا را شناخت

امتناع از صحبتِ جاہلان

سعدی

مصلح الدین نام سعدی تخلص مشہور بہ شیخ سعدی۔ شیراز مولد و مدفن۔ سعد ابن زنگی کے زمانہ مین یہ تھے اور اسی رعایت سے سعدی تخلص اختیار کیا تھا۔ امرا کے دربار مین بھی حاضر ہوتے تھے اور فقرا سے بھی لطف ملاقات رکھتے تھے۔ یہ عالم صوفی اور شاعر تھے۔ بہت بڑے سیاح تھے اور بڑے باکمال تھے۔ گلستان اور بوستان انکی تصنیفات مین بہت مشہور ہین۔ مُلّا جامی لکھتے ہین۔

در شعر سہ کس پیمبران اند ۔۔۔ قولیست کہ جملگی بران اند
فردوسی و انوری و سعدی ۔۔۔ ہر چند کہ لا نبی بعدی

سلطان محمد قاآن حاکم ملتان نے آپ کو چاہا کہ ملتان مین آکر بود و باش اختیار کرین لیکن پیری کی وجہ سے شیخ نے گھر چھوڑنا پسند نہین کیا۔ امیر خسرو کے لیے سفارشی خط شیخ صاحب نے محمد قاآن کے پاس بھیجا تھا اور کچھ اپنی غزلین بھی بھیجی تھین۔ سنہ ۶۹۱ھ مین شیخ صاحب مر کے۔ اور شیراز مین دفن ہوئے۔ انکا مقبرہ سعدیہ کے نام سے مشہور ہے۔

شمس الدین ابو الفرج ابن جوزی علوم ظاہر مین آپ کے اُستاد تھے اور شیخ شہاب الدین سہروردی علم باطن مین آپ کے مقتدا تھے۔ آپ کے کلام آپکی زندگی ہی مین تمام ایشیا مین پہنچ گئے تھے۔ اور پھر آپ کی کتابون نے داخل درس ہوکر ایشیا کی تہذیب اور اخلاق مین اثر خاص پیدا کیا۔ سعدی کو اس اعتبار سے ایشیا کا سب سے بڑا معلم کہنا بجا ہے۔

ہندوستان کی تعلیم یافتہ جماعت مین جو پہلے اتحادِ خیال تھا اُسمین لوگون کے نزدیک اب کمی آتی جاتی ہے۔ اسکا سبب میرے خیال مین ایک یہ بھی ہے کہ سعدی کی گلستان بوستان اور پندنامہ کی بدولت پہلے ہندوؤن اور مسلمانون کا علمِ اخلاق ایک ہوتا تھا اور نئے طرزِ تعلیم مین یہ امر جاتا رہا

انتخاب

از

کُلیّاتِ سعدی

۹۶ نثر

مثنویات

شیشۂ مے کی یہ دراز زبان | اور پھر یہ ستم کہ پنبہ دہان
جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے | پاؤن توبہ کے لڑکھڑانے لگے

شبِ ہجران بسر نہین ہوتی | نہین ہوتی سحر نہین ہوتی
بسترِ رنج و کنجِ تنہائی | رات کیا آئی اک بلا آئی
شام سے حال ہر یہ صبح تلک | نہین لگتی مری پلک سے پلک
نہین کیون بولتے سحر کے طیور | کیا شفق نے کھلا دیا سیندور
دل سے رخصت ہر تاب وطاقت کی | بیقراری نے استقامت کی
ہوسِ سیرِ باغ ہر کسکو؟ | دل ہے کسکو دماغ ہے کسکو
کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر | سگِ دیوانہ بن گیا ہر گھر

سہرا

اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا | آج ہر یمن و سعادت کا ترے سر سہرا
۴۳ روے فرخ پہ جو ہین تیرے برستے انوار | تار بارش سے بنا ایک سراسر سہرا
ایک کو ایک پہ تزئین ہے دمِ آرائش | سر پہ دستار ہر دستار کے اوپر سہرا
۴۴ رونمائی مین تجھے دے مہ و خورشید فلک | کھولدے منھ کو جو تو منھ سے اٹھا کر سہرا
۴۵ کثرتِ تار نظر سے ہر تماشائیون کی | دیدِ نظارہ ترے روے نکو پر سہرا
دُرِ خوش آب مضامین سے بنا کر لایا | واسطے تیرے ترا ذوقِ ثنا گر سہرا
جسکو دعوی ہو سخن کا یہ سنا دے اسکو | دیکھ اس طرح سے کہتے ہین سخنور سہرا

دل گرفتار ہوا یار کی عیاری سے ۴۰ ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے

کتنے مفلس ہوگئے کتنے تونگر ہوگئے — خاک مین جب مل گئے دونون برابر ہوگئے

…الفت کا مزا جب کوئی مرجائے تو جانئے — یہ دردِ سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جانئے

قطعات

…سے کل سب آشنا تیرے مریضِ عشق کے — تھے علاجِ ضعفِ دل و ضعفِ تن کی فکر مین

…ج گھبرائے ہوئے پھرتے ہین با چشمِ پُرآب — گاہ تدبیرِ لحد مین گہ کفن کی فکر مین

…ے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتایئے — معلوم ہے حقیقتِ ہو حق جناب کی

نکلے ہو میکدے سے ابھی منہ چھپا کے تم — دابے ہوئے بغل مین صراحی شراب کی

…دیکھا ہے تو بُرا ہو نہین سکتا اے ذوق — ہے بُرا وہ ہی کہ جو تجھکو بُرا جانتا ہے

…ور اگر تو ہی بُرا ہے تو وہ سچ کہتا ہے ۴۱ کیون بُرا کہنے سے تو اُسکے بُرا مانتا ہے

…جنکو اس وقت مین اسلام کا دعوی ہے کمال — دیکھتا ہون یہ اب اے ذوق مین اُنکا احوال

…س طرح سے کہ ہنسا دینے کو بہروپیون کے ۴۲ نقل کرتا ہے مسلمان کی کافر نقال

رباعیات

…کیا فائدہ فکرِ بیش و کم سے ہوگا — ہم کیا ہین جو کوئی کام ہم سے ہوگا

…جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے — جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

…جب تک تھے گرہ مین احمقون کے پیسے — سب کہتے تھے اُنکو آپ ایسے ایسے

…مفلس ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق — پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے تیسے

…ن آنکھون سے روئے لالہ گون بھی دیکھا — اور اُنکو بہ از اشکِ خون بھی دیکھا

…یا کیا دیکھا نہ رنگ ہم نے اے ذوق — یون بھی دیکھا جہان کو یون بھی دیکھا

…دنیا کے الم ذوق اُٹھا جائین گے — ہم کیا کہین کیا آئے تھے کیا جائین گے

…جب آئے تھے روتے ہوئے آئے تھے ہم — اب جائین گے اورون کو رلا جائین گے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے ۴۷ کہ تا ہو جائے لذتِ آشنا تلخیِ دوران
ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی ہوتی نہ محبت تو کچھ آفت بھی نہ ہوتی
جو دل نہ کشمکشِ طرّۂ دوتا میں پڑے تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا میں پڑے
نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی چلی تھی برچھی کسی پر کسی پہ آن لگی
ہیں مرے آشکارا ہمکو کسکی سا قیا چوری خدا کی گر نہیں چوری تو پھر بندے کی کیا
مدرسہ بولے زیرِ گردون گر کوئی میری سنے ۴۸ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے
سجدہ کو چاہیے یون پیرِ پشت خم دیکھے ۴۹ مرا کو جلیسے تھکا اونٹ دسدم دیکھے
پھرتے ہیں لکھے پڑھے سوؤ میں ملک و جاہ کے طفلِ مکتب پڑھتے ہیں گنبد میں بسم اللہ
پاک رکھ اپنا دہن ذکرِ خدائے پاک سے کم نہیں تیری زبان منہ میں تری مسواک سے
گر درد ہو گھونا دلِ مضطر سے کسی کے پانی دو بلا وار کے سر پر سے کسی کے
مقابل اُس رخِ روشن کے شمع گر ہو جائے صبا یہ دھول لگائے کہ پھر سحر ہو جائے
کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا گئے حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے
آج تنہا خفقانی سے ہیں گھر میں پھرتے کل کے جو وصل کے عالم میں نظر میں پھرتے
خط بڑھا زلفین بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے
لاشے کو پھینک دیجیے پھر کہ دفن کیجیے مردہ بدست زندہ جو چاہیے سو کیجیے
ذوق زیبا ہے جو ہو ریش سفید شیخ پر وسمہ آبِ رنگ سے منہ ہی کو نہ گرنگ ہے
اگر انسان قانع ہو غنی ہے دو عالم سے مرا کو حرص لیکن اسکی مٹی خوار کرتی
اگر اٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے لگا یا جی کو اپنے روگ جب سے دل لگا بیٹھے
دل کہاں پھر تماشے پہ مرا لگتا ہے جی کے لگ جانے سے جینا بھی برا لگتا ہے
باقی ہے شیخ کو ابھی حسرت گناہ کی کالا کرے گا منہ بھی جو داڑھی سیاہ کی
کوئی ان تنگ دہانوں سے محبت نہ کرے اور جو یہ تنگ کریں منہ سے شکایت نہ کرے

ے تفرقے یہ جدائی سے تیری کہ میں ہوں کہیں دل کہیں جان کہیں ہے
اک آہ کی زخم سو سو اُٹھا کے تجھے آفرین ذوق صد آفرین ہے

تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے
ب دوزخ کی بھی ہو جائے گی پانی پانی جب یہ عاصی عرقِ شرم میں تر جائیں گے
م نہیں وہ جو کریں خون کا دعوی تجھ سے بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو مکر جائیں گے
وق جو مدرسے کے بگڑے ہوئے ہیں مُلا اُنکو میخانے میں لے آؤ سنور جائیں گے

مگر تو نے روکا جکو میرے پاس آنے سے اجل بھی گر کبھی آئے تو شاید کچھ بہانے سے
رچہ سے اُٹھا ہے تو دل و دین اک زمانے سے نہیں شیخ بھی اے کافر ترا ایمان ہلانے سے

ے صدمہ درد سر سے مری جان پر تو ہے لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہے
دل کہ جسمیں سوزِ محبت نہ ہووے ذوق بہتر ہے اُس سے سنگ کہ اُسمیں شرر تو ہے

وہ دنیا جسمیں ہو کوشش نہ دین کے واسطے واسطے دان کے کبھی کچھ یا سب یہیں کے واسطے
وق عاصی ہے تو اُسکا خاتمہ کیجو بخیر یا الٰہی اپنے ختم المرسلین کے واسطے

ھے سے حوصلہ دریا کب اہلِ ہمت کا نہیں یہ اتنا کہ بھر کاسۂ حباب تو دے

م دل پہ کیوں مرے مرہم کا استعمال ہے ٢٧ مُشک گر مہنگا ہے تو کیا لون کا بھی کال ہے

ا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے انسان وہ کیا نہ جو دلِ دلبر میں گھر کرے

ب روکا شکایتوں سے مجھے تو نے مارا عنایتوں سے مجھے

ا سے رنگ رنگ سے ہے رونقِ چمن اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

ے نہ تنگ ظرف سے اے ذوق کبھی راز کہہ کر اُسے سننا ہو ہزاروں سے تو کہیے

قارت ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہے زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

قیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے کہ مے آشام پیاسے ہیں مہینا بھر کے

کرتے تھے شہرہ ذوق جنکی پارسائی کا وہ سب یارِ خرابات اپنے نکلے ہمنشیں نکلے

اگر یہ جانتے چن چن کے ہمکو توڑینگے — تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے
سراغ عمر گزشتہ کا ڈھونڈھیے گر **ذوق** — تمام عمر گزر جائے جستجو کرتے

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے — ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے
کیوں ہم نے دیا دل تجھے او سنگدل اپنا؟ — کمبخت ہم اُس سخت گھڑی کو نہیں پاتے
وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہیں دل میں — لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے
معلوم نہیں اُسکے دہن ہے کہ نہیں ہے — اے **ذوق** ہم اس سر خفی کو نہیں پاتے

مزے یہ دل کے لیے تھے نہ تھے زبان کے لیے — سو ہم نے دل میں مزے سوزش نہاں کے لیے
نہ چھوڑ تو کسی عالم میں راستی کہ یہ شے — عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لیے
جو پاس مہر و محبت کہیں یہاں بکتا — تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لیے
نہیں ہے خانہ بدوشوں کو حاجت سامان — اثاثہ چاہیے کیا خانہ کمان کے لیے
مثال نے ہے مراجب تلک کہ دم میں دم — فغان ہے میرے لیے اور میں فغان کے لیے
دبال دوش ہے اس ناتوان کو سر لیکن — لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لیے
بنایا آدمی کو **ذوق** ایک جزو ضعیف — اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کے لیے

جو دل قمار خانہ میں بت سے لگا چکے — وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے
آنا بلا سے اُسکا قیامت سے کم نہیں — مرتے ہیں انتظار میں اک روز آ چکے
یاد آیا یاں کے آنے کا وعدہ نہیں تو کب؟ — جب رات کو وہ پاؤں میں مہندی لگا چکے
ہنگارو آج خوب چلو میکدے کو **ذوق** — چھوڑو کہیں وظیفہ بہت بڑبڑا چکے

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے — برق مضطر تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے — دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
کیا ہوا اے **ذوق** ہیں جو مردمک ہم روسیاہ — لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزیں ہے — نہیں یہ بھی معلوم ہے یا نہیں ہے

شورِ قلقل یہ کیون ہے دخترِ رز　　کیا کسی آشنا سے لڑتی ہے
سچ ہے الحرب خدعۃ ای ذوق　　نگہ اُسکی دغا سے لڑتی ہے

ہے تیرے کان زلفِ معنبر لگی ہوئی　　رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
بیٹھے بھرے ہوئے ہین خمِ مے کی طرح ہم　　پر کیا کرین کہ مُہر ہے مُنہ پر لگی ہوئی
میّت کو غسل دیجو نہ اس خاکسار کے　　ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی
یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجاے مُہر　۴۱　آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی
مُنھ سے لگا ہوا ہے اگر جامِ مے تو کیا　　ہے دل سے یادِ ساقیِ کوثر لگی ہوئی
اے ذوق دیکھ دخترِ رز کو نہ مُنھ لگا　۴۲　چھٹتی نہین ہے مُنھ سے یہ کافر لگی ہوئی

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے　　اُنکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے
چاہین گر چارہ جراحت کا محبت والے　　بیچین الماس و نمک سنگ جراحت والے
رہے جون شیشۂ ساعت وہ مکدر دونون　۴۳　کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے
حرص کے پھیلتے ہین پاؤن بقدرِ وسعت　　تنگ ہی رہتے ہین دنیا مین فراغت والے
نہین جز شمع مجاور مری بالینِ مزار　　نہین جز کثرتِ پروانہ زیارت والے
تو مرے حال سے غافل ہے پر اے غفلت کیش　　تیرے اندازِ تغافل نہین غفلت والے
ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن مین اے ذوق　۴۴　اسنے دیکھے ہی نہین ناز و نزاکت والے

بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ہے　　فریاد نہ کر دیکھ یہ صیّاد غضب ہے
توڑا کمرِ شاخ کو کثرت نے ثمر کی　۴۵　دنیا مین گرانباری اولاد غضب ہے
اخوانِ شیاطین ہین یہ بستِ ہی ہیندا　　کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہے
وہ کونسا غم ہے کہ جو دنیا مین نہین ہے　۴۶　اور اسپہ بھی دلکش یہ غم آباد غضب ہے
یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگین　　اے ذوق مگر سستی بنیاد غضب ہے

مزے جو موت کے عاشق کبھو بیان کرتے　　مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

مجھے آتا ہے رشک اُس رندِ مے آشام پر ساقی نہ جو دُردِ ماکدر جانے نہ جو صافِ صفا سمجھے
نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ میں عمرِ رفتہ کا ۲۷ مگر سمجھے تو داغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے
سمجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی بات ذوقؔ اُسکی کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

لیتے ہی دل جو عاشقِ دل سوز کا چلے تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے
کیا لے چلے گلی سے تری ہم کہ جوں نسیم آئے تھے سر پہ خاک اُڑانے اُڑا چلے
افسوس ہے کہ سایۂ مرغِ ہوا کی طرح ۲۸ ہم جسکے ساتھ ساتھ چلیں وہ جدا چلے
لیجائیں تیرے کشتے کو جنت میں بھی اگر پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا چلے
اے ذوقؔ ہے غضب نگہِ یار الحفیظ وہ کیا بچے کہ جسپہ یہ تیرِ قضا چلے

رخصت اے زندانِ جنوں زنجیرِ در کھڑکائی ہے مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے
سر بوقتِ ذبح اپنا اُسکے زیرِ پائے ہے یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے
بل بے استغنا کہ وہ یاں آتے آتے رہ گئے اُف ری بیتابی کہ یاں تو دم ہی نکلا جائے ہے
نزع میں بھی ذوقؔ کو تیرا ہی بس ہے انتظار ۲۹ جانبِ در دیکھ لے ہے جبکہ ہوش آ جائے ہے

گر اُلٹے پھرے چلتے وہ کعبے کے سفر سے تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے
وہ خلق سے پیش آتے ہیں جو فیض رساں ہیں ہے شاخِ ثمردار میں گُل پہلے ثمر سے
اے ذوقؔ کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا ۳۰ بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

الٰہی کس یگانہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے؟ کہ آج کوچے میں اُسکے شورِ بای ذنب قتلتی ہے
غمِ جدائی میں تیرے ظالم کہوں میں کیا مجھ پہ کیا بنی ہے جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دل خراشی ہے جانکنی ہے
بشر جو اس تیرہ خاکداں میں پڑا یہ اُسکی فروتنی ہے وگرنہ قندیلِ عرش میں بھی اسی کے جلوے کی روشنی ہے
خدنگِ مژگاں سے ذوقؔ اُسکے دل اپنا سینہ سپر بنا ہے مثالِ آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی ہے

آنکھ اُس پُر جفا سے لڑتی ہے جان کُشتی قضا سے لڑتی ہے
نہیں مژگاں کی دو صفیں گویا اک بلا اک بلا سے لڑتی ہے

یہ تنگنا ہے دہر نہیں منزل فراغ
غافل نہ پاؤں حرص کے پھیلا سو کیڑ کو

کتابِ محبت میں اے حضرتِ دل بتاؤ کہ تم لینے کتنا سبق ہو؟
کہ جب آئے گر تمکو دکھا تو وہ ہی لیے دست افسوس کے ورق ہو

آہا ہے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو
ہیں تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو

زیادہ ہوتا ہے پیری میں فربہ نفسِ امارہ
یہ بالوں کی سپیدی شیر ہے اس مارِ رہزن کو

دیکھا دمِ نزع دلارام کو
عید ہوئی ذوق ولے شام کو

مرنے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ
تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ

کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے ہو رد کیے ہے
اُتنا ہی اُسے چاہیں گے ہم اور زیادہ

اس عاشق بیچارہ کا ہے آج بُرا حال
گریے سے ہے آنکھوں پہ ورم اور زیادہ

دیتے ہیں ثمر شاخِ ثمردار کو جھکا کر
جھکتے ہیں سخی وقتِ کرم اور زیادہ

جو کنجِ قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر
ہے ذوق برابر انھیں کم اور زیادہ

اے ذوق وقتِ نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ
ورنہ جگر کو روئے گا تو دھر کے سر پہ ہاتھ

اے شمع ایک چور ہے بادِ نسیمِ صبح
۲۵ مارے ہے کوئی دم میں ترے تاجِ زر پہ ہاتھ

جو دیکھے اُسکو تھام کے دل بیٹھ جائے ذوق
جب ناز سے کھڑا ہو وہ رکھ کر کمر پہ ہاتھ

ہوش و خرد گئے نگہِ سحر فن کے ساتھ
اب جو ہے اپنی بات سو دیوانے پن کے ساتھ

وحشی کو ہم نے دیکھا اُس آہو نگاہ کے
جنگل میں پھر رہا تھا قلانچیں ہرن کے ساتھ

افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف؟
لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ

گندم ہے سینہ چاک فراقِ بہشت میں ۲۶
آدم کو کیا نہ ہوگی محبت وطن کے ساتھ

ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا
جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دار الشفا سمجھے
اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
اور اُس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

سمجھے اے سنگدل آرامِ جانِ مبتلا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

نہین خضاب سے مطلب ہمین یہ موے سفید سیاہ پوش ہوئے ماتمِ جوانی مین

ہم اپنے جذبۂ دل کے اثر کو دیکھتے ہین ۲۰ وہ پہلے بزم مین دیکھین کدھر کو دیکھتے ہین

گہر کو جوہری صراف زر کو دیکھتے ہین ۲۱ بشر کے دیکھنے والے بشر کو دیکھتے ہین

اب کے دل سے ہون تو پھر اُس بتِ قاتل کو نہ دون جان دُون مال دُون ایمان دُون پر دل کو نہ دون

چار ٹکڑے کر دُون دل کے کہ نہین ہو سکتا لب کو دُون رُخ کو نہ دُون زلف کو دُون تل کو نہ دون

دشنام دو کہ بوسہ خوشی پر ہے آپ کی رکھتے فقیر کام نہین رد و کد سے ہین

گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غمِ ہجران دل مین ۲۲ ہم نے جانا تھا کوئی دن کا ہی مہمان دلمین

نہ ڈال آبلہ اے گرمیِ فغان منہ مین کہ جیب کا بیٹھ رہون بھر کے گھنگھنیان منہ مین

مرے نالون سے چپ ہین مرغِ خوش الحان زمانے مین صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے مین

سینہ و دل یہ مرے زخمِ جگہ ہنستے ہین ہنسنے دو چارہ گرو ہنستے ہی گھر بستے ہین

کہتی ہے ماہیِ بریان کہ دبیرانِ قضا ۲۳ داغ دیتے ہین اُسے جسکو درم دیتے ہین

آسمان اور وہ ان ن بنانا ہم کو خاک مین تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہم کو

یہ تو یون مضطرب اور سینے مین کھون لا زن دل کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہم کو

دیکھا آخر کو نہ پھوڑے کی طرح پھوٹ بہے ہم بھرے بیٹھے تھے کیون آپ نے چھیڑا ہم کو

ذوق بازیگہِ طفلان ہے سراسر یہ زمین ساتھ لڑکون کے پڑا کھیلنا گویا ہم کو

موت ہی سے کچھ علاجِ دردِ فرقت ہو تو ہو غسلِ میت ہی ہمارا غسلِ صحت ہو تو ہو

انتظارِ یار مین جو چشم ہو جائے سفید مردمک اُسمین کہان ہو داغِ حسرت ہو تو ہو

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو

آج اک بگڑی ہوئی تھی جسکو ہمین پہن کر ذوق وہ تیری ہی دستارِ فضیلت ہو تو ہو

آن پہنچی ہے گرداب فنا کشتیِ عمر ہر نفس بادِ مخالف کا ہے جھونکا ہم کو

ہم گئے جسکی طرف جون گلِ بازی اُسنے ۲۴ پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہمکو

ہمارے ہاتھ سے اے ذوق وقتِ مے نوشی ۔ ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہین

وقتِ پیری شباب کی باتین ۱۲ ایسی ہین جیسے خواب کی باتین
اُسکے گھر لے چلا مجھے دیکھو ۱۳ دلِ خانہ خراب کی باتین
واعظا چھوڑ ذکرِ نعمتِ خُلد ۔ کر شراب و کباب کی باتین
تجھکو رسوا کرین گی خوب اے دل ۔ تیری یہ اضطراب کی باتین
سنتے ہین اُس کو چھیڑ چھیڑ کے ہم ۱۴ کس مزے سے عتاب کی باتین
ذکر کیا جوشِ عشق مین اے ذوق ۔ ہم سے ہون صبر و تاب کی باتین

ہے جی مین اپنے غرۂ جوہر کو توڑ دون ۔ آئینۂ خیالِ مکدر کو توڑ دون
ساقی لڑائیون سے تری چاہتا ہے جی ۔ باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دون
احسان ناخدا کے اُٹھائے مری بلا ۔ کشتی خدا پہ چھوڑ دون لنگر کو توڑ دون
نازک کلاہیان مری توڑین عدو کا دل ۱۵ مین وہ بلا ہون شیشے سے پتھر کو توڑ دون
پھر اُس غرہ کو یاد کرے دل تو دل مین ذوق ۔ نشتر چبھو کے مین سرِ نشتر کو توڑ دون

تو کہے غنچہ کہ اُس لب پہ دھڑی خوب نہین ۔ چُپ کہ منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہین
سامنے سے مرے ٹلتا نہین ناصح جب تک ۔ سفر کٹتا ہے مرا دو چار گھڑی خوب نہین
خوبرویون سے سبب آنکھ لڑی پر افسوس ۔ قسمت اے ذوق کہین اپنی لڑی خوب نہین

خط پڑھ کے اور بھی وہ ہوا پیچ و تاب مین ۱۶ کیا جانے لکھ دیا اُسے کیا اضطراب مین
یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین ۱۷ وان ایک خامشی تری سب کے جواب مین
بے بادہ عمر گئی مین ہوا ذوق جبکہ ہوش ۔ کی توبہ سب بے وقوف نے ناحق شباب مین

گل پریشان ہوا ہنس کے چمن مین آخر ۱۸ دیکھ اے غنچہ دہان خندہ زنی خوب نہین
بات ہم نے تو بنائی تھی دہان خوب مگر ۔ تھی جو بگڑی ہوئی قسمت تو بنی خوب نہین

ترکاؤ خوب نہین طبع کی روانی مین ۱۹ کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی مین

مین وہ مجنون ہون جو نکلون کنجِ زندان چھوڑ کر — سیبِ جنت تک نہ کھاؤن سنگِ طفلان چھوڑ کر
مین ہون وہ گمنام جب دفتر مین نام آیا میرا — رہ گیا بس منشیِ قدرت جگہ وان چھوڑ کر
ہوگیا طفلی ہی سے دل مین ترازو تیرِ عشق — بھاگین ہین مکتب سے ہم اوراقِ میزان چھوڑ کر
دل تو لگتے ہی لگے گا حوریانِ عدن سے — باغِ ہستی سے چلا ہون ہاے پریان چھوڑ کر
اِن دنون گرچہ دکن مین ہے بڑی قدرِ سخن — کون جائے ذوقؔ پر دلّی کی گلیان چھوڑ کر

بلبل ہون صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر — پروانہ ہون چراغ سے دور اور شکستہ پر
اُس مرغِ ناتوان یہ ہے حسرت جو رہ گیا — مرغانِ کوہ و زاغ سے دور اور شکستہ پر
اے ذوقؔ اسیر طائرِ دل کو کہان فراغ؟ — کوسون ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

صفائے دل کی یہی ہے صورت کہ دل آئینے مین نہ دے کدورت — کہ بیٹھہ جلا کی، بالضرورت، اس آئینہ مین یہ زنگ جا کا

بادام دو جو بھیجے ہین بٹوے مین ڈال کر — ایما ہے یہ کہ بھیجدو آنکھین نکال کر

مجھ مین کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو آن کے پاس — بدگمان وہم کی دارو نہین لقمان کے پاس

کیا زبان چلتی ہے اُس بزم مین بدگویون کی — مُنھ مین اُنکے یہ زبان ہین کہ الٰہی مقراض

صفحۂ دہر پہ یکدل نہوا ایک سے ایک — دل کے دو حرف ہین سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

پھنسے نہ حلقۂ گیسوے تابدار مین دل — بلا سے گر ہو تو ہو دہانِ مار مین دل
یہ جسمِ زار ہے یا میرے پیرہن مین دل؟ — گرہ ہے تار مین یا میرے جسمِ زار مین دل؟
بغل مین جیسے میرا دل بغل کا دشمن ہے — نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی کنار مین دل
اُٹھا تو لائے مرے ہمنشین مجھے اے ذوقؔ — رہے گا میرے عوض، میرا کوے یار مین دل

بلائین آنکھون سے انکی مدام لیتے ہین — ہم اپنے ہاتھون کا مژگان سے کام لیتے ہین
ترے خرام کے پیرو ہین جتنے ہین فتنے — قدم سب آن کے وقتِ خرام لیتے ہین
شبِ وصال کے روزِ فراق مین کیا کیا — نصیب مجھ سے مرے انتقام لیتے ہین
ہم اُنکے زور کے قابل نہین ہین وہ شہزور ۱۱ جو عشق مین دلِ مضطر کو تمام لیتے ہین

ریش سفید شیخ مین ہی ظلمت فریب — اس مکر چاندنی مین نہ کرنا گمان صبح
زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتون سے تو؟ — دیتا ہے کوئی ایسی بھی، مرد خدا اصلاح!
بد خصلتون کو کرتا ہی بالانشین فلک — اونچی ہی آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ
مسواک نے بڑھایا ہی زاہد کا اعتبار — ہی یہ بھی اسکی ایک شجر مکر و فن کی شاخ

لیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد — سینے مین ہو گی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد
لیا بد کا اپنے گریے کو ہم نے کہ لگ گئی — پھر وہ ہی آنسوؤن کی جھڑی دو گھڑی کے بعد
وئی گھڑی اگر وہ ملایم ہوئے تو کیا — کہہ بیٹھین گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد
ل اُس سے ہم نے ترک ملاقات کی، تو کیا؟ — پھر اُس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد
یروانہ گرد شمع کے شب دو گھڑی رہا — پھر دیکھی اُسکی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد
لیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوق کس طرح — پھر تو نہ ٹھہرے پاؤن گھڑی دو گھڑی کے بعد

یون اسیران قفس تک کوئی پہنچا گلبرگ ۸ جیسے غربت مین شہیدان وطن کا کاغذ

دکھا نہ جوش و خروش اپنا زور پر چڑھ کر — گئے جہان مین دریا بہت اتر چڑھ کر
ہنر شناس کو دکھلا ہنر کی خوبی، زر — اگر کھلے ہے تو قرات کی نظر چڑھ کر
جو مارے نفس کو اور کرے اپنے غصے کو زیر ۹ بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھ کر
ہماری خاک پہ برپا ہی ذوق فتنۂ حشر — سمند ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھ کر

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لے کر — چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لیکر
شرط ہمت نہین مجرم ہو گرفتار عذاب — تو نے کیا چھوڑا اگر چھوڑے گا بدلا لیکر
مجھ سا مشتاق جمال ایک نہ پاؤ گے کہین — گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لیکر
وان سے یان آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے — یان سے تو جائین گے ہم لاکھ تمنا لیکر

کل گئے تھے تم جسے بیمار ہجران چھوڑ کر ۱۰ چل بسا وہ آج سب ہستی کا سامان چھوڑ کر
طفل اشک ایسا گرا دامان مژگان چھوڑ کر — پھر نہ اٹھا کوچۂ چاک گریبان چھوڑ کر

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی — کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیون حسود ہوتا

کیون کہہ کے مکرتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا — کہ جو تجھے کہتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

وہ دیکھین کس طرح ہے روزِ فرقت دیکھکر جیتا — کہ جو عاشق ہو تیرا تیری صورت دیکھ کر جیتا

یون لائے وان سے ہم دلِ صدپارہ ڈھونڈکر — دیکھا جہان پڑا کوئی ٹکڑا اُٹھا لیا

جنت ہے زندگی مین، زمانہ شباب کا — پیری کا ہے پہلے مرگ سے ہونا عذاب کا

ہم برہنہ پا، جنون اور گرم پتھر زیرِ پا — دوپہر ہے، سایہ بھی بیٹھے ہے دب کر زیرِ پا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا مین کیون؟ — کیا ڈیڑھ چلو پانی مین ایمان بہ گیا؟

یان تک عدو زمانہ ہے مردِ دلیر کا — جنگلین مین منہ شکار کیے پر بھی شیر کا

لگتا ہے تیر دل پہ آہ کس کافر کی مژگان کا — نشان سوفار کا معلوم ہوتا ہے یہ پیکان کا

مسجد مین اُسنے ہمکو آنکھین دکھاکے مارا — کافر کی دیکھ شوخی گھر مین خدا کے مارا

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب؟ — کام چور، اِس کام پر کس منہ سے اُجرت کی طلب؟

حشر تک دل مین رہی اُس سروِ قامت کی طلب — یہ طلب ہے اپنی یارب کس قیامت کی طلب؟

دور رہ، اور دیر مست رہ سا مثلِ ہلال — شہر مین تجھکو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

گر گلستانِ جہان مین تنگ ہے تو غنچہ وار — کر کشادہ دل سے اپنے ذوقِ وسعت کی طلب

سمجھے سیہ خانے کی ظلمت تو نہ بیٹھے ہرگز — سرِ جمشید پہ اوڑکر مگس جامِ شراب

مجنون نے دی لگا جو سرِ خارزار پشت — پشت اب ہجومِ خار سے ہے پشتِ خار پشت

بارِ زمانہ پشت پہ لیکر کسبر کی طرح — سیدھی فلک نے کی نہ کبھی ایک بار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق — اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

معلوم جو ہوتا ہمین انجامِ محبت — لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کنان نعش پہ میری — سونپا کسے تو نے مجھے ناکامِ محبت!

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج — کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا
پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہیں آتا
گر آج بھی وہ رشکِ مسیحا نہیں آتا

کیا جانے اسے وہم ہے کیا میری طرف سے
جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا

ہم رونے پہ آ جائیں تو دریا ہی بہا دیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آنا ہے تو آ جا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھیے آنا بھی ہے دم یا نہیں آتا

ساتھ اُنکے ہیں ہم سایہ کے مانند ولیکن
اس پر بھی جدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا

دل مانگنا مفت اور پھر اُسپہ تقاضا
کچھ قرض تو بندے پہ تمھارا نہیں آتا

جاتی رہے زلفوں کی لٹک دل سے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ
سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا
کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہگاروں کا

محتسب، گرچہ دل آزار ہے میخواروں کا
دے تجھے اک جام، تو ہے یار بھی یاروں کا

اس طپش کا ہے مزا دل ہی کو حاصل ہوتا
کاش میں عشق میں سر تا بقدم دل ہوتا

موت نے کر دیا لاچار وگرنہ انسان
ہے وہ خودبیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

مشہور ہے سفاک شہرہ ہے نگاہِ یار کا
سچ کہا ہے باڑھ کاٹے تمام ہو تلوار کا

کوچۂ زلفِ بتاں میں دل پڑا ہوگا کہیں
پوچھتے ہو کیا ٹھکانا اُس خدائی خوار کا

پانی طبیب دے ہے ہمیں کیا؟ بجھا ہوا
ہے، دل ہی زندگی سے ہمارا، بجھا ہوا

نہ پکڑیں دامنِ الیاس گردابِ بلا میں ہم
کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا

بیٹھ رہیے تو قفس ہے عجب آرام کی جا
پر ہے جیبیں ہمیں شوقِ رہائی کرتا

نہ ہوا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا
مستعد جب وہ ہوا مارنے تو خنجر نہ ہوا

محفل میں شور قلقل مینائے مل ہوا
لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قُل ہوا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہون کل کی طرح سے — گر آج کا دن بھی یوہین ٹل جائے تو اچھا

القصہ نہین چاہتا مین جائے وہ یان سے — دل اُسکا یہین کاش بہل جائے تو اچھا

ہر قطعِ رہِ عشق مین اے ذوق ادب شرط — جون شمع تو اب سر ہی کے بل جائے تو اچھا

کہے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا — کمی جو مجھ سے کرے تو پیے لہو میرا

نہ پہنچا گردنِ جانان تک اور لوٹ کے ہائے — پڑا گلے مین مرے دستِ آرزو میرا

ہمیشہ مین ہون اسی داؤ گھات مین اے ذوق — کہ رام ہو وہ غزالِ پلنگ خو میرا

بعد مردن بھی خیالِ چشمِ فتان ہی رہا — سبزۂ تربت مرا وقفِ غزالان ہی رہا

کب لباسِ دُنیوی مین چھپتے ہین روشن ضمیر — جا کہ فانوس مین بھی شعلہ عریان ہی رہا

مدتون دل اور پیکان دونون سینے مین رہے — آخرش دل بہ گیا خون ہو کے پیکان ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے — ۴ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

سب کو دیکھا اُس سے اور اُسکو نہ دیکھا جون نگاہ — وہ رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

آگئے زلفین تری دلمین بسین اور اب آنکھین تری — ملکِ دل اپنا ہمیشہ کافرستان ہی رہا

مجھ مین اُسمین ربط ہے گویا برنگِ بوے گل — وہ رہا آغوش مین گویا گریزان ہی رہا

دین و ایمان ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اسوقت مین — اب نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ ایمان ہی رہا

وہ کون ہے مجھ پر جو تاسف نہین کرتا — پر میرا جگر دیکھ کہ مین اُف نہین کرتا

کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے مین اُسکے — اور دم مرا جانے مین توقف نہین کرتا

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے — دنیا کے زر و مال پہ مین تُف نہین کرتا

پڑھتا نہین خطِ غیر مرا وان کسی عنوان — جبتک کہ عبارت مین تصرف نہین کرتا

اے ذوق تکلف مین ہے تکلیف سراسر — ۵ آرام سے وہ ہے جو تکلف نہین کرتا

اُسنے جب مال بہت رد و بدل مین ہارا — ہم نے دل اپنا اُٹھا اپنی بغل مین مارا

آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا — کہین یہ جائے نہ اس جنگ و جدل مین مارا

مجکو ہر شب ہجر کی، ہونے لگی جون روزِ حشر — مجھ سے یہ کس دن کے بدلے آسمان لینے لگا؟

ہے جو غنچون کا چٹکنا انگلیون کی سی چٹک — یہ بلائین کسکی، باغ، اے باغبان لینے لگا؟

حسن نے کی اس میکدہ مین بیعتِ دستِ سبو — وہ قدم تیرے، بس اے پیرِ مغان لینے لگا

ے کے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے، بہار — اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہان لینے لگا

موت اُسکو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور — یون ترا بیمارِ غم جو ہچکیان لینے لگا

رات کو اے ذوق اُسکی نوکِ مژگان کا خیال — تن پہ ہر مو سے مرے، کارِ سنان لینے لگا

ایک دن بالکل نہ مین، اے چارہ گر اچھا ہوا — داغ اِدھر تازہ ہوا، گر زخم اُدھر اچھا ہوا

ہے بُرا تو ہی، نظر آیا اگر تجکو بُرا — تو ہی اچھا ہے، تجھے معلوم اگر اچھا ہوا

ذوق کے مرنے کی سنکر پہلے تو کچھ رُک گئے — پھر کہا تو یہ کہا، منہ پھیر کر، اچھا ہوا

بت جان منتظر ہو بیٹھی ہے، وہ شوخ کب آیا؟ — اگر جہلم کو بھی آیا، تو ہم جانین گے اب آیا

وہ آئین یا نہ آئین، ہین نہین رنجیدہ دل اُنسے — مگر یہ رنج ہے، کیون رنج اُنسے بے سبب آیا؟

گائی زلف کو شانے نے جو انگلی پکارا دل — یہ گستاخی، بھلا رہ تو سہی او بے ادب آیا

ے ڈر سے نہ آیا پاس کوئی غنچہ دہانون کے — مگر رونا کبھی چوری سے بعد از نیم شب آیا

ین اپنے ذوق کے قربان، کہ مستی ہین محبت کی — بلایا کس نے اسکو؟ یہ جب آیا بے طلب آیا

آنکھین مری تلوؤن سے وہ مل جائے تو اچھا — ہے حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا

جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر — جو دل نہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا

بیمارِ محبت نے لیا تیرے سنبھالا — لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

تاثیرِ محبت عجب اک حب کا عمل ہے — لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا

فرقت سے ترے تارِ نفس سینہ مین میرے — کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

وہ صبح کو آئے تو کرون باتون مین دوپہر — اور چاہون کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا

ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کرون شام — اور پھر کہون گر آج سے کل جائے تو اچھا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے مین — اگر لاکھون برس سجدے مین سر مارا تو کیا ما
دلِ بدخواہ مین تھا مارنا، یا چشمِ بدبین مین — فلک پر ذوق تیرِ آہ گر مارا تو کیا مار

مین کہان سنگِ درِ یار سے ٹل جاؤنگا؟ — نہ وہ پتھر ہے پھسلنا، کہ پھسل جاؤنگ
دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ لے چل مجکو — ورنہ مین جاکے وہان، دیکھ، مچل جاؤنگ
دل کہے ہے کہ مجھے روزنِ سینے سے نکال — ورنہ خون ہوکے مین آنکھون سے نکل جاؤنگ
گر پڑا آگ مین پروانہ دمِ گرمیِ شوق — سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت، کہ جل جاؤنگ
جنبشِ برگِ صفت، باغِ جہان مین ای ذوق — کچھ نہ ہاتھ آئے گا تو ہاتھ تو مل جاؤنگ

اس سے تو اور آگ، وہ بے درد ہوگیا — اب آہِ آتشین سے بھی، دل سرد ہوگی
سینے مین بوالہوس کے بھی تھا آبلہ، مگر — نشتر کا نام سنتے ہی مُنھ زرد ہوگی
پیرِ مغان کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق — نامرد مرد، مردِ جوان مرد ہوگی

جدا ہوئے ہین یار سے ہم، اور نہون رقیب جدا — ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جد
دکھا دے جلوہ جو مسجد مین وہ بتِ کافر — تو چیخ اُٹھے مؤذن جدا خطیب جد
جدا نہ درد جدائی ہو گر مرے اعضا — حروفِ درد کی صورت ہون، ای طبیب جد
ہے اور علم و ادب، مکتبِ محبت مین — کہ ہے، وہان کا معلم جدا، ادیب جد
فراقِ خلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک — الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جد
کیا حبیب کو مجھ سے جدا فلک نے اگر — نہ کر سکا مرے دل سے غمِ حبیب جد
کرین جدائی کا کس کس کی رنج ہم؟ ای ذوق — کہ ہونے والے ہین سب ہم سے عنقریب جد

نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا — سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھ
دیکھو قسمت کا لکھا اُس نے پڑھا خط سو بار — دھیان پر میرا نہ مضمون کسی آن چڑھ
حضرتِ عشق کی درگاہ مین آکر اے ذوق — دل و دین دیتے ہین سب گبر و مسلمان چڑھ

نیمچہ جب سول وہ بانکا جوان لینے لگا — موت کے جی مین مزے یہ نیمجان لینے لگ

غزلیات و ابیات

جس انسان کو سگِ دنیا بنایا ۱ فرشتہ اُسکے ہمسایا بنایا
لحد میں بھی ترے سودائیِ نے آرام خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا؟
رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم ۲ کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا
احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے نکل جاتے مگر رستا نہ پایا
نظیر اُسکا کہاں عالم میں؟ اے ذوق کہیں ایسا نہ پائے گا، نہ پایا

ام یون پستی میں، بالا تر، ہمارا ہو گیا جس طرح پانی، کنوئیں کی تہ میں تارا ہو گیا
یک دم بھی، ہم کو جینا ہجر میں تھا ناگوار پر امیدِ وصل میں برسوں گوارا ہو گیا
وق، اس بحرِ جہاں میں کشتیِ عمرِ رواں جس جگہ پر جا لگی، وہ ہی کنارا ہو گیا

لہ اس شور سے کیون میرا دُہائی دیتا اے فلک گر تجھے اونچا نہ سُنائی دیتا
لھو، چھوٹون کو ہے اللہ بڑائی دیتا آسمان، آنکھ کے تِل میں ہے دکھائی دیتا
لھ دیتا فلک آزار، گوارا تھے مگر ایک تیرا نہ مجھے داغِ جدائی دیتا
لھ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے گر حریفون کو خدا ساری خدائی دیتا
لھ گر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشین دیدۂ روزنِ دل سے ہے دکھائی دیتا

ی بیکس کو، اے بیدادگر، مارا تو کیا مارا؟ جو آپ ہی مر رہا ہو، اُسکو گر مارا تو کیا مارا؟
ارا آپ کو جو خاک ہو، اکسیر بن جاتا اگر پارے کو، اے اکسیرگر، مارا تو کیا مارا؟
ے موذی کو مارا، نفسِ امارہ کو گر مارا ۲ نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا؟
نگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے الٰہی، پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا؟
ی کے ساتھ یان رونا ہے مثلِ قلقلِ مینا کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا؟
دل، دونون پہلوؤں میں ہیں زخمی اُسنے کیا جانیں اِدھر مارا تو کیا مارا اُدھر مارا تو کیا مارا؟

ذوق

شیخ ابراہیم تخلص ذوق دہلی مولد و مدفن ۱۲۷۱ھ سال وفات۔

یہ بڑا ہی ذی علم اور ذہین شاعر تھا۔ غالب اسکا ہمعصر تھا۔ غالب کے بعض بعض کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذوق کے پایۂ شاعری کو اُردو میں خود سے کمتر نہیں سمجھتا تھا اور بعض متقدمین کی تو یہ رائے ہے کہ غالب سے ذوق بڑھا ہوا تھا لیکن سچ یہ ہے کہ کثرت رائے ہمیشہ غالب کی طرفدار رہی اور رہے گی۔ ذوق دہلی کے برائے نام بادشاہ "بہادر شاہ ظفر" کا اُستاد تھا بادشاہ اپنے کلام برابر اسے دکھاتا تھا اور اسکی بڑی عزت کرتا تھا غالب بھی وظیفہ خوار شاہی تھا اسلیے وہ اپنے مزاج کے خلاف ذوق سے زیادہ مُنھ آنا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ اب اسے ذوق کے پایۂ شاعری کی سطوت سمجھیے یا کہ توسل شاہی کی برکت خیال فرمایئے ایکمرتبہ غالب نے ایک شاہزادے کے بیاہ میں سہرا لکھا اُسکا ایک شعر تھا "ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں + دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا" اسکے جواب میں بادشاہ کے ایما سے ذوق نے بھی ایک سہرا لکھا اور بہت اچھا لکھا اُسکا ایک شعر یہ ہے "جنکو دعویٰ ہو سخن کا یہ سُنا دو اُنکو + دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا" غالب نے معذرت کے طور جو قطعہ لکھکر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اُسکے دو شعر یہ ہیں "مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات + مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے + روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ + سودا نہیں جنون نہیں وحشت نہیں مجھے"

ذوق کے قبل کسی اور شاعر نے دربار شاہی میں وہ رسوخ لازوال نہ پایا تھا جو ذوق کو نصیب ہوا اسے یا تو ظفر اور ذوق کے اعتدال طبیعت پر محمول کریں یا یہ سمجھیں کہ نہ ظفر کو اختیارات شاہی کا غرور تھا اور نہ ذوق نے اپنے بزرگوں کی مکنت دیکھی تھی ان دنوں کا وقت عجب تھا کہ بادشاہ کو تفکرات ملکی ایک طرف مشغول رکھتے تھی اور شاعروں کو بزرگوں کی تلوار کی یاد دوسری طرف پریشان رکھتی تھی۔

انتخاب

از

دیوانِ ذوق

ہشتر

رباعیات

خورشید ہر شام کہان جاتا ہے؟ روشن ہی دبیر پہ، جہان جاتا ہے
مغرب ہی کی جانب کو ہر قبرِ دبیر ۴۲ یہ شمع جلانے کو، وہان جاتا ہے

بانو کو قلق اکبرِ ذیجاہ کے تھے نالے، دلِ سوزان سے، بلند آہ کے تھے
گر پوچھتا تھا کوئی کہ کیا سن ہوگا؟ ۴۳ کہتی تھی مسین بھیگی تھین دن بیاہ کے تھے

تکلیف دکھاتا ہے زمانہ ہمکو دیتا ہے نہ دولت نہ خزانہ ہمکو
او گردشِ افلاک ہم سمجھتے ہین تجھے ۴۴ تو پیستا ہے جان کے دانہ ہمکو

گھر چھوڑ کے بہرِ جستجو نکلین گے گلزارِ جہان سے مثلِ بو نکلین گے
اس خیمہ مین گر رہے تو ہین بمانندِ دلو پر جب نکلین بہ آبرو نکلین گے

رتبہ جسے دنیا مین خدا دیتا ہے دل مین وہ فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتا ہے تہی دست ثنا آپ اپنی جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

رحمت کا تری امیدوار آیا ہون منہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہون
چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل ۴۵ تابوت مین کاندھے پہ سوار آیا ہون

مال و زر و افسر و حشم ملتا ہے ممکن ہے نگین، طبل و علم ملتا ہے
عنقا، گوگردِ سرخ، پارس، اکسیر یہ سب ملتے ہین دوست کم ملتا ہے

گو صورتِ دریا ہمہ تن جوش ہون مین لب خشک ہین چشم تر ہے خاموش ہون مین
کیا پوچھتے ہو؟ مقام و مسکن کیسا؟ ۴۶ مانندِ حباب خانہ بردوش ہون مین

عابد کو دوا اور نہ غذا دیتے ہین ۴۷ سوتا ہے تو زنجیر ہلا دیتے ہین
سادات کو قید اس مہینے مین کیا قیدی کو محرم مین مجرے اٹھتے ہین

بندون پہ یہ کرم حضرتِ باری کا ہے مقدور کسے شکر گزاری کا ہے
دی ہے جو خدا نے سرفرازی مجکو ۴۸ ثمرہ یہ نہالِ خاکساری کا ہے

پیاسا ہوا حسینؑ کا فرزند نوجوان | کیا اڑیاں رگڑتا تھا اصغر بھی الاماں
جب تک قضا نہ آئے گی مجھ بے ہوس کو | روؤنگی پیاسے بھائی کو اور اُنکی پیار کو

بولی کوئی عذر زبان پر نہ لایئے | فاقے کے توڑنے کے لیے کچھ تو کھایئے
ن بھوکے پیاسے بچوں کو بھی اب جگایئے | ایک اک نوالہ آلِ نبی کو کھلایئے
اب فاقہ توڑو روح پیمبرؐ کے واسطے | پانی بھی پی لو ساقیٔ کوثر کے واسطے

نبؑ کو تھا جو زوجۂ حُر کا کمال پاس | سجادؑ کو پکاری ذرا آؤ میرے پاس
کام ذبح کیسے تھے بھائی بحالِ یاس | پانی ملے تو بھول نہ جانا ہماری پیاس
دو فاتحہ حسینؑ کا پانی کے جام پر | صدقے ہیں اُنکی پیاس کے اور اُنکے نام پر

صہ شہ کا فاتحہ پانی پہ جب دیا | زینبؑ سنے کی وہ آہ کہ محشر بپا ہوا
نہ ہلا ہلا کے سکینہ کا یہ کہا | پانی پیو اُٹھو یہ پھوپھی تم پہ ہو فدا
جاگو ابھی تو واسطے پانی کے روتی تھیں | کل تک تو اپنے باپ کے سینے پہ سوتی تھیں

ی کا نام بالی سکینہ نے جب سُنا | اکبار آنکھیں ملتی اُٹھی اور یہ کہا
نی تو تم پہ بند تھا کیونکر تمھیں ملا | کیا آیا نہر سے مرا سقّا مرا چچا
دن کو تو فوج گھیرے ہوئے تھی فرات کو | پانی چھپا کے لائے ہیں عباسؑ رات کو؟

پکاری سُن کے یہ تقریر دل خراش | پانی پیو کرو نہ مرے دل کو پاش پاش
ری چچا کہاں ہیں جسے کرتی ہو تلاش؟ | شانے کٹے پڑی ہے لبِ نہر اُنکی لاش
اُٹھو پیو یہ پانی ہے نذرِ امام کا | اب فاتحہ ہوا ہے شہ تشنہ کام کا

بند اختتامِ روایت نہیں ہنوز | بس اے دبیر آتشِ غم سے ہے دل میں سوز
زادہ مومنوں کی ہے شمعِ جہاں فروز | کر یہ دعا خدا سے کہ ہر شب ہر ایک روز
گردش میں گو سدا فلکِ کینہ جو رہے | یارب علی کے دوستوں کی آبرو رہے

آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کے لگی رونے اور کہا — پرسا مین حُر کا دیتی ہون توساتھ دے مرا
۱۸ وہ رو کے بولی نام نہ لو اُس غلام کا — مین تکموے دینے آئی ہون پرسا امام کا

بانو نے حُر کی زوجہ سے پھر کی یہ گفتگو — ہمدرد مین تمھاری ہون مجھ سے بھی تم ملو
بانو کی شکل دیکھ کے بولی وہ نیک خو — واللہ دل مین ڈھونڈھ رہی تھی مین آپکو
اکبر تھا لال آپ کا اٹھارہ سال کا — پرسا تو مجھ سے لیجیے اُس خوشخصال کا

۱۹ پھر اسکے خواہر ہاشم نے بھی کیا — زینبؑ نے پوچھا کون ہو تو غم کی مبتلا
وہ بولی مین کنیز ہون خضہ کی با وفا — بھائی یہ آپ کے مرا بھائی ہوا فدا

۲۰ زینبؑ پکاری عاشق شاہ زمن ہو تو — کلثومؑ ہے بہن مری یا اک بہن ہو تو
بھائی ترا شہید ہوا رن مین بے گناہ — چہرہ اُتر گیا ترا احوال ہے تباہ
بھائی کا داغ پوچھے مرے دل سے کوئی آہ — ہاشم کے غم مین صبر تجھے دے مرا الٰہ
ہنستا ہے شمر سُن کے مری آہ سرد کو — اُس سے بیان تو کیجیو بھائی کے درد کو

۲۱ زینبؑ نے رو کے زوجہ حر سے یہ پھر کہا — بارے تمھارے آنے کا یان کیا سبب ہوا؟
کی عرض اُسنے لونڈی کی قسمت ہوئی رسا — بھیجے ہین ابن سعد نے یہ خوان پُر غذا
۲۲ کنبے سے اُسکے کھانے کے ہمراہ آئی ہون — یہ حاضری حسینؑ کے مرنے کی لائی ہون

سُنتے ہی نام حاضری شاہِ بے کفن — زینبؑ کا سینہ ہل گیا تھرا گیا بدن
بولی کہ ہائے اے مرے مان جائیے بوطن — اس حاضری کے کھانے کو جیتی رہی بہن
دنیا مین یادگار رہا سانحہ مرا — تم نے نہ ہاتھ اُٹھا کے دیا فاتحہ مرا

۲۳ یہ بین کرکے زوجہ حر سے کیا خطاب — کھانا تو لے کے آئی تجھے بھی ہوا ثواب
اسب دل کو مطلقاً نہین ذوق طعام و آب — کھانا ہے غم عزیزون کے مرنے کا بیحساب
۲۴ ہم سب حسینؑ پیاسے کی ماتم مین زار روتے ہین — کسکو کھلائین بچّے بھی اسوقت سوتے ہین
انصاف کر تو بانی ہون گرچہ مین خستہ جان — بیٹی نظر ہی بھائی کی سوکھی ہوئی زبان

کچھ روشنی بھی خیمے میں پائی نہ زینہار
دیکھا کہ ایک بی بی ہے ڈیوڑھی پہ بیقرار
یہ بات کہہ کے ہوتی ہے مشغول آہ مین
اصغر ہے قتلگاہ مین، مین خیمہ گاہ مین

۱۱
مشعل کی روشنی پہ جو زینبؑ نے کی نگاہ
بولی، کہ لو پھر آئی ہمین لوٹنے سپاہ
پھر اس طرح پکاری، ہوا ہم سے کیا گناہ؟
لوگو ڈرو خدا کے غضب سے یہ کیا ہے آہ؟
کوئی بھی پوچھتا نہیں اس واردات کو؟
لوٹے ہوؤن کو لوٹنے آئے ہو رات کو؟

۱۲
گر اور کچھ گمان ہو تو کر لو ہمین شمار
بھاگا نہین ہے کوئی تمہارا گناہگار
موجود ایک جا ہین تمہارے قصوروار
اس سے تو ہم سبھون کو کرو قتل ایک بار
کل ہم کو لوٹ لیجیو اب کیا ضرور ہے
قیدی بھاگے جاتے ہین، کیا دن صبح دور ہے

۱۳
بچے ہمارے مانگ رہے تھے ابھی غذا
بہلا کے اُن سبھون کو ابھی ہے سُلا دیا
ضامن خدا ہے ہم نہیں کرنے کے کچھ دغا
ہے فوج مین تمہاری سر شاہِ کربلا
اُس سر سے منہ پھرا کے کسے منہ دکھائین گے
قرآن بیچ مین ہے نہ ہم بھاگ جائین گے

۱۴
یہ بات سُن کے زوجۂ حُر روئی خوب سا
پردہ اُٹھا کے خیمے مین آئی وہ باوفا
ہمراہ ساری عورتین کرتی ہوئین بکا
خوانِ طعام رکھدیے خیمے مین جا بجا
سب عورتون کی شکل تھی پنہان نقاب سے
زینبؑ نے سر جھکا لیا اپنا حجاب سے

۱۵
زینبؑ پھر اپنے دل کو یہ دینے لگی خبر
اِن خوانون مین یقین ہے شہیدون کے ہونگے سر
ناگاہ بولی زوجۂ حُر پاس آن کر
لونڈی سلام کرتی ہے بی بی کرو نظر
مین عاشقِ حسینؑ کنیزِ بتولؑ ہون
مین زوجۂ ہراولِ سبطِ رسولؐ ہون

۱۶
آیا زبان زوجۂ حُر پہ جو حُر کا نام
تعظیم کو کھڑی ہوئی وہ خواہرِ امام
بولی تو حُر کی زوجہ ہے اے بی بی نیکنام
حق بخشے حُر کو واہ عجب کر گیا وہ نام
پہلے خبر نہ تو نے کی زہرا کی جائی کو
سر ننگے آئی در پہ تری پیشوائی کو

۱۷
یہ کہہ کے اُس کو اپنے برابر بٹھا لیا
پلّہ نہ تھا جو ڈھانپ کے منہ روئے خوب سا

اب کیا کرے گا نام نبی تو مٹا چکا
بالفرض تجکو سبطِ پیمبرؐ سے بغض تھا

سیدانیون سے آب و طعام اب جو دور ہے
بیچاری بیبیون کا بھلا کیا قصور ہے؟

یہ رسم ہے عرب کی، ہین آگاہ اس سے سب
قوم عرب مین مرتا ہے جس کا عزیز جب

کھانا اُسے کھلاتے ہین ہمسایے سب عرب
اور حاضری بھی بھیجتے ہین گھر مین وقت شب

بھوکا ہے تین روز سے کنبہ بتولؑ کا
فاقہ نہ ٹوٹا آج بھی آلِ رسولؐ کا

تقسیم تونے سب کو جو اس دم کیا طعام
آلِ نبیؐ کی بھوک یہ ہم روئے لا کلام

انکا نوالہ حلق مین کھانا ہوا حرام
بیرحمی اور سنگ دلی تجھ پہ ہے تمام

آلِ نبیؐ کے واسطے فکرِ غذا نہین!
تجکو حمیتِ عرب، او بیحیا، نہین؟

بولا یہ ابنِ سعد، کہ لیجاؤ تم شتاب
چالیس خوان کھانے کے اور سرد جام آب

تب ایک ایک نے یہ عمر کو دیا جواب
کس مُنھ سے آگے جائین، ہے اُنسے ہمین حجاب

بیماروں کو اُنکے سامنے نیزے لگائین ہم
اور حاضری بھی اُنکے لیے لیکے جائین ہم

بولا عمر یہ شمر سے، تو جا بانگسار
عباسؑ کا تو آپ کو کہتا ہے رشتہ دار

اُسنے کہا مین سب سے زیادہ ہون شرمسار
زینبؑ کے آگے سینۂ شہ پر ہوا سوار

مین نے کیا شہید شہِ مشرقین کو
مین نے طمانچہ مارا یتیم حسینؑ کو

انکار جبکہ جانے مین ایک ایک نے کیا
پھر تو عمر نے زوجۂ حُر کو طلب کیا

بولا یہ کھانا لے کے تو اہلِ حرم مین جا
کرنا مری طرف سے بہت عذر و التجا

شوہر ترا ہے فدیہ شہِ مشرقین کا
دینا تو شہر بانو کو پُرسا حسینؑ کا

جانثار کو مستعد ہوئی جس دم وہ باوفا
ہمراہ اُسکے خواہرِ ہاشم کو بھی کیا

ہاشم بھی ایک فدیہ تھا سبطِ رسولؐ کا
ساتھ اُنکے عورتین تھین بہتر پیادہ پا

خوان اُنکے گرد و پیش پیادے تمام تھے
مشعل کی روشنی مین وہ خوانِ طعام تھے

تھی آگے آگے زوجۂ حُر شہ کی دوستدار
پر خیمۂ حرم کے جو دو رنگ ہوا گزار

کوفے کی یا کہ شام کے جانے کی راہ دے | پہنچے سر کو اپنی ہمیں تو پناہ دے
قبضے کو چوم کر یہ پکارے شہ زمن | بس ذوالفقار بس کہ لرزتے ہیں سب کے تن
شمشیر نے جواب دیا ہو کے نعرہ زن | کچھ یاد ہو جناب کو ہمشیر کا سخن
لاشوں سے شام و کوفے کا میدان بھرونگی مین | دم لونگی جب کہ شمر کو بیدم کرونگی مین

۴۸ مظلوم نے کہا کہ خدا کی رضا نہیں | زینب کو ہے وہ درد کہ جسکی دوا نہیں
معلوم تجکو مصلحت کبریا نہیں | میری قضا ہے شمر کی اسدم قضا نہیں
زیور یہ آج لوٹے گا زہرا کی آل کا | کاٹے گا یہ گلا ترے صاحب کے لال کا

۴۹ لو مومنو، بپا ہوا محشر، بکا کرو | تن سے جدا ہوا سر سرور، بکا کرو
لاشہ تڑپ رہا ہے زمین پر، بکا کرو | نیزے پہ چڑھتا ہے سر اطہر، بکا کرو
بجوائیں نوبتیں عمر رو سیاہ نے | تکبیر تین بار کہی فرق شاہ نے

۵۰ بس اے دبیر بس کہ ملک کر رہے ہیں بین | جبریل دے رہے ہیں ندا یوں بشور و شین
آگاہ ہو کہ قتل ہوئے شاہ مشرقین | عابد یتیم ہو گئے مارے گئے حسین
کھیتی علی کی لٹ گئی بستی اجڑ گئی | پردیس میں حسین سے زینب بچھڑ گئی

مصائب اہل بیت

۱ جب رن میں بوستان پیمبر ہوا تباہ | نقد حیات نائب حیدر ہوا تباہ
سیدانیاں اسیر ہوئیں گھر ہوا تباہ | سردار قتل ہو گیا لشکر ہوا تباہ
محبوس فوج میں حرم محترم ہوئے | شب باش، قتلگاہ میں، اہل ستم ہوئے

۲ سردار پھر گئے پسر سعد سے تمام | اور آکے ابن سعد سے کرنے لگے کلام
جی چاہتا ہے اب کہ مٹا دیں ترا بھی نام | ناحق تری صلاح سے کاٹا سر امام
تجھ سے شقی کا ساتھ دیا آہ کیا کیا! | سید کا خون ہم نے کیا آہ کیا کیا!

۳ وہ بولا کچھ کہو تو سہی میں نے کیا کیا؟ | سب بولے شقی، تجھے غارت کرے خدا

ظلمت مین آنے جانے مین آبِ حیات تھی | اور روشنی مین نیرِ اعظم کی ذات تھی
اندھیر کرنے کو یہ قیامت کی رات تھی | منہ سے نکلنا اسکے لیے ایک بات تھی

۴۱
رن مین تو کافرون کے فقط حلق پر پھری | پر شہرون مین زبانون پہ مثلِ خبر پھری
سیفی چلی کہ تیغ ید اللہ روان ہوئی | تیغِ نگہ نیامِ پلک مین نہان ہوئی
صوفی کی طرح چلہ نشین ہر کمان ہوئی | ہستی فنا تھی اور امان بے امان ہوئی

۴۲
زیرِ فلک تڑپنے مین اس راہوار کے | بجلی کے سر پہ، رعد گرا، چیخ مار کے
آنکھین زرہ کی، تیغ سے گردیدہ ہوگئین | مانند کاہ، برچھیان، کاہیدہ ہوگئین
تن پر کمانین، سہم کے، چسپیدہ ہوگئین ۳۰ | تیغین سمٹ کے قبضون مین پوشیدہ ہوگئین
حربے تو ہاتھ سے گرے، ہاتھ آستین سے | سر تن سے، پاؤن رن سے، رن اٹھا زمین سے

۴۳
ترچھی روان پیادون کے سر پر اگر ہوئی | سیدھی وہ صف روانۂ قعرِ سقر ہوئی
اتنی رہی صفائی لہو مین نہ تر ہوئی | گردن تو اک طرف نہ خبر کو خبر ہوئی
تیغ روان کی طرح جدھر پہ پلٹ گئی ۳۱ | گردن، سر آگے پھینک گئے پیچھے کو ہٹ گئی

۴۴
وہ تیغ یون چمک کے سوئے راس و چپ گئی | کوڑا لگایا رعد نے، بجلی تڑپ گئی
ہنگر سپاہ کے لیے، لرزے کی تپ گئی | دوزخ کے شعلون کی کفنی تن پہ نپ گئی
دل ناریون کا تپ کی حرارت سے جل گیا | کچھ کچھ بخار تیغ کے دل کا نکل گیا

۴۵
قبضے مین اپنے تیغ دکھاتی تھی جزو و کل | گہ موج و گہ سمندر، گہ طاق و گاہ پل
گہ شعلہ، گاہ آتش و، گہ باغ و، گاہ گل | گہ سیل کی صدا، گہے طوفان کا وہ غل
غل تھا کہ ڈوب مرنے کو سب ترستے ہین | چھایا ہے ابر تیغِ علیؑ سر برستے ہین

(خاتمہ)

۴۶
آخر پکارے سب کہ پیمبرؐ کا واسطہ | اے تیغ نوجوانیِ اکبرؑ کا واسطہ
اے تیغ روحِ فاتحِ خیبر کا واسطہ | اے تیغ خرد سالیِ اصغرؑ کا واسطہ

٣٣ باہر نیام سے سرِ تیغ رواں ہوا — یا آستیں سے یدِ بیضا عیاں ہوا
اژدر نکل کے غار سے شعلہ فشاں ہوا — بے پردہ قہرِ خسروِ کون و مکاں ہوا
جوہر نہ تھے وہ تیغِ شہِ خوش خصال میں ٢٥ دن کو چمک رہے تھے ستارے ہلال میں

٣٤ کھنچتے ہی تیغ نے شہِ دیں کو یہ دی ندا — اے بے نیازِ گشتہ اصغر کو تو بتا
کہہ دے کدھر ہے قاتلِ ہمشکلِ مصطفیٰ؟ — زینبؑ پکاری خیمے کے در سے کہ مرحبا
کوئی حسینیوں کا کشتہ نہ چھوڑیو — ہاں ذوالفقار شمر کو زندہ نہ چھوڑیو

٣٥ یہ سن کے دو زبانیں نکالے ہوئے چلی — سانچے میں اپنے فتح کو ڈھالے ہوئے چلی
جوہر کا جال دوش پہ ڈالے ہوئے چلی ٢٦ قبضے میں قہرِ حق کو سنبھالے ہوئے چلی
سایہ کو مڑ کے حکم دیا رہ نہ جائیو ٢٧ انگلی اجل کی پکڑے ہوئے لیتا آئیو

٣٦ بو کی طرح دماغوں میں آئی چلی گئی — مثلِ ہوا سروں میں سمائی چلی گئی
شعلے کی طرح آگ لگائی چلی گئی — صرصر کی طرح خاک اڑائی چلی گئی
سینے میں صاف آتی تھی اور صاف جاتی تھی — انداز دم کی آمد و شد کا دکھاتی تھی

٣٧ صرصر جدا و شعلۂ قہرِ خدا جدا — رہوار کے قدم بھی نہ تھے ایک جا جدا
خود و سر و دل و جگر و دست و پا جدا — سب لوٹتے تھے تیغ کے آگے جدا جدا
ذی گرد میں تھیں دوش پہ نیچے سر تھی خود میں — تیغِ علی تھی خود میں اور سر تھے گود میں

٣٨ کس آب و تاب سے یہ سرِ فوج پر گئی ٢٨ پانی کا گھونٹ بن کے گلے سے اتر گئی
سینے کو کاٹتی ہوئی زیں سے گزر گئی — بُرش کی سب کے دل پہ صفائی ٹھہر گئی
خالی عدو کے خوں میں بھرا نہ آتا تھا — آتا تھا سب کچھ ایک ٹھہرنا نہ آتا تھا

٣٩ آنکھوں میں کوندتی تھی یہ بجلی نظر نہ تھی — صف کونسی تھی رن میں کہ زیر و زبر نہ تھی
کچھ انتہائے بُرشِ تیغِ دو سر نہ تھی — یہ کون مبتدا تھی کہ جس کی خبر نہ تھی
یاں بھی وہاں نہ تھی جو ادھر تھی ادھر تھی ٢٩ پر یہ نہ کچھ کھلا کہ کدھر تھی کدھر نہ تھی

ننھی کلائیوں میں تشنج سے بل پڑے ۲۲ ہچکی جو آئی مُنھ سے انگوٹھے نکل پڑے

۲۷ مُنھ آسمان سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا؟ دیکھا کہ پار حلق سے تیرِ جفا ہوا
بچہ تڑپ رہا ہے لہو میں بھرا ہوا یوں دیکھتا ہے جیسے کہ کوئی ڈرا ہوا
آنکھیں پھرائے دیتے ہیں منھ کو بدلتے ہیں آگے تو دودھ اُگلتے تھے اب خون اُگلتے ہیں

(حرب وضرب)

۲۸ اتنے میں پھر جنگ بڑھی فوجِ اشقیا اصغرؑ کو شہ نے پہلوئے اکبر میں رکھ دیا
اور دین کے ہلال کو دی بدر کی ضیا پہنچا زبانِ تیغ سے بھی حکمِ کبریا
قربان ذوالجناحِ شہِ دیں پناہ پر غصہ تو پیچھے آیا یہ پہلے سپاہ پر

۲۹ اُس وقت آئے شمر و عمر روبروئے شاہ بولے، سپاہ کیا ہوئی؟ اے شاہِ کم سپاہ
کیوں، ہم ہوئے تباہ، کہ اب تم ہوئے تباہ؟ اس لشکرِ قلیل پہ تھا فخر تم کو، واہ
ہرگز نہ بندگانِ خلیفہ سے ڈرتے تھے اس فوج کے بھروسے پہ بیعت نہ کرتے تھے

۳۰ یہ سُن کے سُرخی آگئی روئے امام پر بیٹھے سنبھل کے اشہبِ گردوں خرام پر
اور کی نگاہِ شوق علیؑ کی حسام پر فرمایا کیوں میں حملہ کروں فوجِ شام پر
اکبر کی موت لے گئی طاقت حسینؑ کی کیوں تیغ تو کرے گی اعانت حسینؑ کی؟

۳۱ تیغِ دو سر یہ سُن کے سراپا اُچھل پڑی پھولا نہ پھل سمایا تو باہر نکل پڑی
آگے بڑھی تو جان کے پیچھے اجل پڑی اک نہرِ قہرِ حق کی یکایک ابل پڑی
بولی اجل سے چل تو پسِ پشتِ ستمگر ۲۲ دیکھوں تو کون سست ہے کون تیز تر

۳۲ شہ اک قدم بڑھے تھے کہ وہ دونوں ہٹ گئے اُلٹی جو آستیں تو دو عالم اُلٹ گئے
رکھا جو ہاتھ قبضے پہ دل سب کے پھٹ گئے ہر سمت ہانک دوڑ گئی کہ طالع پلٹ گئے
بے پیرو، بھاگو، تم کو قسم اپنے پیر کی کھینچی ہے ذوالفقار جنابِ امیرؑ کی

(ذوالفقار)

وہ بولی بس کلیجے پہ نشتر نہ مارو تم
۲۰ ہاتھون پہ سنبے کے اُسکو چلے شاہِ اتقیا
لکھا ہے دھوپ تیز تھی اور گرم تھی ہوا
چادر نہ تھی وہ چہرۂ پُر آب و تاب پر
۲۱ ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبطِ مصطفا
دُ یا پانی مانگ آتا ہے مجھکو نہ التعب
پانی کے واسطے نہ سُنیں مجھے عدو مری
۲۲ پہنچے قریبِ فوج تو گھبرا کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا تھرا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہمکو لائے ہیں
۲۳ ماں نے بہت گلے سے لگایا نہ چُپ ہوئے
بہنوں نے گودیوں میں کھلایا نہ چُپ ہوئے
دان اشکبار تھے تو یہاں بیقرار ہیں
۲۴ گر میں بقولِ شمر و عمر ہوں گنہگار
شش ماہہ بے زبان نبی زادہ شیر خوار
سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے
۲۵ مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہان
ترکش سے چنکے کھینچ لیا تیرِ جان ستان
چھٹتے ہی حلق بچے کا چھیدا جو تیر نے
۲۶ کیا سن تھا تیر کھاتے ہی بچا بلک گیا
تڑپا جو شہ کے ہاتھوں پہ قامت سرک گیا

تو دودھ چھوٹنے کا بخشا سدھارو تم
۱۸ اور ساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا
اصغر پہ ماں نے ڈالدی اُجلی سی اک ردا
ٹکڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر
لے تو چلا ہوں فوج عمر سے کہوں گا کیا؟
منت بھی گر کرونگا تو وہ دینگے کیا بھلا
بچے کی جان جائے گی اور آبرو مری
۱۹ چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
۲۰ چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے
۲۱ اصغر تمھارے پاس غرض لیکے آئے ہیں
گہوارے میں پھوپھی نے جھلایا نہ چُپ ہوئے
رو رو کے سارے گھر کو رلایا نہ چُپ ہوئے
پانی کے تم سبھوں سے یہ امیدوار ہیں
یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصوروار
ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بیقرار
مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے
لی حرملہ نے شانے سے دو تانک کی کمان
جوڑا کمان میں ناک کے حلقوم بے زبان
۲۲ گھبرا کے غش سے کھول دیں آنکھیں صغیر نے
سوکھے گلے میں خون بھرا دم اٹک گیا
تڑپی گری زمین پہ گردن ڈھلک گیا

چلتے ہو پہلو سے علی اکبر مین سونے کو — آتے ہو بیر سے شیعون پہ قربان ہونے کو؟

۱۳ جھولے سے اٹھ کے قتل کے سید انکو دیکھیے — کیا لعل و دُر ہین گنج شہیدان کو دیکھیے
لوٹے ہوئے علیؑ کے گلستان کو دیکھیے — خنجر کے پھل کو غنچۂ پیکان کو دیکھیے
یہ سُن کے پیر ہی گود مین جھولے سے آئی ہین — مقتل کو شوق تیر مین منھ کو پھیر لئے ہین

۱۴ بانو پکاری انپہ تو سب رحم کھائین گے — بچہ سمجھ کے پانی بھی دشمن پلائین گے
شہ بولے جو نصیب مین ہوگا وہ پائین گے — پہلے انھین کے آگے انھین لیکے جائین گے
خاطر سے انکی پانی کے سائل بھی ہو نگے — انجام کار یہ ہے کہ ہم انکو روئین گے

۱۵ بانو نے دی قسم کہ یہ فرمائیے نہین — گزری مین ایسے پانی سے لیجائیے نہین
اب دل مرا نہ مانے گا سمجھائیے نہین — اصغر کو دیجیے مجھے رُلوائیے نہین
شہ بولے انکو شیعون سے پیارا کروگی تم — جھولے مین موت آئے گی تو کیا کروگی تم

۱۶ انکو ضرور جائین گے یہ رن مین جائین گے — پانی اگر ملے گا تو اِن کو پلائین گے
جیتا خدا جو لائے گا ہم لے کے آئین گے — یہ عمر ہی جو کم ہے تو کیونکر بڑھائین گے
بندے کا کچھ نہ زور نہ کچھ اختیار ہے — مختار موت و زیست کا پروردگار ہے

۱۷ سمجھانے پر حسینؑ کے بانوؑ نے رو دیا — دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکا لیا
لیکر بلائین بیٹے کی پھر یہ بیان کیا — واری سدھارو خیر جو مرضی کبریا
دیکھون پھر آج کب تمھین گود مین لیتی ہون — اللہ و پنجتن کی ضمانت مین دیتی ہون

۱۸ اصغر کو لے چلے جو شہنشاہ بحر و بر ۱۵ — مُڑ مُڑ کے اُسنے کنبے پہ حسرت سے کی نظر
ننھا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جھکا کے سر ۱۶ — بانو پکاری پھیر کے منھ کو ادِھر اُدھر
لوگو مرا کلیجہ نکلتا ہے تھام لو ۱۷ — اصغر سدھارتے ہین جہان سے سلام لو

۱۹ گھر سے نہین چلے ہین یہ دنیا سے جاتے ہین — ننھے سے ہاتھ جوڑ کے مان کو دکھاتے ہین
زینب پکاری ہونٹھون کو بھی تو ہلاتے ہین — اِتنے دنون کے دودھ کا حق بخشواتے ہین

دیوارِ آہنی لبِ دریا بلند کی — دریا نے بانگ، ہائے حسینا بلند کی

شہادت حضرت اصغرؑ

بانو کے شیرخوار کو ہفتم سے پیاس ہے — بچے کی نبض دیکھ کے ماں بدحواس ہے
نہ دودھ ہے نہ پانی کے ملنے کی آس ہے — پھرتی ہے آس پاس یہ جینے سے یاس ہے
کہتی ہے کیا کروں میں دہائی حسینؑ کی — پتلی پھری ہے آج مرے نورِ عین کی

اک دم بھی ہائے غم سے نہیں انفراغ ہے — تازہ ابھی جوانیِ اکبرؑ کا داغ ہے
گو بھر گئی ہے کان کی گل یہ چراغ ہے — کیا لوٹنے کو موت کے میرا ہی باغ ہے
اصغرؑ کا پا تراب ہے اکبرؑ سدھارے ہیں — کیا خاک میں ملانے کو میرے ہی پیارے ہیں

سر ننگے گرد جھولے کے سب کنبہ ہے بہم — پھیلا رہے ہیں سمٹے ہوئے پاؤں کو حرم
تکیے پہ سر ڈھلا ہوا رکھتے ہیں دمبدم — چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے کبھی دیکھتے ہیں دم
قرآن کی ہوا کبھی گھبرا کے دیتے ہیں — بانو کو دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں

۱۴ آخر کہا یہ سب نے بلاؤ امام کو — لاؤ خدا کے واسطے لاؤ امام کو
اس بےزبان کا حال سناؤ امام کو — نیلی رگیں گلے کی دکھاؤ امام کو
اکبرؑ کی لاش لے گئے ہیں قتلگاہ میں — کوئی پکار لو وہ ابھی ہونگے راہ میں

حضرت لٹا رہے تھے وہاں لاشۂ جوان — جو ہواس بیبیوں کی یہ سُنی فغان
بولے کہ چین بھائی کو بن بھائی کے کہاں — اکبرؑ تمہاری لاش کا خالق نگاہبان
ہم خیمہ گہ میں جاتے ہیں اصغرؑ بلاتے ہیں — انکو بھی پاس لا کے تمہارے سلاتے ہیں

۱۱ بیٹھے سرہانے جھولے کے شبیرؑ سر جھکائے — اصغرؑ کے کان سے لبِ معجز نما ملائے
چپکے سے کچھ کہا کہ وہ سنتے ہی مسکرائے — سوئے حسینؑ ہاتھ بھی بےساختہ بڑھائے
بولی سکینہ بابا نے مشکلکشائی کی — اماں مبارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی

۱۲ زینبؑ نے پوچھا شہ سے کہ اے فخرِ کائنات — کیا آپ نے کہا کہ جو چونکا یہ نیک ذات
شہ بولے انکے دادا ہیں حلالِ مشکلات — اس بےزبان کے کان میں میں نے کہی یہ بات

جب خاکِ عزا دونوں نے ماتھے پہ لگائی — اور ہائے علمدار کہا دھوم مچائی
حضرت کو مگر دیکھ کے واں تاب نہ آئی — آخر چلے میدان کو شہِ کرب و بلائی
طاقت نہ رہی ضبط کی سلطانِ امم کو — اللہ نگہبان کہا شہ نے حرم کو

۱۱ خاموش دبیر اب کہ نہیں طاقتِ گفتار — ہر مصرعہ برجستہ ہے سلکِ دُرِ شہوار
بےمثل ہے یہ مرثیہ بے سست و تکرار — جز عونِ علمدار یہ تقریر ہے دشوار
روشن ہے یہ سب پر کرمِ شاہِ زمن سے — کیا گوہرِ مضمون نکلتے ہیں دہن سے

شہادت حضرت امام حسینؑ

۱ پیدا اشعۂ مہر کی مقراض جب ہوئی — پنہاں درازیٔ پرِ طاؤسِ شب ہوئی
اور قطعِ زلفِ لیلیٔ زہرہ لقب ہوئی — مجنوں صفت قبائے سحر چاک سب ہوئی
فکرِ رفو تھی چرخِ ہنرمند کے لیے — دن چار ٹکڑے ہو گیا پیوند کے لیے

۲ بڑھ کر عمر سے کہنے لگے بانیٔ ستم — اپنی تو یہ غذا ہے کہ بھوکے رہیں حرم
نوفل پکارا سیر ہیں آب و غذا سے ہم — کھائی ہے آج قتلِ علمدار کی قسم
جانا پا شمر ہم تو اُسی وقت کھائیں گے — جب تین دن کے پیاسے کا سر کاٹ لائیں گے

۳ بولا عمر کہ بیٹھو یہ باتیں روا نہیں — منھ کا نوالا شیر دلوں کا سر کاٹنا نہیں
دعوا ہے بے سند سے تمھیں کچھ حیا نہیں — رستم بھی بھوکا پیاسا کسی سے لڑا نہیں
اُترے نہ ہوتے تم جو لبِ نہر جنگ سے — پھر دیکھتا میں لڑتے ہو کیونکر حسینؑ سے؟

۴ پھر زہر کے بجھے ہوئے خنجر طلب کیے — اپنے ملازموں پہ وہ تقسیم سب کیے
ساماں مہیا نے شاہِ عرب سے کیے — ٹکڑے نبیؐ علیؑ کے جگر بے سبب کیے
مانگا شقی نے توسنِ زرّیں لجام کو — کھانے لگے فوج بھی ہوئی حاضر سلام کو

۵ کثرت پہ فوج کی ہوا نازاں وہ خود پرست — بولا کہ اپنی فتح ہے شبیر کی شکست
پہلے کیا فرات کا ظالم نے بند و بست — بٹھلا کے دس ہزار زرہ پوش تیز دست

دریا سے جو نکلا وہ ید اللہ کا جانی — غل پڑ گیا وہ ابر کرم سے چلا پانی
مشکیزے سکینہ کی نہ کی مرتبہ دانی — بس آن کے سب ٹوٹ پڑے ظلم کے بانی
قبریں نبی و حیدر و زہرا کی ہلا دیں — سب برچھیوں کی نوکیں کلیجے سے ملا دیں
فضہ گئی روتی ہوئی اور پیٹتی آئی — تھا لب پہ مگر زینب کہ دوہائی ہے دوہائی
سیدانیو مارا گیا شبیر کا بھائی — حیدر گئے پھر سے گھر کی ہوئی آج صفائی
ہر سمت نظر لشکر غم آتا ہے لوگو — عباس نہ آئیں گے علم آتا ہے لوگو

۱۵
ناگاہ علم شہ کا جھپکتا ہوا آیا — ماتم تھا کہ پنجہ بھی لچکتا ہوا آیا
مشکیزہ بھی بے آب لٹکتا ہوا آیا — اور خون پھریرے سے ٹپکتا ہوا آیا
لشکر کی جو زینت کو قضا لوٹ گئی تھی — صدمے سے الم کی بھی کمر ٹوٹ گئی تھی

۱۶
تھامے ہوئے دامان علم سبط پیمبر — خون منہ پہ ملے چاک گریبان کھلے سر
دامن کو سنبھالے ہوئے چلاتے تھے اکبر — حمزہ کی وفات آج ہوئی اٹھ گئے حیدر
عمو یہ تمامی ہوئی اس جاہ و حشم کی — بس آخری ہے آج زیارت بھی علم کی

ڈیوڑھی سے جھکا کر اسے جو خیمے میں لائے — سب اہل حرم زیر علم پیٹتے آئے
غل پڑ گیا ہے ہے اسد اللہ کے جائے — مشکیزہ بھی تیروں سے چھیدا زخم بھی کھائے
چلاتے رہے پانی نہ پیا نہر پہ جا کے — صدقے تری سقائی کے قربان وفا کے

ناشاد سکینہ کا عجب حال تھا غم سے — ہاں تھامتی تھی، اور وہ لپٹتی تھی علم سے
مشکوں کو چھڑائے ہوئے سلطان امم سے — چلاتی تھی فریاد چچا چھٹ گئے ہم سے
یہ تشنہ جگر قابل تعزیر ہے لوگو — کیوں پانی کو بھیجا مری تقصیر ہے لوگو

روتی تھی بہت حضرت عباس کی دختر — فرمایا سکینہ نے بہن بہر انقدر
بانٹا ہے یہ غم دونوں کے حصے میں برابر — تو منہ پہ مرے خاک لگا میں ترے منہ پر
آفت میں گرفتار ہیں مجبور بلا ہیں — عباس علمدار گئے ہم اہل عزا ہیں

اُس تیغ نے سرکش کے جو ترکش مین کیا گھر — غل تھا کہ گرا برجِ کبوتر مین وہ اژدر
پر تیرون کے کٹ کٹ کے گرے مثلِ کبوتر — ظالم ہوا مضطر صفتِ طائرِ بے پر
ناری نے نہ پھر نیزہ و تلوار سنبھالی ۱۲ — اک ہاتھ سے سر ایک سے دستار سنبھالی

غازی نے کہا بس اسی فن پر تھا تجھے ناز — سیکھا نہ ید اُنھیون سے خدنگ کا انداز
پھر کھینچی اس انداز سے تیغِ شررانداز — جو ہیان کے بھی مُنھ سے ذرا نکلی نہ آواز
یان تیغ کو دہشت سے کیا میان نے خالی — وان قالبِ اعدا کو کیا جان نے خالی

دو کرتی ہوئی دامنِ بدکیش سے نکلی — ارواح صفت جسمِ بداندیش سے نکلی
مچھلی کی طرح بازوے دلریش سے نکلی — آڑی کبھی ہو ہو کے، پس و پیش سے نکلی
دم سینے مین کافر کا رُکا اور یہ الگ تھی — دو ہو کے وہ دو سمت گرا اور یہ الگ تھی

اس صف پہ گری تیغ جھپٹ کر اُسے مارا — سیدھی گری اسپر تو اُلٹ کر اُسے مارا
ہٹ کر اسے مارا تو پلٹ کر اُسے مارا — بڑھ کر اسے مارا کبھی گھٹ کر اُسے مارا
اللہ رے صفائی کہ ذرا خون نہ بھرا تھا ۱۲ — یہ کاٹ کے نکلی بھی تو سر تن پہ دھرا تھا

توسن نے کہا دیکھو مین بجلی ہون ہوا ہون — تلوار پکاری کہ مین آفت ہون بلا ہون
وہ بولا، مین طاؤس ہون، عنقا ہون، ہما ہون — ہنسکر یہ کہا تیغ نے مین قہرِ خدا ہون
گھوڑے نے کہا لاشون کو مین روند کے نکلون — شمشیر پکاری، مین کدھر کوند کے نکلون؟

لوٹا ہوا دریا مین دلاور نظر آیا — دی خضرؑ نے آواز علیؑ کا پسر آیا
دریا مین ہوا شور کہ عالی گہر آیا — تھی دھوم ترائی مین کہ وہ شیرِ نر آیا
سکتہ یہ ہوا خضرؑ کو الیاسؑ نے دیکھا — پانی کو اُتر گھوڑے سے عباسؑ نے دیکھا

سوکھے ہوئے مشکیزے کا پھر کھولا دہانہ — اور بھرنے لگا جھک کے وہ سرتاجِ زمانہ
اعدا نے کیا دور سے تیرون کا نشانہ — اور چوم لیا حیدرِ کرارؑ نے شانہ
فرمایا کہ کیا اب مجھے خوش کرتے ہو عباسؑ — پانی مری بچی کے لیے بھرتے ہو عباسؑ

ندسالہ بہو، فاطمہ کبریٰ کے ہات سے   یہ نامراد بیوہ ہی شادی کی رات سے
بیٹی حسینؑ کی ہی بہو یہ حسنؑ کی ہی   گھونگھٹ مین، فکرِ دولھا کی خاطر کفن کی ہی

ورو کے بین فاطمہ کبریٰ نے یہ کیے   ہے ہے دولھن بنی تھی انھین کامون کے لیے
بس اے دبیر خوب جلے نظم کے دیے   تائیدِ غیب سے کہے ہین تمنے یہ مرثیے
بحرِ رواں ہی یا کہ طبیعت ملی ہی یہ؟   سقاے اہلِ بیت کی دریادلی ہے یہ

شہادتِ حضرت عباسؑ

س شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہی   رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہی
ستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہی   ہر قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہی
شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؑ کے پسر کو ٩ جبرئیل لرزتے ہین سمیٹے ہوئے پر کو

ہیبت سے ہین نہ قلعۂ افلاک کے در بند   جلاّدِ فلک بھی نظر آتا ہے نظر بند
وا ہے، کمرِ چرخ سے، جوزا کا کمربند   سیّارے ہین غلطاں صفتِ طائرِ پربند
ہاتھون سے عطارد کے قلم چھوٹ پڑا ہی   خورشید کے پنجے سے علم چھوٹ پڑا ہی

ہر بند کھلا قبر مین رستم کے کفن کا   اور چرخ پہ ڈھلنے لگا بہرام کا مٹکا،
تھا ہوش تہمتن کو نہ اپنے سر و تن کا   نام اُڑ گیا مہرون سے سلاطینِ زمن کا
جس شیر نے شیرون سے صدا پنجہ کیا ہی   جنگاہ مین آج اُسنے قدم رنجہ کیا ہی

ناگاہ ہوا غُل کہ علمدار وہ آیا   لختِ جگرِ حیدرؑ کرار وہ آیا
قہر و غضبِ حضرتِ جبّار وہ آیا   فرزندِ پیمبرؐ کا مددگار وہ آیا
اب جانون کے بچنے کا کوئی طور نہین ہی   عبّاس ہی عبّاس کوئی اور نہین ہے

تلوار جو آری ہوئی حضرت کی سپر سے   ظالم نے لیا خنجرِ ہندی کو کمر سے
خنجر تو اُدھر سے چلا تلوار اِدھر سے ١٠ اُسوقت ہوا آ نہ سکی بیچ مین ڈر سے
اسوار کے سر پہ جو پڑی ہانپ کے بیٹھا ١١ تھرا کے یہ اُٹھی تو فرس کانپ کے بیٹھا

میں جاؤں بابا جان نہ آئیں اگر چچا — ضامن دیا ہے لو مجھے جھوٹا کریں گے کیا
ایسے تو وہ نہیں ہیں کہ وعدہ بھلائیں گے — فرما گئے ہیں نہر سے آ کے نہ جائیں گے

۴۰ شہ رو کے بولے ٹوٹ پڑا ہم پہ آسمان — سچے ہیں بھائی ٹھیک تمھارا بھی ہے بیان
اچھا نہ آ کے جائے گا حیدر کا وہ نشان — کیا نہر پر اجل نہیں آ سکتی میری جان
دریا پہ کون روکنے والا قضا کا ہے؟ — دو لاکھ سے مقابلہ تیرے چچا کا ہے

۴۱ یہ سُن کے ہو گئی وہ سراسیمہ اور کہا — ہے ہے یہ اب کھُلا مجھے بہلا گئے چچا
ہائے کہیں صحیح و سلامت اُنھیں خدا — یوں روٹھوں میں کہ اُن کو بھی معلوم ہو ذرا
مجکو بھی ضد ہے پیاس سے جاں اپنی دونگی میں — پانی بھی اُنکا لایا ہوا اب نہ لونگی میں

۴۲ یہ ذکر تھا کہ نہر سے ماتم کا غل ہوا — نوحہ یہ تھا کہ وا ولدی وا مصیبتا
اکبر لپٹ کے رونے لگے شہ سے اور کہا — دادا کی روح روتی ہے مارے گئے چچا
انکی عزا کا آپ بھی سامان کیجیے — شہ بولے، میرا چاک گریباں کیجیے

۴۳ زیرِ علم بچھائی نبی زادیوں نے صف — بیوہ بھی آئی کہتی ہوئی یا شہِ نجف
سر ننگے بیٹی اس طرف اور بیٹا اُس طرف — ملبوس لائی بچوں کا بانوے با شرف
یہ پیرہن تو سقے کی اولاد کے لیے — اور سادے کپڑے بیوۂ ناشاد کے لیے

۴۴ آئی نظر جو اکبرِ مظلوم کی قبا — تھرائی تڑپی بیوۂ عباسِ با وفا
اور دونوں ہاتھ جوڑ کے بانو سے یہ کہا — ٹھہرو خدا کے واسطے ہے ہے یہ کیا کیا
اکبر کے کپڑے خلعتِ ماتم میں دیتی ہو — زینب کھڑی ہیں انسے نہیں پوچھ لیتی ہو

۴۵ اکبر پہ جو کہ آئی ہو میرے پسر پہ آئے — اللہ شاہزادے کا سہرا انھیں دکھائے
کرتے سکینہ جان کے مری بیٹی پہنے ہائے — بس اب سدھاریے کہ مرا سایہ پڑ نہ جائے

۴۶ پُرسے سے سرفراز نہ فرمائیے مجھے — یہ سادے کپڑے آپ نہ پہنائیے مجھے
رو کر کہا یہ بانو نے اُس نیک ذات سے — بس بس، کلیجہ پھٹتا ہے ہر ایک بات سے

نکھ کو زرہ میں آئی شکوہ و جلال سے
اک جال میں تڑپ کے گئی ایک جال سے
گزری جو جا کر آئینہ سے منہ کو موڑ کے
غل تھا پری نکل گئی شیشے کو توڑ کے

قربانِ برق و بارقۂ تیغِ شعلہ تاب
موتی کی آب و تاب، سمندر کا پیچ و تاب
ود نوح خود سفینہ و خود ماہی و خود آب
سرگرشتیاں فرات میں کرنے لگے حباب
ظرفِ تنک میں تھی نہ جگہ اِسکے آب کی
بندھتی تھی اور کھلتی تھی مٹھی حباب کی

آیا ملک میں آنکھ، تو پتلی میں نور کو
پاؤں میں کجروی کو سروں میں غرور کو
سینے میں بغض و کینہ کو، دل میں فتور کو
نیت میں معصیت کو، طبیعت میں زور کو
ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو
۸ کیسی زبان، زبان میں یہ کاٹ آئی بانکو

دی جو ڈھال اور بھی اندھیر چھا گیا
روزِ سیاہ شامیوں کے منہ پہ آ گیا
خنجر بغیر بھاگے نہ ہرگز رہا گیا
اور نہرِ علقمہ میں یہ بحرِ سخا گیا
دریائے آبرو سے جو دریا کو بھر دیا
دُرِّ نجف نے بحر کو بحرین کر دیا

لّو بھرا فرات سے سرکا کے آستیں
عبرت سے دیر تک اُسے دیکھا کیے وہیں
ر لائے امتحان کے لیے ہونٹھوں کے قریں
سینے میں دل تڑپ کے پکارا "نہیں نہیں"
گو مہرِ فاطمہؑ ہے، یہ مجھ پر حرام ہے
ہفتم سے فاطمہؑ کا پسر تشنہ کام ہے

نی جو بے حسینؑ کے منہ سے لگائے گا
ہے ہے وفا کا نام ابھی ڈوب جائے گا
س وقت آبرو جو گئی پھر نہ پائے گا
یہ روز اب زمانے میں کاہے کو آئے گا
حضرت کہاں، فرات کہاں، کربلا کہاں؟
تا عصر خاتمہ ہے، یہ دُکھ یہ بلا کہاں؟

ازی نے دل کے شور سے پر مرحبا کہا
دریا سے رو کے، پیاسوں کا سب ماجرا کہا
ندھے یہ مشک بھر کے رکھی، یا خدا کہا
چلتے ہوئے، اجل نے پیامِ قضا کہا
ہے ہے نصیب پیاسوں کا رستے میں پھر گیا
سقۂ حرم کا، فوج کے طوفان میں گھر گیا

ھی جو ہوئی سکینہ قریب آئی ننگے پا
ننھے سے ہاتھ جوڑ کے حضرت سے یہ کہا

مرتے ہیں مرد نام پہ نامرد بہرِ نان — سنبھلے ہوئے کہ سامنے ہے ہاشمی جوان
لینا نہ منہ پہ ڈھال، کہ ہستی حباب ہے — دینا نہ آبرو کہ یہ موتی کی آب ہے

۱۶ بولے بیانِ رضائے خداوند ذوالجلال — بسم اللہ اے جنابِ امیرِ عرب کے لال
عدلِ خدا پکارا کہ خونِ عدو حلال — پنجہ بڑھایا مہر علی نے سوئے ہلال
قبضہ وفورِ شوق سے دو ہاتھ اچھل پڑا — قالب سے ماہِ نو کے یہ نو نکل پڑا

۱۷ نکلی غلافِ نور سے تغیرِ جوہری — یا آ گئے، دستِ بوسِ سلیمان، ہوئی پری
یا حجلے سے عروسِ سنے کی جلوہ گستری — یا تھی یہ شاخِ میوۂ طوبیٰ ہری بھری
اس ہاتھ میں مرادیں تھیں جو جو وہ مل گئیں — باچھیں خوشی سے تیغ کے قبضے کی کھل گئیں

۱۸ سیدھی ہوئی جو تیغ، تو لشکر او لٹ گیا — میدان سے پانوں جلنے سے دل سب کا ہٹ گیا
سب روئے تھے زور کو، سب زور گھٹ گیا — مانندِ ناف، خوف سے، سینہ سمٹ گیا
بولی یہ تیغ دم سرِ اعدا پہ لو نگی میں ٥ برش پکاری، تو پہ ٹھہرنے نہ دونگی میں

۱۹ پھر تو پکار تھی، یہ اِدھر وہ اُدھر گرا — وہ پنجہ، وہ ہاتھ، وہ خود اور وہ سر گرا
ہٹ بن کے برق سایۂ تیغِ ظفر گرا — داں مورچے سے باپ اُٹھا یاں پسر گرا
گر گر کے سر یہ رن میں برابر طپاں ہوئے — جو رن میں سرزمین کے سعنی عیاں ہوئے

۲۰ پھر رن پہ مُردنی کی طرح تیغ چھا گئی — ہر استخوان میں مثلِ تپِ برق سما گئی
اعجازِ خاکساریِ حیدر دکھا گئی — مانندِ خاک، ناریوں کے تن کو کھا گئی
سب کے گلوں سے ملتی تھی لیکن کی ہوئی ٦ جوہر یہ تھے کہ بوجھ سے خود تھی جھکی ہوئی

۲۱ آتے تھے جوڑ توڑ عجب تیغِ تیز کو — سر سے گری جدا کیا پائے گریز کو
سینے سے گرم دیکھ کے اس شعلہ ریز کو — برق وشرر نے نذر کیا جست وخیز کو
بو گل نے رنگ لالے نے سرخئ [illegible] دی، — یہ ہدیہ کیا ہے اپنی نیابت قضا نے دی

۲۲ ڈوبی سپر میں گر کے مئی چال ڈھال سے — پا کھر کے بیچ میں بڑھی سیدھی چال سے

فی الفور نور و طور کے معنی ہوئے جلی | بجلی جلانا بھول گئی خود رشک سے جلی
ٹھنڈی ہوئی ہوا جو یہ گرم عنان ہوا | صرصر کی سانس رک گئی جب یہ روان ہوا

۹ بڑھ کر کہا عمر نے، وحید الزمان ہے یہ | ہمنام ذوالجلال کا نام و نشان ہے یہ
ہان، لشکر خدا کا نمودی جوان ہے یہ | جعفر شکوہ و حمزۂ صاحب قران ہے یہ
سیف خدا خطاب ہے عباس نام ہے | یہ بازوے حسین علیہ السلام ہے

۱۰ عباس بولے مدح کے قابل امام ہین | بھائی بھی انکے بس حسن سبز فام ہین
باقی جو اور بھائی ہین وہ سب غلام ہین | وہ رہنما وہ قبلۂ ہر خاص و عام ہین
گمراہ ہے تو دور ہو جا اپنی راہ لے | ورنہ، یہ ہے نبی کا علم آ پناہ لے

۱۱ ہر سبز پوش خضر نہین عز و جاہ مین | سرسبز حیدری ہین جناب الٰہ مین
یوسف نہ ہوگا لاکھ گرے کوئی چاہ مین | دن رات کا ہے فرق سفید و سیاہ مین
کوئی یتیم فاطمہ سا خوش گہر نہین | ہر اک یتیم دُرِّ یتیم اے عمر نہین

۱۲ اب بھی سمجھ خدا کے لیے آ جنان مین آ | دے پانی، لے بہشت، نہ جا نار مین نہ جا
بیعت ہو ابن فاطمہ کی بیعت خدا | تیری بھلائی کے لیے کہتے ہین ہمکو کیا
سب خاک ہے نہ زر نہ گہر کام آئین گے | تربت مین بوتراب ہی آکر بچائین گے

۱۳ بولا وہ منہ پھرا کے سنو اے گروہ شام | لو ہم سے لینے آئے ہین یہ بیعت امام
مین حُر نہین جو مان لون حاکم کا ہون غلام | دنیا مجھے پسند ہے ایمان کو سلام
بیعت یزید کی تو نہ شاہ امم کرین | قدرت خدا کی بیعت شبیر ہم کرین

۱۴ یان کان آشنا تھے کب اس بول چال سے | دیکھا لڑو کے تیغ کو قہر و جلال سے
بھاگا چھپا کے روے سیہ کو وہ ڈھال سے | بادل اٹھے نشانون کے دشت قتال سے
تیغین ادا بی ہوئی جو یکایک نکل پڑین | پرتو سے مچھلیان بھی پہاڑ اچھل پڑین

۱۵ بڑھ کر نقیب بولے کہ ہان سرفروشو! ان | شیر و دلیر و غازیو تازی کی لو عنان

لشکر ہی اسکی زیب، یہ لشکر کی زیب ہی — چہرے کی فرد مالکِ دفتر کی زیب ہی
رفعت علم کی کہتی ہی ہر عقلمند سے — سقّے پہ پڑہ درود صدائے بلند سے

یہ اُسکی بارگاہِ ملائک پناہ ہی — دربارِ حق مین جسکی محبت سے راہ ہی
فوجِ خدا گواہ، خدا بھی گواہ ہی — عبّاسؑ شیر بیشۂ شیرِ اِلٰہ ہے
تصویر ہی یہ فاتحِ بدر و حُنین کی — شمشیر ہے خدا کی، سپر ہی حسینؑ کی

اب روئین مومنین کہ شبّیر روتے ہین — نامی جوان تو گنجِ شہیدان مین سوتے ہین
بچّے تمام پیاس سے جان اپنی کھوتے ہین — اور اب جُدا حسینؑ سے عبّاسؑ ہوتے ہین
خالی رفیق و یار سے ہی پہلوے حسینؑ — اسوقت توڑتی ہی اجل بازوے حسینؑ

تمہید شہ سے بہرِ اجازت اُٹھائی ہے — جوڑے ہین ہاتھ پاؤن پہ گردن جھکائی ہی
کرتے ہین عرض اب دمِ حاجت روائی ہی — آقا کے ہاتھ بندے کی مشکلکشائی ہے
کوثر دیا شہیدون کو مولا ہمین بھی دو — اک قبر کی جگہ لبِ دریا ہمین بھی دو

پانی ہی جب سے بند مجھے انفعال ہے — کہتا ہون دل سے صبر کر اب انفعال ہی
حضرت کو آبرو کا مری خود خیال ہے — اب بھی مُصر نہین ہون فقط عرضِ حال ہی
یون فوج کو کوئی نہ علمدار روئے گا — ایسا بھی واقعہ نہ ہوا ہی نہ ہوئے گا

رو کر کہا حسینؑ نے دریا پہ جاؤ گے؟ — عبّاسؑ پانی لاؤ گے ہمکو پلاؤ گے؟
واللہ بھائی، داغِ جوانی دکھاؤ گے — ہم آئے تھے فرات سے پر تم نہ آؤ گے
سمجھو تو خیمہ کیون لبِ دریا سے اُٹھ گیا؟ — پانی مرے نصیب کا دنیا سے اُٹھ گیا

عبّاسؑ جبکہ جانبِ ملکِ جنان چلے — شانے پہ لاکھ شان سے لیکر نشان چلے
زوجہ نے پوچھا، اے مرے والی کہان چلے — بولے، جہان سے اب پھرین گے وہان چلے
اب آخری وداع کی باری نہ آئے گی — آئی ہی سب کی لاش ہماری نہ آئے گی

اُنگلی سے لکھ کے گردن توسن پہ یا علیؑ — اک جست مین سوار ہوا حق کا وہ ولی

قرار دو مجھے مین بیقرار ہوتا ہون — حسینؑ جان سے تم پر نثار ہوتا ہون

۴ شتر سوار پکارا کہ آہ وا ویلا — حسینؑ فاطمہؑ فدوی ہی قاصدِ صغراؑ
نشان اُسنے دیا تھا جُدا جُدا سب کا — امام عصر کو پھر کھول کر عریضہ دیا
لیا حسین نے ہاتھ پہ لاشہ اصغر کا — عریضہ ہاتھون پہ رکھا مریضِ دختر کا

۵ نگاہِ یاس سے شہ نے وہ خط پڑھا خاموش — کبھی کہ تھے کبھی روئے کبھی ہوئے بیہوش
شتر سوار کا منہ دیکھ کر کیا یہ خروش — لے اب عریضہ اُٹھا دل پہ ہی قلق کا جوش
جواب کون لکھے گا پدر تو مرتا ہی — اب اک نیابت صغرا حسین کرتا ہی

۶ وطن سے قاصد صغرا تو رن مین آیا ہی — یہان صغیر نے گردن پہ تیر کھایا ہی
گلے سے لاش کو شبیر نے لگایا ہی — سلام کے لیے قاصد نے سر جھکایا ہی
وہ پوچھتا ہی کہ آس آپ کی یہ توڑ گئے — حسینؑ کہتے ہین اکبر بھی مجکو چھوڑ گئے

۷ ہٹائی چہرے سے اصغر کے خون بھری چادر — پسینہ موت کا ماتھے سے پونچھا سر تا سر
پکارے مُردے کی آنکھون پہ ہونٹھون کو رکھ کر — لکھی ہی فاطمہؑ نے دیدہ بوسی اے اصغرؑ
گواہ رہیو کہ فاقے سے چھوٹتا ہی حسینؑ — اور اُنکے بھائی کی آنکھون کو چومتا ہی حسینؑ

۸ بنا لون ننھی سی قبر اسکی اے خجستہ سیر — تو پڑھیو لاشہ اکبر پہ نامہ خواہر
زمین قبر کی خاطر پسند کرنے لگے — یہ کہہ کے گھوڑے سے اُترے امام جن و بشر
مزار کھود کے نالہ بلند کرنے لگے

۹ شتر سوار نے خنجر نیام سے کھینچا — کہا حسینؑ سے مولا ٹھہرین تجھ پہ فدا
ہے آرزو کہ مجھے حشر مین کہے زہراؑ — وہ آیا فدیۂ شبیر و قاصدِ صغرا
زہے شرف جو مددگار ہی حسینؑ کو دن — شہید ہو کے ابد تک جنان مین جئین گو دن

شہادت حضرت عباسؑ

۱ کسکا علم حسینؑ کی منبر کی زیب ہی؟ — کس جنتی کی مشک سے کوثر کی زیب ہی؟

۳۵ عرضِ دوم یہ ہے مجھے شب کو اٹھائیو
اور قبر کا نشان نہ کسی جا بنائیو
تربت میں خود اُتاریو اور خود لٹائیو
پھر کانپ کر کہا کہ الٰہی بچائیو
آنکھوں کے آگے قبر کی تنہائی پھر گئی
موتی کی اک لڑی تھی کہ آنکھوں سے گر گئی

۳۶ بولی کہ یا علی یہ قیامت کا وقت ہے
مرنے سے سخت قبر کی وحشت کا وقت ہے
میت پہ بعدِ دفن یہ آفت کا وقت ہے
اسوقت وارثوں کی محبت کا وقت ہے
ہمدم نہیں رفیق نہیں مہرباں نہیں ، ۲۰
یہ وہ جگہ ہے کوئی کسی کا جہاں نہیں

۳۷ وہ اجنبی مکان وہ اندھیرا اِدھر اُدھر
پہلے پہل وہ بستی سے ویرانے کا سفر
نہ شمع روشنی کے لیے نہ شگافِ در
ہمسایہ وہ کہ دوسرے سے ایک بے خبر
کسکو کوئی پکارے کہاں جائے کیا کرے؟
آسان سب پہ قبر کی مشکل خدا کرے

۳۸ اب نذر دے یہ مرثیہ اور عرض کر دبیر
یا سیدہ تمھیں قسمِ خالقِ قدیر
بہرِ رسولِ پاک و پئے حضرتِ امیر
تم پر فدا تھی والدۂ ذاکرِ حقیر
فرمائیے وہ لطف کہ وہ رستگار ہو
حُلّہ کفن ہو، روضۂ رضوان مزار ہو

آمدِ قاصدِ صغریٰ

۱ روانہ نہرِ لبن کو جو شیر خوار ہوا
زباں دکھانے پہ گردن سے تیر پار ہوا
تڑپ کے ہاتھوں پہ حضرت سے ہمکنار ہوا
خزاں ہوا جو وہ گل تو گلے کا ہار ہوا
ادھر تو شاہ کو یہ صدمۂ جگر پہنچا ،
اُدھر مدینے سے صغرا کا نامہ بر پہنچا

۲ لہو میں غرق کھڑے تھے کمر جھکائے ہوئے ۴
پسر کی ننھی سی میت گلے لگائے ہوئے
لہو بھرا ہوا دامن اُسے اُڑھائے ہوئے
کفن کی فکر میں مُنھ خیمے کو پھرائے ہوئے
یہ حال دیکھ کے قاصد کی آس ٹوٹ گئی
ہوا یہ رعشہ کہ فوراً مہار چھوٹ گئی

۳ اُتر کے ناقے سے آداب وہ بجا لایا
مگر حسین تھے بیہوش کچھ نہ فرمایا
وہ نوحہ کرتا ہوا اور متصل آیا
نگاہِ یاس سے مُنھ دیکھ کر یہ چلایا

۲۸ یہ سُنؑ کے ننگے پاؤن مین اُس باغ سے پھری
بس دیکھنا تھا آپ کا دیدارِ آخری
سہواً اگر ہوئی ہو کچھ آزردہ خاطری
بخشو مجھے، کہ موت ہے نزدیک، اب مری
رو کر کہا علیؑ نے ہمین عذرخواہ ہین
واللہ بےقصور ہو تم سب گواہ ہین

۲۹ معصوم سے بھی، ہوتی ہے بی بی خطا کبھی؟
عُسرت کا تم نہ لائین زبان پر گلا کبھی
اچھا لباس مانگا نہ اچھی غذا کبھی
بیمار جب پڑین نہ طلب کی دوا کبھی
کیا خوب تم نے مجھ سے نباہی ہے فاطمہؑ
کیونکر نہو، کنیزِ الٰہی ہے فاطمہؑ

۳۰ دُنیا کے مال و جاہ پہ تم نے نظر نہ کی
فرمائش ایک دن اسد اللہؑ پر نہ کی
یون صبر سے جہان مین کسی نے بسر نہ کی
فاقہ کشی پہ اپنے پدر کو خبر نہ کی
پہلو پہ در گرا مین حمایت نہ کر سکا
شرمندہ ہون کہ حقِ رعایت نہ کر سکا

۳۱ وہ بولی یہ کنیز نوازی ہے سر بسر
فرمائیے وصیتِ اولیٰ پہ اب نظر
ہے بے پدر کے بعد نبیؐ آپ تھے پدر
سبطین تو حضور کے ہین پارۂ جگر
گر چاہتے ہو قبر مین زہراؑ کے چین کو
دینا نہ رنج میرے حسنؑ اور حسینؑ کو

۳۲ کل ایک رات اور ہین ماں دونوں میرے لال
بے مادری کی صبح ہے کل اور یہ خردسال
اب میری طرح آپ کو ان کا رہے خیال
اوجھل نہ ہونے پائین نظر سے یہ نونہال
حاسد کی چشمِ بد سے بچائے خدا انھین
سرمہ کی طرح آنکھون مین رکھیو سدا انھین

۳۳ مغرب تلک بس اور ہے ماں انکے سر پہ اب
کل صبح یہ گھر آئیں گے یتیمی مین ہے غضب
پروانہ رہیو میرے چراغون پہ روز و شب
بے ماں کا جان کر کوئی جھڑکے نہ بے سبب
یہ دونون ہین سپہر و جناب امیرؑ کے
جوشن ہین میرے آپ صغیر و کبیر کے

۳۴ واقف یتیم بچون کا ہوتا ہے دل حباب
چلائے انکی بات کا دینا نہ تم جواب
بہنون کو انکی انسے سوا ہوگا اضطراب
دل انکے لیجو ہاتھ مین بےحد و حساب
زینبؑ سے ہوشیار کہ نازون کی پالی ہے
اور درد سرِ حسینؑ کی یہ رونے والی ہے

۲۱ پیر کی طرف سے اہل مدینہ کو دو پیام
دو چار دن تمھارے محلہ میں ہے مقام
دل جسکا مُردہ ہو اُسے جینے سے کام کیا؟

۲۲ رونے میں اختیار نہیں بے پدر ہوں میں
امید وار موت کی آٹھوں پہر ہوں میں
ماتم ہے غیر کا کہ تمھارے رسولؐ کا؟

۲۳ سب کے نبیؐ کا سوگ ہے کل کے نبیؐ کا غم
یہ کیا سمجھ کے منھ سے نکالا؟ کہ روؤ کم
بیجا تمھاری یہ خفگی ہے میں روؤں گی

۲۴ حیدرؑ کا اس بیان سے ٹکڑے ہوا جگر
لکھا ہے ہاتھ تھام کے بیٹوں کا ہر سحر
ہنگام شام حیدرِ کرار جاتے تھے

۲۵ اک دن نگاہ کرتے ہیں کیا شاہِ لافتا
نہلا رہی ہیں بچوں کو مَل مَل کے دست و پا
پوچھا کہ اتنے کاموں کا جو شغل آج ہے

۲۶ بولی کہ آج رات کو ہو جاؤں گی بحال
خدمت کا میرے بچوں کی ہوگا کسے خیال؟
کرتے بھی دھوئے قوت بھی کل تک کا دہر چلی

۲۷ پوچھا علیؑ نے تمکو یہ کیوں کر ہوا یقین؟
پچھلے کو روتے رہتے جو سوئی میں دلحزیں
محسنؑ کو میرے اپنے گلے سے لگاتے ہیں

لوگو خفا نہ ہو، مری رخصت ہے صبح دشت
رونے کی دھوم ہو چکی اب کام ہے تمت
بابا سدھارے مجکو مدینے سے کام کیا؟
لوگو مجھے نہ ٹوکو کہ خستہ جگر ہوں میں
گر شام کو بچی تو چراغ سحر ہوں میں
پر تمکو ناگوار ہے، رونا بتولؑ کا
یہ بھی نصیب اپنا، کہ الزام پائیں
بے رونقی رسولؐ کے ماتم کی ہے
کچھ ہو مرے تو جی کو لگی ہے میں روؤنگی
بیت الحزن بنایا بقیعہ میں جلد
واں جا کے رویا کرتی تھی دن بھر وہ بے
روحِ نبیؐ کی دیکھیے قسم اُن کو لاتے تھے
مطبخ ہے گرم آرد جو ہے گندھا
پھیلا دیے ہیں کرتے بھی دھو کر جدا
اسوقت کچھ بحال تمھارا مزاج ہے؟
کل میرے کاروبار میں خود ہو گئے تم نڈھ
نہلا دھلا دیا کہ پریشان تھا اُن کا حا
سہرانہ باندھا ایک یہ ارمان لے چلی
صدیقہ نے کہا، شدنی ہے، یہ شکر اللہ
دیکھا کہ ایک باغ میں ہیں شاہِ مرسلؐ
بہلاتے تھے نہ رو تری ماں کو بلاتے ہیں

ا کا خاص جامہ نواسی نے لا دیا — فضہ نے جا کے بی بی کو غش میں سونگھا دیا
خوشبو نے اسکی وصلِ نبیؐ کا مزا دیا — جامہ پہ بوسہ فاطمہؑ نے جا بجا دیا
پڑھ کر درود بات سنائی وہ یاس کی — جو ہچکیاں تڑپنے لگیں آس پاس کی

وہ یہ سخن ہے، آہ پکاری وہ بے پدر — یعقوبؑ نے جو سونگھا تھا پیراہن پسر
یوسف کے دیکھنے کی توقع تھی کسقدر — میری امید قطع ہے بابا سے عمر بھر
پوچھوں کہاں؟ تلاش کروں کس دیار میں؟ — یوسف تو میرا سوتا ہے لوگو مزار میں

یا کیا کہوں میں دخترِ خیر الامم کا درد — پہلو کا درد ہاتھ کا درد اور شکم کا درد
بچوں کی بیکسی کا علی کے الم کا درد — ہر اک غضب کا حادثہ ہر اک ستم کا درد
وہ ماتم، اور آہ، وہ حسرت بتولؑ کی — محسن کا چہلم اور سہ ماہی رسولؐ کی

نہ سے پدر کا نام لیا اور رو دیا — قرآن پڑھ کے ہدیہ کیا اور رو دیا
رشِ نبیؐ کی دیکھی ضیا اور رو دیا — تکیوں کو سونگھا، بوسہ دیا، اور رو دیا
مرقد نہ آہ میں نہ بکا میں نہ بین میں — بے غش ہوئے افاقہ نہ تھا شور و شین میں

فرد فورِ گریہ سے عاجز ہوئے عرب — حیدر کے پاس رونے کی فریاد لائے سب
عرض فاطمہؑ سے کہوا دے ولیِ رب — یا سیدہ تمہاری رعیت ہے جاں بلب
کھانے کا کوئی وقت نہ سونے کا وقت ہے — جو وقت ہے وہ آپ کے رونے کا وقت ہے

ن باپ نے ہمارے بھی دنیا سے کی قضا — ہم تو نہ ایسا روئے، نہ پیٹے، نہ کی عزا
رمایا مرتضیٰ نے، کہ بتلاؤ تو بھلا — تم میں سے کس کا باپ ہوا ہے رسولؐ سا
الزام کوئی دے نہیں سکتا بتول کو — سمجھاتا ہوں میں، خیر، یتیم رسولؐ کو

ہ سے مرتضےٰ گئے گھر میں جھکائے سر — منہ ڈھانپے رو رہی تھی اکیلی وہ خوش سیر
نے لگے پیامِ عرب شاہِ بحر و بر — گھبرا کے بولی ہائے کروں کیا میں نوحہ گر؟
قابو میں موت ہو وے تو مرجاؤں یا علی — بابا کا سوگ لے کے کدھر جاؤں یا علی

ہمسائیان یہ کہتی ہین اے عاشقِ پدر دیدارِ مصطفےٰ تو ہی موقوف حشر
اُنکے عوض تو اپنی زیارت سے شاد کر حجرے مین بیٹھتی ہی یہ کہکر وہ نوحہ گر
اب مین ہون اور ہر ایک حقارت ہی صبا جو بابا موئی کی خاک زیارت ہی صبا جو

۸ القصہ بعد ہفتہ کے دنِ آٹھوان ہوا اور نیل پوش ظلمتِ شب سے جہان ہوا
یان مہرِ برجِ حجرۂ ماتم عیان ہوا برا اس طرح کہ مُردہ کا سب کو گمان ہو[illegible]
یہ شکل ہوگئی تھی عزا مین رسولؐ کی پہچانی بیٹیون نے نہ صورت بتولؑ کی

۹ قدسی تھے فرشِ عرشِ معلی کے آس پاس تسبیح کی خبر تھی نہ تہلیل کے حواس
دوزخ جدا خروش مین مالک جدا اُداس غلمان و حور و جن و پری پر ہجوم یاس
غل تھا کہ سب کے دل کو ہلاتی ہی فاطمہ آ ہی نبیؐ کی قبر پہ جاتی ہی فاطمہ

۱۰ چلائی، آہ، وا ابتا، وا محمدا نورِ الٰہ، وا ابتا، وا محمد[illegible]
شاہون کے شاہ، وا ابتا، وا محمدا مین ہون تباہ وا ابتا وا محمد[illegible]
بابا بتول آئی ہے تسلیم کے لیے اُٹھتے نہین مزار سے تعظیم کے لیے

۱۱ گزرے ہین آٹھ دن کہ زیارت نہین ہوئی اس بے نصیب سے کوئی خدمت نہین ہو[illegible]
منبر ہے سونا وعظ و نصیحت نہین ہوئی مسجد مین بھی نمازِ جماعت نہین ہو[illegible]
حضرت کے مُنہ سے وحیِ خدا بھی نہین سُنی جبرئیلؑ کے پرون کی صدا بھی نہین سُنی

۱۲ تسلیم سبز ہی اے پدرِ نامدار لو یہ بال بکھرے ہاتھون سے اپنے سنوار لو
راضی ہون مین نہ گود مین بھی زینہار لو مشتاق ہون کہ فاطمہؑ کہہ کر پکار لو
پوچھو یہ تم مزاج تمھارا بخیر ہی ۲ اُٹھ ہی سکے کہ حال جدائی سے غیر ہی

۱۳ القصہ فاطمہؑ ہوئی بیہوش قبر پر زینبؑ کے پاس دوڑی گئی فضہ ننگے سر
زینبؑ نے پوچھا خیر تو ہی؟ بولی پیٹ کر جامہ نبی کا دو کہ سوگھائین مین نوحہ گر
ہمسائیان ہین گرد ہراسان کھڑی ہوئین بی بی کی امان جان ہین غش مین پڑی ہوئین

مرثیہ

وفات حضرت فاطمہؓ

۱ بلقیس پاسبان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟ | مریم درود خوان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟
شانِ خدا عیان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟ | دہلیز آسمان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟
کرسی، زمین سے لیتی ہے گوشے پناہ کے | بیٹھا ہے عرش سایہ مین اس بارگاہ کے

۲ عفت پکارتی ہے، مقامِ حجاب ہے | شیعو، جنابِ فاطمہؓ کی یہ جناب ہے
حوّا و آسیہ کا یہ باہم خطاب ہے | زہرا کے رعب و دبدبے سے زہرہ آب ہے
جاری ہے مُنھ سے جاریۂ فاطمہ ہین ہم | مخدومہ کائنات کی وہ خادمہ ہین ہم

۳ الفت، خدا کے بعد، حبیبِ خدا کی ہے | منصف کے آگے یہ بھی ولا کبریا کی ہے
پروا، نہ فاقہ کی، نہ شکایت، جفا کی ہے | ایذا فقط جدائی خیر الوریٰ کی ہے
اب دغدغہ کی فکر، نہ سونے کا دھیان ہے | آنکھون مین شکل باپ کی، رونے کا دھیان ہے

۴ کچھ نوش کرلیا، جو کسی نے کھِلا دیا | لیکن عزا مین، کچھ نہ غذا نے، مزا دیا
غش مین، کسی نے مُنھ مین جو پانی چوا دیا | قطرہ پیا، اور آنکھون سے دریا بہا دیا
نسبت ہے کس سے فاطمہؓ کے شور و شین کو | زہراؓ کے بعد دی ہے زینبِ حسینؓ کو

۵ سن کم، تعلق زیادہ، تعلق سے فغان سوا | سینے سے دل، تو دل سے جگر ناتوان سوا
رونے سے ہر گھڑی کے ہوئین نیم جان سوا | تپ وہ، کہ مفصلون سے تپش استخوان سوا
جب فاطمہؓ نے ہائے پدر کہکر آہ کی | وان ہلگئی ضریح رسالتؐ پناہ کی

۶ بیٹے پکارتے ہین کہ لللہ باہر آؤ | امّان نہ اتنا روؤ غلامون پہ رحم کھاؤ
نانا کہان گئے ہین؟ بُلا لائین ہم بتاؤ | ہم کُرتے پھاڑتے ہین نہین تو گلے لگاؤ
نانا کے بعد ہائے یہ بیقدر ہم ہوئے | سب اک طرف حضور کے بھی پیار کم ہوئے

دبیر

میرزا سلامت علی نام تھا اور دبیر تخلص تھا۔ لکھنؤ مین پیدا ہوئے اور وہین دفن ہوئے سال وفات ۱۲۹۲ھ ہی۔ انکے اُستاد کا نام میر ضمیر تھا۔ اسوقت مرثیہ گوئی کا جو رنگ ہی اُسکے موجد میر ضمیر سمجھے جاتے ہین خود انکا شعر ؎ سو مین کہون ہزار ہین یہ دبیر ہی مرا ÷ جو جو کہے اس طرز مین شاگرد ہی مرا ۔ انکا شاہد ہی۔ میرزا دبیر اور میر انیس کا دور تھا۔ آپس مین چوٹین بھی چلتی تھین اور محبت بھی تھی۔ میر انیس کے مرنے پر میرزا دبیر نے کہا ع طور سینا بے کلیم اللہ و منبر بے انیس۔ جس سے دلی محبت کا پتہ چلتا ہی مگر شاگردون نے میر انیس کے جیتے جی ایک کو دوسرے سے ملنے ندیا حتی کہ سامعین کی بھی تقسیم ہو گئی تھی ایک کو دبیریہ اور دوسرے کو انیسیہ کہتے تھے۔ ایک ہی وقت مجلسین ہوتی تھین۔ دبیریے دربار دبیر مین اور انیسیے دربار انیس مین حاضر ہوتے تھے۔ ان دونون کے جیتے جی یہ فیصلہ نہ ہوا کہ کون بہتر ہی۔ میر و سودا۔ آتش و ناسخ۔ ذوق و غالب اور متاخرین مین امیر و داغ کی طرح انیس و دبیر کا بھی جھگڑا نہ چکا۔

نشتر غزلون مین ہوتے ہین انیس کا کلام مین نے چاہا کہ تبرکاً اس کتاب مین رہے اور اُنکے منتخب اشعار کو بھی مین نے نشتر ہی سے تعبیر کیا۔ مین نے ارادہ کیا تھا کہ سوا ے انیس کے دوسرے مرثیہ گویون کو اس کتاب مین جگہ ندون لیکن آخر آخر میری یہ رائے ہوئی کہ میر انیس کے ہمعصر میرزا دبیر کو فراموش کرنا مذاق شاعری پر ایک اعتبار سے ظلم کرنا ہی اسلیے کتاب کے چھپنے کے وقت مرزا صاحب کے کلام بھی کچھ منتخب کیے گئے قلت انتخاب کی وجہ یہ نہین کہ مرزا صاحب کے پایہ سے کسی کو بھی انکار ہی بلکہ عجلت اور کم فرصتی اسکا باعث دیگر اساتذہ کے انتخاب وقتاً فوقتاً اُسوقت ہوئے تھے جبکہ میری عمر کا مقتضا تھا اب اسوقت یہ کام میرے لیے مشکل ہی لیکن پھر بھی تیمناً کچھ کلام مین نے ہفتہ عشرہ مین منتخب کر ہی لیے۔

انتخاب

از

کلامِ دبیر

مرثیہ۔ رباعی

جلد اوّل

وہ آئے خندہ پیشانی کہین سے
تبسم ہو عیان چین جبین سے

اُسے افسانۂ غم ڈرتے ڈرتے
سُنایا کچھ کہین سے، کچھ کہین سے

حور کے واسطے زاہد نے عبادت کی ہی
سیر تو جب ہی کہ جنت مین نہ جانے پائے

ملاتے ہو اُسی کو خاک مین جو دل سے ملتا ہی
مری جان چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہی

ہر سخن پر روٹھ جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
روٹھ کر پھر مسکرانا کوئی تم سے سیکھ جائے

دیکھا تو شہرِ حسن مین چرچا ہی اور ہی
محفل کی ہوا ہی اور، وہ دنیا ہی اور ہی

بیٹھے اُداس، اُٹھے پریشان، خفا چلے
پوچھے تو کوئی آپ سے کیا آئے کیا چلے

تری رنجش کھُلی طرزِ بیان سے
نہ تھی دل مین تو کیون نکلی زبان سے

بہت حسرت آتی ہی مجکو یہ سُنکر
کسی پر کوئی مہربان ہو رہا ہی

آج گھبرا کر وہ بولے جب سُنے نالے مرے
جان کے پیچھے پڑے ہین چاہنے والے مرے

دلِ نادان سے ہین نہایت تنگ
اور تم اپنی چشمِ پُرفن سے

ہم سے پوچھے کوئی، دنیا مین ہی کیا شی اچھی؟ رنج اچھا ہی، غم اچھا ہی، ملال اچھا ہی

آپ پچتائین نہین، جور سے توبہ نہ کرین ۵۴ آپ گھبرائین نہین، داغ کا حال اچھا ہی

نا امیدی بڑھ گئی ہی اسقدر آرزو کی آرزو ہونے لگی

داغ اترائے ہوئے پھرتے ہین آج شاید انکی آبرو ہونے لگی

کس طرح کہون؟ قیس، ترے دل کو لگی ہی نالون سے کبھی آگ بھی محمل کو لگی ہے؟

اگر مر جائین تو چھوٹ جائین غم سے مگر یہ ہو نہین سکتا ہی ہم سے

جب کہا مین نے ہاے لوٹ لیا دل پکارا کہ میرے یار کسے؟

بھولے ہی بن کے کام نکلتا ہی گاہ گاہ بن جاتے ہین ہم آپ ہی نادان کبھی کبھی

عیش و اقبال عجب شے ہی کہ ہم دیکھتے ہین ۵۵ چار ہی دن مین بدل جاتی ہی صورت کیسی؟

اے فلک چین سے دم بھر تو پڑا رہنے دے ۵۶ ہم بھی بستے ہین جہان خلق خدا بستی ہی

اب کیون نہ کرون نالہ مجھے ڈر تو نہین ہی؟ یہ عرصۂ محشر ہے، ترا گھر تو نہین ہی؟

تدبیر سے، قسمت کی برائی نہین جاتی بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہین جاتی

دشمنون سے دوستی غیرون سے یاری چاہیے ۵۷ خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے

اے فلک، دے ہمکو پورا غم تو کھانے کے لیے وہ بھی، حصہ کر دیا، سارے زمانے کے لیے

ہجر ہی آفتِ جان وصل بلائے دل ہے آدمی کے لیے ہر طرح غرض مشکل ہے

رنج و تلق کو صدمہ و ایذا اٹھائیے دل کو بچا کے سینے مین کیا کیا اٹھائیے

چوٹ دل کی وہین ابھر آئی جب ہنسی آئی آنکھ بھر آئی

مزا چکھا نہین دنیا کا زاہد تو نے دنیا مین کبھی تو بادہ نوشی کی بھی اے مردِ خدا ٹھہرے

یار کا پاس نزاکت دل ناشاد رہے نالہ رکتا ہوا، تھمتی ہوئی فریاد رہے

سب اہل حشر جب اپنے کیے کو پائین گے ۵۸ بڑا مزا ہو جو مجکو مرا گناہ ملے

یون تو برسون نہ پلاؤن نہ پیون، اے زاہد توبہ کرتے ہی بدل جاتی ہی نیت میری

عادت ہی ہوگئی ہو وہ دکھلائے جب مجھے — چیون غضب کی قہر کے تیور بنائین
ساقیا دے بھی مے روح فزا تھوڑی سی — ہیو فا عمر کرے اور وفا تھوڑی سی
ہم تو اُس آنکھ کے ہین دیکھنے والے دیکھو — جسمین شوخی ہو بہت اور حیا تھوڑی سی
وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہین — نگہ نے غنچہ مارا زبان سے آفرین نکلی
کھون کیا، پہلے ہی آنکھین نکالین آپ نے مجھ پر — ابھی کمبخت پوری بات بھی منہ سے نہین نکلی
مشکل ہو ان آنکھون سے خدا کو کوئی دیکھے — دیکھے تو بتِ ماہ لقا کو کوئی دیکھے
جو دیکھتے ہین چشم تحیر سے ترا حسن — ان دیکھنے والون کی ادا کو کوئی دیکھے
ہم اگر مانگین تو اے زاہد یہ بیشک ہو گناہ — بے طلب رکھدے جو کوئی بھر کے ساغر سامنے
یاالٰہی خیر ہو بیٹھے ہین وہ یون بزم مین — تیغ رکھی ہو برابر، اور خنجر سامنے
داغ ہر چند جہان گرد ہو سودائی ہے ۵۳ — آپ کے سر کی قسم، آپ کا سودائی ہے
داغ کو اب کسی گرد سے ملاقات نہین — ہم نے برسون اسی گلشن کی ہوا کھائی ہے
ایسی باتون سے، تو بہتر ہو خموشی، واعظ — کہ تری ضد نے کیا اور گنہگار مجھے
ہو گئی، کثرتِ عصیان سے مری وہ نوبت — ہو یہ احسان ملائین جو گنہگار مجھے
بیدرد ہین جو درد کسی کا نہین رکھتے — ایسے بھی ہین یارب کہ تمنا نہین رکھتے
اے داغ، یہ کس کام کی مستی و جوانی؟ — تم انہین جو اندیشۂ فردا نہین رکھتے
دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے — جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے
اُترے جو تن سے سر، تو نہ ہے سرفراز بان — ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے دل سے اُتار دے
مرادین مان رہا ہون قضا کے آنے کی — بُری گھڑی تھی دلِ مبتلا کے آنے کی
حجابِ وصل سے کیونکر نہ ہون مین شادیِ مرگ — خوشی بھی اور خوشی دلربا کے آنے کی
پھر کہین چھپتی ہو؟ جب ظاہر محبت ہو چکی — ہم بھی رسوا ہو چکے اُنکی بھی شہرت ہو چکی
ہم بدل جائین گے کیا؟ قسمت بدل جائیگی کیا؟ — جب نہ دنیا مین ہوئی عقبیٰ مین راحت ہو

قیامت مین قیامت کر گیا کون؟
کہ دل تھامے صفِ محشر کھڑی ہی

تجھے دیتا ہون اپنی جان بھی مین
مرے دل سے مری ہمت بڑی ہی

بگڑ کر ہم نے سو الزام پائے
اب اُنکی ہر طرح سے بن پڑی ہی

وقتِ انصاف جو تم پاس ہمارے ہوتے؟
روبرو داورِ محشر کے اشارے ہوتے

کس نے یون پیار کیا کس نے وفا ایسی کی؟
کیون کرین قتل کسی کو وہ ہمارے ہوتے

پھول تجھے غیر کی قسمت مین اگر ای ظالم
تو نے پتھر ہی مجھے پھینک کے مارے ہوتے؟

دل کو بغل مین پال کے مجبور ہو گئے
دشمن کے ساتھ عمر ہماری بسر ہوئی

ا تو سہی، دکھا تو سہی، اُسکو خط مرا
آگے سے آگے فکر تجھے نامہ بر ہوئی

ہمسایے مین یہ شور ہی لو داغ کی خبر
کمبخت کو تڑپتے ہوئے رات بھر ہوئی

رے غمزدون کو اپنے کام سے کام
کسی کے دل کو تاب آئے نہ آئے

تمہار اپنی خطاؤن کا بتا دون
تمھین شاید حساب آئے نہ آئے

نہ دیکھو داغ کا دیوان، دیکھو
سمجھ مین یہ کتاب آئے نہ آئے

راحت طلبی نے مجھے رکھا نہ کہین کا
طاعت ہو کسی کی نہ اطاعت ہو کسی کی

یہ داغ ہماری نہین سنتا نہین سُنتا
ایسی بھی الٰہی نہ بُری مت ہو کسی کی

پھول دن بھر مین تروتازہ کہان رہتا ہی؟
آدمی تیس برس تک بھی جوان رہتا ہی

ہم تو سمجھے تھے کہ دربان ہی تمھارا نوکر
کیا خبر تھی ملک الموت یہان رہتا ہی؟

ام رکنے کا نہین اے دلِ نادان کوئی
خود بخود غیب سے ہو جائے گا سامان کوئی

یتا ہون جو خریدے مرے ارمان کوئی
مفت دیتا ہون اگر مان لے احسان کوئی

نکھ مین آنکھ تو ڈالی نہین جاتی ظالم
دل مین دل ڈال دے کس طرح سے انسان کوئی

ٹ چکی ہی خلشِ دل مگر اب بھی ای داغ
پھانس کی طرح کھٹک جاتا ہی ارمان کوئی

دگا شبِ فراق کا غم بھی بہت بڑا
دل کو ہزار ہاتھ کا کیونکر بنائین گے؟

میری فریاد دوسرا نہ سُنے — تم سُنو اے مِرے خدا نہ سُنے
خوب رو وہ جسے زمانہ کہے — گفتگو وہ جسے زمانہ سُنے
داغ کو چین ہی نہیں آتا — اُس سے جب تک بُرا بھلا نہ سنے

گو دل آزار ہو تم، اچھوں کا دل اچھا ہی — سو بلاؤں سے پھر ارمانِ وصال اچھا ہی
سو لے لیتے ہیں خود رنج شبِ وصل میں ہم — کثرتِ عیش میں تھوڑا سا ملال اچھا ہی
تنگ ہمت ہی اگر دولت کونین ملی — جو نہ پورا ہو کسی نے، وہ سوال اچھا ہی
وہ عیادت کو مرے آتے ہیں لو اور سُنو — آج ہی خوب ہے تقدیر سے حال اچھا ہی

اُس سے کیا خاک ہمنشین بنتی؟ — بات بگڑی ہوئی نہیں بنتی
آدمی سب فرشتے بن جاتے — ٥١ آسمان پر اگر زمین بنتی
وعدہ کرتے ہی کیا وہ آجاتے؟ — رات پھر زلفِ عنبرین بنتی
طبع نازک کا لطف جب تھا داغ — نازنینوں میں نازنین بنتی

میری قسمت کس طرح رہتی ہو دل لگائی ہوئی — زلف پر بھی کیا ہی؟ سختی کی گرہ آئی ہوئی
جب ترے در سے پھر اخلقت تماشائی ہوئی — ٥٢ پیچھے پیچھے داغ آگے آگے رسوائی ہوئی
اے ہجومِ ناامیدی رکھ لے شرمِ آرزو — گوشۂ دل میں الگ بیٹھی ہی شرمائی ہوئی
چل دیا اسے داغ کیا منہ پھیر کر وہ نازنین — پھر گئی تقدیر میرے سامنے آئی ہوئی

آدمی کا مر گئے جیسے ہیں یہ مصیبت کیسی؟ — یہیں انصاف نہ ہو جب سے قیامت کیسی
سحر و سفاکی و بیباکی و شوخی و عتاب — جسکی آنکھوں میں یہ فتنے ہوں مروت کیسی
ایسے ہی تو نہیں گے گنہگاروں کجے ہوتے زاہد — یہ تو دوزخ کے بھی قابل نہیں جنت کیسی
بخشش وے پرستشِ اعمال سے پہلے یارب — پوچھ کر کوئی اگر دے تو سخاوت کیسی
دل کو سمجھائیں گے بہلائیں گے پھسلائیں گے — بعد مر جانے کے مل جائے گی فرصت کیسی

نگاہِ شوخ جب اُس سے لڑی ہی — تو بجلی تھرتھرا کر گر پڑی ہے

داغ کہتے ہیں جنھیں دیکھیے وہ بیٹھے ہیں
آپ کی جان سے دور، آپ پہ مرنے والے

شرکتِ غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری
غیر کی، ہو کے رہے، یا شبِ فرقت میری

شرمیں، تجھ سا جفاکار خدا سا منصف
دل سا الفاف طلب اور شہادت میری

اسکے کوچے سے جنازہ نہ اُٹھائیں احباب
میں نہ نکلوں گا نہ نکلے گی جو حسرت میری

بخشتے جائیں گے سب کار بہت، روزِ جزا
کہیں جنت میں نہ پہنچے شبِ فرقت میری

جس طرح تو مرے آغوش سے نکلا اے شوخ
یوں ہی ہاتھوں سے نکلتی ہے طبیعت میری

کہیں دنیا میں ٹھکانا نہیں اسکا اے داغ
چھوڑ کر مجکو کہاں جائے مصیبت میری

جس کے پہلو میں ہو تم اُسکا نصیب اچھا ہے
میری دانست میں تم سے بھی رقیب اچھا ہے

بیٹھے نادک کی طرح اُٹھے قیامت کی طرح
یہ ادب جس نے سکھایا وہ ادیب اچھا ہے

شیخ کو تاک کے رندوں نے کہا آپس میں
مال یہ جبہ و دستار و جریب اچھا ہے

جو مصاحب ہوں وہ اس رمز کو سمجھیں اے داغ
دور رہتا ہے بُرا اور قریب اچھا ہے

سبق ایسا پڑھا دیا تونے
دل سے سب کچھ بھلا دیا تونے

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے ۴۹
دلِ بے مدعا دیا تونے

مجھ گنہگار کو جو بخشش دیا
تو جہنم کو کیا دیا تونے؟

داغ کو کون دینے والا تھا؟
جو دیا، اے خدا، دیا تونے

شبِ وصل ضد میں بسر ہو گئی
نہیں ہوتے ہوتے سحر ہو گئی

بُرے حال سے یا بھلے حال سے
تمھیں کیا؟ ہماری بسر ہو گئی

غمِ ہجر سے داغ مجکو نجات
یقیں تھا نہ ہو گی، مگر ہو گئی

نکل جائے یہ حسرت وہ نہیں ہے
بدل جائے یہ قسمت وہ نہیں ہے

دوبارا دیکھ کر میں حور کی شکل ۵۰
خدا وندا یہ صورت وہ نہیں ہے

گئی محفل کی رونق داغ کے ساتھ
وہی دم تھا غنیمت وہ نہیں ہے

کیا شبِ ہجر مرے سر پہ بلا لاتی ہی / اپنے ہمراہ، اجل کو بھی، لگا لاتی ہی
کون، مرنے کو ترے کوچے میں، خود آتا ہی؟ / پر یہ بیتابیِ دل ہی، کہ اُڑا لاتی ہے
جب کہیں، جان سے، میں ہو کے خفا جاتا ہون / منتون سے مجھے تقدیر منا لاتی ہے
مجھکو اے داغ، کئی دن سے وہ یہ کہتے ہیں / تجھکو کمبخت یہان تیری قضا لاتی ہے

مجھے اے اہلِ کعبہ یاد کیا میخانہ آتا ہی / اِدھر دیوانہ جاتا ہی، اُدھر مستانہ آتا ہی
تڑپتا لوٹتا اُڑتا جو بیتابانہ آتا ہی / یہ مرغِ نامہ بر آتا ہی یا پروانہ آتا ہی؟
وہ نازک ہیں، تو کیا اپنے سے خنجر پھر نہیں سکتا؟ / تجھے کچھ ننگ بھی اے ہمتِ مردانہ آتا ہی؟
۴۴ رُخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں / اُدھر جاتا ہی دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہی؟
دغا، شوخی، شرارت، بیحیائی، فتنہ پردازی / تجھے کچھ اور بھی اے نرگسِ مستانہ آتا ہی؟
سکندر آئینے سے، جامِ جم سے، خوش ہوا تھا / کوئی سرکش کو دیکھے ہاتھ جب پیمانہ آتا ہی!
وہی جھگڑا ہی فرقت کا وہی قصہ ہی الفت کا / تجھے، اے داغ، کوئی اور بھی افسانہ آتا ہی؟

کیا تھا جرمِ وفا، لذتِ سزا کے لیے / ستم کے لطف اُٹھائے مزے جفا کے لیے
۴۵ خدا کرے نہ کسی کا امیدوارِ وصال / دعائیں مانگتے ہیں، ترکِ مدعا کے لیے
۴۶ بڑا مزا ہو جو محشر میں ہم کریں شکوہ / وہ منتون سے کہیں چپ رہو خدا کے لیے
شریر آنکھ، نگہ بیقرار، چتون شوخ / تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لیے
ملے، تو حشر میں لے لون، زبان ناصح کی / عجیب چیز ہی یہ، طولِ مدعا کے لیے
۴۷ کسی زمانے میں گستاخ ہم بھی تھے اب تو / زبان ہی بہرِ ستائش، دل التجا کے لیے
ترے کہے سے ہم، اے داغ، چھوڑ دیں گے عشق؟ / خدا کے واسطے دیتا ہی کیون خدا کے لیے

یہ تو پوچھیں مرے مرقد پہ گزرنے والے / کیا گزرتی ہی تری جان پہ مرنے والے؟
مرحبا اے دل و دین سے گزرنے والے / ہاتھ کانون پہ مرے نام سے دھرنے والے
۴۸ غنچۂ گل میں دھرا کیا ہی بتا اے بلبل؟ / جمع ہیں چند ورق وہ بھی بکھرنے والے

حسرتین سے گئے اس بزم سے چلنے والے
ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

دیکھیے کیا ہو الٰہی مرے نامے کا جواب؟
پاس اُنکے ہین بہت زہر اُگلنے والے

ان جفاؤن پہ وفا کوئی نہ کرتا لیکن
دل بدلتا نہین او آنکھ بدلنے والے

گر میئے صحبتِ اغیار کے شکوے پہ کہا
آپ اے داغ ہمیشہ کے ہین جلنے والے

کہنے دیتی نہین کچھ مُنھ سے محبت تیری ۴۲ لب پہ رہجاتی ہو آ آ کے شکایت تیری

دیکھیے کرتی ہو رسوا سے زمانہ کیا کیا؟ ۴۳ مجکو یہ جاہ مری، تجکو یہ صورت تیری

یاد سب کچھ ہین مجھے ہجر کے صدمے، ظالم
بھول جاتا ہون مگر دیکھ کے صورت تیری

کوچۂ یار مین بھی جی نہین لگتا اے داغ
دیکھیے جائے گی کس روز یہ وحشت تیری

دوست خوش ہونے لگے دوست کے مرجانے سے
غم کا یہ کال پڑا ہو مرے غم کھانے سے

پند گو، دیکھ زرا ہاتھ تو رکھ کر دل پر
لگ گئی آگ زیادہ ترے سمجھانے سے

کیجیے فکرِ سخن خاک، وہ دل ہی نہ رہا
داغ فرصت ہی نہین، روز کے غم کھانے سے

رنج صحبت سے، جو واقف دل شیدا ہو جائے
داغ ارمان بنے، درد تمنا ہو جائے

کچھ نہ ہو تیری محبت مین برا تنا ہو جائے
کہ تری بدمزگی مجکو گوارا ہو جائے

ہون وہ ناکام تمنا جو اجل چاہون مین
موت آکر مرے بالین پہ مسیحا ہو جائے

ترے انداز وہ کافر ہین بُتِ ہوش ربا
آدمی کیا جو فرشتہ ہو تو شیدا ہو جائے

آسمان سے بھی شکایت نہ کرون مین کیا خوب؟
میرا چاہا تو نہ ہو آپ کا چاہا ہو جائے

دشمنِ جان نہ سہی، آپ مسیحا ہی سہی
داغ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے

دن مٹا جیسے کہ دہلی سے گمانِ دہلی
تھا مرا نام دلستان، نام دلستانِ دہلی

لے گئے لوٹ کے اب شوکت و شانِ دہلی
پوربی، بہکے اُڑا تے تھے زبانِ دہلی

اس سے بڑھ کر نہین محشر مین کوئی طول حساب
بس یہی ہوگا کہ ہم اور بیانِ دہلی

میر و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہان؟
داغ اب یہ ہین غنیمت ہمہ دانِ دہلی

نہ اترائیے دیر لگتی ہے کب! زمانے کو کروٹ بدلتے ہوئے

ذرا داغ کے دل پہ رکھو تو ہات بہت تم نے دیکھے ہیں جلتے ہوئے

دیے ہیں ہجر میں دکھ درد کس بلا کے مجھے شب فراق میں مارا الٹا الٹا کے مجھے

مکدر اہل فلک میری مشت خاک سے ہیں بگاڑ ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے؟

کہا یہ دل نے، چلو آج کوے قاتل میں اجل کہاں سے کہاں لے گئی لگا کے مجھے؟

غضب ہے آہ مری داغ نام ہے میرا تمام شہر جلاؤ گے کیا جلا کے مجھے؟

مجکو جنت میں نہ راحت ہوگی گر یہی دل یہی قسمت ہوگی

تیرے ہاتھوں مجھے، اے رنج فراق کبھی مرنے کی بھی، فرصت ہوگی؟

کوچۂ یار، کوئی چھٹتا ہے؟ میں نہ ہونگا مری تربت ہوگی

اب کے میخانے سے اٹھ کر اے داغ کعبے جائیں گے جو وحشت ہوگی

جب پاؤں تھکے تو جستجو کی جب دل نہ رہا تو آرزو کی

کچھ ضبط، ہماری خاطر، اے چشم کچھ شرم ہماری آبرو کی

اس خانہ خراب دل میں اے داغ مٹی ہے خراب آرزو کی

طبیعت کوئی دن میں بھر جائیگی چڑھی ہے یہ ندی اتر جائیگی

رہیں گی دم مرگ تک خواہشیں اہ یہ نیت کوئی آج بھر جائیگی؟

نہ جائے کوئی میری میت کے ساتھ مری بیکسی نوحہ گر جائیگی

شب وعدہ آجاؤ ورنہ قضا مرے سر پہ احسان دھر جائیگی

دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا؟ گزرنی جو ہوگی گزر جائیگی

ابھی نزاکت رفتار یار باقی ہے ابھی زمانۂ ناپائدار باقی ہے

مریض عشق کی کیا پوچھتے ہو، یہ پوچھو کہ زندہ کوئی بھی بیمار دار باقی ہے؟

دم اخیر ہی اے داغ توبہ کر توبہ کہ روسیاہ ابھی اختیار باقی ہے

نازِ اعدا اُٹھے گا مشکل سے
دل بدل لیجیے مرے دل سے

میری تصویر بھی وہ دیکھتے ہین
کس بُری آنکھ، کس بُرے دل سے

مٹ گئے ہم تو جب یہ اُسنے کہا
تو نے شکوے کیے تھے کس دل سے؟

آتشِ عشق مین مزا کیا ہے؟
پوچھیے اسکو داغ کے دل سے

وہ کہتے ہین گھبرا کے مرے دستِ دعا سے
کیا عرش پہ جا پہنچین گے یہ ہات ذرا سے

مین بزم سے اُٹھ جاؤن، نکلجاؤن، چلا جاؤن
کیا بات ہوئی خیر تو ہی کیون ہو خفا سے؟

عجب دیکھتے ہین داغ کو ہوتا ہی یہ ارشاد
معلوم نہین زندہ ہی یہ کس کی دعا سے؟

کچھ جفا بھی ہی کچھ وفا بھی ہے
دل لگی کا یہی مزا بھی ہے

زندگی اور اس زمانے کی
ایسے جینے کا کچھ مزا بھی ہے؟

تیری امداد کے لیے اے آہ
پیچھے پیچھے مری دعا بھی ہے

مین سناؤن تو داستان اپنی
آپ کو بات کا مزا بھی ہے؟

تو نے پوچھا نہ ایک دن ہم سے
کچھ ترے دل مین مدعا بھی ہے؟

اسکو عاشق بھی لوگ کہتے ہین
داغ کا نام دوسرا بھی ہی

اُسکی نگہ سے ہردم جی پر بنی رہے گی
برچھی مین دل رہے گا دل مین انی رہے گی

نبھ جاے اُسنسے اپنی جس طرح، ہی غنیمت
یہ جانتے ہین اکثر بگڑی بنی رہے گی

ای داغ تیری صورت دیکھین گے وہ نہ ڈر کر
چھائی ہوئی جو منھ پر یون مردنی رہے گی

آتے جاتے مرے بالین پہ قضا ہار گئی
آئی سو بار شبِ وعدہ تو سو بار گئی

جسکو کہتے ہین اثر وہ نہ ملا ہے نہ ملے
کیا گئی آہ فلک کے بھی اگر پار گئی؟

مرے مرنے کی خبر سُن کے کہا خوب ہوا
روز کا قصہ گیا روز کی تکرار گئی

داغ خورشید قیامت نے قیامت کی ہی
آج کیا جانے کہان اپنی شبِ تار گئی

وہ دل لے کے چُپکے سے چلتے ہوئے
یہان رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے

راہ ہے دشوار و منزل دور تر — پا شکستہ کیا کرے؟ کیونکر سے چلے؟
جس جگہ ٹھہرا دیا ٹھہرے رہے — جس طرف کو لے چلا رہبر چلے
مار ڈالے گی قفس میں بوے گل — ہم اسیر دن سے ہوا بچ کر چلے
داغ کے لب پر یہ ہے مصرع درد کا — جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

گو وصل ہو لیکن مجھے باور تو نہیں ہے؟ — ہان، دل میں نہ ہو اُنکی زبان پر تو، نہیں ہے؟
پھر جاے تو پھر جاے، بلا سے، نہیں پروا — کچھ آپ کا دل میرا مقدر تو نہیں ہے؟
چبھتی ہے تری بات مرے دل میں ہمیشہ — آخر یہ زبان ہے کوئی نشتر تو نہیں ہے؟
پھر قصدِ صنم خانہ کیا، داغ، جو تو نے — کمبخت ترے پالوں میں چکر تو نہیں ہے؟

مجھے انجامِ الفت کی پڑی ہے — یہ غم آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی ہے
مروت بھی ہو تیری آنکھ میں کاش — کٹیلی ہے، رسیلی ہے، بڑی ہے
جنازہ دیکھ لو عاشق کا در پر — ٣٩ سواری اس مسافر کی کھڑی ہے
امانت رکھ تو لوں داغ محبت — مگر ڈرتا ہوں یہ جوکھوں بڑی ہے
وہی اک بات ہے لیکن تری بات — عدو سے نرم ہے مجھ سے کڑی ہے
ملازم شاہِ آصف جاہ کے ہیں — جنابِ داغ کی قسمت بڑی ہے

ناوک نگاہ جگر پر اور دل پر سنان لگی — کاری لگی نظر تری، کافر، جہان لگی
آتا ہے ہمکو تلخیِ دشنام میں مزا — اس چاٹ پر لگی تو تمھاری زبان لگی
تقدیر نے نہ جمنے دیا اس جگہ مجھے — اُکھڑے قدم وہاں سے طبیعت جہاں لگی
ہنستا ہے مجکو دیکھ کے وہ پوچھتے ہیں داغ — کمبخت تیرے چوٹ بتا تو کہاں لگی؟

جمع ہیں پاک اک زمانے کے — ہاے جلسے شراب خانے کے
برق پھونکے اُڑا گئے بادِ خزان — چار تنکے ہیں آشیانے کے
اہلِ جنت کے بھی دلوں پر داغ — نقش ہیں اس نگار خانے کے

دل کا سرمایہ وہ دزدیدہ نظر کیا لے گی؟ اُتنا دینا بھی پڑے گا اُسے جتنا لے گی
نہ کریں میرے لیے حضرتِ ناصح تکلیف خود طبیعت دلِ بیتاب کو سمجھا لے گی
چین سے آپ رہیں کچھ مری پروا نہ کریں کیا شبِ ہجر بلا ہے کہ مجھے کھا لے گی؟
شاہِ دیندار کا وہ فیض ہے جاری اے داغ حشر تک جس سے مزے دین کے دنیا لے گی

جب سے بسی ہوئی کسی گلگون قبا میں ہے میں کیا کہوں کہ نکہتِ گل کس ہوا میں ہے
خالی نہیں ہے اُنکی شرارت سے شرم بھی جو کچھ بھی ادا سے وہ شوخی حیا میں ہے
گزری کبھی نہ چین سے ہمکو کوئی گھڑی جو ابتدا میں غم تھا وہی انتہا میں ہے
سر پھوڑنا فضول ہے دم توڑنا عبث دل پھیر دے بتوں کا یہ قدرت خدا میں ہے
اب دیکھیے جو داغ کو وہ داغ ہی نہیں سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یادِ خدا میں ہے

ہم اس جہان سے ارمان لیکے جائینگے خدا کے گھر بھی یہی سامان لیکے جائیں گے
ہمیں یہ فکر کہ دل سوچ کر سمجھ کر دیں انھیں یہ ضد کہ اسی آن لیکے جائیں گے
اس آستان پہ جو دی جان داغ بیکس نے جنازہ آپ کے دربان لیکے جائیں گے

ہر دم اُسی کی دُھن ہے اُسی کا خیال ہے چھوٹے چھٹائے ربط پر اب تک یہ حال ہے
جب ہو نہ اعتبار تو کہنے سے فائدہ؟ اللہ جانتا ہے جو اِس دل کا حال ہے
کافر نہ میں ہوں اور نہ محشر ہے بزمِ یار اپنے کیے سے پھر مجھے کیوں انفعال ہے
اے داغ اُنکی رنجشِ بیجا کا کیا علاج؟ اپنے قصور پر بھی تو مجھ سے ملال ہے

دل لے ہی چلے ناز سے شوخی سے ہنسی سے اب اُنکی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے
معشوقوں کو عشاق نے بیدرد بنایا انصاف تو یہ ہے کہ ہوئی چوک سبھی سے
اے داغ کریں وہ ستم ایجاد کہاں تک؟ کیا ناک میں دم ہے تری ایذا طلبی سے

دل جگر سب آہوں سے پھک چلے مر چلے اے سوزِ فرقت، مر چلے
کہتی ہے رگ رگ ہماری حلق سے دم میں دم جب تک رہے خنجر چلے

نہین کھیل اے داغ، یارون سے کہدو | کہ آتی ہے اُردو زبان آتے آتے

اطاعت مین اغیار خامی کرینگے | ہمین بندہ پرور غلامی کرین گے
وہ کیا چارۂ تلخ کامی کرین گے | یہی نا کہ شیرین کلامی کرین گے؟
نہ گھبراؤ تم داغ مطلب تمھارا | ادا سب پیامی سلامی کرین گے

قیامت ہین بانکی ادائین تمھاری | اِدھر آؤ لے لون بلائین تمھاری
زمانے مین ہین یادگارِ زمانہ | وفائین ہماری جفائین تمھاری
بھڑک جائے کیونکر نہ انسان سُنکر؟ | رسیلی رسیلی صدائین تمھاری
ہر اک داستان ہے نہایت مزے کی | ہم اپنی کہین یا سنائین تمھاری؟
وہ گھبرا گئے آخر اے حضرتِ دل | کہانتک سُنین التجائین تمھاری؟
اُٹھائے ہین صدمے بہت داغ تم نے | الٰہی مرادین بر آئین تمھاری

عرضِ احوال کو گِلا سمجھے | کیا کہا مین نے آپ کیا سمجھے؟
اُن اشارون کو کوئی کیا سمجھے | نگہ ناز سے خدا سمجھے
پردے پردے مین گالیان دیکر | مجھ سے وہ پوچھتے ہین کیا سمجھے؟
اِن کنایون کو اپنے تم سمجھو | بات وہ ہے جو دوسرا سمجھے
سچ تو یہ ہے کہ وہ بُتِ مغرور | اپنے آگے کسی کو کیا سمجھے؟
آدمیت کی شرط ہے اے داغ | خوب اپنا بُرا بھلا سمجھے

لچکتی ہے بہت بارِ نظر سے | ہمارے ہاتھ لپٹا لو کمر سے
نہ روکا شامِ فرقت کو کسی نے | دہائی دے رہا تھا مین سحر سے
اُنھین فرصت کہ اسکا سر اُتارا | ہمین فرصت کہ چھوٹے دردِ سر سے
خدا کی دین ہے غم ہو کہ شادی | یہ بندے لائے ہین کیا اپنے گھر سے؟
رقیبِ روسیہ کیون سر چڑھا ہے؟ | اسے صدقہ کرو تم داغ پر سے

وہ چشمِ فتنہ زا سے دیکھ کر آئینہ کہتے ہین — بہت اے شوخ تجھ مین بیحیائی ہوتی جاتی ہے
کدورت سی کدورت تھی مٹایا داغ کو جس نے؟ — بحمد اللہ اب اُن سے صفائی ہوتی جاتی ہے

سب سے تم اچھے ہو تم سے مری قسمت اچھی ۳۴ یہی کمبخت دکھا دیتی ہے صورت اچھی
ہر طرح دل کا ضرر جان کا نقصان دیکھا — نہ محبت تری اچھی، نہ عداوت اچھی
ہجر مین کس کو بلاؤن؟ نہ بلاؤن کس کو؟ — موت اچھی ہے الٰہی کہ قیامت اچھی؟
عیب اپنے بھی بیان کرنے لگے آخرکار ۳۵ ہوگئی اُن کو بُرا کہنے کی عادت اچھی
زور و زر سے بھی کہین داغ حسین ملتے ہین؟ — اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے؟ — ایک مین ہون یا خدا کی ذات ہے
ضعف سے اُٹھتے نہین دستِ دعا — اب ہماری شرم اُسکے ہات ہے
داغ سے جا کر ملے تھے ہم بھی آج — آدمی خوش وضع خوش اوقات ہے

ساتھ شوخی کے کچھ حجاب بھی ہے ۳۶ اس ادا کا کہین جواب بھی ہے؟
رحم کر میرے حال پر واعظ — کہ اُمنگین بھی ہین شباب بھی ہے
مار ڈالا ہے اِس دورنگی نے — مہربانی بھی ہے عتاب بھی ہے
عشقبازی کو ہے سلیقہ شرط ۳۷ یہ گنہ بھی ہے یہ ثواب بھی ہے
داغ کا کچھ پتا نہین ملتا — کہین وہ خانمان خراب بھی ہے؟

اُس نے جب یک نگاہ دیکھا ہے — حال دل کا تباہ دیکھا ہے
سچ بتا تو نے بھی شبِ فرقت — کبھی روزِ سیاہ دیکھا ہے
واقعی ہم نے تیرے کوچے مین — داغ کو گاہ گاہ دیکھا ہے

پھرے راہ سے وہ یہان آتے آتے — اجل مر رہی تو کہان آتے آتے؟
ابھی سن ہی کیا ہے؟ جو بیباکیان ہون — اُنھین آئین گی شوخیان آتے آتے
نتیجہ نہ نکلا، تھکے سب پیامی — وہان جاتے جاتے یہان آتے آتے

جسمین لاکھون برس کی حورین ہون — ایسے جنت کو کیا کرے کوئی؟
مُنہ لگاتے ہی داغ اترانا — لطف ہی پھر جفا کرے کوئی؟

جو بے آگ جل جائے وہ دل یہی ہے — جو بے زخم تڑپے، وہ بسمل یہی ہے
بُرائی نہ جائے بُرون سے بنا ہے — اگر ہے تو دنیا مین مشکل یہی ہے
طبیعت کا آنا ہے آفت کا آنا — کرے صبر انسان مشکل یہی ہے
نہ آئے گا کوئی نہ بیٹھے گا کوئی — اگر آپ کا رنگِ محفل یہی ہے
خدا نے بنایا بتون نے بگاڑا — نہ کعبہ نہ بُت خانہ وہ دل یہی ہے
وفا وہ کرین، داغ یہ کس نے مانا؟ — مگر آپ کا زعمِ باطل یہی ہے

نکالو داغ کو اپنے مکان سے — چلا آیا یہ دیوانہ کہان سے؟
اُنھین غصہ نہین ہے شوق قاصد — چلین گے وہ وہان سے ہم یہان سے
مری آہین رقیبون کی دعائین — یہ فوجین لڑ رہی ہین آسمان سے
کہان اے داغ اب اپنا ٹھکانا؟ — اُٹھا بیٹھے ہین دل دونون جہان سے

جو نکلا پیچ سے کاکل کے دل، زلفِ دوتا لپٹی — چھٹا جب اک بلا سے دوسری پیچھے بلا لپٹی
صبا اٹکھیلیان کرتی ہے کیا کیا راہ مین اُنسے ۳۲ کبھی کاکل سے آ لپٹی کبھی دامن سے جا لپٹی
نہ روکے سے رُکا آخر گیا داغ اُسکے کوچے مین — نہ مانا ایک کا کہنا بہت خلقِ خدا لپٹی

گلشن مین ہرے ہو کے شجر لائے ثمر بھی — اے بارشِ رحمت کوئی چھینٹا تو ادھر بھی
رکھتا ہی نہین کوئی، کہان جا کے رہے دل؟ — مثلِ گلِ بازی یہ ادھر بھی ہے اُدھر بھی
مین صبحِ شبِ وصل نہ دیکھون اُسے جاتے — آنکھون مین بھی آجائے سپیدیِ سحر بھی
اے داغ دمِ نزع ہین وہ منتظر اسکے — کیون دیر لگا رکھی ہے جلدی کہین مر بھی

نزاکت مانعِ زور آزمائی ہوتی جاتی ہے — کہ شاخِ گل سے جب اُنکی کلائی ہوتی جاتی ہے
مخاطب ہون کسی سے بزم مین وہ چوٹ ہے مجھپر — مرے ہی سامنے میری بُرائی ہوتی جاتی ہے

ٹپکی پڑتی ہی نگہ سے تری الفت ای داغ ۳۰ کوئی چھپتی ہی محبت کی نظر یار کی آنکھ

یان تو بنا ہے جاتے ہین عشق بتان کے ساتھ   زاہد نبیڑ لین گے دہان کی دہان کے ساتھ

پھونکا نہ دام کو، نہ جلایا قفس مرا   بجلی کی تیز یان تھین فقط آشیان کے ساتھ

واماندگی نے ایک جگہ تو بٹھا دیا   پھرتے تری تلاش مین کیا کاروان کے ساتھ

مٹتی نہین ہی خانہ خرابی کسی طرح   کیا میری بیکسی بھی بنی تھی مکان کے ساتھ؟

سب کو ہی، تیری یاد کی لذت، جُدا جُدا   دل کی ہی دل کے ساتھ زبان کی زبان کے ساتھ

اللہ کرے کہ بند نہ ہو داغ کی زبان   تعریف آپ کی ہی اُسی خوش بیان کے ساتھ

دل لے کے نہ کچھ مانگ صنم، اور زیادہ ۳۱ مقدور نہین، تیری قسم، اور زیادہ

تلوار جو ہو جاے کمان، خوب نہین ہی ۳۲ ابرو مین نہو تان کے خم اور زیادہ

زندان سے بیابان مین تو افسح ہوئی بڑھکر   کانٹون نے لیے میرے قدم اور زیادہ

قاصد مگر اغیار کا لکھا ہی جہان حال   پاتا ہون وہان زورِ قلم اور زیادہ

صد شکر کہ نواب کے الطاف سے ای داغ   چند اہل سخن جمع ہین، کم اور زیادہ

ایک طوفان ہے غم عشق مین رونا کیا ہی؟   نہین معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہی؟

چار باتین بھی کبھی آپنے گھُل مل کے نہ کین   انھین باتون کا ہی رونا، مجھے رونا کیا ہی؟

کاوش و کینہ و بیرحمی و آزار وہی   اور اب اسکے سوا آپ سے ہونا کیا ہی؟

ابر رحمت ہی اُدھر، دیدۂ پُرنم ہی ادھر   مشکل اس نامۂ اعمال کو دھونا کیا ہی؟

اُسکی ٹھوکر سے بھی کمبخت نہ جاگا، افسوس   موت ہی داغ سیہ مست کا سونا کیا ہی؟

گر مرض ہو دوا کرے کوئی   مرنے والے کا کیا کرے کوئی؟

اس گلے کو گلا نہین کہتے   گر مزے کا گلا کرے کوئی؟

تم سراپا ہو صورتِ تصویر   تم سے پھر بات کیا کرے کوئی؟

کہتے ہین ہم نہین خدا ہے کریم   کیون ہماری خطا کرے کوئی؟

ہو قیس کا تو شوق زمانے پر آشکار
کیا جانے کوئی صاحبِ محمل کی آرزو؟

دنیا سرائے تنگ ہو محشر ہو جائے تنگ
عاشق کہاں نکال سکے دل کی آرزو؟

کیوں وعدۂ وصال سے دل بدگمان نہ ہو؟
یہ شرط ہو نئی کہ خدا درمیان نہو

مٹی کی مورت اس سے تو اے داغ خوب ہو
معشوق کیا جو شوخ نہ ہو خوش گلو نہ ہو

تمکو چاہا تو خطا کیا ہو بتادو مجکو
دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھادو مجکو

یوں میرے ساتھ دفن دلِ بیقرار ہو
چھوٹا سا اک مزار کے اندر مزار ہو

کیوں کہتے ہو دنیا کی ہر اک بات سے توبہ
منظور تو ہو میری ملاقات سے توبہ؟

بیعت بھی جو کرتا ہو، تو وہ دستِ سبو پر
چکراتی ہو کیا رندِ خرابات سے توبہ؟

خود ہم نہ ملینگے نہ کہیں جائینگے مہمان
کی آپ نے واللہ نئی گھات سے توبہ

وہ آئی گھٹا جھوم کے للچانے لگا دل
واعظ کو بلاؤ کہ چلی ہات سے توبہ

یہ داغِ قدح خوار کے کیا جی میں سمائی؟
سنتے ہیں، کیے بیٹھے ہیں، وہ رات سے توبہ

دل کی ہو پرورش خلشِ درد و غم کے ساتھ
لگنے لگے پڑے ہیں یہاں ایکدم کے ساتھ

چلتا ہو ساتھ ایک مسافر کے دوسرا
اے کاش آرزو ہی نکل جائے دم کے ساتھ

عادت بھی ہو دروغ کی خوفِ خدا بھی ہو
وہ کانپ کانپ جاتے ہیں جھوٹی قسم کے ساتھ

اہلِ دول نہ دیکھیں مجھے چشمِ کم سے داغ
دولت لگی پڑی ہو مرے دم قدم کے ساتھ

لڑ گئی یارِ گلعذار سے آنکھ
اب نہیں جھپتی ہزار سے آنکھ

دید کا بھی ہو کیا بڑا لپکا؟ ۲۹
نہیں رہتی ذرا قرار سے آنکھ

نشہ تیرا اتر گیا اے داغ
کھل گئی غفلتِ خمار سے آنکھ

یوں شبِ وعدہ رہی، طالبِ دیدار آنکھ
جس طرح سوئے چمن مرغِ گرفتار کی آنکھ

کیوں نہ پُرخون ہو ازل سے؟ کہ ملا ہو مجکو
شیشۂ بادہ کا دل ساغرِ سرشار کی آنکھ

ہوتی جاتی ہو سوا، بوسۂ لب کی قیمت
دیکھتے جاتے ہیں وہ اپنے خریدار کی آنکھ

ابھی نفرت ہی تمکو داغ سے وہ دن بھی آتے ہیں — خدا چاہے تو اُس کمبخت کو دل سے تمھیں چاہو

تم آئینہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ — مری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ

یہ شامت آئی کہ اُسکی گلی میں دل نے کہا — کھلا ہی روزن دیوار دیکھتے جاؤ

تمھاری آنکھ مرے دل سے بے سبب بے وجہ — ہوئی ہی لڑنے کو تیار دیکھتے جاؤ

ادھر تو آ ہی گئے اب تو حضرت زاہد — یہیں ہی خانہ خمار دیکھتے جاؤ

کوئی نہ کوئی ہر اک شعر میں ہی بات ضرور — جناب داغ کے اشعار دیکھتے جاؤ

زلف وہ دام کہ جس دام سے آزاد نہ ہو — آنکھ وہ چور کہ جس چور کی فریاد نہو

ہائے وہ دل وہ کلیجہ میں کہاں سے لاؤں؟ ۲۸ — وصل میں شاد نہ ہو ہجر میں ناشاد نہ ہو

جور کے بعد ہی اب حرف تسلی کیسا؟ — اُس سے فرمائیے جسکو وہ گھڑی یاد نہ ہو

دیکھ اے شام غریبی وہ مسافر میں ہوں — جسکو گھر یاد نہ ہو جسکو وطن یاد نہ ہو

کوستے ہیں وہ الٰہی کہ دعا دیتے ہیں — داغ کو دیکھ کے کہتے ہیں یہ ناشاد نہو

جو دل قابو میں ہو تو کوئی رسوائے جہاں کیوں ہو؟ — خلش کیوں ہو؟ طپش کیوں ہو؟ قلق کیوں ہو؟ فغاں کیوں ہو

یہ مصرع لکھدیا ظالم نے میری لوح تربت پر — جو ہو فرقت کی بیتابی تو یوں خواب گراں کیوں ہو؟

ہمیشہ آدمی کا آدمی غمخوار ہوتا ہے — یہی بے اعتباری ہو تو کوئی رازداں کیوں ہو؟

ممکن نہیں کہ تیری محبت کی بو نہ ہو — کافر اگر ہزار برس دل میں تو نہ ہو

کیا لطف انتظار جو تو حیلہ جو نہ ہو — کس کام کا وصال اگر آرزو نہ ہو

زاہد مزا تو جب ہی عذاب و ثواب کا — دوزخ میں بادہ کش نہوں جنت میں تو نہو

عشق تاثیر کرے، اور وہ تسخیر بھی ہو — یہ تو سب کچھ ہو مگر خواہش تقدیر بھی ہو

جعلساز دن نے بنایا ہی شکایت نامہ — کیوں خفا آپ ہوئے یہ مری تحریر بھی ہو

خدا شاہد خدا شاہد ہی کیوں کہتے ہو عدو دن ہیں؟ — خدا کو کیا غرض ہی بیر تمھارے درمیاں کیوں ہو

نوید جان فزا ہی کیا خبر قاتل کے آنے کی — بتاؤ تو سہی تم داغ ایسے شادماں کیوں ہو؟

ہین بھی حیران ہون اے داغ کہ یہ ہے کیا بات؟
وعدہ وہ کرتے ہین آتا ہے تبسم مجکو

چلتے نہین ہین ساتھ مرے ہمسفر کے پانو
ہر گام پر دبانے پڑے راہبر کے پانو

آتی ہے کوے یار سے مستانہ کس قدر
کیا لڑکھڑائے جاتے ہین بادِ سحر کے پانو

وقتِ خرامِ ناز تعجب نہین اگر
فتنے بھی اُڑکے چوم لین اُس فتنہ گر کے پانو

اے داغ آدمی کی رسائی تو دیکھنا
سر پر دھرے ہین عرش نے خیر البشر کے پانو

واعظ بڑا مزا ہو اگر یون عذاب ہو
دوزخ مین پانون ہاتھ مین جام شراب ہو

معشوق کا تو جرم ہو، عاشق خراب ہو
کوئی کرے گناہ کسی پر عذاب ہو

وہ مجھ پہ شیفتہ ہو مجھے اجتناب ہو
یہ انقلاب ہو تو بڑا انقلاب ہو

دنیا مین کیا دھرا ہے؟ قیامت مین لطف ہو
میرا جواب ہو نہ تمھارا جواب ہو

نکلے جدھر سے وہ، یہی چرچا ہوا کیا
اس طرح کا جمال ہو ایسا شباب ہو

در پردہ تم جلاؤ، جلاؤن نہین یہ خوش
میرا بھی نام داغ ہے گر تم حجاب ہو

میرے پہلو سے وہ اُٹھے غیر کی تعظیم کو
بندگی کو بندگی، تسلیم ہے تسلیم کو

ہے بڑی دولت جو ہاتھ آجائے کوئی خوبرو
اے ہوس ڈھونڈھتا ہے کیا طلا و سیم کو

آسمان دیتا ہے مجکو رنج غیرون کو خوشی
واہ کیا کہنا ہے، کیا کہنے ہین اس تقسیم کو

اپنے دل کا حال ہے، دم بھر مین کچھ دم بھر مین کچھ
آگ لگ جائے الٰہی اس امید و بیم کو

جب نہین اے داغ وحشت ہے تو آسایش کہان؟
جائیے ہندوستان سے کون سی اقلیم کو

ہمارے دل مین بے کھٹکے محبت اپنی رہنے دو
امانت دار کا گھر ہے، امانت اپنی رہنے دو

جو ہین مشتاق اُنکے دل مین حسرت اپنی رہنے دو
کوئی دن اور بھی پردے مین صورت اپنی رہنے دو

وہان ہے بے نیازی داغ اس سے کیا غرض اُنکو؟
یہ طاعت اپنی رکھ چھوڑ و عبادت اپنی رہنے دو

انھین یہ جستجو ہے مرنے والا کوئی پیدا ہو
مگر بہتر سے بہتر ہو، مگر اچھے سے اچھا ہو

خمارِ مے سے یون وقتِ سحر بگڑا مزاج اپنا
کسی نے رات بھر جیسے پریشان خواب دیکھا ہو

زندگی کا نہین سامان سر ہو دل مین
مژۂ یار نے کیا پھیر دی جھاڑو دل مین

تیر کی طرح سے چلتی ہین نگاہین دل پر
تیغ کی طرح، اُتر جاتے ہین ابرو دل مین

روح قالب مین ہی، یا غنچہ مین ہی بو پنہان
بند شیشے مین پری ہی کہ پریرو دل مین؟

شیوۂ راستی ایسا ہی دکن مین ای داغ
بل نہین رکھتے مسلمان سے ہندو دل مین

وعدہ کرنے کو وہ تیار تھے سچے دل سے
مین نے کمبخت یہ جانا مجھے دم دیتے ہین

عہد لیتے ہو کہ پھر بوسہ نہ لینا دیکھو
دینے والے بھی کہین لے کے قسم دیتے ہین

اُنکے اک جان نثار ہم بھی ہین
ہین جہان سو ہزار ہم بھی ہین

بزم دشمن مین لے چلا ہی دل
کیسے بے اختیار ہم بھی ہین

پوچھتا ہے جو مزاج اپنا کوئی فرقت مین
منہ سے اتنا ہی نکلتا ہی دعا کرتے ہین

دل گیا، تم نے لیا، ہم کیا کرین!
جانے والی چیز کا غم کیا کرین؟

تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہین،
تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہین

اس ادا سے وہ جفا کرتے ہین ۲۶
کوئی جانے کہ وفا کرتے ہین

پوچھے تو کوئی حضرت واعظ سے اتنی بات
ایسے ہی تھے جناب بھی عہد شباب مین؟

اُنکو خط لکھا ہی سو پہلو بچا کر خوف سے
ہی عبارت ہی عبارت مدعا کچھ بھی نہین

سُنا دے قصہ خوان اُن کو مرا حال ۲۷
لگا دے یہ بھی ٹکڑا داستان مین

ہمارے شمع رو کے سامنے یون شمع پر جلنا
الٰہی کیسی چربی چھائی پروانے کی آنکھون مین؟

دو باتون کی فریاد ہے درگاہ خدا مین
رحم، آئے ترے دل مین، اثر میری دعا مین

تھا عقدہ کشا کون کہ موجود ہین دیکھو
ٹوٹے ہوئے ناخون، گرہ بند قبا مین

ہین اُس بُت مہوش کے بہت چاہنے والے
انگشت نما داغ ہوا سارے جہان مین

فرصت حشر مین اللہ کرے گم مجھکو
اور پھر ڈھونڈتے گھبرائے ہوئے تم مجھکو

مین نے اس حال پہ بھی تمکو بہت سمجھایا
ضعف سے گرچہ نہ تھی تاب تکلم مجھکو

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہین
صاف چھپتے بھی نہین سامنے آتے بھی نہین

ہو چکا قطعِ تعلق تو جفائین کیون ہون ؟
جنکو مطلب نہین رہتا وہ ستاتے بھی نہین

زیست سے تنگ ہو اے داغ تو کیون جیتے ہو
جان پیاری بھی نہین جان سے جاتے بھی نہین

چوٹ کھانا دلِ حزین نہ کہین ۲۵
درد رہجائے گا کہین نہ کہین

کیا ملے گا کوئی حسین نہ کہین
جی بہل جائے گا کہین نہ کہین

جنکو حورین بیان کرتے ہین
خلد مین ہون یہی حسین نہ کہین

مجکو گریان اُٹھانہ محفل مین
بیٹھ جائے ابھی زمین نہ کہین

آپ کی گفتگو کا کیا کہنا
چار باتین بھی دلنشین نہ کہین

داغ پھر تاک جھانک کرتے ہین
اب گھرے اب پھنسے کہین نہ کہین

اے فلک موردِ عتاب ہون مین
وصل سے خاک کامیاب ہون مین

دیکھیے خط کون انتظار کرے
اپنے قاصد کے ہمرکاب ہون مین

داغ کیا خوفِ صرصرِ عصیان ؟
خاکِ پائے ابوتراب ہون مین

دردِ دل کا کوئی پہلو جو نکالون تو کہون
اپنے روٹھے ہوئے دلبر کو منالون تو کہون

مین نے جو پائی ہے اُس تیغِ ادا مین لذت
سامنے خضر و مسیحا کو بٹھالون تو کہون

یک بیک سُن کے مرا حال اُکھڑ جائین گے
ہمنشین مین اُنھین باتون مین لگالون تو کہون

مین ہون بیتاب وہ بدمستِ فسانہ ہے دراز
دل کو تھامون تو کہون اُنکو سنبھالون تو کہون

ہزار رنج و مصیبت کے دن گزارے ہین
کبھی جو لڑ گئی قسمت تو وارے نیارے ہین

خدا کی شانِ کریمی کا پوچھنا کیا ہے ؟
غضب تو یہ ہے گنہگار ہم تمھارے ہین

بُرا نہ جان حسینون کو ہان اے واعظ
خدا گواہ یہ بندے خدا کے پیارے ہین

شکر ہے تیرا شکایت مین کرون تو کیا کرون ؟
بات کرنی ہے قیامت، مین کرون تو کیا کرون ؟

پابرہنہ دشت ویران، دور منزل راہ سخت
تو بتا اے شامِ غربت، مین کرون تو کیا کرون ؟

میں داغ ہوں مرتا ہوں اُدھر دیکھیے مجکو — منھ پھیر کے یہ آپ کدھر دیکھ رہے ہیں؟

یہ تو نہیں کہ تم سا جہان میں حسین نہیں — اس دل کو کیا کرون یہ بہلتا کہیں نہیں
کیا لطف دے رہی ہیں ادائیں عتاب کی — ہر موجِ بحرِ حسن، وہ چینِ جبین نہیں
افسوس ہی کہ درد بھی اب چھوڑتا ہی ساتھ — یہ ہی اخیر وقت کہیں ہی کہیں نہیں
کہتے ہیں لوگ داغ سے وہ بدگمان ہیں — ایسا تمہاری ذات سے اسکو یقین نہیں

کل جو تھا آج وہ مزاج نہیں — اس تلوّن کا کچھ علاج نہیں
عشق ہی بادشاہِ عالم گیر — گرچہ ظاہر میں تخت و تاج نہیں
صبر بھی دل کو داغ دے لیں گے — ابھی کچھ اسکی احتیاج نہیں

بھوین تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہی تنکے بیٹھے ہیں — کسی سے آج بگڑی ہی کہ وہ یون تنکے بیٹھے ہیں
دلوں پر سیکڑون سکّے ترے جوبن کے بیٹھے ہیں — کلیجوں پر ہزارون تیر اس چتون کے بیٹھے ہیں
یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہیں ہی اے دلِ نادان — ابھی پھر روٹھ جائیں گے ابھی وہ بن کے بیٹھے ہیں
کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں — عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں

تمام رات وہ جاگیں وہ سوئیں سارے دن — خبر ہی کیا انھیں کیونکر کٹے ہمارے دن؟
خدا بچائے قیامت کے ہیں تمھارے دن — یہ پیاری پیاری جوانی یہ پیارے پیارے دن
مجھے گزرتی ہی اک اک گھڑی قیامت کی — جو اس طرح سے گزارے تو کیا گزارے دن؟
ہمیشہ تمکو مبارک ہو داغ اور نشاط — پھرین تمھارے بھی جیسے پھرے ہمارے دن

آپ جنکو ہدفِ تیرِ نظر کرتے ہیں — رات دن ہائے جگر ہائے جگر کرتے ہیں
تھک گئے نامۂ اعمال کو لکھتے لکھتے — کیا فرشتوں کا بُرا حال بشر کرتے ہیں
حضرتِ داغ کو دلی کی ہوا خوب لگی — رات دن عیش ہی جلسوں میں بسر کرتے ہیں

عذر آنے میں ہی، اور پاس بلاتے بھی نہیں — باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہیں
سر اُٹھاؤ تو سہی آنکھ ملاؤ تو سہی — نشۂ مے بھی نہیں نیند کے ماتے بھی نہیں

داغ کو وہ جلا کے کہتے ہیں — ہم نے روشن کیا ہر عالم میں

کسی کا مجھکو نہ محتاج رکھہ زمانے میں — کمی ہے کون سی یارب ترے خزانے میں
ملا نہ خرمنِ ہستی سے کچھ سوائے اجل — بھرا ہی زہر مگر اسکے دانے دانے میں
ہمارے دل پہ لگاؤ نہ تو وہ خدنگِ نگاہ — یہ تیر ڈوب سکے رہ جائے گا نشانے میں
مآلِ کار خدا جانے داغ کیا ہوگا؟ — خدا سے کام پڑا آخری زمانے میں

وہ دشنام لاکھوں مجھے دے رہے ہیں — مزے لینے والے مزے لے رہے ہیں
تسلی مرے دل کو کیا دے رہے ہیں — کلیجے میں وہ چٹکیاں لے رہے ہیں
خدا زندہ رکھے مرے دوستوں کو — بہت جل بسے اور تھوڑے رہے ہیں

دم نہیں، دل نہیں، دماغ نہیں — کوئی دیکھے تو اب وہ داغ نہیں
گر قیامت نہیں ہے انسان کو — کبھی حاصل اسے فراغ نہیں
داغ کو کیوں ستائے دیتے ہو — دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہیں

نیند آئے جو کسی رات، یہ ممکن ہی نہیں — مجھ پہ گزرے نہ قیامت، وہ کوئی دن ہی نہیں
کس بھروسے پہ دکھاؤں نگہِ یار کو دل؟ — ہم کو سارے جہاں میں کوئی ضامن ہی نہیں
ہے لڑکپن کا زمانہ، وہ ادا کیا جانیں؟ — ابھی موسم ہی نہیں ان ہی نہیں سن ہی نہیں
کسکو اب داغ سنائے غزل اپنی کہکر — میر و مرزا ہی نہیں غالب و مومن ہی نہیں

کیوں چراتے ہو دیکھ کر آنکھیں — کر چکیں میرے دل میں گھر آنکھیں
ضعف سے کچھ نظر نہیں آتا — کر رہی ہیں ڈگر ڈگر آنکھیں
نہ گئی تاک جھانک کی عادت — لیے پھرتی ہیں در بدر آنکھیں
داغ آنکھیں نکالتے ہیں وہ — انکو دیدو نکال کر آنکھیں

سب لوگ جدھر وہ ہیں ادھر دیکھ رہے ہیں — ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں
پہلے تو سنا کرتے تھے عاشق کی مصیبت — اب آنکھ سے وہ آٹھ پہر دیکھ رہے ہیں

اڑائی خاک تیری جستجو مین ہر کہین برسون
پھری ہی آسمان بنکر مرے سر پر زمین برسون

صفائی اسکو کہتے ہین اسی پر ناز ہی تمکو؟
کدورت بیٹھ کر دل سے نکلتی ہی نہین برسون

خدا کی شان اب تم داغ کی صورت سے جلتے ہو
وہی دلسوز ہی جو رہ چکا ہی دلنشین برسون

حال دل تجھ سے، دل آزار کہون یا نہ کہون
خوف ہی، مانع اظہار کہون یا نہ کہون؟

آخر انسان ہون مین صبر و تحمل کب تک
سیکڑون سن کے بھی دو چار کہون یا نہ کہون؟

آپ کا حال جو غیرون نے کہا ہی مجھ سے
ہین مرے کان گنہگار، کہون یا نہ کہون

نہین چھپتی نہین چھپتی نہین چھپتی الفت
سب کہے دیتے ہین آثار کہون یا نہ کہون

داغ ہی نام مرا برق طبیعت میری
گرم اس طرح کے اشعار کہون یا نہ کہون

ایک مین دل کے نہ ہونے سے ہزار آفت مین ہون
غم مین ہون ماتم مین ہون حیرت مین ہون حسرت مین ہون

کیون ہوا جاتا ہی دل پر ان بتون کا اختیار
مین تو یا اللہ ترے قبضۂ قدرت مین ہون

شاہ میرا قدردان، احباب میرے مہربان
مین دکن مین جب سے ہون، اے داغ اک جنت مین ہون

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہین
کچھ اشارے سر دیوار ہوا کرتے ہین

مین برا، اور طبیعت مری اچھی، کیا خوب؟
منتخب کیون مرے اشعار ہوا کرتے ہین

تیغ بھاری ہی، وہ نازک ہین، مری عمر دراز
شور سے قتل کے ہر بار ہوا کرتے ہین

داغ نے خط غلامی جو دیا فرمایا
ایسے ہی لوگ وفادار ہوا کرتے ہین

جل کے ٹھنڈے ہوئے ترے غم مین
ہمکو جنت ملی جہنم مین

کچھ ترا شوق، کچھ تری حسرت
اور رکھا ہی کیا ہے اب ہم مین؟

چل گئی چال آپ کی ہم پر
سیدھے سادے تھے آ گئے دم مین

بزم دشمن مین کس طرح مرتا
موت آتی نہین جہنم مین

دل کی قیمت بہت ہی نیم نگاہ
یہ تو آ جائے گا اس سے بھی کم مین

اب عنایت ہی کیون خدا کے لیے؟
کون سی بات بڑھ گئی ہم مین؟

شرط بھی اور پھر تمھاری شرط — جیت لی تم نے، مین نے ہاری شرط
دل ربائون کو ہی جفا لازم — دل فگارون کو بیقراری شرط
جوشِ رحمت کے واسطے زاہد — ہے زرا سی گناہگاری شرط
بدگمانون سے عشق کا دعویٰ — واہ اے داغ خوب ہاری شرط

ہین بہت سے عاشقِ دلگیر جمع، — تیرے ترکش مین ہین کتنے تیر جمع؟
اچھی صورت سے ہمین بھی عشق ہے — کرتے ہین تصویر پر تصویر جمع
کس طرح یکجا ہون داغ اپنے عزیز — ہونے دیتی ہی نہین تقدیر جمع

نہ آئی بات جو دل سے زبان تک — وہ پہنچی بدگمان تک رازدان تک
یہ سب جھگڑے ہین جانِ ناتوان تک — رہیگا دم کہانتک، غم کہان تک؟
مزے کی ہی ہماری بھی کہانی، — کوئی پہنچا دے اُنکے قصہ خوان تک
رہے کیا مصطفےٰ آباد مین داغ — وہ سارے لطف تھے خلد آشیان تک

رہا جذبِ دل کا اثر دیر تک — ملائے رہے وہ نظر دیر تک
مزے دے گیا ہو نہ پیغامِ شوق — کہ سنتا رہا نامہ بر دیر تک
کچھ ایسی رہی میری تغییرِ حال — وہ سوچا کیے دیکھ کر دیر تک

جو سخت بات سُنے دل تو ٹوٹ جاتا ہی ۲۴ اس آئینہ کی نزاکت کسی کو کیا معلوم؟

مین نے چاہا جو تمھین، اسکا گنہگار تو ہون — مگر اتنا تو سمجھ لو کہ وفادار تو ہون
عمر بھر آپ نے مجکو کبھی اچھا نہ کہا — خیر اچھا نہ سہی آپ کا بیمار تو ہون
یا خدا پرسشِ اعمال کا دیتا ہون جواب — بات کا ہوش کسے ہو ابھی ہوشیار تو ہون
مے و معشوق سے انکار نہین اے زاہد — عاشقِ زار تو ہون رندِ قدح خوار تو ہون
گو مرے پاس نہین غیرِ شکستہ کاسہ — مین تماشائیِ اندازِ خریدار تو ہون
داغ مرنے نہین دیتا مجھے رشکِ اغیار — ورنہ مر جاؤن ابھی جان سے بیزار تو ہون

باب قبول تک نہین پہنچی ہماری آہ
پھر پھر کے کر رہی ہو ابھی آسمان کی سیر

سیرِ خزان بھی دیدۂ عبرت نگر کرے
کیا کی ہو جو کی بہارِ گل و گلستان کی سیر

دلّی مین پھول والون کی ہو ایک سیر داغ
ملدے ہین ہم نے دیکھ لی سارے جہان کی سیر

مٹ گئے عشق مین گھر سیکڑون ویران ہوکر
پھر گئی آنکھ تری گردشِ دوران ہوکر

نالے رہجاتے ہین رک رک کے مرے سینے مین
تیر بیٹھا ہو ترا حلق کا دربان ہوکر

محشر مین بعد پرسشِ اعمال دیکھنا
ہم دیکھتے پھرینگے تماشا ادھر اُدھر

دیکھا ہو صبا اڑے نہ اسیرون کا آشیان
ہونے نہ پائے ایک بھی تنکا اِدھر اُدھر

مین داورِ محشر سے بہت داد طلب تھا ۲۳
وہ ڈانٹ گئے مجکو برابر سے نکل کر

دلّی سے چلو داغ کرو سیر دکن کی
گوہر کی ہوئی قدر سمندر سے نکل کر

سر بھی جائے تو نہ جائیگا یہ سودا ہوکر
مجکو لپٹا ہے جنون جھاڑ کا کانٹا ہوکر

چبھتا ہو مرے دل مین ترے ناز کا انداز
آزار کا آزار ہی انداز کا انداز

کیا جھوم کے مستانہ چلا جانبِ مقتل
دیکھو تو زرا عاشقِ جانباز کا انداز

یون زیرِ زمین خاک مین اچھونکو ملانا
ٹھہرا فلکِ تفرقہ پرداز کا انداز

مین اس سے بھی خوش ہون کہ تری طرزِ جفا سے
ملتا ہو مرے طالعِ ناساز کا انداز

ای داغ مقلد ہین اسی طرز کے ہم بھی
ہر شعر مین ہو بلبلِ شیراز کا انداز

عرض کرتے ہم جو ہوتے حضرتِ آدم کے پاس
آدمی وہ ہو کہ دنیا مین نہ پھٹکے غم کے پاس

نقدِ دل رکھکر گرہ مین ہو گیا ہو مالدار
اس سے پہلے کیا دھرا تھا گیسوے پرخم کی پاس

تعزیت کو میری وہ آئے تو گھبرا جائینگے
چاہیے بزمِ طرب بھی، مجلسِ ماتم کے پاس

دیکھکر فیاض کو گھٹتی ہو کیا حرصِ بخیل
موت ہوتی قارون کی ہوتا اگر حاتم کے پاس

ہاتھ مین طاقت نہین کیا کیجیے اخفاے عشق
رنگیا آ آ کے دامن دیدۂ پرنم کے پاس

کونسی خوبی ہو اُسمین پوچھتا بھی کوئی ہو ؟
داغ جیسا دل ہو میرے پاس ہو عالم کے پاس

ہو گیا صیاد بھی عاشق مزاج   خود بچھا جاتا ہے اپنے دام پر
جب پسند آتا ہی میرا شعر اُنھین   گالیان پڑتی ہین میرے نام پر
جلنے لگتی ہو زبان کہتے ہی، داغ   اُف نکلجاتی ہو میرے نام پر

آئے کوئی، تو بیٹھ بھی جائے ذرا سی دیر   مشتاقِ دید، لطف اُٹھائے ذرا سی د
مین دیکھ لون اُسے وہ نہ دیکھے مری طرف   باتون مین اُسکو کوئی لگائے ذرا سی د
سب خاک ہی مین مجکو ملانے کو آئے تھے   ٹھہرے رہے نہ اپنے پرائے ذرا سی د
تم نے تمام عمر جلایا ہے داغ کو   کیا لطف ہو جو وہ بھی جلائے ذرا سی د

ناز ہوتا ہی اُنھین مال پرایا لیکر   دون کی لیتے ہین میرا دلِ شیدا لیکر
مجھ گرانبارِ محبت کے بنین لاکھ مزار   پہنچون جنت مین سہارے پہ سہارا لیکر
ایسے جینے سے تو ہی جان کا دینا اچھا   کیا جیے گر جیے احسان کسی کا لیکر
شرطِ انصاف ہی یہ داغ کا دعوی ہی بجا   آدمی عشق کرے نام ہمارا لیکر

مستغرق رہی رحمت کی گنہگارون پر   مال کا مول ہے موقوف خریدارون
آگ تلوون سے لگی بزمِ عدو مین یارب   ٢١ فرشِ گل پر ہین مرے پاؤن کہ انگارون
داغ کا عشق بھی دنیا سے نرالا دیکھا   دل جب آتا ہی تو آتا ہی دل آزارون

میرے دل کو دیکھ کر، میری وفا کو دیکھ کر   بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر
ہم اُنھین آنکھون سے دیکھین گے ترا حسن و جمال   گر یہی آنکھین رہین اپنی خدا کو دیکھ کر
انکو دیکھا تم نے اپنے دادخواہون کا ہجوم   اب تو آنکھین کھل گئین روزِ جزا کو دیکھ کر
حضرتِ زاہد ہماری چھیڑ کی عادت نہین   ٢٢ گدگدی ہوتی ہی دل مین پارسا کو دیکھ کر
ہم مٹے جسپر تری بیساختہ وہ بات تھی   تو بھی عاشق ہو ہی جاتا اُس ادا کو دیکھ کر
غیر نے مہندی لگائی اُسکے ہاتھون مین جو داغ   خون آنکھون مین اُتر آیا حنا کو دیکھ کر

اپنی نظر مین ہیچ ہو سارے جہان کی سیر   دل خوش نہ ہو تو کس کا تماشا کہان ک

ڈالتے ہو کیون؟ ڈوپٹے کا تم آنچل دوش پر
بار ہی پہلے ہی گیسوے مسلسل دوش پر

میکدے سے ہم چلے بیہوش ہوکر اس طرح
ہاتھ مین رکھا خم مے اور بوتل دوش پر

کشتگان ابروے پُرخم کی دلوا دو نیاز
تم نے رکھی ہی کمان اول ہی اول دوش پر

یہ تجلی بلبے، اُسکے عارض پر نور کی
جم گیا ہی نور گویا ڈھلکے آنچل دوش پر

ے گئے ہین آج تو ای داغ وہ سینے سے دل
سر سلامت آپ پانے کے نہین کل دوش پر

یر بھی میری طرح کرتے ہین آہین کیونکر؟
مین بھی دیکھون کہ پلٹتی ہین نگاہین کیونکر؟

ہر عہد جوانی کی اُمنگ اور ترنگ
دل بھی مانے، وہ رقیبون کو نہ چاہین کیونکر؟

دلاسا نہ تسلی نہ تشفی نہ وفا
دوستی اُس بتِ بدخو سے نباہین کیونکر؟

پسِ دیوار کبھی جھانک کے تم دیکھ تو لو 19
ناتوان کرتے ہین دل تھام کے آہین کیونکر؟

اہ کا نام جب آتا ہی بگڑ جاتے ہو
وہ طریقہ تو بتا دو تمھین چاہین کیونکر؟

ب وہ آنکھون مین سمائے مرے دل مین آئے 20
بند ہون ناصح نافہم یہ راہین کیونکر؟

م سے آنکھ ملاتے نہین دیکھا اُن کو
پار ہوتی ہین کلیجے کے نگاہین کیونکر؟

مندون سے کہین ضبطِ فغان ہوتا ہی؟
پھپکے چپکے ترے بیمار کراہین کیونکر؟

ین کس نے سکھائے یہ طریقے کس نے؟
آگئین جور و جفا کی تمھین راہین کیونکر؟

غ وہ چاہتے ہین، غیر کو چاہے یہ بھی
جو بُرا چاہے ہمارا اُسے چاہین کیونکر؟

تم نگاہِ عاشقِ دلگیر پر
ناز ہو جس تیغ پر جس تیر پر

چارہ گر مرتے ہین کیون تدبیر پر
چھوڑ دین مجکو مری تقدیر پر

اِس نگاہِ امتحان کو دیکھنا
ہے کبھی مجھ پر کبھی شمشیر پر

یون تو سو پہلو بٹھائے وصل کے
دل نہین جمتا کسی تدبیر پر

داغ، سچ ہی جو خدا چاہے کرے
آدمی کا بس نہین تقدیر پر

حسرت آتی ہی دلِ ناکام پر
اسکو دے ڈالون خدا کے نام پر

رنجِ فراقِ یار میں مرجاؤں یا جیوں؟ — میں تجھ سے پوچھتا ہوں اے بیکسی صلاح
مشتاقِ تیغِ ناز ہوں ہوں کس سے مشورہ — دے گا نہ کوئی موت کی نا زندگی صلاح

اُن سے شبِ وصال جو ذکرِ سحر کیا؟ — بولے، خدا نخواستہ، ہو اب سے دور صبح
میں نے شبِ فراق یہ کہکر گزار دی — وہ آئی، لے وہ آئی، دلِ ناصبور صبح
بے صبر یوں ہے داغؔ شبِ غم میں فائدہ؟ — کمبخت تیرے نالوں سے ہوگی ضرور صبح

ملی مجکو جنت قیامت کے بعد — ملے کیا خدا جانے جنت کے بعد؟
حیا کے، تبسم کے، اغماض کے — مزے لے رہا ہوں شکایت کے بعد
ملاؤں ذرا آنکھ بھی زیرِ تیغ — مری جان نکلے گی حسرت کے بعد
مرے حال پر رحم آہی گیا — وہ چل کر پلٹ آئے رخصت کے بعد
تڑپنا نہ دیکھا گیا داغؔ کا — ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد

اے وعدہ فراموش رہی تجکو جفا یاد — یہ بھول بھی کیا بھول ہے یہ یاد ہے کیا یاد
وہ سنتے ہیں کب دل سے مری رام کہانی — فرماتے ہیں، کچھ اور بھی ہے اسکے سوا یاد؟
بندے سے ہے کیوں پرسشِ اعمالِ الٰہی؟ — انسان کو رہتی ہے کہاں اپنی خطا یاد؟
اُستاد نے اچھا سبقِ عشق پڑھایا — جب اسکو بھلاتا ہوں، یہ ہوتا ہے سوا یاد
تم بھولتے ہو آج کی بات آج ہی اکثر — مشکل ہے اگر وعدۂ فردا نہ رہا یاد
رہتا ہے عبادت میں ہمیں موت کا کھٹکا — ہم یادِ خدا کرتے ہیں، کرلے نہ خدا یاد
معشوق سے اے داغؔ تغافل کا گلہ کیا؟ — کیوں یاد کرے تجکو؟ کرے اُسکی بلا یاد

لاکھ لکھیے اُنھیں، اندوہ و محن کا کاغذ — کب وہ پڑھتے ہیں، کسی سوختہ تن کا کاغذ
ہم نے مضمون گرانباریِ غم لکھا تھا — دستِ قاصد میں ہوا سیکڑوں من کا کاغذ
ناتواں ہوں نہ گلے میں مرے باندھو تعویذ — توڑ ڈالے مرے گردن کا نہ من کا کاغذ
ورقِ دل پہ کھنچی، داغؔ صنم کی تصویر — تھا اسی کام کا یہ اور اسی فن کا کاغذ

قدم لینے کو کانٹے منتظر ہین دشتِ وحشت مین ۔ سُنا ہی آج زندان سے ترا دیوانہ چھوٹے گا

تپشِ دل کا تماشا نہ رہا ۔ جب کوئی دیکھنے والا نہ رہا

مجکو وعدے نے ترے جی سے گزرنے نہ دیا ۔ مین نے چاہا تھا کہ مرجاؤن تو مرنے نہ دیا

مضمونِ شوق چھپ نہ سکا اسکو کیا کرون؟ ۔ گو مین نے خطِ رقیب کے خط مین ملا دیا

دلِ پُر اضطراب نے مارا ۔ اسی خانہ خراب نے مارا

جب جوانی کا مزا جاتا رہا ۔ زندگانی کا مزا جاتا رہا

حسینون کی وفا کیسی جفا کیا؟ ۔ جو دل آیا تو پھر اچھا بُرا کیا؟

کہان رہ کے توبہ نباہون الٰہی؟ ۔ کہ جنت مین بھی مجمعِ حور نکلا

کسی کا نہ ہوگا قیامت مین کوئی ۔ زمین اور ہوگی فلک اور ہوگا

بنتے ہی بنتے، علمِ الٰہی مین رہ گئی ۔ پیدا نہ ہوتی ورنہ تمھاری کمر بھی کیا؟

سب نے تو دیدار خدا کا کیا ۔ مجکو بھی دیکھا؟ تجھے دیکھا کیا

دیکھ کر اُسکو، تعجب ہی، جنابِ ناصح ۔ مجھ سے فرماتے ہین، کیون دل نہ سنبھالا اپنا؟

سُنتا ہون، غیر کا بُتِ خود کام ہوگیا ۔ یہ بات سچ ہوئی تو مرا کام ہوگیا

عالمِ یاس مین گھبرا ہے نہ انسان بہت ۔ دل سلامت ہی تو حسرت بہت ارمان بہت

تم کہ بیداد گر و اور نہ شرماؤ زرا ۔ ہم کہ ناکردہ گنہ اور پریشان بہت

بزمِ احباب مین، اے داغ ابھی تو ملنے لگے ل ۔ دیکھتے ہین تجھے ہر وقت پریشان بہت

بگڑ گئی ہی یہان سب طرح، جہان کی طرح ۔ کہان کی وضع؟ کہان کی ادا؟ کہان کی طرح

۱۸ حیا نے روک لیا، جذبِ دل نے کھینچ لیا ۔ چلے وہ تیر کی صورت، کھنچے کمان کی طرح

مین اپنے ضعف کے صدقے بٹھا دیا ایسا ۔ ہلے نہ در سے ترے سنگِ آستان کی طرح

خدا قبول کرے داغ تم جو سوے عدم ۔ چلے ہو عشقِ بتان لے کے ارمغان کی طرح

دل کو صلاح کار بنا کر ہوے خراب ۔ دشمن وہی ہی دے جو بری بات کی صلاح

یہ سمجھ کر سبھی تجھے اے موت لگا رکھا ہے — کام آتا ہی بُرے وقت مین آنا تیرا

تمھین فکر کیون؟ رنج کیون؟ لاگ کیون ہے؟ — کسی سے اگر واسطا ہی کسی کا
بچے جان کس طرح تیری ادا سے؟ — قضا پر کہین بس چلا ہے کسی کا

پہلے تو منفعل وہ ہوئے پھر بگڑ گئے — کیون شکوہ بار بار کیا ہم نے کیا کیا؟
کہدین گے ہم تو داورِ محشر سے صاف صاف — اچھون کو دل نے پیار کیا ہم نے کیا کیا؟

عرش و کرسی پہ کیا خدا ملتا؟ ۱۶ — آگے گر بڑھتے تو کچھ پتا ملتا
اس جفا کا جبھی مزا ملتا — کوئی تجھکو اگر بُرا ملتا

اُدھر کی سدھ بھی ذرا اے پیامبر لینا — خدا کے واسطے جلد ہی مری خبر لینا
جو مے فروش سے سودا بنے تو کر لینا — کمی ہو حضرتِ زاہد تو ہم سے پھر لینا

عاشق مضطر اگر آرام اپنا دیکھتا — عشق کے آغاز مین انجام اپنا دیکھتا
سخت ناکامی تھی اُسکو ورنہ یون مرتا ہی کیون؟ — کوہکن بنتا ہوا اگر کام اپنا دیکھتا

زبان ہلاؤ تو ہو جائے فیصلہ دل کا — اب آ چکا ہی لبون پر معاملہ دل کا
کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے — وہی بتون کی شکایت وہی گلہ دل کا

کبھی بندہ پہ اُترا وقت نہ ڈالے اللہ — کیا خبر تھی کوئی یون ہجر مین مر جائیگا
کیون نہ ہم روئین مقدر کی پریشانی کو — کیا یہ گیسو ہی تمھارا کہ سنور جائیگا

جو عاشقی مین خاک ہوا کیمیا ہوا — کہتا تھا آج خاک مین کوئی ملا ہوا
اے عشق رخصت اے ہوس و آرزو سلام — اپنا مقام آج سے دارالبقا ہوا

ڈوب کر سینے مین اس رنگ سے پیکان نکلا — دل سے بیساختہ نکلا کہ وہ ارمان نکلا

کوسون تک اُلٹے پاؤن چلا آہ مین غریب ۱۷ — جب تک مری نظر سے نہ پنہان وطن ہوا

کرلیے جمع حسینون نے ہزارون فتنے — عرصۂ حشر ہوا گوشۂ ابرو نہ ہوا
مجھ سے سرکش کو کہان پھر کہان کی توبہ؟ — سے لیا دوڑ کے جب سامنے ساغر آیا

داغ کو ہم یہ نہ سمجھے تھے کہ ترے عشق مین — ہاے ایسا شخص یون بے خانمان ہوجائیگا

تمھارے خط مین نیا اک سلام کسکا تھا؟ — نہ تھا رقیب، تو آخر وہ نام کِس کا تھا؟
وفا کرین گے، نباہین گے، بات مانین گے، — تمھین بھی یاد ہی کچھ، یہ کلام کِس کا تھا؟
نہ پوچھ گچھ تھی کسی کی، وہان، نہ آؤ بھگت — تمھاری بزم مین کل، اہتمام کِس کا تھا؟

کیا سمجھتے نہین، ظاہر کی ملاقات کو ہم؟ — دِل تمھارا نہ ملا، ہم نے گلے مِل دیکھا
مست تھی آنکھ تری، دل تھا ہمارا بیخود — ہم نے دونون کو، دمِ معرکہ غافل دیکھا
سنے جب حُکم دیا تھا، تجھے مرجانا تھا — داغ، تو دے نہ سکا جان، ترا دل دیکھا

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا ۱۳ تمام رات قیامت کا انتظار کیا
یہ دِل کو تاب کہان ہی؟ کہ ہو مآل اندیش — اُنھون نے وعدہ کیا اسنے اعتبار کیا

شبِ فراق جو دستِ دعا بلند ہوا — ندا یہ آئی کہ بابِ قبول بند ہوا
ری زبان نہ تھکی رات کٹ گئی ساری — کُھلا جو شکوون کا دفتر تو پھر نہ بند ہوا

ارِ عصیان کسقدر ہی؟ آدمی جزوِ ضعیف — یہ گرا دے گا جو اتنا بوجھ سر پر لے چلا
منزلِ مقصود تک پہنچے بڑی مشکل سے ہم ۱۴ ضعف نے اکثر بٹھایا شوق اکثر لے چلا

فتنہ، فساد، رشک، تغافل، غرور، ناز — اسکے سوا ہی اور تری انجمن مین کیا؟
ین خلد مین ہون اور نکیرین قبر مین ۱۵ خالی کفن پڑا ہی، دھرا ہی کفن مین کیا؟

شوق ایسا کہ تری راہ مین مر کر بھی چلون — ضعف ایسا، کہ نہین جان سے جایا جاتا
ہ خریدار ہی دِل کے نہ ہوئے کیا کیجے — ہم ہی کچھ دبتے، کچھ اُنکو بھی دبایا جاتا

لف تھا یہ بھی شبِ وصل کہین چھپ جاتا — آدمی اُنکا مری ٹوہ مین گھر گھر پھرتا
م نہ آتے، تو یہ انداز کہان سے ہوتے؟ — بیٹھتا بزم مین بنکر کوئی تنکر پھرتا

ے چلا جان مری روٹھ کے جانا تیرا — ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا
زد ہی مزہ ہی صبحِ وطن کی مجھکو — شامِ غربت ہی عجب وقت سُہانا تیرا

کبھی جو دھوپ کی گرمی سے رندِ صبح اُٹھے ۱۲ ہوا کے گھوڑے پہ ابرِ کرم سوار آیا
ڈرے جو حشر مین وہ، مجکو دیکھتے ہی کہا مرا رفیق، مرا داغ جان نثار آیا

امیدوار ہون کرمِ بےحساب کا پیتا ہون ڈگڈگا کے پیالہ شراب کا
مین اک سوال کر کے پشیمان ہوگیا لچھا بندھا ہوا ہی ہزارون جواب کا
روزہ رکھین نماز پڑھین حج ادا کرین اللہ یہ ثواب بھی ہی کس عذاب کا؟
لاؤن، پیون، پیالہ بھرون، دُرکو قفل دون؟ کیا حکم ہی جنابِ بہشتِ مآب کا؟
ای داغ بخشوائین گے اُمت کے وہ گناہ ہی آسرا جنابِ رسالت مآب کا

غیر پر لطف و کرم، اب بس ہوچکا ہوچکا ہم پر ستم، اب بس ہوچکا
ہمکو، اے واعظ ابھی مرنا نہین وصفِ گلزارِ ارم، بس بس ہوچکا
کل جو اک داغ حزین مشہور تھا آج وہ بیمارِ غم، بس بس ہوچکا

کوئی پھرے نہ قول سے، بس فیصلا ہوا بوسہ ہمارا آج سے، دل آپ کا ہوا
ماتم ہمارے مرنے کا اُنکی بلا کرے اتنا ہی کہ کے چھوٹ گئے وہ بُرا ہوا
آباد کس قدر ہی، الٰہی، عدم کی راہ ہر دم مسافرون کا ہی تانتا لگا ہوا
اے کاش، میرے تیرے لیے کل یہ حکم ہو لیجاؤ اِن کو خلد مین، جو کچھ ہوا ہوا
کس کس طرح سے اُسکو جلاتے ہین رات دن وہ جانتے ہین داغ ہی ہم پر مٹا ہوا

دِل مکدّر مدام کا نکلا کب یہ آئینہ کام کا نکلا؟
مٹ گئی رسم و راہ بھی اُن سے یہ نتیجہ پیام کا نکلا
گالیان سُنتے ہین دعا دیکر خوب پہلو کلام کا نکلا
سچ تو یہ ہی کہ عاشقی مین داغ ایک ہی اپنے نام کا نکلا

دل سے بھی باتین نہین کرتا کبھی مین اسلیے وہ ستمگر بدگمان، یہ راز دان ہوجائیگا
دل کو مدت مین کیا تھا خوگرِ طرزِ ستم کیا خبر تھی وہ یکایک مہربان ہوجائیگا

تب کچھیے بزم سے ہمین رخصت — جو سنا تھا وہ آکے دیکھ لیا
حسن کمیاب نغمہ ہے نایاب ۹ شہر در شہر جا کے دیکھ لیا
جنسِ دل ہے، یہ وہ نہین سودا — ہر جگہ سے منگا کے دیکھ لیا
نہ لیا اُس نے خط شرارت سے — نامہ بر کو بُلا کے دیکھ لیا
اب خریدار ہے نہین کوئی — مول اپنا بڑھا کے دیکھ لیا

روئے انور نہین دیکھا جاتا — دیکھیں کیونکر نہین دیکھا جاتا؟
کیا رہین ہم؟ کہ ترا چال چلن — پاس رہکر نہین دیکھا جاتا
خط مرا پھینک دیا، یہ کہہ کر — ہم سے دفتر نہین دیکھا جاتا
مختصر یہ ہے کہ اب داغ کا حال — بندہ پرور نہین دیکھا جاتا

کچھ ہمین بھی خیال ہو ہی گیا — آخر اُن سے ملال ہو ہی گیا
نہ کہا تھا، کہ سچ نہ کہواؤ — آپ کو انفعال ہو ہی گیا
دل لگی کا بھی ہے بُرا انجام — کہ ہنسی مین ملال ہو ہی گیا
کمرِ یار کے مضامین سے — داغ نازک خیال ہو ہی گیا

اب دل ہے مقام بیکسی کا ۱۰ یون گھر نہ تباہ ہو کسی کا
رونا ہے اب اُس ہنسی خوشی کا — ماتم ہے، بہارِ زندگی کا
کس کس کو مزا ہے عاشقی کا؟ — تم نام تو لو بھلا کسی کا
روکین اُنھین کیا؟ کہ ہے غنیمت — آنا جانا کبھی کسی کا
ایسے سے جو داغ نے نباہی — سچ ہے کہ یہ کام تھا اُسی کا

مین یہ ہزار جگہ حشر مین پکار آیا ۱۱ کہ اور بھی کوئی مجھ سا گناہگار آیا؟
تمھاری شوخ مزاجی سے چھا گئی حیرت — تمھین قرار نہ آیا، مجھے قرار آیا
شکستہ دل ہوئی کس کس طرح مری توبہ — پیے ہوئے جو کوئی رندِ بادہ خوار آیا

گیا رقیب کے گھر بارہا شبِ وعدہ — بہت ذلیل مجھے تیری جستجو نے کیا
کھلا یہین اُنسے تو وہ ادا، داغ مجھ سے ہُئے — خفا تو انکو مری شرحِ آرزو نے کیا

انکا یہ سیکشی نے مجھے کیا مزا دیا — سینے پہ چڑھ کے اُس نے غم سے بلا دیا
جو کچھ ہو، اب تو دل تجھے اے بیوفا دیا — تقدیر نے بگاڑ دیا یا بنا دیا
آخر کو جوشِ گریہ نے اتنا کیا اثر — نقشِ مرادِ صفحۂ دل سے ہٹا دیا
بخشا گیا جو داغ سیہ کار دیکھنا — جنت کبھی کی آگ لگا دی جلا دیا

ہوتی کی محکو نہ کھٹکا شبِ ہجران ہوتا — مرے دروازے پہ گر آپ کا دربان ہوتا
خلد مین بند رہے عیش کے سامان بیکار ، — لطف جب تھا کہ یہ مجموعہ پریشان ہوتا
داغ کو ہم نے محبت مین بہت سمجھایا — وہ کہا مان نہ لیتا اگر انسان ہوتا

اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا ، — یاد آتا ہی ہمین، ہاے زمانا دل کا
تم بھی منھ چوم لو، بیساختہ پیار آجائے — مین سناؤن جو کبھی دل سے فسانا دل کا
ان حسینون کا لڑکپن ہی رہے، یا اللہ — ہوش آتا ہی، تو آتا ہی ستانا دل کا
بعد مدت کے یہ اے داغ سمجھ مین آیا — وہی دانا ہی کہا جس نے نہ مانا دل کا

پارسا کوئی اگر تاکنے والا ہوتا — دخترِ رز نے بڑا نام اُچھالا ہوتا
ساتھ عشاق کے یہ پھر بھی نکرتا نرمی — آسمان گر ہمہ تن روئی کا گالا ہوتا
کچھ قیامت تو نہ تھی ہجر کی شب کے تقدیر؟ — اس بلا کو کسی تدبیر سے ٹالا ہوتا
ہم سناتے جو کوئی دردِ ہمارا سنتا — دل دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا
دردِ فرقت کی کسک وصل مین کیا مٹ جاتی؟ — آہ تھمتی اگر اے داغ، تو نالا ہوتا

اُنکے گھر داغ جا کے دیکھ لیا — دل کے کہنے مین آ کے دیکھ لیا
جاؤ بھی کیا کروگے مہر و وفا؟ — بارہا آزما کے دیکھ لیا
زخمِ دل مین نہین ہی قطرۂ خون — خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا

کب ہوا؟ اے بتِ بیگانہ منش تو اپنا — دل جو اپنا ہی نہیں اُس پہ بھی قابو اپنا
تمکو آشفتہ مزاجون کی خبر سے کیا کام؟ — تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا
وہی ہم تھے کہ جو روتون کو ہنسا دیتے تھے — اب ہی یہ حال کہ تھمتا نہیں آنسو اپنا
…ک گئی جب تجھے اے داغ حزین کیون ایسی؟ — مجکو کچھ حال تو کمبخت بتا تو اپنا

…دیکھنا حشر مین، جب تم پہ مچل جاؤن گا — مین بھی کیا وعدہ تمھارا ہون کہ ٹل جاؤن گا
آؤ ملجاؤ کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی، — مین بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤن گا
…مین حسرت دارمان ہین غنیمت اے داغ — رفتہ رفتہ انھین یار دن مین بہل جاؤن گا

عجب اپنا حال ہوتا، جو وصالِ یار ہوتا — کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
جو تمھاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا — تمھین منصفی سے کہدو تمھین اعتبار ہوتا؟
ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے — اگر اپنی زندگی کا ہمین اعتبار ہوتا
تمھین ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل — یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

…اطر سے یا لحاظ سے مین مان تو گیا — جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا
…د نامہ بر سے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر — مجکو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا
…ہوش و حواص و تاب و توان داغ جا چکے — اب ہم بھی جانے والے ہین سامان تو گیا

…یرے قابو مین نہ پہرون دلِ ناشاد آیا ۴ وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا
…جیے سُنیے اب افسانہ فرقت مجھ سے — آپ نے یاد دِلایا تو مجھے یاد آیا
…پ کی بزم مین سب کچھ ہے مگر داغ نہین ۵ ہمکو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

…یا کوئی زمانے مین ستمگر نہین ہوتا؟ — ہوتا ہی مگر تیرے برابر نہین ہوتا
…ادت ہے عجب چیز، بُری ہو کہ بھلی ہو — مرتا ہون جو جس دن گھڑی بھر نہین ہوتا
…ے داغ نہ دے جان محبت مین کہ ناداں — پھر زندہ جہان مین کوئی مر کر نہین ہوتا

…ین زمانے مین بدنام تیری خو نے کیا ۶ دلِ فریفتہ، جو کچھ کیا سو تو نے کیا

شب کو کیون کر خلشِ دل نہ دکھاتی لذت
تیر ارمان تھا، پیکان نہ تھا، خار نہ تھا

دل کا سودا، اور اس اغماز سے، اور ایسی جگہ
داغ وہ انجمنِ ناز تھی بازار نہ تھا

تیر اُسکا چلتے چلتے، جب پریشان ہوگیا
تھک کے بیٹھا میرے دل مین اور پنہان ہوگیا

کسکا طرہ، کسکا گیسو، کسکی کاکل، کسکی زلف؟
سب بلائین ہو گئین، جب دل پریشان ہوگیا

دل مین لے دے کر رہا تھا ایک قطرہ خون کا
کچھ نیازِ غم ہوا، کچھ صرفِ مژگان ہوگیا

بوسہ لیکر دل دیا ہے، اور پھر نالان ہین داغ
کوئی جانے مفت مین حضرت کا نقصان ہوگیا

کس طرح اُس نگہِ ناز سے جینا ہوگا
زہر دے اُسپہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا

خلد مین پھر کسی کافر ہی کا دل بہلے گا
گر نہ معشوق و مے و ساغر و مینا ہوگا

چین دیتے نہین وہ داغ کسی طرح مجھے
مین جو مرتا ہون تو کہتے ہین کہ جینا ہوگا

مجھ سے بہتر مرا ملال رہا
کہ ترے دل مین یہ جمال رہا

ذکرِ روزِ جزا یہ کہتے ہین
اور جو ہم پر انفعال رہا؟

تو نے آرام کچھ دیا اے مرگ
زندگی کیا رہی وبال رہا

داغ نے حالِ دل کہا اُن سے
کچھ بھی کمبخت کو خیال رہا؟

آئینہ تصویر کا تیرے نہ لیکر رکھ دیا؟
بوسے لینے کے لیے کعبے مین پتھر رکھ دیا

ہم نے اُنکے سامنے اوّل تو خنجر رکھ دیا
پھر کلیجا رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا

سُن لیا ہے پاس حورون کے پہنچتے ہین شہید
اسلیے لاشے پہ میرے اُسنے پتھر رکھ دیا

کل چھڑا لینگے یہ، زاہد آج تو ساقی کے ہاتھ
رہن اک چلو پہ ہم نے حوض کوثر رکھ دیا

ذبح کرتے ہی مجھے، قاتل نے دھوئے اپنے ہاتھ
اور خون آلودہ خنجر غیر کے گھر رکھ دیا

زندگی مین پاس سے دم بھر نہ ہوتے تھے جدا
قبر مین تنہا مجھے یارون نے کیونکر رکھ دیا

زلف خالی ہاتھ خالی کس جگہ ڈھونڈھین اُسے
تم نے دل لیکر کہان اے بندہ پرور رکھ دیا

داغ کی شامت جو آئی اضطرابِ شوق مین
حالِ دل کمبخت نے سب اُنکے مُنھ پر رکھ دیا

غزلیات وابیات

جو ہو سکتا ہو اس سے، وہ کسی سے ہو نہین سکتا ۱ مگر دیکھو کہ پھر کچھ آدمی سے ہو نہین سکتا
گا کر تیغ، قصہ پاک کیجے دادخواہون کا کسی کا فیصلہ گر منصفی سے ہو نہین سکتا
مزا جو اضطرابِ شوق سے عاشق کو حاصل ہو وہ تسلیم و رضا و بندگی سے ہو نہین سکتا
خدا جب دوست ہو اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ؟ ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہین سکتا

لب سے، شبِ فراق، ہون مشتاق دید کا خورشید ہو گیا ہو مجھے چاند عید کا
کیا قتل حسرتین ہوئین دل مین؟ کہ بیکسی لے لے کے نام روتی ہو اک اک شہید کا
زاہد، کمالِ پیرِ مغان تجھ سے کیا کہون؟ مرشد وہان خطاب ہو ادنی مُرید کا
وران خلد بولتی ہین بڑھ کے بولیان نیلام ہو رہا ہو تمھارے شہید کا
چلنا ہمارے ساتھ زرا اے شبِ فراق دوزخ مین قحط ہو نہ عذابِ شدید کا
اے داغ کیون نہ مجکو شفاعت کی ہو اُمید مین ہون محب حسین کا دشمن یزید کا

زندہ عیسیٰ کا نام کرتا تھا اِس طرف بھی خرام کرتا تھا
وائے غفلت کہ اب کیا ہم نے ۲ جو ہمین پہلے کام کرنا تھا
تھی نہ تابِ ستم، تو حضرتِ دل عاشقی کو سلام کرتا تھا
داغ مہمان سرائے دنیا مین اور چندے قیام کرتا تھا

نہ کبھی جیبِ خجالت سے یہان سر نکلا قیس دیوانہ تھا جامے سے جو باہر نکلا
داد خواہون کا بھرا ارمان بقدر نکلا گر طرفدار ترا داورِ محشر نکلا
آفرین داغ، تجھے خوب نباہی تو نے مرحبا کوچۂ دلدار سے مر کر نکلا

طور کیون خاک ہوا؟ نور ترا نار نہ تھا ناز تھا حضرتِ موسیٰ سے وہ دیدار نہ تھا
یا نہ آتے تھے حسینون کو یہ اندازِ جفا یا کوئی اگلے زمانے مین خطا وار نہ تھا

داغ

نواب مرزا خان نام- تخلص داغ- دہلی مولد- حیدرآباد دکن مدفن-
ہمیشہ یہ دہلی مین رہے اور ریاست رامپور سے بھی کچھ کچھ تعلق رہا- اخیر اخیر
بخت نے یاوری کی، نظام دکن کے اُستاد ہوئے، نواب فصیح الملک
خطاب پایا اور کئی ہزار روپیہ ماہوار مقرر ہوا- پچھلے شعرا مین انکا سا خوش
نصیب دوسرا نہین ہوا- انکا کلام بہت ہی عام پسند ہی- ارباب نشاط کو انکی
غزلین بہت یاد ہین- انکے کلام مین روزمرہ کا مزہ ہی- امیر مینائی کے یہ
ہمعصر تھے- شاگردون مین یہ امر مابہ النزاع رہگیا کہ داغ کا پلہ بھاری ہی
یا امیر کا جس طرح سودا اور میر کا فیصلہ نہوا نہ ناسخ اور آتش کا جھگڑا چکا
ذوق و غالب اور دبیر و انیس مین اُن کے جیتے جی اُنکے شاگردون نے
یہ طے نہین ہونے دیا کہ کس کا پایہ بلند ہی اسی طرح داغ اور امیر کا بھی قضیہ
طے نہ ہوا تھا کہ دونون نے حیدرآباد ہی مین سال دو سال کے آگے
پیچھے قضا کی- سال وفات داغ ۱۳۲۲ھ-

اب ناظرین دونون کے کلام کو باہم مقابلہ کرکے دیکھین اور خود فیصلہ کرین داغ
کے کلام مین بہ نسبت امیر کے کم نشتر دکھائے گئے ہین اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مولف نے بطور
خود فیصلہ کر دیا- سچ یہ ہی کہ انکے عاشقانہ اور جوشیلے کلام مین جتنے نشتر ہین اُتنے کسی شاعر کے کلام
مین نہین ہین- انتخاب کلام کے وقت گو اُس تہذیب کا چندان خیال نہین رکھا گیا جو اسکتاب کے لیے
اختیار کی گئی ہی مگر نشترون کی تعداد لکھتے وقت سختی سے نظر کی گئی تو بہت سے نشتر نظرانداز کیے گئے

انتخاب

از

کلامِ داغ

گلزارِ داغ آفتابِ داغ مہتابِ داغ

۵۸ نشتر

گویند که فردوس برین خواهد بود — فردا مے ناب و حورِ عین خواهد بود
گر ما مے و معشوقه گزیدیم چه باک — چون عاقبتِ کار چنین خواهد بود

گل گفت اگر دستگہے داشتمے — بگریختمے اگر رہے داشتمے
با بیکسی مرا چنین می سوزند — اے واے بمن گر گنہے داشتمے

با شاہدِ شوخ و شنگ و با بربط و نے — کنجے و کبابے و دیکے شیشۂ مے
چون گرم شود ز بادہ ما را رگ و پے — منت نبرم بیک جو از حاتمِ طے

قصیده

سپیده دم که صبا بوے بوستان گیرد — چمن ز لطفِ هوا نکته بر جنان گیرد
هواے چنگ بدان سان زند صلای صبوح — که پیرِ صومعه راهِ درِ مغان گیرد
هوا ز نکهتِ گل در چمن تتق بندد — افق ز رنگِ شفق رنگِ گلستان گیرد
بنظرگاهِ چمن رو که خوش تماشائیست — چو لاله کاسهٔ زرینِ ارغوان گیرد
صبا نگر که دمادم چو رندِ شاهدباز ۴۷ گهے لبِ گل و گه زلفِ ضیمران گیرد
چه حالت است که گل در چمن نماید روے ۴۸ چه آتش است که در مرغِ صبح خوان گیرد
چو شمع هر که بافشاے راز شد مشغول ۴۹ لبش زمانه چو مقراض در میان گیرد
کجاست ساقی مه روے من که از سرِ مهر — چو چشمِ مست خودش ساغرِ گران گیرد

خیالِ شاهی اگر نیست در سرِ **حافظ**
چرا به تیغِ زبان عرصهٔ زمان گیرد؟

بمی دور کن دولت اگر غمیست | دمی پیش دانا به از عالمیست

مغنی کجائی؟ بزن بربطی | بیا ساقیا پر کن از می بطی

که باهم نشینیم و عیشی کنیم | دمی خوش برآریم و طیشی کنیم

مغنی ز اشعار من یک غزل | باهنگ چنگ آر اندر عمل

که تا وجد را کارسازی کنم | برقص آیم و خرقه بازی کنم

بیا ساقی، آن آب آتش خواص | بمن ده، که تا یابم از غم خلاص

فریدون صفت کاویانی علم | برافرازم از مستی جام جم

بیا ساقی این نکته بشنو ز نی | که یک جرعه می به ز دیهیم کی

بیا ساقی آن می که جان پرور است | دل خسته را همچو جان درخور است

بده کز جهان خیمه بیرون زنم | سراپرده بالای گردون زنم

بیا ساقی آن می که حال آورد | کرامت فزاید کمال آورد

بمن ده که بس بیدل افتاده ام | وزین هر دو بی حاصل افتاده ام

بیا ساقی آن بکر مستور مست | که اندر خرابات دارد نشست

بمن ده که بدنام خواهم شدن | مرید می و جام خواهم شدن

قطعه

به سمع خواجه رسان ای رفیق وقت شناس | بخلوتی که در آن اجنبی صبا باشد

لطیفهٔ بمیان آر و خوش بخندانش | بنکتهٔ که دلش را در آن رضا باشد

پس انگهی ز کرم آن قدر بپرس ز لطف | که گر وظیفه تقاضا کنم روا باشد؟

رباعیات

هجرت که بجان من درویش آمد | گوئی نمکی بر جگر ریش آمد

می ترسیدم کز تو شوم روزی دور | دیدی که همان روز بدم پیش آمد

مغنی بزن خسروانی سرود — بگو با حریفان بآوازِ رود
که از آسمان مژدهٔ فرصت است — مرا بر عدو عاقبت نصرت است
مغنی نوای طرب ساز کن — بقولِ غزل قصه آغاز کن
مغنی ازین پرده نقشی برآر — ببین تا چه گفت از حرم پرده دار
چنان برکش آهنگِ این داوری — که ناهید چنگی برقص آوری
مغنی دف و چنگ را ساز ده — بیارانِ خوش نغمه آواز ده
رهی زن که صوفی بحالت رود — بمستی وصلش حوالت رود
مغنی بیا بانت چنگ نیست — کفی بر دفی زن گرت چنگ نیست
شنیدم که چون غم رساند گزند ۴۵ خروشیدنِ دف بود سودمند
مغنی کجائی که وقتِ گل ست — زبلبل چمن ها پر از غلغل ست
همان به که خونم بجوش آوری — دمِ چنگ را در خروش آوری
مغنی بیا عود را ساز کن — نو آئین نوای نو آغاز کن
بیک نغمه دردِ مرا چاره ساز — دلم نیز چون خرقه صد پاره ساز
مغنی کجائی که لطفی کنی — زمی آتشی در دلم افگنی
بدر آری از فکر خود یکدمم — بهم بر زنی کار و بارِ غمم
مغنی کجائی نوائی بزن — بیکتائی او دوتائی بزن
چه خواهد شدن عالم از ماتهی ۴۶ گدائی بسی به ز شاهنشهی
مغنی بگو قول و پرداز ساز — که بیچارگان را توئی چاره ساز
تو بنمای راهِ عراقم بزود — که بگشایم از دیده صد زنده رود
چو غم لشکر آرد بیارا صفی — زچنگ و رباب و زنای و دفی
مغنی تو سرِ مرا محرمی — زمانی به نی زن دمِ همدمی

درویشم و گدا، و برابر نمی کنم — پشمین کلاهِ خویش بصد تاجِ خسروی

وشتر از کوئے خرابات نباشد جائے — گر بہ پیرانہ سرم دست دہد ماوائے

رزو سکینم، و از تو چہ پنہان دارم — شیشۂ بادہ و کنجے و رُخِ زیبائے

بیا بموزمت کیمیائے سعادت — زہم صحبتِ بد، جدائی جدائی

مکن حافظا، از جورِ گردون شکایت — چہ دانی تو اے بندہ، کارِ خدائی

ے کہ در کوئے خرابات، مقامے داری — جم وقتِ خودی، ار دست بجامے داری

بر بر جورِ رقیبان چہ کنم؟ گر نہ کنم — عاشقان را نبود چارہ بجز مسکینی

اقیا، سایۂ ابر ست و بہار و لبِ جوے — من نگویم چہ کن، از اہلِ دلی، خود تو بگوے

بگذر ز کبر و ناز کہ دیدہ است روزگار ۴۴ — چینِ قبائے قیصر و طرفِ کلاہِ کے

خدا زان خرقہ بیزار است صد بار — کہ صد بُت باشدش در آستینے

ساقی نامہ

فریبِ جہان قصۂ روشن ست — ببین تا چہ زاید شب آبستن ست

دلا در جہان دل منہ زینہار — کہ کس بر سرِ پل نگیرد قرار

ہمان مرحلہ ست این بیابانِ دور — کہ گم شد درو لشکرِ سلم و تور

ہمان منزل ست این جہانِ خراب — کہ دیدہ ست ایوانِ افراسیاب

نہ تنہا شد ایوان و کاخش بباد — کہ خاکش ندارد کسے ہم بیاد

چہ خوش گفت جمشید با تاج و گنج، — کہ یک جو نیرزد سرائے سپنج

مغنی کجائے بگلبانگ رود — بیاد آور آن خسروانی سرود

بمستان نوید سرودے فرست — بیارانِ رفتہ درودے فرست

مغنی بزن چنگ بر ارغنون — ببر از دلم فکرِ دنیائے دون

مگر خاطرم یابد آسایشے — کہ نبود ز غم بادی آلایشے

اے گل تو کجا و روے زیبا ش؟ / او خشک تر د تو خار داری
روزے برسی بوصل، حافظ / گر طاقت انتظار داری

هزار جهد بکردم که یار من باشی / قرار بخش دل بیقرار من باشی
دمے بکلبۂ احزان عاشقان آئی / شبے انیس دل سوگوار من باشی
من این مراد نه بینم بعمر خود که شبے / بجاے اشک روان در کنار من باشی
من ارچه حافظ شهرم جوے نمی ارزم / گر تو از کرم خویش یار من باشی

این خرقه که من دارم در رهن شراب اولی / وین دفتر بے معنی، غرق مے ناب اولی
تا بے سر و پا باشد اوضاع فلک زینسان / در سر هوس ساقی، در دست شراب اولی
چون پیر شدی، حافظ، از میکده بیرون رو / رندی و هوسناکی در عهد شباب اولی

لبش می بوسم و در میکشم مے / به آب زندگانی برده ام پے
بده جام مے و از جم مکن یاد / که میداند که جم کے بود و کے کے؟
بزن بر چنگ چنگ، اے ماه مطرب / رگش بخراش تا بخروشم از وے
زبانت درکش اے حافظ زمانے / حدیث بے زبان را بشنو از نے

ترا که هرچه مرادست در جهان داری / چه غم ز حال من زار ناتوان داری؟
چو ذکر لعل لبت میکنم خرد گوید / حدیث پاشکرست این که در دهان داری؟
چو گل بدامن ازین باغ می بری حافظ / چه غم ز ناله و فریاد باغبان داری؟

نو بهارست، در آن کوش که خوشدل باشی / که بسے گل بدمد باز و تو در گل باشی
چنگ در پرده همی میدهدت پند و لے / وعظت آنگاه دهد سود که قابل باشی
حافظا گر مدد از بخت بلندت باشد / صید آن شاهد مطبوع شمائل باشی

جمشید جز حکایت جام از جهان نبرد / زنهار دل مبند بر اسباب دنیوی
خوش فرش بوریا و گدائی و خواب امن / کاین عیش، نیست در خور اورنگ خسروی

منم که شهرهٔ شهرم بعشق ورزیدن　　منم که دیده نیالوده ام ببد دیدن
وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم ۲۱۴　　که در طریقتِ ما کافری است رنجیدن
به پیرِ میکده گفتم که چیست راهِ نجات؟ ۲۴۴　　بخواست جامِ مے و گفت باده نوشیدن
مبوس جز لبِ معشوق و جامِ مے حافظ　　که دستِ زاهد فروشان، خطاست بوسیدن

نصیبِ من چو خرابات کرده است اله　　درین میانه بگو زاهدا مرا چه گناه؟
کسے که در ازلش جامِ مے نصیب افتاد　　چرا، به حشر، کنند این گناه ازو درخواه؟
بآبِ زمزم و کوثر سفید نتوان کرد　　گلیمِ بخت کسے را که بافتند سیاه؟
مده بخاطرِ نازک ملالت، از من راه　　که حافظِ تو همین لحظه گفت بسم الله

صبا تو نکهتِ آن زلفِ مشکبو داری　　بیادگار بمانی که بوے او داری
درآن شمائلِ مطبوع هیچ نتوان گفت　　جز این قدر که رقیبانِ تندخو داری
نواے بلبلت اے گل، کجا پسند افتد؟　　که گوشِ هوش بمرغانِ هرزه گو داری
ز جرعهٔ تو سرم مست گشت، نوشت باد　　خود از کدام خم ست این که در سبو داری؟
دعاش گفتم و خندان بزیرِ لب میگفت　　که کیستی تو؟ و با ما چه گفتگو داری؟
ز کنجِ مدرسه حافظ مجوے گوهرِ عشق　　قدم برون نِه اگر میلِ جستجو داری

اے دل آن به که خراب از مےِ گلگون باشی　　بے زر و گنج لصد حشمتِ قارون باشی
در مقامے که صدارت بفقیران بخشند　　چشم دارم که بجاه از همه افزون باشی
تاجِ شاهی طلبی گوهرِ ذاتی بنما　　ور خود از گوهرِ جمشید و فریدون باشی
ساغرے نوش کن و جرعه بر افلاک فشان　　تا بچند از غمِ ایام جگرخون باشی؟
حافظ از فقر مکن ناله که گر شعر اینست　　هیچ خوشدل نه پسندد که تو محزون باشی

اے بادِ نسیمِ یار داری　　زان نفحهٔ مشکبار داری
زنهار مکن درازدستی　　با طرهٔ او چه کار داری

شرم می آیدم از خرقهٔ آلودهٔ خویش — که بدین فضل و هنر نامِ کرامات بریم

من از بازوے خود دارم بسے شکر — که زورِ مردم آزاری ندارم

حافظ از جورِ تو، حاشا، که بنالد روزے — من، ازان روز که در بندِ توام آزادم

مکن درین چمنم، سرزنش بخودروئی ۳۶ چنانکه پرورشم میدهند میرویم

پدرم روضهٔ رضوان بدو گندم بفروخت ۳۷ ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

ما ز یاران چشمِ یاری داشتیم — خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

من نه آن رندم که ترکِ شاهد و ساغر کنم ۳۸ محتسب داند که من این کارها کمتر کنم

شرابِ لعل کش و روے مه جبینان بین — خلافِ مذہبِ آنان جمالِ اینان بین

بزیرِ دلقِ مرقع کمندها دارند — درازدستی این کوته آستینان بین

بخرمنِ دو جہان سر فرو نمی آرند ۳۹ دماغِ کبرِ گدایانِ خوشه چینان بین

گره زابرویِ پرچین نه می کشاید یار ۴۰ نیازِ اہلِ دل و نازِ نازنینان بین

غبارِ خاطرِ حافظ ببرد صیقلِ عشق — صفاے نیتِ پاکان و پاکدینان بین

صبح است ساقیا، قدحے پرشراب کن — دورِ فلک درنگ ندارد، شتاب کن

زان پیشتر که عالمِ فانی شود خراب ۴۱ ما را زجامِ بادهٔ گلگون خراب کن

ایامِ گل چو عمر برفتن شتاب کرد — ساقی، بدورِ بادهٔ گلگون شتاب کن

ما بختِ خویش خوے ترا آزموده ایم — با دشمنان قدح کش و با ما عتاب کن

حافظ وصال می طلبد از رہِ دعا — یارب دعاے خسته دلان مستجاب کن

زدر درآ، و شبستانِ من منور کن — دماغِ مجلسِ روحانیان معطر کن

لبِ پیاله ببوس، آنگه آن بمستان ده — باین لطیفه دماغِ خرد معطر کن

وگر فقیه نصیحت کند که مے مخور، ید — پیاله بدستش، گو، دماغ را تر کن

بس از ملازمتِ عیش و عشقِ مہرویان — زکارها که کنی شعرِ حافظ از بر کن

بعزمِ توبه، سحر گفتم، استخاره کنم — بهارِ توبه شکن می رسد، چه چاره کنم؟
سخن درست بگویم، نه می توانم دید — که مے خورند حریفان و من نظاره کنم
گدائے میکده ام لیک وقتِ مستی بین — ۴۲ که ناز بر فلک و حکم بر ستاره کنم
نه قاضیم نه مدرس نه محتسب نه فقیه — مرا چه سود که منعِ شرابخواره کنم
ز باده خوردنِ پنهان، ملول شد حافظ — به بانگِ بربط و نے، رازش آشکاره کنم

فاش میگویم و از گفتۂ خود دلشادم — بندۂ عشقم و از هر دو جهان آزادم
طائرِ گلشنِ قدسم، چه دهم شرحِ فراق؟ — ۴۳ که درین دامگہِ حادثه چون افتادم؟
من ملک بودم و فردوسِ برین جایم بود — ۴۴ آدم آورد درین دیرِ خراب آبادم
کوکبِ بختِ مرا هیچ منجم نشناخت — یارب از مادرِ گیتی بچه طالع زادم؟
پاک کن چهرۂ حافظ بسرِ زلف ز اشک — ورنه این سیل دمادم بکند بنیادم

من ترکِ عشقبازی و ساغر نه می کنم — صد بار توبه کردم و دیگر نه می کنم
باغِ بهشت و سایۂ طوبیٰ و قصرِ حور — با خاکِ کوئے دوست برابر نه می کنم
شیخم بطنز گفت، حرام ست مے مخور — گفتم، مگوکه، گوشش بهر خر نه می کنم
این تقویم بس ست، که چون زاهدانِ شهر — ناز و کرشمه بر سرِ منبر نه می کنم
حافظ جنابِ پیرِ مغان مامنِ وفاست — من ترکِ خاکبوسی این در نه می کنم

اے دل تو جامِ جم بطلب، ملکِ جم مخواه — کین بود قولِ بلبلِ بستان سرائے جم
بشنو ز جامِ باده که این زال نوعروس — بسیار کشت شوهر چون کیقباد و جم

واعظ مکن نصیحتِ شوریدگان، که ما — با خاکِ کوئے دوست بفردوس ننگریم
بطفلان تا کے اے واعظ فریبی — به سیبِ بوستان و جوئے شیرم

اگر غم لشکر انگیزد که خونِ عاشقان ریزد — ۴۵ من و ساقی بهم سازیم و بنیادش براندازیم
عیان نه شد که کجا آمدم کجا بودم؟ — دریغ و درد، که غافل زکارِ خویشتنم

بدان شکل که شب آبستن آمده ست بروز　　ستاره می شمرم تا که شب چه زاید باز

خواهی که روشنت شود احوالِ سرِّ عشق　　از شمع پرس قصه، ز بادِ صبا مپرس
ما قصهٔ سکندر و دارا نخوانده ایم　　از ما بجز حکایتِ مهر و وفا مپرس
خموش حافظ، و از جورِ یار ناله مکن　۲۵　ترا که گفت که بر روے خوب حیران باش

ریا حلال شمارند و جامِ باده حرام　۲۶　زہے طریقت و ملت، زہے شریعت و کیش
اگر شراب خوری، جرعهٔ فشان بر خاک　۲۷　ازان گناه که نفعے رسد بغیر چه باک

پاے ما لنگ ست و منزل بس دراز　　دست ما کوتاه، و خرما بر نخیل
یا مکن با پیلبانان دوستی　۲۸　یا بنا کن خانهٔ در خوردِ پیل

این چه شوریست که در دورِ قمر مے بینم　　همه آفاق، پُر از فتنه و شر، مے بینم
هر کسے روز بهی مے طلبد از ایام　　مشکل این ست که هر روز بتر مے بینم
ابلهان را همه شربت ز گلاب و قند ست　　قوتِ دانا همه از خونِ جگر مے بینم
اسپِ تازی شده مجروح بزیرِ پالان　　طوقِ زرین همه در گردنِ خر مے بینم
دختران را همه جنگ ست و جدل با مادر　　پسران را همه بد خواهِ پدر مے بینم
هیچ رحمے نه برادر به برادر دارد　　هیچ شفقت نه پدر را به پسر مے بینم
پندِ حافظ بشنو خواجه برو نیکی کن　　زانکه این پند به از دُرّ و گہر مے بینم

سالها پیروی خدمتِ رندان کردم　۲۹　تا بفتواے خرد حرص بزندان کردم
سایهٔ بر دلِ ریشم، فگن، اے گنجِ مراد　۳۰　که من این خانه بسوداے تو ویران کردم
توبه کردم که نه بوسم لبِ ساقی و کنون　۳۱　مے گزم لب که چرا گوش بنادان کردم
نقشِ مستوری و مستی نه بدست من و تست　　آنچه استادِ ازل گفت بکن، آن کردم
دارم از لطفِ ازل منزلِ فردوس طمع　　گرچه دربانیِ میخانه فراوان کردم
صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ　　هر چه کردم همه از دولتِ قرآن کردم

رسید مژده، که ایامِ غم نه خواهد ماند / چنان نه ماند و چنین نیز هم نه خواهد ماند

مکن ز غصه شکایت، که در طریقِ ادب / براحتے نرسید، آنکه زحمتے نه کشید

زاهدِ خلوت نشین، دوش بمیخانه شد / از سرِ پیمان گزشت، بر سرِ پیمانه شد

امین مشو ز عشوهٔ دنیا که این عجوزه / مکاره می نشیند و محتاله می رود

ز راهِ میکده، یاران، عنان بگردانید / چراکه حافظ ازین راه رفت و مفلس شد

قتلِ این خسته، بشمشیرِ تو تقدیر نه بود / ورنه هیچ از دلِ بیرحمِ تو تقصیر نبود

گفتم ز لعلِ نوش لبان، پیر را چه سود؟ / گفتا بوسهٔ شکرینش جوان کنند

گفتم ز مهرورزان رسمِ وفا بیاموز / گفتا تو بندگی کن کو بنده پرور آید

گوهرِ پاک بباید که شود قابلِ فیض / ورنه هر سنگ و گلے لولو و مرجان نشود

کس ندانست که منزلگهِ مقصود کجاست؟ ۲۲ این قدر هست، که بانگِ جرسے می آید

معاشران، گره، از زلفِ یار، باز کنید / شبے خوش است، باین قصه اش دراز کنید

هزار نکتهٔ باریکتر ز مو اینجاست ۲۳ نه هر که سر بتراشد قلندری داند

غمِ دنیاے دنی چند خوری؟ باده بخور / حیف باشد، دلِ دانا، که مشوش باشد

واعظان کین جلوه بر محراب و منبر می کنند / چون به خلوت می روند، آن کارِ دیگر می کنند

همایِ اوجِ سعادت بدامِ ما افتد / اگر ترا گزرے بر مقامِ ما افتد

غنیمت از ناز به حافظ نکند میل، آرے / سرگرانی صفتِ نرگسِ شهلا باشد

دیدی آن قهقههٔ کبکِ خرامان حافظ؟ ۲۴ که ز سرپنجهٔ شاهینِ قضا غافل بود

اے بادِ مشکبو بگذر سوے آن نگار / بکشا گره ز زلفش و بوئے بمن بیار

اے دل بساز با غمِ هجران و صبر کن / اے دیده، در فراقش، ازین بیش خون مبار

حافظ، تو تا بکے غمِ اهلِ جهان خوری / بسیار غم مخور، که جهان نیست پایدار

دلا ز هجر مکن ناله، زان که در عالم / غم است و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

من و انکارِ شراب، این چه حکایت باشد؟ ۱۹ غالباً این قدرم عقل کفایت باشد

منکه شبها رهِ تقویٰ زده ام با دف و چنگ — این زمان سر بره آرم چه حکایت باشد

دوش ازین غصه نخفتم که حکیمی میگفت — حافظ ار باده خورد جای شکایت باشد

من اگرچه عاشقم و رند و مست و نامه سیاه ۲۰ هزار شکر که یارانِ شهر بیگنهند

مبین حقیر گدایانِ عشق را کاین قوم — شهانِ بی کمر و خسروانِ بی کلهند

تیر مژگانِ دراز و غمزهٔ جادو نه کرد — آنچه آن زلفِ دراز و خالِ مشکین کرده اند

شاهدان از آتشِ رخسارِ رنگین دمبدم ۲۱ زاهدان را رخنه ها اندر دل و دین کرده اند

قرة العینِ من آن میوهٔ دل یادش باد — که خود آسان بشد و کارِ مرا مشکل کرد

بس تجربه کردیم درین دارِ مکافات — با دردکشان هر که درافتاد برافتاد

حافظ، وظیفهٔ تو، دعا گفتن ست و بس — دربندِ آن مباش، که نشنید یا شنید

عیب مستان مکن ای خواجه، کزین کهنه رباط — کس ندانست، که رحلت بچه سان خواهد بود

تیرِ عاشق کُش ندانم بر دلِ حافظ که زد؟ — این قدر دانم، که از شعرِ ترش، خون میچکید

حدیثِ عشق ز حافظ شنو نه از واعظ — اگرچه صنعتِ بسیار در عبارت کرد

چه مستی ست ندانم، که رو بما آورد؟ — که بود ساقی؟ و این باده از کجا آورد؟

حباب را چو فتد بادِ نخوت اندر سر — کلاهِ داریش اندر سرِ شراب رود

بیانِ شوق چه حاجت؟ که حالِ آتشِ دل — توان شناخت، ز سوزی که در سخن باشد

آنکه پرنقش زد این دائرهٔ مینائی — کس ندانست که در گردشِ پرکار چه کرد؟

آنچه سعی ست، من اندر طلبت بنمودم — این قدر هست، که تغییرِ قضا نتوان کرد

آسمان، بارِ امانت، نتوانست کشید — قرعهٔ فال، بنامِ منِ بیچاره زدند

دیگران قرعهٔ قسمت همه بر عیش زدند — دلِ غم دیدهٔ ما بود که هم بر غم زد

دی عزیزی گفت حافظ میخورد پنهان شراب — ای عزیزِ من گناه آن به که پنهانی بود

دی پیرِ می‌فروش که ذکرش بخیر باد   گفتا شراب نوش و غمِ دل ببر ز یاد
بی خارِ گل نباشد و بی نیش نوش هم   تدبیر چیست؟ وضعِ جهان این چنین فتاد
پُر کن زباده جام دمادم بگوشِ هوش   بشنو از و حکایتِ جمشید و کیقباد
حافظ گرت ز پندِ حکیمان ملالت است   کوته کنیم قصه که عمرت دراز باد

سحرم دولتِ بیدار ببالین آمد   گفت، برخیز که آن خسروِ شیرین آمد
در هوا چند معلق زنی و جلوه کنی   ای کبوتر نگران باش که شاهین آمد
رسم بدعهدیِ ایام چو دید ابرِ بهار   گریه اش بر سمن و سنبل و نسرین آمد
چون صبا گفتهٔ حافظ بشنید از بلبل   عنبر افشان بتماشای ریاحین آمد

سحر چون خسروِ خاور علم بر کوهساران زد   بدستِ مرحمت، یارم درِ امیدواران زد
چو پیشِ صبح روشن شد که حالِ مهرِ گردون چیست   برآمد خندهٔ خوش بر غرورِ کامگاران زد
نگارم دوش در مجلس بعزمِ رقص چون برخاست   گره بگشود از گیسو و بر دلهای یاران زد
دوامِ ملکِ عمرِ او بخواه از لطفِ حق حافظ   که چرخ این سکهٔ دولت بنامِ شهسواران زد

سحر بلبل حکایت با صبا کرد   که عشقِ گل، بما دیدی؟ چها کرد ؟
من از بیگانگان هرگز ننالم   که با من هر چه کرد آن آشنا کرد
بشارت بر بکوی می‌فروشان   که حافظ، توبه از زهد ریا کرد

شاهد آن نیست که موئی و میانی دارد   بندهٔ طلعتِ آن باش که آنی دارد
باخراباتِ نشینان ز کرامات ملاف   هر سخن جائی و هر نکته مکانی دارد
مدعی گو برو، نکته به حافظ مفروش   کلکِ ما نیز زبانی و بیانی دارد

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید   یا جان رسد بجانان، یا جان ز تن برآید
گفتم بخویش کز وی برگیر دل، دلم گفت   کارِ کسی است این کو با خویشتن برآید
گویند ذکرِ خیرش در خیلِ عشقبازان   هر جا که نام حافظ در انجمن برآید

قدم دریغ مدار از جنازهٔ **حافظ** — که گرچه غرق گناه است میرود به بهشت

اگر بمذهب تو خون عاشق است مباح — صلاح ما همه آن است کان ترا است صلاح

شراب و عیش نهان چیست؟ کار بی بنیاد — زدیم بر صف رندان و هرچه بادا باد

از انقلاب زمانه عجب مدار که چرخ — ازین فسانه و افسون هزار دارد یاد

قدح بشرط ادب گیر، زان که ترکیبش — ۱۲ ز کاسهٔ سر جمشید و بهمن است و قباد

که آگه است؟ که جمشید و کی کجا رفتند — که واقف است که چون رفت تخت جم برباد

ز حسرت لب شیرین هنوز می بینم — که لاله میدمد از خاک تربت فرهاد

مگر که لاله بدانست بیوفائی دهر — که تا بزاد و بشد جام می ز کف ننهاد

رسید در غم عشقش به **حافظ** آنچه رسید — که چشم زخم زمانه بعاشقان مرساد

صبا به تهنیت پیر میفروش آمد — که موسم طرب عیش و ناز و نوش آمد

هوا مسیح نفس گشت، باد نافه گشا — درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

تنور لالهٔ چنان بر فروخت، باد بهار — که غنچه غرق عرق گشت و گل بجوش آمد

ز خانقاه بمیخانه میرود **حافظ** — مگر ز مستی زهد و ریا بهوش آمد

غلام نرگس مست تو تاجدارانند — خراب بادهٔ لعل تو هوشیارانند

نصیب ماست بهشت، ای خداشناس برو — ۱۷ که مستحق کرامت گناهکارانند

بیا بمیکده و چهره ارغوانی کن — ۱۸ مرو بصومعه کانجا سیاه کارانند

خلاص **حافظ** ازان زلف تابدار مباد — که بستگان کمند تو رستگارانند

حسب حالی ننوشتیم و شد ایامی چند — قاصدی کو؟ که فرستم بتو پیغامی چند

قند آمیخته با گل نه علاج دل ماست — بوسهٔ چند بیامیز بدشنامی چند

پیر میخانه چه خوش گفت بدردی کش خویش — که مگو حال دل سوخته با خامی چند

حافظ از تاب رخ مهر فروغ تو بسوخت — کامگارا نظری کن سوی ناکامی چند

هر چه هست از قامت ناساز بی اندام ماست ۱۰ ورنه تشریف تو بر بالای کس کوتاه نیست
گرچه در بازار دهر از خوشدلی جز نام نیست شیوهٔ رندان و خوش باشی عیاران خوش ست
از زبان سوسن آزاده ام آمد بگوش کاندرین دیر کهن کار سبکباران خوش ست
مجو درستی عهد از جهان سست نهاد که این عجوزه عروس هزار داماد ست
برو بکار خود ای واعظ این چه فریاد ست ۱۱ مرا فتاد دل از کف ترا چه افتاد است
جان فدای دهنت باد که در باغ نظر چمن آرای جهان خوشتر ازین غنچه نبست
تو و طوبی و ما و قامت یار فکر هر کس بقدر همت اوست
بکو این نکته تو آن کف که آن سنگین دل کشت ما را و دم عیسی مریم با اوست
آنکه ناوک بر دلم از زیر چشمی می زند قوت جان حافظش در خندهٔ زیر لب ست
سینه ام ز آتش دل در غم جانانه بسوخت آتشی بود درین خانه که کاشانه بسوخت
دانا چو دید بازی این چرخ حقه باز هنگامه باز چید و در گفتگو ببست
گل در بر و می در کف و معشوق بکام است سلطان جهانم بچنین روز غلام است
اگر بلطف بخوانی مزید الطاف ست اگر بقهر برانی درون ما صاف ست
بدرد و صاف ترا حکم نیست دردم کش ۱۲ که هر چه ساقی ما ریخت عین الطاف ست
هزار عقل و ادب داشتم من ای خواجه کنون که مست و خرابم صلاح بی ادبیست
عیب رندان مکن ای زاهد پاکیزه سرشت ۱۳ که گناه دگری بر تو نخواهند نوشت
مباش در پی آزار و هر چه خواهی کن ۱۴ که در شریعت ما غیر ازین گناهی نیست
خلل پذیر بود هر بنا که می بینی مگر بنای محبت که خالی از خلل ست
بحریست بحر عشق که هیچش کناره نیست ۱۵ آنجا جز آنکه جان بسپارند چاره نیست
دوش باد از سر کوی تو بگلستان بگذشت ای گل این چاک گریبان تو بی چیزی نیست
عاشق مفلس اگر قلب دلش کرد نثار مکنش عیب که بر نقد روان قادر نیست

گرچہ بدنامی است نزدِ عاقلان   ما نمی خواہیم ننگ و نام را
صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب ۴ عاقبت روزے بیابی کام را

آسایشِ دو گیتی تفسیرِ این دو حرف است ۵ با دوستان تلطف با دشمنان مدارا
آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند   اشہی لنا و احلی من قبلۃ العذارا

چو بخود گذشت حافظ کہ شمارد   بیک جو دولتِ کاؤس و کے را

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش، ولے   دام تزویر مکن، چون دگران، قرآن را

دردمندیم، خبر رسید بہ از سوزِ درون   دہانِ خشک و لبِ تشنہ و چشمِ تر ما

حافظا غم مخور کہ شاہدِ بخت   عاقبت برکشد ز چہرہ نقاب

بنال بلبل اگر با منت سرِ یاریست   کہ ما، دو عاشقِ زاریم و کارِ ما زاریست
جمالِ شخص نہ چشم است و زلف و عارض و خال ۶ ہزار نکتہ درین کار و بارِ دلداریست
بآستانِ تو مشکل توان رسید، آرے   عروج بر فلکِ سروری بدشواریست
روندگانِ طریقت بہ نیم جو نخرند   قبائے اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست
دلش بنالہ میازار و ختم کن، حافظ   کہ رستگاریِ جاوید، در کم آزاریست

روشن از پرتوِ رویت نظرے نیست کہ نیست   منتِ خاکِ درت بر بصرے نیست کہ نیست
شیر در بادیۂ عشقِ تو روباہ شود   آہ ازین راہ کہ در وے خطرے نیست کہ نیست
مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ۷ ورنہ در مجلسِ رندان خبرے نیست کہ نیست
بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو ناخوشنود است   در سراپائے وجودت ہنرے نیست کہ نیست

اے نسیمِ سحر آرامگہِ یار کجاست؟   منزلِ آن مہِ عاشق کشِ عیار کجاست؟
ہر کہ آمد بجہان نقشِ خرابی دارد ۸ در خرابات بہ پرسید کہ ہشیار کجاست؟
حافظ از بادِ خزان، در چمنِ دہر مرنج   فکرِ معقول بفرما گلِ بے خار کجاست؟

چیست این سقفِ بلندِ سادۂ بسیار نقش ۹ زین معما ہیچ دانا در جہان آگاہ نیست

غزلیات وابیات

الا یا ایها الساقی ادر کاساً و ناولها — که عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلها
شب تاریک و بیم موج و گردابی چنین هائل ١ کجا دانند حال ما سبکساران ساحلها
همه کارم ز خود کامی به بدنامی کشید آخر — نهان کی ماند آن رازی کزو سازند محفلها
حضوری گر همی خواهی ازو غایب مشو حافظ — متی ما تلق من تهوی دع الدنیا و اهملها

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را — بخال هندویش بخشم سمرقند و بخارا را
فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شهر آشوب — چنان بردند صبر از دل که ترکان خوان یغما را
ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است — بآب و رنگ و خال و خط چه حاجت روی زیبا را
من از آن حسن روز افزون که یوسف داشت دانستم — که عشق از پردهٔ عصمت برون آرد زلیخا را
حدیث از مطرب و می گو و راز دهر کمتر جو ٢ که کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را
نصیحت گوش کن جانان که از جان دوست تر دارند — جوانان سعادتمند پند پیر دانا را
بدم گفتی و خرسندم، عفاک الله نکو گفتی — جواب تلخ می زیبد، لب لعل شکرخا را
غزل گفتی و در سفتی، بیا و خوش بخوان حافظ — که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را — که سر بکوه و بیابان، تو داده‌ ما را
غرور حسنت اجازت مگر نداد، ای گل — که پرسشی نکنی عندلیب شیدا را
بحسن خلق توان کرد صید اهل نظر — به بند و دام نگیرند مرغ دانا را
چو با حبیب نشینی و باده پیمائی — بیاد آر حریفان باده پیما را
در آسمان چه عجب گر ز گفتهٔ حافظ — سماع زهره، برقص آورد مسیحا را

ساقیا برخیز و در ده جام را ٣ خاک بر سر کن غم ایام را
ساغر می بر کفم نه تا ز سر — بر کشم این دلق ازرق فام را

حافظ

محمد نام تھا اور حافظ تخلص تھا۔ خواجہ حافظ شیرازی لوگ تعظیماً کہتے ہین۔ شیراز ہی مولد و مدفن تھا سال وفات ۷۹۱ھ ہے۔ یہ نامی شعراے فارس سے ہین۔ ہندوستان مین انکا شہرہ انکے جیتے جی پہنچ گیا تھا۔ یہ شاعر ہی نہ تھے اہل دل بھی تھے۔ انکے کلام مین جو اثرِ خاص ہے وہ دوسرون کے کلام مین نہین ہے۔ سلطان محمود شاہ بہمنی دکن مین اور سلطان غیاث الدین بنگالہ مین انکے قدردان تھے۔ حافظ نے ایک مرتبہ ہندوستان کا بھی ارادہ کیا تھا لیکن ہرمز تک آکر واپس گئے۔ بعض کتابون مین سال وفات ۷۹۲ھ لکھا ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ تیمور نے سمرقند اور بخارا بڑی مشکل سے فتح کیا تھا۔ اسکے بعد حافظ نے ایک غزل کا مطلع لکھا "اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دلِ مارا + بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را"۔ تیمور نے یہ مطلع سنکر خواجہ کو طلب کیا اور بطور مذاق کہا "مین نے جو ملک اس زحمت سے حاصل کیا تم اُسے یون دیے ڈالتے ہو"۔ خواجہ نے کہا "اسی لیے تو مین اس حالت کو پہنچا" یعنی میری سخاوت و استغنا ہی نے تو مجھے باوجود اس کمال کے جو مجھ مین ہے دولتِ دنیا سے محروم رکھا

دیوان حافظ انکی کتاب بہت مشہور ہے۔ یہ صوفی مشرب تھے لیکن کسی کے مرید نہ تھے حالت جذب مین رہتے تھے۔ ہر جمعہ کی شب کو مسجد شیراز کے مقبرہ کے گرد گھوم کر قرآن شریف ختم کرتے تھے اور صبح تک بہت ہی خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ ابو اسحاق و شاہ شجاع بادشاہان شیراز کے عہد مین یہ تھے تقرب شاہی یہ باعث عزت نہین سمجھتے تھے۔ جذب مین رہتے تھے لیکن مجاذیب زمانہ حال کی طرح یادہ گو نہ تھے۔ خود انکا شعر انکے مقولات اور معمولات کا پتہ دیتا ہے

صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ ہر چہ کردم ہمہ از دولتِ قرآن کردم

انتخاب

از

دیوانِ حافظ

و ہم نشتر

۳۵

کہکے یہ غش ہوئی وہ دخترِ سلطانِ عرب — بیبیاں اُٹھ کے لگیں سینہ و سر پیٹنے سب

فضّہ چلّائی کہ ہے ہے مری بیکس زینبؑ — کون پہچانے تمھیں ہو گئیں بن بھائی کی اب

قتل شبیرؑ کا احوال سُنایا نہ گیا — قید میں نام بھی غیرت سے بتایا نہ گیا

۲۵ کہتے کہ بیٹیاں کہ بیٹے ہین؟ اب نام خدا | حسن ہمشکل پیمبر کا بہت سے ہے چرچا
سن مین اٹھارہ برس کا ہے وہ خورشید لقا | ہے مسین بھیگتی؟ آغاز ہوا ہے سبزا؟
روح مادر ہے دل و جان شہ والا ہے | کہتے ہین حضرت زینبؑ نے اُسے پالا ہے

۲۶ اُسکی شادی بھی کہین شاہ نے ٹھہرائی ہے؟ | ابھی بن بیاہا ہے یا گھر مین دلھن آئی ہے؟
گھر کی زینت ہے وہی اور وہی زیبائی ہے | پسر فاطمہؑ نے کیسی بہو پائی ہے؟
شل گل بیٹے کو ہنستا جو وہ پاتی ہوگی | مان تو خوشی سے پھولون نہ سماتی ہوگی؟

۲۷ جب سے اُس گھر سے مقدر نے چھڑایا مجکو | کوئی خط حضرت زینبؑ کا نہ آیا مجکو
جانے شکوے کی یہانتک ہی بھلایا مجکو | بیاہ مین بیٹیون کے جھوٹون نہ بلایا مجکو
اب تو ہون دور جو روٹھو نہین تو کیا ہووے گا؟ | کبھی قسمت نے ملایا تو گلا ہووے گا

۲۸ شہر بانوؑ کے بھی ہے دیکھنے کا شوق کمال | بیٹی سلطان عجم کی ہے وہ فرخندہ خصال
شور سنتی ہون کہ رکھتی ہے عجب حسن و جمال | اُسپہ شیدا ہے نہایت اسد اللہ کا لال
اُسکے بچے بھی جئین اور وہ بھی شاد رہے | کوکھ آباد رہے مانگ بھی آباد رہے

۲۹ سن کے یہ ہوگئی بیتاب علیؑ کی جائی | تھا یہ نزدیک کہے پیٹ کے ہے ہے بھائی
مُردنی سی رُخ بانوے حزین پر چھائی | اُڑ گیا رنگ مگر آہ لب تک آئی
پر دل زار نے سینے مین نہ آرام لیا | یک بیک ہائے پسر کہ کے جگر تھام لیا

۳۰ جب کئی بار کیا مُنہ سے زینبؑ نے کلام | مُنہ کو تکتی تھی مگر تھا اُسے حیرت کا مقام
شان زہراؑ کی سراپا سے عیان تھی جو تمام | ہوگیا صاف یقین ہے یہی ہمشیر امام
بولی صدقے تو زرا ہونے دو قربان گئی | بس تمھین حضرت زینبؑ ہو مین پہچان گئی

۳۱ کہا زینبؑ نے کہ اے مہد یہ بیجا ہے گمان | دختر حیدر کرار کہان اور مین کہان؟
ہون مین جس حال مین زینبؑ کی تھی یہ شوکت و شان؟ | اُسکے بازو پہ کبھی دیکھے تھے رسی کے نشان؟
کبھی زندان مین کُھلا سر بھی اُسے دیکھا تھا؟ | کبھی بے مقنعہ و چادر بھی اُسے دیکھا تھا؟

جوڑ کر ہاتھ کہا سر تو اُٹھاؤ بی بی | کیوں جھکی جاتی ہو شکل اپنی دکھاؤ بی بی
کیا مصیبت ہوئی روداد سناؤ بی بی | میں موئی جاتی ہوں آنسو نہ بہاؤ بی بی
منھ سے کچھ بات کرو دل یہ قلق ہوتا ہے | آپ کے رونے سے سینہ مرا شق ہوتا ہے

۲۲
نہ میسر تھی بجز نانِ جویں اور غذا | کھانا اک دن جو بہم پہنچا تو دو دن نہ ملا
اور ملبوس یہ تھا چھال کی تھی ایک ردا | اُسمیں بھی سیتی تھیں پیوند بہ پیوند سدا
شکر حق کرتی تھیں تکلیف اُٹھا لیتی تھیں | دن کو تو اوڑھتی تھیں شب کو بچھا لیتی تھیں

۲۳
اب نہ زہرا نہ پیمبر ہیں نہ حیدر نہ حسن | ایک شبیر کے دم سے ہے مدینہ روشن
ایک زینب ہیں کہ سب جنمیں ہیں زہرا کے چلن | صد و سی سال سلامت رہیں وہ بھائی بہن
مری آنکھوں کے تلے پھرتی ہے صورت اُنکی | پھر وہ دن ہو کہ کروں جا کے زیارت اُنکی

۲۴
حضرتِ فاطمہ زہرا کا جو احوال سنا، | دم بخود سب رہیں پر ضبط نہ فضہ سے ہو
کوٹ کر چھاتی کو کہنے لگی حیا آجلا | ہائے بی بی تری مظلومی یہ لونڈی ہو
ایسے دُکھ پائے کہ بچوں سے بھی منھ موڑ گئیں | قید ہونے کو بڑھاپے میں مجھے چھوڑ گئیں

۲۵
سن کے فضہ کا بیاں رونے لگے اہلِ حرم | تب کہا ہند سے زینب نے یہ با دیدۂ نم
اے بہن وجہ یہ ہے روئے جو قیدی ہمدم | زیرِ دیوار رسولِ دوسرا رہتے تھے ہم
رتبۂ فاطمہ کو یوں سبھی پہچانتے ہیں | اُنپہ جو گزری مصیبت وہ ہمیں جانتے ہیں

۲۶
ساتھ اُس بی بی کے محسن کا گیا غم ہمنے | دل سے کی خدمتِ مخدومۂ عالم ہم نے
ساتھ بیماری میں چھوڑا انہیں اکدم ہم نے | مر گئیں جب تو بچھائی صفِ ماتم ہم نے
غمِ محسن کے سوا داغ یہ تازہ دیکھا | شب کو اُٹھتے ہوئے بی بی کا جنازہ دیکھا

۲۷
ہند بولی کہ ہے اُس گھر کے قریب آپ کا گھر | للہ الحمد کہ اب پاؤں گی آقا کی خبر
یاد میں اُنکی گزرتی ہے مجھے شام و سحر | کہتے کس طور سے ہیں حضرتِ زہرا کا پسر
یاں تو مدت سے یہ چرچا ہے کہ اب آتے ہیں | چھوڑ کر روضۂ احمد کو وہ کب آتے ہیں؟

۱۴ بولی وہ کون سی بستی ہے جہاں تھا مسکن؟
روکے فرمایا غریب الوطنی اب ہے وطن
باپ کو پوچھا تو بولے شہِ بے گور و کفن
کہا شوہر بھی ہے کوئی کہا طوق و رسن
دل کے جلنے کا سبب غیدر نے بتلایا
اُس نے پوچھی جو غذا خونِ جگر بتلایا

۱۵ بولی وہ کوئی عزیزوں میں بھی تھا اے غمگین
روکے فرمایا کہ سب تھے مگر اب کوئی نہیں
ایک بھائی تھا کہ مشہور تھا یوسف سے حسین
سرو قد مہر لقا غنچہ دہن ماہ جبین
چار گیسو رُخِ انور پہ پڑے رہتے تھے
لوگ ہر وقت زیارت کو کھڑے رہتے تھے

۱۶ نہ وہ بھائی ہے نہ عمو ہے نہ سر پر ہے پدر
اک ہمیں باقی ہیں سب کر گئے دنیا سے سفر
ستّرہ شخص ہوئے سامنے اپنے بے سر
اُنکا دھیان آتا ہے جس وقت تو پھٹتا ہے جگر
اب کئی بیبیاں ہیں ساتھ کہ جی کھوتی ہیں
اپنے بچّوں کے لیے آٹھ پہر روتی ہیں

۱۷ ہند کے دل پہ یہ سنکر ہوا اندوہ و قلق
کہا حضرت کی غریبی پہ جگر ہو گیا شق
آپ نے حال مفصل نہ سنایا مطلق
دو رِضا رانڈوں میں جائیگی اب اے خاصہ حق
دے کے پرسا اُنھیں کچھ حرفِ حکایات کرون
آرزو ہے کہ اسیروں کی ملاقات کرون

۱۸ سر کو نہوڑا کے یہ سجّاد نے ارشاد کیا
فائدہ دُکھ زدی رانڈوں کی ملاقات سے کیا؟
نہ کسی پاس مقنع ہے نہ سر پہ ہے ردا
کھول کر بالوں کو چہروں کا کیا ہے پردا
بخدا صاحبِ غیرت ہیں وہ شرمائینگی
پوچھوگی نام و نسب کو تو وہ مر جائینگی

۱۹ اُس نے اصرار کیا آپ نے سر نہوڑایا
گئی رانڈوں کے قریں ہند تو رونا آیا
سر جھکائے ہوئے ہر ایک کو روتا پایا
ہاتھ مل مل کے خواصوں سے یہی فرمایا
ایسی شہزادیوں کی ہائے یہ توقیریں ہیں
کس کے ماتم کے مرقع کی یہ تصویریں ہیں

۲۰ اتنے میں جا پڑی اُسکی رُخِ زینبؑ پہ نگاہ
منہ سے بیساختہ نکلا کہ زہے عزت و جاہ
گو کہ یہ خاک پہ بیٹھی ہیں بہ احوالِ تباہ
پر عجب نور، عجب شان ہے، سبحان اللہ
غیرِ زہراؑ کسی بی بی کا یہ رتبہ کب ہے؟
میں قسم کھاتی ہوں یا فاطمہؑ زینبؑ ہے؟

۷ اچھی اماں مجھے گودی مین اُٹھالو جلدی دل دھڑکتا ہی کلیجے سے لگا لو جلدی
شمر دیکھے نہ کہین مجھکو چھپالو جلدی بھائی سجاد کو پاس اپنے بلالو جلدی
کچھ اسیرون پہ غضب حاکمِ بے پیر نہ ہو؟ قتل کی عابدِ بیمار کی تدبیر نہ ہو؟
۸ رو کے کہنے لگی بانو نہ ڈرو اے پیاری اب بھلا کیا ہی جسے لوٹین گے آکر ناری
زنِ حاکم کی یہان آنے کی ہی تیاری سر کو نہوڑا کے مرے پہلو مین بیٹھو واری
قیدخانے مین وہ آتی ہی امیرونکیطرح اور ہم خاک پہ بیٹھے ہین فقیرونکیطرح
۹ ذکر یہ تھا کہ ہوئی ہند کی آمد اک بار روشنی آگے تھی اور پیچھے کنیزین دو چار
مہندی ہاتھون مین ملے پہنے لباسِ زرتار ہند بھی غرقِ جواہر تھی بصد عز و وقار
وان یہ سامان تھا اسیرون کے دکھانے کیلیے ۱۴۶ یان ردائین بھی نہ تھین منھ کے چھپانے کیلیے
۱۰ جون قدم ہند نے دروازۂ زندان مین رکھا تب نگہبانون نے گھبرا کے خواصون سے کہا
عرض کردو کہ ٹھہر جائین حضور ایک ذرا اک جوان بھی اسی زندان مین ہی محبوسِ بلا
یا تو بیمار کی آنکھین اُسیران بند کرین یا ہم آکر کسی حجرے مین جدا بند کرین
۱۱ ہند ٹھہری تو یہ رو کر کسی عورت نے کہا دیکھ آئی ہون مین بیمار سا ہی اک لڑکا
نہ پرستار ہی کوئی نہ دوا ہی نہ غذا فاقہ کش بیکس و مظلوم غریب الغربا
کھول سکتا ہی نہ آنکھین نہ اُٹھا جاتا ہی آہ آتی ہی جو لب تک تو غش آجاتا ہی
۱۲ کس فصاحت سے ادا کرتا ہی خالق کی نماز نہین دیکھا کسی آواز مین یہ سوز و گداز
ہی تو بیکس پہ خدا سے ہی عجب راز و نیاز عابدون مین اُسے خالق نے کیا ہی ممتاز
پاس بستر جو نہین خاک مین تن اُٹھتا ہی باپ کو روتا ہی جسدم تو جگر پھٹتا ہی
۱۳ سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام
ترکِ آداب ہی ہر چند یہ، بتلایئے نام؟ کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب و ناکام
قید ہون ظلم رسیدہ بھی ہون ناچار بھی ہون اسلیے قافلہ کا، قافلہ سالار بھی ہون

مرثیۂ سوم

ہند کی ملاقات

۱ جب سنی ہند کے آنے کی خبر زینبؑ نے ۱۴۳ یاس سے کی سوے افلاک نظر زینبؑ نے
شرم سے زانو پہ نہوڑا لیا سر زینبؑ نے کہا ایک ایک سے با دیدۂ تر زینبؑ نے
خاک لے کر مرے چہرے پہ لگاؤ لوگو ہند آتی ہے کہیں مجکو چھپاؤ لوگو

۲ اسنے دیکھا تھا مدینے میں مرا جاہ و حشم گھر تھا آباد سلامت تھے شہنشاہِ امم
قید اب خانۂ زندان میں ہوں میں کشتۂ غم نیل بازو پہ ہیں رسّی کے اور آنکھوں پہ ورم
چاک ماتم میں گریبان ہے کھلے سر ہوں میں ۱۴۴ شرم آتی ہے کہ شبیر کی خواہر ہوں میں

۳ کتنا چاہا تھا کہ مر جاؤں پہ آئی نہ اجل سخت جانی سے ہوا عزتِ زینبؑ میں خلل
ہاے مر جاتی تو ہو جاتا یہ جھگڑا فیصل نام رہتا یہ کہ میں مر گئی بھائی کے بدل
کچھ بن آتی نہیں جس دم ہے مقدر پھرتا میں جو مر جاتی تو پھر کون کھلے سر پھرتا؟

۴ کون پھر دیکھتا کٹتے ہوئے بھائی کا گلا؟ کس کے سر پر سے ردا چھینتے آ کر اعدا؟
باندھا جاتا رسن ظلم سے بازو کس کا؟ کھینچ کر اونٹ پہ ٹھلاتے کسے اہلِ جفا؟
اب وہ آدے گی تو چھپنے کو کدھر جاؤنگی؟ ۱۴۵ ہند اس حال سے دیکھے گی تو مر جاؤنگی

۵ کہہ کے یہ خاک کو چہرے پہ ملا آخر کار پیچھے سب بیبیوں کے جا کے چھپی وہ ناچار
رکھ کے سر زانو پہ رونے لگی جوں ابر بہار ناگہاں آن کے ڈیوڑھی پہ پکارے خونخوار
اُٹھو اے قیدیو کیا بیٹھے ہو تعظیم کرو زوجۂ حاکمِ شام آتی ہے تسلیم کرو

۶ یہ جو غل ہند کے آنے کا سکینہ نے سنا ماں کے پاس آ کے لگی کہنے یہ گھبرا گھبرا
اماں بتلاؤ تو ڈیوڑھی پہ یہ غل ہے کیسا کیا ہمیں لوٹنے کو آتے ہیں پھر اہلِ جفا؟
پھر ستائیں نہ کہیں آ کے اعدا مجکو مار بیٹھے نہ کہیں شمر طمانچا مجکو

ہونٹھون پہ پھیرتا تھا زبان کو بغیر آب
چلاتی تھی یہ ڈیوڑھی پہ زینب جگر کباب
ہے ہے، ترس حسین پہ کھاتا نہین کوئی
مرتا ہے میرا بھائی بچاتا نہین کوئی

۲۰۱ ظالم کھڑے تھے گرد، وہ بیٹھا تھا خاک پر
ڈوبا ہوا تھا خون مین ملبوس سر بسر
آنے لگا جو غش تو جھکا یا زمین پہ سر
سجدے مین عرض کی یہ خدا سے بچشمِ تر
یارب تو میرے نانا کی امت کو بخشدے
اور میرے بھی قصورِ عبادت کو بخشدے

۲۰۲ بس اے انیس ختم کلام اب ضرور ہے
لطفِ سخن اٹھاتا ہے جو ذی شعور ہے
دعوی کلام کا نہ بیان کا غرور ہے
حاسد جلین تو اس مین مرا کیا قصور ہے

مارا دماغ و بحث و سرِ کارزار نیست
لیکن دلِ دو نیم کم از ذوالفقار نیست

لیکن فقط یہ تھا بشریت کا مقتضا
اب دیکھو کیسا صبر سے کٹواتا ہون گلا
طاقت بھی دیکھ لی مری غربت بھی دیکھ لو
دیکھا غضب تو صبر شہادت بھی دیکھ لو

۱۹۴ یہ سُن کے سب ملایکہ کرنے لگے بُکا
ناگاہ آئی پردۂ گردون سے یہ صدا
کیسا لڑا ہی آج مرا شبیر واہ وا
سر بر ہو کوئی تجھ سے جہان مین مجال کیا
پرا ہی حسین مُہر پیمبر بھی یاد ہی
کچھ تمکو اپنے حزن کا محضر بھی یاد ہی

۱۹۵ سب طرح کا دیا ہی تجھے ہم نے اختیار
تو چاہے گر تو ہون ابھی غارت یہ نابکار
پرے گا تو نہ حلق پہ گر تیغِ کین کی دھار
تو اُمتِ نبی نہین ہونے کی رستگار
موقوف تیرے قتل پہ اُنکی نجات ہی
حرمت گناہگارون کی اب تیرے ہاتھ ہی

۱۹۶ سُنکر صدا یہ کانپ گئے شاہِ نامدار
رکھ لی میان مین وہین شمشیرِ آبدار
کی عرض کبریا سے بصد عجز و انکسار
شبیر تیری راہ مین سو جان سے نثار
ہر امر مین تجھی سے عنایت ہون چاہتا
اور اُمتِ نبی کی شفاعت ہون چاہتا

۱۹۷ یہ کہ کے ظالمون کو پکارے امامِ دین
کیون بھاگتے ہو، آؤ کہ لڑنے کے ہم نہین
تن پر لگاؤ نیزہ و شمشیر و تیرِ کین
حاضر ہی سر کٹانے کو زہرا کا نازنین
اب رحم بھی نہ مجھ پہ کوئی مطلقاً کرے
قاتل کہان ہی آکے مرا سر جدا کرے

۱۹۸ سُنکر سخن یہ ٹوٹ پڑی فوجِ نابکار
نورانی جسم برچھیون سے ہو گیا فگار
تیرِ ستم گزر گئے سینے سے بیشمار
نیزون کے چار سو سے کیے ظالمون نے وار
تیغون سے پیچ سارے عمامے کے کٹ گئے
۱۴۲ گیسو لہو مین ڈوب کے رُخ سے لپٹ گئے

۱۹۹ تھے دو ہزار جسم شہ بحر و بر پہ زخم
ماتھے پہ زخم تیر کے تیغون کے سر پہ زخم
گردن پہ زخم، سینہ پہ زخم، اور کمر پہ زخم
اور اسکے ماورا، تھے بہتر جگر پہ زخم
گھوڑے پہ گہ سنبھلتے تھے گہ ڈگمگاتے تھے
غش آتا تھا، تو سر نی پہ سر کو جھکاتے تھے

۲۰۰ ہر گز ہجوم زخم سے، تن مین رہی نہ تاب
بیٹھا زمین پہ جھومتا تھا ابنِ بوتراب

چاہا تھا کشمکش مین کہ ہو جائے گوشہ گیر — چلائے شہ کہ بھاگ نہ او سرکشون کے پیر
پیچھے ہٹے نہ پاؤن مزا ہی یہ جنگ کا — تو بھی تو توڑ دیکھ لے تیرے خدنگ کا

۱۸۷
یان دوش سے کمان کو اُتارا جناب نے — قبضے مین ماہِ نو کو کیا آفتاب نے
بیٹے کا ہاتھ چوم لیا بوتراب نے — تاکا خطا کو تیرِ نگہ سے ثواب نے
ترکش بھی اژدہا سا دہن کھولنے لگا — نکلا عقابِ تیر تو پر تولنے لگا

۱۸۸
چلّے مین رکھ کے تیر بڑھے قبلۂ امم — اک ہاتھ راست کر کے کیا دوسرے کو خم
کچھ کہہ کے گوشِ شہ مین چلا تیرِ تیز دم — آواز دی کمان نے رہیے شاہِ باکرم
چلّہ تو شستِ شاہِ زمن سے نکل گیا ۱۳۹ — وان تیر دل کو توڑ کے سن سے نکل گیا

۱۸۹
گرز و سنان و تیغ و تبر کانپنے لگے — نیزے مثالِ شاخِ شجر کانپنے لگے
ڈر سے کمان کشون کے جگر کانپنے لگے — گو ترکشون مین تیر تھے پر کانپنے لگے
پیچھے ہٹے کھڑے تھے جو ظالم بڑھے ہوئے ۱۴۰ — گوشون سے خود اُتر گئے چلّے چڑھے ہوئے

۱۹۰
آہن مین غرق تھے جو دلیرانِ صف شکن — خود اُنکے تھے سر اُن سے جدا اور سر اُن سے تن
زرہیں بھی چاک چاک ہوئین صورتِ کفن — چار آئینے بھی کٹ گئے ٹکڑے ہوئے بدن
گر گر کے مرکبون سے عدو ہاتھ ملتے تھے ۱۴۱ — آنسو لہو کے چشمِ زرہ سے نکلتے تھے

۱۹۱
بہرِ مدد فرشتے بھی آئے تھے بے شمار — اور قومِ جن بھی حرب کی تھی بس امیدوار
سب کہتے تھے کہ اے خلفِ شیرِ کردگار — گر حکم ہو تو آپ پر ہو جائین ہم نثار
شہ کہتے تھے کہ گو مرا تن زخم دار ہے — فرزندِ مرتضےٰ کو مدد ناگوار ہے

۱۹۲
تیری ہی مدد کو کافی ہے سر پر مرا خدا — جز ذاتِ حق کسی کا نہین ہمکو آسرا
حلّالِ مشکلات پدر جسکا ہو بھلا — پھر غیر کی مدد کا وہ محتاج کب رہا
کٹوا کے اقربا کو نہ خاطر ملول کی — اولاد سے عزیز ہے اُمت رسول کی

۱۹۳
اور اس گھڑی جو فوجِ مخالف ہی مین لڑا — فریادِ اہلِ بیت سنے تھا مضطرب کہ

سلطانِ دین کے پاؤں پہ سر کٹ کے گر پڑا
تن مارے ڈر کے چند قدم ہٹ کے گر پڑا
ٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتی تھی خاک پر ۱۳۶
پہونچوں سے ہاتھ شانوں سے بازو تنوں سے سر
قبضے سے تیغ بر سے زرہ ہاتھ سے سپر
برچھی سے پھل کمان سے زہ زین سے تبر
ترکش کہیں پڑے تھے نشان تھی کہیں
پیکان کہیں تھے شست کہیں تھی سری کہیں
سر پہ پڑی فرس کے تو سوئے کفل چلی ۱۳۷
وہ منہ کے بل زمین پہ چلا یہ نکل چلی
بجلی سی جس لعین پہ چلی بر محل چلی
پہنچی ادھر سے تیغ ادھر سے اجل چلی
دو آفتوں نے دشمنِ دین کو دبا لیا
سر تیغ نے لیا تو اجل نے گلا لیا
سر پر پڑی تو چنبرِ گردن کو دو کیا
گردن سے بڑھ کے سینۂ و جوشن کو دو کیا
جوشن کے ساتھ زین کے دامن کو دو کیا
دامن کی کیا بساط ہے توسن کو دو کیا
غل تھا حسین بادشہِ شرق و غرب ہے
سکہ ہے اُسکے نام کا جسکی یہ ضرب ہے

(جنگ)

مصروفِ جنگ تیغ سے تھے سرورِ حجاز
چمکا کے اسپ ان سے بڑھا ایک نیزہ باز
مردے نے کیا تھا جو دستِ ستم کا وار
نیزہ اُٹھا کے کہنے لگے شاہِ نامدار
ہاں اے اجل گرفتہ کمر استوار کر
نیزے کا ہے غرور تو آ کوئی وار کر
م اُس خطا شعار کا جب ہو گیا اخیر
نکلا پرے سے ایک قدر انداز بے نظیر
یشت و کج نہاد و خطا پیشہ و شریر
پلے سے توڑ جاتا تھا جوشن کو جسکا تیر
کیا کوئی اُسکے آگے بھلا سر اٹھا سکے
رستم بھی جس کمان کی نہ شہیر اٹھا سکے
قبضے میں تیغ لے کے پکارے شہِ زمان
ہاں ناوک افگنی مجھے دکھلا تو اے جوان
ن نکلی منہ سے یاں کہ کھچی اُس طرف کمان
کھچنا کمان کا تھا کہ چلا تیر بے امان
حلقہ اُدھر کمان کا خم ہو کے رہگیا ۱۳۸
یاں تیغِ شہ سے تیر قلم ہو کے رہگیا
الی اسی روش سے ہوا ترکشِ شریر
تو دے لگائے کاٹ اُسکے دست نے سارے تیر

جو اُسکا کام تھا سو وہ پھرنے کے ساتھ تھا جبکا قدم بڑھا نہ سپر تھی نہ ہاتھ تھا

۱۴۳ ہنستی تھی سر تنوں سے جُدا دیکھ دیکھ کے کرتی تھی ناز، حشر بپا دیکھ دیکھ کے
بیخود تھی، آپ اپنی ادا دیکھ دیکھ کے چشمک قضا کی تھی کہ ذرا دیکھ دیکھ کے
کہتی تھی تیغ گو کہ سر دہی کا ہاتھ ہون ۱۳۳ تو پیرے دم کے ساتھ ہی مین تیرے ساتھ ہون

۱۴۴ ودکر کے خود کا سہ سر تک اُتر گئی سر سے گلے کو کاٹ کے بر تک اُتر گئی
ٹپی مثالِ برق جگر تک اُتر گئی لیکر جگر کو صاف کمر تک اُتر گئی
زین سے رُکی نہ تنگ سے نہ زیر بند سے ۱۳۴ بوسہ دیا زمین پہ اُتر کر سمند سے

۱۴۵ پیاسی بھی خونِ فوج کی اور آبدار بھی غُل تھا کہ ایک گھاٹ مین پانی بھی نار بھی
بجلی بھی ابرِ تر بھی خزان بھی بہار بھی تلوار بھی چھری بھی سپر بھی کٹار بھی
پانی سے اُسکے آگ لگا دی زمانے مین آفت تھی ایک جان کی لگائی بجھائی مین

۱۴۶ چلتی تھی ذوالفقار جو سن سن اِدھر اُدھر دہشت سے چھپتے پھرتے دشمن اِدھر اُدھر
کٹ کٹ کے گر رہے تھے سر و تن اِدھر اُدھر ٹکڑے پڑے تھے خاک پہ جوشن اِدھر اُدھر
ڈر ڈر کے جو سوار گرے وہ فرس گرے صف پر گری جو صف تو بدن پر بدن گرے

۱۴۷ رو مین تنون کے جسم کے ٹکڑے اُڑا دیے ہاتھون کو کاٹ کاٹ کے پُرزے اُڑا دیے
گردن بچی کسی کی تو شانے اُڑا دیے پہنچا جو سر پہ ہاتھ تو پہنچے اُڑا دیے
ادھا بھی وار گر کسی دشمن کے لگ گیا تن چار ہاتھ تڑپ کے الگ سر الگ گیا

۱۴۸ بے جان لیے نہ تیغ شہ لافتا پھری وہ جس طرف پھری اُسی جانب قضا پھری
دل پر جُدا عدو کے گلے پر جُدا پھری دم سے کے جس طرف پھری مثلِ قضا پھری
اِس بار سے چمکتی ہوئی اُس طرف گری کیا رعد کی بساط ہی بجلی تڑپ گئی

۱۴۹ کُشتے تڑپ رہے تھے برابر زمین پر زندے تھے خوفِ قتل سے مضطر زمین پر
آئی جو سن سے تیغِ دو پیکر زمین پر ۱۳۵ گردن نے دھڑ سے پھینک دیا سر زمین پر

خالق نے منھ دیا تھا عجب آب و تاب کا ۱۲۰ خود اُسکے سامنے تھا بھبوکا حباب کا

۱۶۶ سہمے ہوئے تھے یون کہ کسی کو نہ تھی خبر پیکان کدھر ہے تیر کا سوفار ہے کدھر
دم کی کشمکش سے کمانون کو تھا یہ ڈر گوشون کو ڈھونڈھتی تھین مین پر جھکا کے سر
ترکش سے کھینچے تیر کوئی یہ جگر نہ تھا ۱۲۱ جس نے کہ سر پہ ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

۱۶۷ بجلی سی تیغ شعلہ فشان چار سو پھری میدان مین بھاگتی ہوئی فوج عدو پھری
دم مین ستمگرون کا بہا کر لہو پھری سر کاٹ کر جدھر سے پھری سرخرو پھری
یہ اوج تیغ قدرت حق سے عیان ہوا گویا ہلالِ عید شفق سے عیان ہوا

۱۶۸ سلطان تھے تن زمین پہ جدا اور سر جدا زخمی اُدھر پڑے تھے جدا اور اِدھر جدا
گردن جدا تھی سینہ جدا اور کمر جدا شانے سے ہاتھ، ہاتھ سے تیغ و سپر جدا
پستی پہ جب چمک کی بلندی سے آتی تھی گاوِ زمین زمین کے تلے تھرتھراتی تھی

۱۶۹ جب سن سے فوجِ کفر پہ وہ جنگجو چلی گویا سمومِ قہرِ خدا چار سو چلی
بسمل پھڑک کے رہ گئے یون تند خو چلی ٹکڑے اُڑا کے ذبح کیا سرخرو چلی
غُل تھا برش ہے قہر کی جو ہر بلا کے ہین دم بھر مین فیصلہ یہ کرشمے قضا کے ہین

۱۷۰ نی سے دونون ہاتھ جدا تن سے سر جدا ہر نخلِ قد کی شاخ جدا اور ثمر جدا
جس ہاتھ سے جو تیغ تو اُس سے سپر جدا بھائی سے بھائی اور پسر سے پدر جدا
وہ تہلکے بھی ہول قیامت سے کم نہ تھے ۱۲۲ کیا تفرقہ پڑا تھا کہ اعضا بہم نہ تھے

۱۷۱ تھی چلی سپاہ مین آئی جدا ہوئی پنجہ جو بچ گیا تو کلائی جدا ہوئی
صف کی جدا پرے کی صفائی جدا ہوئی تیری جگر مین خون مین نہائی جدا ہوئی
دم توڑ سے یا مرے کوئی پروا نہ تھی نکلی جو تن مین پر کے پھر آشنا نہ تھی

۱۷۲ سوار کو گرا کے سنبھلنے نہ دیتی تھی ، لاکھون مین ہاتھ ایک کے چلنے نہ دیتی تھی
چھپیت کو پرے سے نکلنے نہ دیتی تھی رستم بھی ہو تو ہاتھ مدد لینے نہ دیتی تھی

دم میں نہ وہ غرور نہ وہ خود سری رہی — مجرم وہی رہا یہ خطا سے بری رہی

۱۵۹
وقتِ دعا عصا تھی کبھی اژدہا کبھی — تلوار بن گئی وہ کبھی اور قضا کبھی
بجلی کبھی تھی ابر کبھی اور ہوا کبھی — بنتی تھی نفیِ کفر کی خاطر بلا کبھی
پھرتے تھے جب حسین پیادوں کو رول کر — کھا لیتی تھی سروں کو دہن کھول کھول کر

۱۶۰
بجلی گری کہ فوج پہ تیغِ دو سر گری — کٹ کر کسی کی تیغ کسی کی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ کبھی فرق پر گری — سر کاٹ کے ادھر سے جو اٹھی ادھر گری
زرہیں تنوں میں مثلِ کفن چاک ہو گئیں — اک آن میں صفیں کی صفیں خاک ہو گئیں

۱۶۱
پڑتی تھی جس کے فرق پہ وہ تیغ سر شگاف — ہوتا تھا سر سے مثلِ قلم تا جگر شگاف
تا سینہ کوئی اور کوئی تا کمر شگاف — چار آئینہ کسی کا کسی کی سپر شگاف
سر تھا اگر تو ہاتھ کا تن پر اثر نہ تھا — ثابت کسی کے ہاتھ اگر تھے تو سر نہ تھا

۱۶۲
اک شور تھا کہ تیغ ہے یہ یا خدا کا قہر — بہتی ہے جس کی آگ سے کوسوں لہو کی نہر
ناگن ہے یہ، کہ کاٹے کی جس کے نہیں ہے لہر — اتری گلے سے، چڑھ گیا سارے بدن میں زہر
زخموں سے جسم، ڈر سے کلیجے فگار ہیں — جوہر نہیں ہیں تیغ میں، دندانِ مار ہیں

۱۶۳
جس پر چلی وہ تیغ دو پار کیا اسے — کھنچتے ہی پھر دو ٹکڑے دوبارا کیا اسے
دان تھی جدھر اجل نے اشارا کیا اسے — سختی بھی کچھ پڑی تو گوارا کیا اسے

۱۶۴
نہ زیں تھا فرس پہ نہ اسوار زین پر — کڑیاں زرہ کی بکھری تھیں ان کی زمین پر
پس پس کے کشمکش سے کماندار مر گئے ۱۲۹ چلّے تو سب چڑھے رہے بازو اتر گئے
گوشے کٹے کمانوں کے تیر ان کے پر گئے — مقتل میں ہو سکا نہ گزارا گزر گئے
دہشت سے ہوش اڑ گئے تھے فکر و وہم کے — سوفار کھول دیتے تھے منہ سہم سہم کے

۱۶۵
سیراب چھپتے پھرتے تھے پیاسے کی جنگ سے — چلتی تھی ایک تیغِ علی لاکھ رنگ سے
چمکی جو فرق پر تو نکل آئی تنگ سے — رکتی نہ تھی سپر سے نہ آہن نہ سنگ سے

۱۵۲ ہلچل وہ اُن صفوں کی وہ گھوڑے کی جست خیز ۔ تھا ترک و تاز میں کہیں صرصر سے تند و تیز
صدقے تھے گُندھے ایال پہ گیسوے مشک بیز ۔ گرد آوری میں ابر تو بجلی دمِ ستیز
ذرّے قدم کے فیض سے سارے چمک گئے ۔ ۱۲۶ جب تیلیاں اُٹھیں تو ستارے چمک گئے

۱۵۳ جرأت میں رشکِ شیر تو ہیکل میں ہیلتن ۔ پوئی کے وقت کبکِ دری جست میں ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابرِ قطرہ زن ۔ بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا ۔ دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

۱۵۴ آنکھیں وہ جنکو دیکھ کے حیران رہیں غزال ۔ گردن وہ جسکے شرم سے ہیں سرنگوں ہلال
آہو کی جست شیر کی چتون پری کی چال ۔ دل اُس سکے بہت و پاے حنائی سے پائمال
ہر نعلِ پا کا حسن یہ تھا اُس جلوس میں ۔ ۱۲۷ آئینہ جس طرح سے ہو دستِ عروس میں

(ذوالفقار)

۱۵۵ جب رن میں تیغ تول کے سلطانِ دیں بڑھے ۔ ۱۲۸ گیتی کے تھام لینے کو روح الامیں بڑھے
مانندِ شیرِ نر کہیں ٹھہرے کہیں بڑھے ۔ گویا علی اولٹتے ہوئے آستیں بڑھے
جلوہ دیا جری نے عروسِ مصاف کو ۔ مشکلکشا کی تیغ نے چھوڑا غلاف کو

۱۵۶ جب سن سے فوجِ شام پہ وہ شعلہ خو چلی ۔ بس سر کے بل سقر میں سیاہ عدو چلی
ٹھہری بڑھی چمکتی ہوئی چار سو چلی ۔ آئی کس آب و تاب سے کیا سرخرو چلی
تیزی یہ ہیں زبانِ سخنور میں چاہیے ۔ پاس آبرو کا صاحبِ جوہر کو چاہیے

۱۵۷ اب دم نہ لیجیو یہ اجل اُس سے کہہ گئی ۔ ندی لہو کی دشتِ پُر آفت میں بہ گئی
کاٹی زرہ کڑی بھی پڑی جو وہ سہہ گئی ۔ بھاگا کوئی شقی تو لہو پی کے رہ گئی
غصّے میں مثلِ برق قرار اُسنے کم لیا ۔ لاکھوں میں ڈھونڈھ کر اُسے مارا تو دم لیا

۱۵۸ پھل اُسکا نہ سپر پہ نہ جوشن پہ رہ گیا ۔ جسپر پڑی تڑپ کے وہ توسن پہ رہ گیا
دو ٹکڑے ہو کے سر نہ فقط تن پہ رہ گیا ۔ خوں بھی اجل گرفتہ کی گردن پہ رہ گیا

ہے انگلیون کے منہ مین خیبر کشا کا زور | پانی ہی پیر ے زور کے آگے ہوا کا زور
اُلٹون فلک کو یون جو ہو قصد انقلاب کا ۱۲۳ جس طرح ٹوٹ جاتا ہی ساغر حباب کا

۱۴۶ آگے بڑھون جو تیر کو چلّے مین جوڑ کے | بھاگین خطا شعار کمانون کو چھوڑ کے
بیکار کردون شیر کا پنجہ مروڑ کے | ٹیکون زمین پر درِ خیبر کو توڑ کے
اُلٹون طبق زمین کے یون جھک کے زین سے ۱۲۴ جس طرح جھاڑ دیتے ہین گرد آستین سے

(اسپ)

۱۴۷ آئے حسین یون کہ عقاب آئے جس طرح | کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح
تابندہ برق سوے سحاب آئے جس طرح | دوڑا فرس، نشیب مین آب آئے جس طرح
یون تیغِ تیز کوند گئی اس گروہ پر | بجلی تڑپ کے گرتی ہی جس طرح کوہ پر

۱۴۸ صرصر سے تند، بو سے سبک رو، ہوا سے تیز | چالاک فہم و فکر سے، ذہن رسا سے تیز
طاؤس و کبک و نسر و عقاب و ہما سے تیز | خانے مین اُڑ کے ہدہدِ شہرِ صبا سے تیز
ذیجاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا | رہوار کیا ہوا پہ سلیمان کا تخت تھا

۱۴۹ سمٹا، جما، اُڑا، اِدھر آیا، اُدھر گیا | چمکا، پھرا، اچھال دکھایا، ٹھہر گیا
تیرون سے اُڑ کے برچھیون پر بے خطر گیا | برہم کیا صفون کو پرِ دن سے گزر گیا
گھوڑے کا تن بھی تابہ سُم اُس کے ذگار تھا | ضربت تھی نعل کی کہ سروہی کا دار تھا

۱۵۰ سینہ کشادہ تنگ کمر چست جوڑ بند | گردن مین خم ہلال کا اور اسپ سربلند
جان دار، بردبار، عدو کش، ظفر پسند | بجلی کسی جگہ کہین آہو کہین پرند
سرعت ہی ابر کی تو لطافت ہوا کی ہی ۱۲۵ اتنے ہنر فرس مین، یہ قدرت خدا کی ہی

۱۵۱ پھرتا تھا کیا صفون مین فرس جھوم جھوم کے | سرعت بلائین لیتی تھی منھ چوم چوم کے
پامال تھے پرے سپہِ شام و روم کے | غل تھا یہ غول مین پسرِ سعدِ شوم کے
رخش ایسا کوئی رے مین نہین شام مین نہین | یہ شوخیان تو ابلقِ ایام مین نہین،

۱۳۹ گر چشم سے نکل کے ٹھہر جاے راہ مین ۱۱۹ پڑ جائین لاکھ آبلے پاے نگاہ مین
تیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے آہو نہ مُنھ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مُکدر غبار سے گردون کو تپ چڑھی تھی زمین کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر ۱۲۰ بھُن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

۱۴۰ گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گمان انگارہ تھے حباب تو پانی شرر فشان
مُنھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زبان تہ پر تھے سب نہنگ مگر تھی لبون پر جان
پانی تھا آگ، گرمیِ روزِ حساب تھی ۱۲۱ ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

(آمد)

۱۴۱ جب رن مین آمد آمدِ سلطانِ دین ہوئی نورِ خدا کے نور سے روشن زمین ہوئی
آمادۂ نبرد سپاہِ لعین ہوئی روحِ جنابِ فاطمہؑ اندوہگین ہوئی
تیغین کھنچی نیامون سے خنجر نکل پڑے شیرِ خدا مزار سے باہر نکل پڑے

۱۴۲ آفت مین مبتلا ہون اسیرِ محن بھی ہون فاقہ بھی تین دن کا ہی تشنہ دہن بھی ہون
بیکس بھی ہون ضعیف بھی ہون خستہ تن بھی ہون سیّد بھی ہون غریب بھی ہون بے وطن بھی ہون
ناحق بڑے بڑے ہو تیر کمانون مین جوڑ کے کیا ہاتھ آئے گا مرے بازو کو توڑ کے

۱۴۳ میرا ہی اب یہ حال کہ زخمون سے چور ہون جنگل مین موت آئی ہی بستی سے دور ہون
اک خاکسار بندۂ ربِ غفور ہون عالم ہے اُسکی ذات کہ مین بےقصور ہون
کہنے مین بات آتی ہی یہ کچھ گلا نہین ۱۲۲ دن تیسرا ہی آج کہ پانی ملا نہین

۱۴۴ نعرہ یہ تھا کہ دلبرِ مشکل کشا ہون مین جوہر کشا ہے تیغِ شہِ لافتا ہون مین
شمس الضحیٰ علیؑ ہین تو بدر الدجا ہون مین قرآن گواہ ہے کہ زبانِ خدا ہون مین
کس آیۂ کریم مین ذکرِ علی نہین قرآن مین کیا خفی ہی کہ ہم پر جلی نہین

۱۴۵ سجتا ہی مجھکو حق نے شہِ لافتا کا زور اِس دستِ مرتعش مین ہی دستِ خدا کا زور

گردن پھرا کے جلد نظر کی سوے خیام   منہ پھیرنا تھا آہ، کہ تھا موت کا پیام
برچھی کسی کے سینۂ انور پہ چل گئی   دل اور جگر کو توڑ کے باہر نکل گئی

۱۳۳
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا تھام کر جگر   فرمایا آہ ہمکو دغا کی نہ تھی خبر
سب ہو گئے وہ دستِ بلوریں لہو میں تر   رہوار سے لپٹ گئے ہرنی پہ رکھ کے سر
جز بیکسی نہ تھا کوئی اُس ماہرو کے ساتھ   ٹکڑے کبد کے زخم سے نکلے لہو کے ساتھ

۱۳۴
نکلی ادھر تو جسم سے اکبر کی جانِ زار   یاں بیبیاں ہوئیں درِ خیمہ پہ بے قرار
فضہ پکاری ڈیوڑھی پہ بڑھ کر یہ ایک بار   اکبر پہ کیا گزر گئی اے شاہِ نامدار
چھریاں غم و الم کی کلیجے پہ چلتی ہیں   جلد آیئے کہ حضرتِ زینب نکلتی ہیں

جنگِ حضرت امام حسینؑ

(شدتِ گرما)

۱۳۵
لو ان چل رہی تھی رن میں کہ اللہ کی پناہ   ڈھالوں کے رنگ ہو گئے تھے دھوپ میں سیاہ
برچھی کے پھل پہ ہوتا تھا شعلے کا اشتباہ   گلخن بنی ہوئی تھی ہر اک آہنی کلاہ
گویا کہ قوس میں تھا گزر آفتاب کا   عالم تھا ہر خدنگ پہ تیرِ شہاب کا

۱۳۶
گرمی کا روزِ جنگ کی کیونکر کروں بیاں   ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لوں کہ الحذر وہ حرارت کہ الاماں   رن کی زمین تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر   گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

۱۳۷
جھیلوں سے چارپائے نہ اُٹھتے تھے تا بہ شام   مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلی تھے تو چیتے سیاہ فام   پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ موم خام
سرخی اڑی تھی پھولوں سے، سبزی گیاہ سے   ۱۱۷ پانی کنوؤں میں اترا تھا سایے کی چاہ سے

۱۳۸
آبِ رواں سے منہ نہ اٹھاتے تھے جانور   جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر اِدھر اُدھر
مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر   ۱۱۸ خسخانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر

سرہنگ پُر غرور و سیہ قلب و نحس و شوم
لنگر سے جس کے ہلگئی مقتل کی مرز و بوم
مرحب تھا کفر و شرک میں طاقت میں گیو تھا
گھوڑے پہ تھا شقی کہ پہاڑی پہ دیو تھا

۱۲۶ ڈوبی گرہ میں نیزۂ ظالم کے، جب سنان
گھوڑا اُمڑا کے ہاتھ کو اکبر نے دی تکان
اللہ رے زور اُٹھ گیا گھوڑے سے پہلوان
دہشت شقی سے چھوٹ گئی ڈانڈ ناگہاں
نیزے کے ساتھ شور اُٹھا اُس گروہ سے
۱۱۴ لو اژدہے کو لے گیا سیمرغ کوہ سے

۱۲۷ ظالم نے ڈھال دوش سے لی اور کمر سے تیغ
بدلا تھا اُس نے ہاتھ کہ چمکی اِدھر سے تیغ
دو چار بار ڈوب کے نکلی سپر سے تیغ
چلنے میں گھٹتی بڑھتی تھی کس کس ہنر سے تیغ
مضطر تھا اپنی زیست سے دشمن کو یاس تھی
جب ہاتھ اُٹھ گیا یہ کلائی کے پاس تھی

۱۲۸ بجلی سپر کے پاس کبھی برق کی مثال
شانے پہ آئی سینے پہ لی جب شقی نے ڈھال
سر کو بتا کے کاٹ گئی وہ زرہ کی جال
چوٹیں کڑی پڑی تھیں کہ مضطر تھا بد خصال
روکے کسے جواب بھی دے کدھر پھرے
۱۱۵ بجلی کے ساتھ ساتھ کہاں تک سپر پھرے

۱۲۹ شمشیر تیز سن سے جو آئی جھجک گیا
ضربت بھی کی تو ہاتھ شقی کا بہک گیا
ل کر کبھی بڑھا کبھی پیچھے سرک گیا
شعلہ تھا آگ کا کہ بجھا اور بھڑک گیا
ناری ہے، نور حق سے کہاں بچ کے جائیگا
اک دم میں تیغ تیز کا پانی بجھائے گا

۱۳۰ نکلی جو تیغ ڈھال وہ لایا قریب سر
اک برق سی گری کہ دو پارہ ہوئی سپر
مغفر سے سر میں تھی سر و گردن سے صدر پر
سینے میں جب بڑھی یہ ہوا تب وہ با خبر
سب نشۂ غرور جوانی اُتر گیا
۱۱۶ تلوار تھی کہ حلق سے پانی اُتر گیا

۱۳۱ نکلا پرے سے ایک جفا کار و کینہ خواہ
تھا کید میں خلیفۂ شیطان وہ رو سیاہ
آیا دیکھ کر طرفِ بارگاہِ شاہ
آفت ہے پالنے کی محبت بھی آہ آہ
اس نوجوان کے ہجر میں آخر نکل پڑی
لو گھر سے بنت فاطمہ زہرا نکل پڑی

۱۳۲ تھا عشق سے کبھی کے تو وقف وہ لالہ فام
گھبرا گیا حسینؑ کا فرزند نیک نام

بجلی سا ہر جگہ فرسِ تیز گام تھا
اِس غول پر کبھی تھی کبھی اُس قطار پر
۱۱۹ سر خودسروں کے چنبرِ گردن سے اُڑ گئے
ڈر ڈر کے سب پرندے نشیمن سے اُڑ گئے
تھے قتلِ عام پر علی اکبر تُلے ہوئے
۱۲۰ وہ حرب و دشکوہ وہ شانِ پیمبری
وہ تیغِ خونچکان، وہ جلالِ غضنفری
چالاک آہوانِ ختن اسقدر نہ تھے
۱۲۱ کوتاہ و گرد و صاف کنوتی کمر کفل
سیماب کی طرح نہیں آرام ایک پل
راکب نے سانس لی کہ وہ کوسوں رواں نہ تھا
۱۲۲ وہ جست و خیز و سرعت و چالاکیِ سمند
سُم قرصِ ماہتاب سے روشن ہزار چند
گر ہل گئی ہوا سے زرا باگ، اُڑ گیا
۱۲۳ بجلی کبھی بنا کبھی رہوار بن گیا
گہ قطب، گاہ گنبدِ دوار بن گیا
حیران تھے اُسکی گشت پہ گرگ اس ہجوم کے
۱۲۴ چلّا رہا تھا یوں پسرِ سعدِ کینہ جو
جاتا ہے تین روز کا پیاسا کنارِ جو
گھیرو کرن میں نیزوں کی اس آفتاب کو
۱۲۵ نکلا یہ سُن کے غیظ میں اک پہلوانِ روم

ششدر تھی موت چار طرف قتلِ عام تھ
پڑتا تھا ایک تیغ کا سایہ ہزار پر
ہاتھ آستین سے اُڑ گئے سر تن سے اُڑ گ
۱۱۰ پائی جو راہ طائرِ جان تن سے اُڑ گ
رستے تھے بند، زخموں کے کوچے کھلے ہوئے
نعرے وہ زور شور کے، وہ ضربِ حیدر
راکب جو رشکِ حور تو رہوار بھی پر
اُڑ جاتا تھا ہما کی طرح اور پر نہ تھے
کیا خوشنما کشادگیِ سینہ و بغ
پھرتا تھا اس طرح کہ پھرے جس طرح س
۱۱۱ تارِ نفس بھی اُسکے لیے تازیانہ تھا
سانچے میں تھے ڈھلے ہوئے سب اُسکے جوڑ بن
نازک مزاج و شوخ و سیہ چشم و سربل
۱۱۲ پتلی سوار کی نہ مڑی تھی کہ مڑ گیا
آیا عرق تو ابرِ گہربار بن گ
نقطہ کبھی بنا کبھی پرکار بن گی
۱۱۳ تھوڑی سی جا میں پھرتا تھا کیا جھوم جھوم کے
کس سے کہوں بہائے جو اس شیر کا ل
جانوں کے ساتھ آج گئی سب کی آ
کیوں خاک میں ملاتے ہو مولیٰ کی آب کو
گیتی کی چار دانگ میں تھی جس شقی کی

اک شور تھا کہ بڑھنے نہ دو اس دلیر کو | کشتہ کرو لڑائی میں حیدر کے شیر کو
ھوڑا کہیں گھرا کہیں اُڑ کر نکل گیا | جو ڈر کے گر پڑا وہ سموں سے کچل گیا
ردن سے مر گیا کوئی کوئی دہل گیا | صف بچ گئی ادھر کہ جدھر وار چل گیا
مشکیزہ لے کے لاکھوں سے کب تک وغا کریں | کیوں اے بہادرو کہو عباس کیا کریں؟

۱۱۳
سے جو دس ہزار کمانوں سے تیر کین | غربال ہو گیا تنِ عباسِ مہ جبین
ار اپنا کر گیا جو برابر سے اک لعین | بالائے خاک کٹ کے گرا بازوئے یمین
مُڑ کر نگاہ کی کہ الٰہی یہ کیا ہوا | اک ہاتھ رہ گیا تھا سو وہ بھی جدا ہوا

۱۱۴
ھنڈا جو ہو گیا علمِ شاہِ دین پناہ | عباسِ نامور نے بھری دل سے ایک آہ
انتوں سے پکڑی مشک کہ محنت نہو تباہ | مشکیزے پر بھی تیر لگا وا مصیبتا
گھوڑے سے ڈگمگائے لبِ تشنہ گر پڑے | پانی کے ساتھ حضرتِ عباس گر پڑے

۱۱۵
ھ بیٹھے گر کے حضرتِ عباسِ ذی حشم | گھٹنے کے نیچے مشک تھی زانو پہ تھا علم
ھک کر زمیں پہ غش میں جو سنبھلا وہ باکرم | گرزِ گراں عقب سے پڑا سر پہ ہے ستم
ٹکڑے ہوا جگر اسدِ ذوالجلال کا | سر پاش پاش ہو گیا حیدر کے لال کا

جنگ حضرت علی اکبر

۱۱۶
نے کو اُس طرف سے عدو سب کے سب بڑھے | تنہا اِدھر سے اکبرِ عالی نسب بڑھے
ے قدم نہ بڑھنے جھک کے یہ جب بڑھے | گویا پے جہاد امیرِ عرب بڑھے
دہشت سے فوج شام کی بدلی سمٹ گئی | قدرت خدا کی دن جو بڑھا رات گھٹ گئی

۱۱۷
ھالوں کو رکھ کے چہروں پہ گر گر پڑے حسود | گو تھے کئی ہزار پہ کیا اُنکی ہست و بود؟
تھرا گیا تمام جنودِ سقر ورود | نورِ خدا کے سامنے ظلمت کی کیا نمود
عبرت سیاہ شام پہ وہ چند ہو گئی | باجوں کی فوجِ کین کی صدا بند ہو گئی

۱۱۸
مدھی تیغ کی کہ اجل کا پیام تھا | یہ صف اخیر تھی وہ رسالہ تمام تھا

اب ہاتھ دستیاب نہیں منہ چھپانے کو ۱۰۶ ہاں پاؤں رہ گئے ہیں فقط بھاگ جانے کو
جب شیر سے ترائی کی جانب جھپٹ گئے صف آئی صف پہ گھوڑے پہ گھوڑے الٹ گئے
اب کیا بڑھیں کہ ڈر سے لہو تن کے گھٹ گئے جنکے قدم تھمے تھے سر اُنکے کٹ گئے
حملوں کے بعد تھمتے تھے یوں نعرہ مار کے ۱۰۷ انگڑائی شیر لیتا ہے جیسے ڈکار کے

۱۰۷ ہر شے تھی خوفِ ضربتِ شمشیر سے جدا ناوک کمان سے دور، کمان تیر سے جدا
پیرِ حزیں جوان سے، جوان پیر سے جدا چلّے سمٹ کے ہوتے تھے زہ گیر سے جدا
سارے عقابِ تیر غمِ بے پری میں تھے پیکاں میں نہ سپری تھی، نہ پیکاں سپر میں تھے

۱۰۸ رکتی تھی خود پر نہ جلم پر نہ ڈھال پر حیرت تھی فوج شام کو اس چال ڈھال پر
بالا تھا راستی میں قد اُسکا ہلال پر جوہر فروتنی کے بھی تھے اس کمال پر
خشمناک یہ دمبدم تھی کہ سرکش ذلیل ہیں جلتے ہیں جھک کے وہ جو نجیب و اصیل ہیں

۱۰۹ آئے جو سوئے نہر صفیں موڑ توڑ کے بھاگے، کماں ہیں تیر، عدو جوڑ جوڑ کے
تلواریں پھینکیں خاک پہ، دم توڑ توڑ کے بھاگے وغا میں گھاٹ کو سب چھوڑ چھوڑ کے
وہ برچھیاں نہ پھر نہ وہ شورِ مصاف تھا جس مورچے پہ تیغ اُٹھائی وہ صاف تھا

۱۱۰ وہ رہ گئے کہ زخموں سے جو چور چور تھے جو تھے قریبِ نہر وہ سب دور دور تھے
غازی تھے، صف شکن تھے، جری تھے، غیور تھے دریا پہ اور کوئی نہ تھا بس حضور تھے
غل تھا کہ اب بچیں گے نہ ہم اس لڑائی میں بھاگو کہ شیر گونج رہا ہے ترائی میں

۱۱۱ ڈالا میانِ نہر جو اسپِ صبا شتاب ۱۰۸ آنکھیں قدم سے ملنے لگے دوڑ کر حباب
سوجان سے بڑھیں پئے قدم بوسیِ جناب ۱۰۹ اچھلیں علم کے چومنے کو ماہیانِ آب
لہروں کی بجلیاں جو برابر چمکتی تھیں کھلتی تھیں اور حبابوں کی آنکھیں جھپکتی تھیں

۱۱۲ دریا سے مشک بھر کے جو نکلا وہ تشنہ کام پھر گھاٹ پر گھٹا کی طرح آئی فوجِ شام
تنہا یہ بیچ میں تھا، ہوا پھر ہجومِ عام پھر ہر طرف سے چلنے لگے نیزہ و حسام

ہر دل پہ اُسکی شانِ جلالت کا نقش تھا
تمغہ نہ کیسے آیۂ نصرت کا نقش تھا

۹۸ یون سور جون کو چاٹ گئی تیغِ شعلہ رنگ
لوہے کو خاکِ شور مین کھا جائے جیسے زنگ
گردن سے کھنچ نہ سکتے تھے خنجر میانِ جنگ
جوشن جو کٹ گئے تھے تو چار آئینے تھے دنگ
تلوارین مُنھ چھپائے تھین ذرِ بشت سے
ڈھالین لپٹ گئی تھین سوارون کی پشت سے

۹۹ گرتی تھی کوند کر جو وہ تیغِ شرارہ ریز
دوزخ کھلا تھا، بند تھے سب کوچۂ گریز
چلنے مین تیغ تیز، فرس تیز، ہاتھ تیز
رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامۂ ستیز
کشتے تھے ایک ضرب مین دو ہون کہ چار ہون
ششدر تھے سب کہ ہوتے ہیں کیونکر دو چار ہون

۱۰۰ کاٹی سپر تو کاسۂ سر تک پہنچ گئی
سر پر پڑی تو پیر کے بر تک پہنچ گئی
سر سے مثالِ برق جگر تک پہنچ گئی
پی کر لہو جگر کا کمر تک پہنچ گئی
بڑھ کر کمر سے زین پر آئی سُرنگ کے
۱۰۴ ٹکڑے گرے نہ تھے کہ یہ نیچے تھی تنگ کے

۱۰۱ تیغِ دو دم سرون سے گزرتی تھی دمبدم
دوزخ مین فوجِ شام کی بھرتی تھی دمبدم
بڑھتی تھی دمبدم تو ٹھہرتی تھی دمبدم
ندی لہو کی چڑھ کے اُترتی تھی دمبدم
ڈرتے جگر بھی آب تھے زہرے بھی آب تھے
۱۰۵ موجین تھین دست و پا کی سرون کے حباب تھے

۱۰۲ نکلا اُدھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا
پیدل ہو یا سوار، وہ دو تھا، یہ چار تھا
کوسون لہو سے دشتِ ستم لالہ زار تھا
بجلی چمک رہی تھی، فرس بیقرار تھا
کیا ہو زرہ سے ضرب جب ایسی کڑی لگے
سر یون برس رہے تھے کہ جیسے جھڑی لگے

۱۰۳ جس سمت گر کے تیغ کا سایہ گذر گیا
سو ٹکڑون سے دو تن، ہاتھ اُڑے سر سے تن اُڑا
خالی ہوئی یہ صف وہ پرا خون مین بھر گیا
گھوڑے سمیت گر کے یہ تڑپا وہ مر گیا
گرتا تھا خود جسے یہ جری ماجرا یہ تھا
بسمل بھی لوٹتے تھے برابر مزا یہ تھا

۱۰۴ دشمن جو گھاٹ پر تھے وہ دھوتے تھے جان سے ہاتھ
سر اُڑ گئے تنون سے جدا تھے عنان سے ہاتھ
توڑا ابھی جگر کبھی چھیدا سنان سے ہاتھ
جب کٹ کے گر پڑے تو پھر اُٹھے کمان سے ہاتھ

دو دن تو بیکسوں پہ عطش میں گزر گئے — کس پر یہ خون ہوگا جو معصوم مر گئے ؟
۹۱ یہ دھوپ یہ خیام کا جلنا یہ گرم بن — مرجھا گیا ہے احمدِ مختار کا چمن
مانندِ غنچہ پیاس سے سوکھے ہیں سب دہن — پانی بغیر اب نہ جئیں گے وہ گلبدن
گرمی سے ہاتھ پاؤں غریبوں کے سرد ہیں — نیلے ہیں ہونٹھ پھول سے رخسار زرد ہیں
۹۲ چلایا شمر تب کہ عبث ہے سوالِ آب — دینگے زبانِ تیغ سے ہم آپ کو جواب
بچوں کی پیاس سے ہے جو حضرت کو اضطراب — پھر کس لیے ہے بیعتِ حاکم سے اجتناب
خیموں سے گھٹنیوں اگر اصغر بھی آئیگا — جز آبِ تیر، پانی کا قطرہ نہ پائیگا
۹۳ یہ سنکے لی نیام سے تیغِ شرر فشان — آواز دی زمین نے کہ یا حافظِ زماں
شعلے نے الحذر کہا بجلی نے الامان — دہشت سے تھرتھرا گیا مریخِ آسماں
ثابت ہوا کہ چہرۂ خورشید کٹ گیا — غل تھا کہ فوجِ شام کا دفتر الٹ گیا
۹۴ بجلی چمک کے ہوتی تھی جب آسمان کے پار — پڑھتا تھا عرش آیۂ کرسی کو بار بار
زیرِ زمین تو گاوِ زمین کو نہ تھا قرار — تھرا رہا تھا شورِ فلک وقتِ گیر و دار
غل تھا علی کی تیغ کا سب رنگ ڈھنگ ہے — جبرئیل کانپتے تھے کہ خیبر کی جنگ ہے
۹۵ ڈھالوں سے شامیوں کے ادھر چھا گئی گھٹا — دریا پہ جھوم جھوم کے سب آ گئی گھٹا
ایسا بڑھا یہ ابر کہ شرما گئی گھٹا — بارانِ تیر دشت میں برسا گئی گھٹا
کشتوں کو اپنے فوجِ عدو روندنے لگی — جنگل میں برقِ قہرِ خدا کوندنے لگی
۹۶ چمکی جو تیغ آمدِ قہرِ خدا ہوئی — سر پر جو آ گئی تو قیامت بپا ہوئی
سینے سے روح جسم سے گردن جدا ہوئی — خوں میں ڈوب چکی، تو نہ پھر آشنا ہوئی
بازو اس غضب کا وار وہ اس زور شور کا — دشمن کو اسکا گھاٹ کنارا تھا گور کا
۹۷ ہر دم تھی معرکہ میں اجل اسکے دم کے ساتھ — گرتا تھا خود کٹ کے برابر جسم کے ساتھ
رہتی تھی اس طرح ظفر و فتح خم کے ساتھ — جیسے ہمیشہ رہتا ہے سکہ درم کے ساتھ

پہلے تھا ذکرِ آب تسلی کے واسطے — اب جا کے پانی لاتے ہیں بچی کے واسطے

۸۴ دکھتی ہیں خشک ہونٹ دکھا کر وہ لالہ فام — اے عمو جان مجھ میں نہیں طاقتِ کلام
اصغر کو لے کے ہاتھوں پہ بانوئے نیک نام — فرماتی ہیں کہ مرتا ہے ہے یہ تشنہ کام
دکھلاؤ اسکا حال شہِ نامدار کو — ہچکی لگی ہوئی ہے مرے شیر خوار کو

۸۵ لو اب سوار ہوتے ہیں عباسِ نامور — لو دامنِ قبا نے لیا بوسۂ کمر
لو ہٹ کے ہاتھ آپ نے رکھا عیال پر — لو آفتاب خانۂ زیں پر ہے جلوہ گر
برچھا لیا سمند کو زانو میں داب کے — لو وہ ہلال بن گئے حلقہ رکاب کے

۸۶ بڑھنے میں صرف ہاں جو دہن سے نکل گیا ۱۰۲ — وحشی غزالِ دشتِ ختن سے نکل گیا
لشکر گلوں کی بو کا چمن سے نکل گیا — جھونکا نسیم کا تھا کہ سن سے نکل گیا
طاؤس کیا کہ برق بھی شرما کے رہ گئی — پچھلے سموں کی گرد نظر آ کے رہ گئی

۸۷ گھوڑا اڑا کہ ہو گئی سرعت ہوا کی گرد — بوئے چمن تھی یا قدمِ بادپا کی گرد
جا پہنچی تا بہ فرقِ ثریا ثریٰ کی گرد — اڑ کر سرِ فلک پہ گئی کربلا کی گرد
خورشید کی ضیا تھی سموں کے نشان پر ۱۰۳ — نخوت سے تھا زمیں کا دماغ آسمان پر

۸۸ نیزہ زمیں میں گاڑ کے گونجا جو شیرِ نر — چہروں سے رنگ اڑ گئے تھرا گئے جگر
نکلے رجز میں خشک زبان سے وہ شعرِ تر — جسکے جواب میں فصحا نے جھکائے سر
غل تھا زبانِ ناطقہ الکن ہے لال ہے — لاریب فیہ مصحفِ ناطق کا لال ہے

۸۹ فخر یہ تھا کہ گوہرِ برجِ شرف ہوں میں — فرزند صاحبِ شرفِ من عرف ہوں میں
فخرِ سلف جو شاہ ہے اُسکا خلف ہوں میں — اللہ و پنجتن ہیں جدھر اُس طرف ہوں میں
رایت سے پیشتر وہ ہوں خیبر کی سپاہ کا — پیرو ہوں بادشاہِ ہدایت پناہ کا

۹۰ دن تو ہیں تین روز سے بے آب و دانہ سب — لیکن قریبِ مرگ ہیں دو طفل تشنہ لب
یوں آل کو ستاتے ہو بے جرم بے سبب — کچھ مصطفٰے کا پاس نہیں تم کو ہے غضب

عباسِ نامدار نے پہلو سے دی صدا ہاں اب نہ جانے دیجیو احسنت مرحبا
دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا سنتے ہی یہ، فرس سے فرس کو کیا جدا
گھوڑا بھی اس طرف کو اُدھر ہو کے پھر پڑا ۱۰۱ مارا کمر پہ ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

عباسِ نامدار تو ہنستے چلے اُدھر یعنی خوشی کی جا ہے کہ شہِ دیں کو دوں خبر
اس غمکدے میں دہر کے شادی کہاں مگر؟ یاں اُس بنے پہ ٹوٹ پڑے لاکھ اہلِ شر
لاکھوں سے لڑ کے پیاس میں مجبور ہو گئے حربے ہزارہا جو چلے چور ہو گئے

کیونکر تمام فوج سے اک تشنہ لب لڑے اک اک لڑا نہ آہ، بہم ہو کے سب لڑے
کھا کھا کے زخم مثلِ اسیرِ عرب لڑے جانبازیاں ستم کی دکھائیں غضب لڑے
جلوہ میانِ تشنہ دہانی دکھا دیا بچپن میں لڑ کے زورِ جوانی دکھا دیا

کاٹے رسالے تیغ سے کارِ قلم لیا دستِ یمیں نے جنگ میں آرام کم لیا
پھر دستِ چپ میں تیغ و سپر کو بہم لیا تیورا کے سنبھلے منہ سے لہو ڈالا دم لیا
یاں بند ہو کے آنکھ کھلی جتنی دیر میں سو تیر دل کو توڑ گئے اتنی دیر میں

کس حسن سے حسنؑ کا جوانِ حسین لڑا گھر گھر کے صورتِ اسدِ خشمگیں لڑا
دو دن کی بھوک پیاس میں وہ مہ جبیں لڑا سہرا الٹ کے یوں کوئی دولہا نہیں لڑا
حملے دکھا دیے اسدِ کردگار کے مقتل میں سو گئے ارزقِ شامی کو مار کے

جنگ حضرت عباسؑ

جاتا ہے شیرِ بیشۂ حیدر فرات پر طاری ہے خوفِ مرگ ہر اک ذی حیات پر
صدمہ عجب ہے بادشہِ کائنات پر آنکھوں سے اشک بہ رہے ہیں بات بات پر
بجھتا ہے وہ جو قبرِ علی کا چراغ ہے جو حال ہو بجا ہے کہ بھائی کا داغ ہے

حضرت اُدھر تڑپتے ہیں تھامے ہوئے کمر عباس بیبیوں سے ہیں رخصت طلب اِدھر
لائی ہے سوکھی مشک سکینہ بچشمِ تر فرماتے ہیں بھتیجی کا منہ چوم چوم کر

سنبھلا وہ بے شعور یہ جھٹکا اُٹھا کے جب ۔ قبضے مین لی کمان کیانی بصد غضب
چلّے مین تیر جوڑ چکا جب وہ بے ادب ۔ تیوری چڑھائی قاسمِ نوشاہ نے بھی تب
تیرِ نگاہ سے وہ خطاکار ڈر گیا ۔ ۹۶ کانپے یہ دونون ہاتھ کہ چلّہ اُتر گیا

بولے یہ مسکرا کے جگر گوشۂ حسن ۔ رُخ پھیر لو نہ او ستمِ ایجاد پیلتن
چلّائے بڑھ کے حضرتِ عبّاسِ صف شکن ۔ کیا خوب تجکو یاد ہین تیر افگنی کے فن
دیکھا ہمارے شیر کی چتون کی شان کو ۔ دعویٰ ہے کچھ ابھی تو چڑھا لے کمان کو

دو سمت سے چلے جو ملاعت کے اُسپہ تیر ۔ چلایا تیغِ تیز علم کر کے وہ شریر
ہان اے حسنؑ کے لعل بدخشان بدہ بگیر ۔ نکلے چمک کے یان سے بھی تیغ قضا کے تیر
چمکا کے تیغِ تیز جو قاسم سنبھل گئے ۔ ۹۷ سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے

مانندِ شیرِ غیظ مین آیا وہ پیلتن ۔ آنکھین اُبل پڑین صفتِ آہوے ختن
ماری زمین پہ ٹاپ کہ لرزا تمام تن ۔ چلّائے سب کہ گھوڑے پہ بھی لو چڑھا ہے جن
میخین زمین کی اُسکی تگاپو سے ہل گئین ۔ دونون کنوتیان بھی کھڑی ہو کے مل گئین

چھل بل دکھائی فوج کو، دوڑا، تھما، اُڑا ۔ ۹۸ صورت بنائی، جست کی، سمٹا، جما، اُڑا
دیکھی زمین کبھی، کبھی سوئے سما اُڑا ۔ مثلِ سمندِ بادشہِ اِنّما اُڑا
جن تھا، پری تھا، سحر تھا، آہو شکار تھا ۔ گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا.

دونون طرف سے چلنے لگے وار یک بیک ۔ دو بجلیان دکھانے لگین ایک جا چمک
تکنے لگے فلک کے دریچون سے سب ملک ۔ اک زلزلہ تھا اوجِ ثریا سے تا سمک
چہرہ پہ آفتاب کے مقتل کی گرد تھی ۔ ۹۹ یہ خوف تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد تھی

لایا جو حرفِ سخت زبان پر وہ بدخصال ۔ جھپٹا مثالِ شیرِ درندہ حسنؑ کا لعل
گھوڑے سے بس ملا دیا گھوڑا بصد جلال ۔ اس تیغ زن نے کہ لڑ گئی اُسکی سپر سے ڈھال
اد جھٹر لگی کہ ہوش اُڑے خود پسند کے ۔ ۱۰۰ گھوڑے نے پاؤن رکھدیے سر پر سمند کے

۶۲ قاسم نے عرض کی کہ بہت دھوپ ہے حضور رہیے چچا کے پاس یہ تکلیف کیا ضرو

فرمایا صدقے مین تری ہمت کے ای غیور دشمن کو پاس آنے نہ دو ہم کھڑے ہین د

ہشیار جان عم کہ دم کار زار ہے جاتا ہے اب کہان یہ تمہارا شکار ہے

۶۳ کیون تیغ تول تول کے بڑھتے ہو بار بار بیٹا سپر تو ہاتھ مین لے لو چچا نثار

صدقے ترے حواس کے ای میرے شہسوار ہان دونون پاؤن رکھیو رکابون مین استوا

آنے دو اسکو تیغ ابھی دم بھر تھمی رہے گھوڑا نہ بدمزاج ہو پٹری جمی رہے

۶۴ فارس ہے تم سا کون تہ چرخ چنبری دکھلا رہے ہو صاحب دلدل کی بگدھر

صدقے مین ای نہنگ محیط دلاوری دکھلاوے ضرب تیغ جہانگیر حیدری

اژدر پہ بل ہو آنکھون سے آنکھین لڑی رہین بھاری زرہ وہ پہنے ہے جو بٹین کڑی رہین

۶۵ نیزہ ہلا کے جانب قاسم بڑھا وہ یل ۹۵ دولہا نے مسکرا کے صدا دی سنبھل سنبھل

گھوڑا نہ گر پڑے ترے لنگر سے منہ کے بل تو ہے فرس پہ اور تری گردن پہ ہے اجل

ضیغم ہین بیشہ اسد ذوالجلال کے کیجو سنان کے وار ذرا دیکھ بھال کے

۶۶ یہ کہہ کے اپنے چھوٹے سے نیزے کو دی نکال چمکی انی تو برق پکاری کہ الاما

اک بند باندھ کر جو فرس سے کہا کہ ہان ڈانڈا آ کے ڈانڈ پر تو سنان سے لڑی سنا

بل کیا کرے کہ زور ہی ہودی کا گھٹ گیا غل تھا کہ اژدہے سے وہ افعی لپٹ گیا

۶۷ قاسم نے زور سے جو انی پر رکھی انی بھاگا شقی کے جسم سے زور

بگڑا جو ڈھنگ جان پہ ظالم کے آبنی بھی اس سنان کی نوک کہ ہیرے کی تھی کہ

اڑ کر گری زمین پہ سنان اس نکان سے گرتا ہے جیسے تیر شہاب آسمان سے

۶۸ جھنجھلا کے چوب نیزہ کو لایا وہ فرق پر قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا بچا کے س

دو انگلیون مین نیزہ دشمن کو تھام کر جھٹکا دیا کہ جھک گئی گھوڑے کی بھی ک

نیزہ بھی چوب کے ٹوٹ گیا نابکار کا دو انگلیون سے کام لیا ذوالفقار کا

۵۶ جھپٹا برادرِ سوم اُس کا بکر وفر — تانے ہوئے وہ گرز گران سر کہ الحذر
یاں بہرِ حفظ دستِ ید اللہ تھی سپر — تیغ دو دم کو شیر نے تولا بچا کے سر
یوں دو کیا عمودِ سرِ نابکار کو — جس طرح تیغ تیز اُڑا دے خیار کو

۵۷ مرتے ہی اُسکے فوج سے چوتھا لپسر بڑھا — ۹۱ قاسم پکارے او پلِ خود سر کدھر بڑھا؟
سُنتے ہی یہ، وہ تیغ دو دم کھینچ کر بڑھا، — جھنجھلا کے مجتبیٰ کا بھی لختِ جگر بڑھا
لڑتا وہ کیا کہ تیرِ اجل کا نشانہ تھا — اک ہاتھ میں نہ سر تھا نہ بازو نہ شانہ تھا

۵۸ بیجان ہوئے بزدین بیٹے جو اُسکے چار — ارزق کا دل ہوا صفتِ لالہ داغدار
جوشِ غضب سے سُرخ ہوئیں چشمِ نابکار — مثلِ تنور مُنہ سے نکلنے لگا بخار
جیبِ قبا کو مثلِ کفن پھاڑتا ہوا — ۹۲ نکلا پرے سے دیو سا چنگھاڑتا ہوا

۵۹ فوجیں ادھر دعا کی پڑھیں سوئے آسمان — بل کھا کے اُس طرف یہ پکارا وہ بدزبان
رستم بھی ہو تو کھینچ نہیں سکتی مری کمان — جوشن کو توڑتا ہے مرا تیر بے امان
ہر اُسکی فتح ساتھ ہو ہمیں جب رئیس کے — سُر یہ کیا ہے دیو کو چکی میں پیس کے

۶۰ قاسم نے دی صدا کہ بس اب کر زبان کو بند — اللہ کو غرور و تکبر ہے ناپسند
حق نے فروتنی سے کیا ہم کو سر بلند — نیزے کا بند باندھ کوئی چھیڑ کر سمند
دیکھیں بلند کون ہے اور پست کون ہے — کھل جائیگا ابھی کہ زبردست کون ہے

۶۱ آگے ہمارے دعوئے جرأت خدا کی شان — ۹۳ گدی سے کھینچ لوں ابھی بڑھ کر تری زبان
مغرور اسپہ ہے کہ میں لڑکا ہوں اور جوان — لے میاں سے کہ اسکا بھی ہو جائے امتحان
ہیں شیر شیر خوار جنابِ امیر کے — جھولے سے پھینکتے ہیں اژدر کو چیر کے

۶۲ قائل کیا جو مصحفِ ناطق کے لال نے — ۹۴ تر کر دیا اُسے عرقِ انفعال نے
برچھا اُٹھایا ہاتھ میں اُس بد خصال نے — چھیڑا فرس کو قاسمِ یوسف جمال نے
تکنے لگے صفوں سے جواں سب لڑے ہوئے — عباسِ نامدار قریب آ کھڑے ہوئے

قاسم یہ نعرہ زن ہوئے چمکا کے راہوار امداد، وقتِ جنگ ہے شیروں کو ناگوار
کافی ہے بس ہمین سپرِ حفظِ کردگار او خیرہ سر، اجل تری گردن پہ ہے سوار
دشمن کو اپنے ضربِ طمانچہ قضا کا ہے آ کوئی وار کر جو ارادہ وغا کا ہے

۴۹ یہ سنتے ہی کمان کو اُٹھا کر بڑھا شریر چلّے مین تین بھال کا جوڑا شقی نے تیر
تھا بسکہ تیز دست حسن کا مہِ منیر بجلی سی آئی کوند کے شمشیرِ بے نظیر
یون قطع انگلیان ہوئین اُس تیرہ بخت کی جیسے کوئی قلم کرے شاخین درخت کی

۵۰ اک ہاتھ مین جو کٹ کے گرا دستِ نابکار بولے کمر مین رکھ کے وہ شمشیرِ آبدار
اب دیکھ میرے تیر کا توڑ او خطا شعار پکڑا کمان کے قبضے کو یہ کہہ کے استوار
چلہ جو کھینچنے لگے سرکش کو تاک کے رستم کی روح چھپ گئی تودے مین خاک کے

۵۱ چٹکی سے چھوٹ کر جو چلا تیرِ بے امان قربان تیرے ہاتھ کے، چلائی یہ کمان
بچتی ہے کب خدنگِ اجل سے کسی کی جان؟ نکلا وہ تیر توڑ کے سینہ کے استخوان
اکدم مین دی شکست خطا کو ثواب نے غل تھا قفس کی تیلیان توڑین عقاب نے

۵۲ مرکب سے گر کے مر گیا جب وہ عدوے دین نکلا اُدھر سے پھر پسرِ ثانیِ لعین
نیزے کو تولتا ہوا اغبر درو خشمگین ابرو پہ بل نگاہ مین قہر اور جبین پہ چین
ہمراہ اسکے تیغ بکف سو سوار تھے اور اس طرف مدد کو شہ ذوالفقار تھے

۵۳ نیزے کا وار کرنے لگا جب وہ خود پسند بجلی سا کوندنے لگا دولھا کا بھی سمند
نیزہ اُڑا کے نیزے سے یہ کی صدا بلند کیون تو نے دیکھے نیزہ مشکل کشا کے بند
یہ سُن کے اُسنے ڈھال کو جھٹ سر پہ گو لیا ۸۹ تیلی کو بے حیا کی سنان مین پرو لیا

۵۴ بیکار کو رہو کے ہوا جب وہ خیرہ سر ۹۰ ٹیکے مین ہاتھ ڈال کے ٹپکا زمین پر
آواز دی زمین نے کہ فی النار والسقر جا تو بھی ہے برادرِ عینی ترا جدھر
جز موت کچھ شقی کو نہ اُس دم نظر پڑا آنکھین کھلین تو قعرِ جہنم نظر پڑا

لپٹا کے اُسکو چھاتی سے بولے شہِ امم — پیارے تمھارا داغ بھی دل پر سہیں گے ہم
یہ پیش و پس ہی منزلِ ہستی میں کوئی دم — تم آگے چند گام تو ہم پیچھے دو قدم
کچھ غم نہیں جو راہ ہی خنجر کی دھار پر — ہر دم خدا کا فضل ہی اِس خاکسار پر

پہنچا جو رزم گاہ میں وہ غیرتِ قمر — نیزہ پکڑ کے گھوڑے کو پھیرا اِدھر اُدھر
بولے عدو یہ کوئی فرشتہ ہی یا بشر — خورشیدِ خاوری کی بھی تو خیرہ ہی نظر
اللہ رے چمک رُخِ پر آب و تاب کی — سہرہ بنا ہوا ہی کرن آفتاب کی

ناگہ رجز یہ پڑھنے لگے قاسمِ جری — عالم مین کون ہے جو کرے ہم سے ہمسری
ہم حیدری ہین ہم مین ہی زورِ غضنفری — ہم سے ہی اوجِ پایۂ اورنگِ صفدری
شہرہ ہی حرب و ضربِ شہ خاص و عام کا — سکہ ہی شش جہت مین ہمارے ہی نام کا

ناگاہ فوجِ شام سے تیرِ ستم چلے — تیر و سنان و نیزہ و خنجر بہم چلے
قاسم بھی یان سے کھینچ کے تیغِ دو دم چلے — اعدا پہ چھیڑ کر فرسِ خوش قدم چلے
پیدل تو اُس قطار کے تھے کس شمار مین — دو دو سوار کٹ گئے ایک ایک وار مین

تھا ابن سعد شوم کو اُس دم بہت ہراس — غرقِ سلاح، ارزقِ شامی کھڑا تھا پاس
اُس سے کہا کہ فوج نہایت ہی بے حواس — تو جا کے لڑ تو قتل ہو شاید یہ حق شناس
رُکتا ہی برچھیون سے نہ دامِ کمند سے — جلدی سنان پہ اِسکو اُٹھا لے سمند سے

لکھا ہی چار تھے پسرِ ارزقِ پلید — دشمن تو آلِ پاک کے، شیطان کے مُرید
بولا یہ اُنکو دیکھ کے وہ پیرِ دیو — یزید ہان جا کے اِس یتیم کو جلدی کرو شہید
رُلواؤ قبر مین حسنِ دلِ ملول کو — بیوہ بنا دو دخترِ سبطِ رسول کو

نکلا یہ بات سُنتے ہی اُنمین سے ایک پل ۸۸ — پیچھے چلی شریر کے ہنستی ہوئی اجل
نعرہ کیا یہ غیظ سے موذی نے کھا کے بل — ہان اے حسن کے لال خبردار ہو سنبھل
کام آئے کچھ تو نامِ شہِ ذوالفقار لے — بستی پہ ہو کوئی تو مدد کو پکار لے

ہر وقت چاہیے مددِ شیرِ ذوالجلال — نعرے ابھی کریں تو ہلے عرصۂ قتال
اُتری ہے تیغ جنگ کے لیے وہ دلیر ہیں — سب ہم کو جانتے ہیں کہ شیرِ زن کے شیر ہیں

۳۵ یہ حرف جو کرتے تھے باہم وہ گلعذار ۸۵ — شبیر دیکھتے تھے کنکھیوں سے بار بار
ہاں آکے عرض کرتے تھے عباسِ نامدار — سنتے ہیں آپ کہتے ہیں جو کچھ یہ جاں نثار
جراٰت ٹپک رہی ہے ہر اک کے کلام سے — یہ بچے رکیں گے بھلا فوجِ شام سے!

۳۶ یہ سن کے زور شور یہ عمر یہ آن بان ۸۶ — یہ بھولے بھولے منھ یہ جوانمردیاں یہ شان
باتیں رجز سے کم نہیں اللہ رے خوش بیان — چلتی ہے ذوالفقار علی کی طرح زبان
کس دبدبہ سے کاندھوں پہ نیزے سنبھالے ہیں — گویا چلن لڑائی کے سب دیکھے بھالے ہیں

۳۷ یہ ذکر تھا کہ بجنے لگا طبل اُس طرف ۸۷ — مشکل کشا کی فوج نے باندھی ادھر بھی صف
تیروں نے رُخ کیا سوے ابنِ شہِ نجف — سینوں کو غازیوں نے ادھر کر دیا ہدف
تھا بسکہ شوقِ جنگ ہر اک شہ کے ماہ کو — جوش آگیا وغا کا حسینی سپاہ کو

۳۸ اللہ رے علی کے نواسوں کی کارزار — دونوں کے نیمچے تھے کہ چلتی تھی ذوالفقار
شانہ کٹا کسی نے جو روکا سپر پہ وار — گنتی تھی زخمیوں کی نہ کشتوں کا تھا شمار
اتنے سوار قتل کیے تھوڑی دیر میں — دونوں کے گھوڑے چھپ گئے لاشوں کے ڈھیر میں

۳۹ وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ وہ گوری کلائیاں — آفت کی پھرتیاں تھیں غضب کی صفائیاں
ڈر ڈر کے کاٹتے تھے کماں کش کنائیاں — فوجوں میں تھیں نبی و علی کی دوہائیاں
شوکت ہو بہو تھی جنابِ امیر کی — طاقت دکھا دی شیروں نے زینب کے شیر کی

جنگ حضرت قاسمؑ

۴۰ جب خیمۂ حسین سے نکلا حسن کا لال — دیکھا کہ در پہ روتے ہیں سرور بصد ملال
بس گر پڑا قدم پہ یہ کہکر وہ خوش خصال — دیجے رضائے حرب مجھے بہرِ ذوالجلال
چلائی ماں کہ سبطِ پیمبر نہ روکیو — شبر نے دی صدا کہ برادر نہ روکیو

پھولوں کو لے کے بادِ بہاری پہنچ گئی ، بستانِ کربلا میں سواری پہنچ گئی

۲۸ ناگاہ تیر اُدھر سے چلے جانبِ امام ، گھوڑا بڑھا کے آپ نے حجت بھی کی تمام
نکلے اِدھر سے شہ کے رفیقانِ تشنہ کام ، بے سر ہوئے پروں میں، سرانِ سپاہِ شام
بالا کبھی تھی تیغ کبھی زیرِ تنگ تھی ، اک اک کی جنگ مالکِ اشتر کی جنگ تھی

۲۹ نکلے پے جہاد عزیزانِ شاہِ دین ، نعرے کیے کہ خوف سے ہلنے لگی زمین
روباہ کی صفوں پہ چلے شیرِ خشمگین ، کھینچی جو تیغ بھول گئے صف کشی لعین
بجلی گری پروں پہ شمال و جنوب کے ، کیا کیا لڑے ہیں شام کے بادل میں ڈوب کے

جنگ حضرت عونؑ و محمدؑ

۳۰ نامِ خدا ہیں عونؑ و محمدؑ بھی کیا شکیل ، اک مہرِ بے نظیر ہے اک بدرِ بے عدیل
افروختہ ہیں رخ یہ شجاعت کی ہے دلیل ، ہمت بڑی ہے گو کہ ہیں عمریں ابھی قلیل
مثلِ علی ہیں جنگ و جدل پر تلے ہوئے ، دونوں کے پنجے ہیں ورے کھلے ہوئے

۳۱ وہ اشتیاقِ جنگ میں لڑکوں کے ولولے ، ۸۲ بیتاب تھے کہ دیکھیے تلوار کب چلے
چہرے وہ آفتاب سے وہ چاند سے گلے ، سب فاطمہؓ کی بیٹیوں کے گود کے پلے
اک اک رسولِ حق کی لحد کا چراغ تھا ، جس پر علی نے کی تھی ریاضت وہ باغ تھا

۳۲ اکبر سے عرض کرتے تھے سینہ سپر کیے ، ۸۳ یہ نیمچے نہ لیویں گے دم بے لہو پیے
گر آج مر گئے تو قیامت تلک جیے ، صدقے ہوں اس قدم پہ یہ سر ہیں اسی لیے
آقا کے آگے لطف ہے تیغ آزمائی کا ، آج آپ دیکھیے گا تماشہ لڑائی کا

۳۳ بچیں یہ خادمانِ اولوالعزم کے نہ جائیں ، ۸۴ جب چاہیں معرکے میں ہمیں آپ آزمائیں
تن تن کے روکیں برچھیاں ہنس ہنس کے زخم کھائیں ، بجلی گرے تو منہ پہ جھپک کر سپر نہ لائیں
جھپکے پلک کسی سے تو آنکھیں نکالیے ، بڑھ کر ہٹیں جو پاؤں تو سر کاٹ ڈالیے

۳۴ کہتے تھے شکر ہے کہ یہ زینب کے دونوں لال ، کھلتے ہیں خود دلیروں کے جوہر دمِ جدال

یون دیکھنے کو سب مین بزرگون کے طور ہین | تیور بھی انکے اور ارادے بھی اور ہین

۲۱ بس جسکو تم کہو اُسے دین فوج کا علم | کی عرض جو صلاحِ شہِ آسمان حشم
فرمایا جب سے اٹھ گئین زہرا باکرم | اُس دن سے تم کو ماں کی جگہ جانتے ہین ہم
مالک ہو تم، بزرگ کوئی ہو کہ خرد ہو | جسکو کہو اُسی کو یہ عہدہ سپرد ہو

۲۲ نو دس برس کے سن مین یہ جرأت یہ ولولے | بچے کسی نے دیکھے ہین ایسے بھی من چلے
اقبال کیونکر انکے نہ قدمون سے منہ ملے | کس گود مین بڑے ہوئے کس دودھ سے پلے
بیشک یہ ورثہ دار جنابِ امیر ہین | پر کیا کہون کہ دونون کی عمرین صغیر ہین

۲۳ بولین بہن کہ آپ بھی تو لین کسی کا نام | ہے کس طرف توجہ سردارِ خاص و عام
گر مجھ سے پوچھتے ہین شہِ آسمان مقام | قرآن کے بعد ہے تو علی کا ہے کچھ کلام
شوکت خدم ہین شان مین ہمسر نہین کوئی | عباس نامدار سے بہتر نہین کوئی

۲۴ آنکھون مین اشک بھر کے یہ بولے شہِ زمن | ہان تھی یہی علی کی وصیت بھی ای بہن
اچھا بلائین آپ کدھر ہے وہ صف شکن | اکبر چچا کے پاس گئے سُن کے یہ سخن
کی عرض انتظار ہے شاہِ غیور کو | چلیے پھوپھی نے یاد کیا ہے حضور کو

۲۵ زیرِ علم تھے خاک بسر شاہِ خاص و عام | باتون یہ اُسکی روتی تھین سیدانیان تمام
کی عرض آ کے ابن حسنؑ نے کہ یا امام | انبوہ ہے بڑھی چلی آتی ہے فوج شام
شہ بولے یہ علم لیے باہر نکلتے ہین | ٹھہرو بہن سے ملکے گلے ہم بھی چلتے ہین

۲۶ ناگہ بڑھے علم لیے عباس باوفا | دوڑے سب اہل بیتؑ کھلے سر برہنہ پا
حضرت نے ہاتھ اُٹھا کے یہ ایک ایک سے کہا | لو، الوداع، اے حرمِ پاک مصطفٰ
صبحِ شبِ فراق ہے پیارون کو دیکھ لو | سب مل کے ڈوبتے ہوئے تارونکو دیکھ لو

۲۷ تھم کر ہوا چلی فرسِ خوش قدم بڑھا | جون جون وہ سوے دشت بڑھا اور دم بڑھا
گھوڑون کی لین سوارون نے باگین، علم بڑھا | رایت بڑھا کہ سروِ ریاضِ ارم بڑھا

لوجاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھ جوڑ کے
کیون آئے تم یہان علی اکبر کو چھوڑ کے

۷۸ سرکو ہو بڑھو نہ کھڑے ہو علم کے پاس
ایسا نہ ہو کہ دیکھ لین شاہِ فلک اساس
کھوتے ہو اور آئے ہوئے تم مرے حواس
بس قابلِ قبول نہین ہے یہ التماس
رونے لگوگے تم جو برا یا بھلا کہون
اس ضد کو بچپنے کے سوا اور کیا کہون؟

۷۹ عمرِ قلیل اور ہوسِ منصبِ جلیل
اچھا نکالو قد کے بھی بڑھنے کی کچھ سبیل
ہان صدقے جائے گرچہ یہ ہمت کی ہے دلیل
ہان اپنے ہمسنون مین تمھارا نہین عدیل
لازم ہے سوچے غور کرے پیش و پس کرے
جو ہو سکے نہ کیون بشر اسکی ہوس کرے

اِن ننھے ننھے ہاتھون سے اُٹھے گا یہ علم؟
چھوٹے قدون مین سب سے سنو تمہین سبھون سے کم
نکلین تنون سے سبطِ نبی کے قدم پہ دم
عہدہ یہی ہے بس یہی منصب یہی حشم
رخصت طلب اگر ہو تو یہ میرا کام ہے
مان صدقے جائے آج تو مرنے مین نام ہے

۸۰ پھر تمکو کیا بزرگ تھے گر فخرِ روزگار؟
زیبا نہین ہے وصفِ اضافی پہ افتخار
جوہر وہ ہین جو تیغ کرے آپ آشکار
دکھلا دو آج حیدر و جعفر کی کارزار
تم کیون کہو کہ لال خدا اولی کے ہین
فوجین پکارین خود کہ نواسے علی کے ہین

ہاتھون کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ فام
غصے کو آپ تھام لین اے خواہرِ امام
واللہ کیا مجال جو لین علم کا نام
کھل جائے گا لڑین گے جو یہ باوفا غلام
فوجین بھگا کے گنجِ شہیدان مین سو رہین گے
تب قدر ہوگی آپ کو جب ہم نہ ہووین گے

بس کہ کے یہ ہٹے جو سعادت نشان پسر
چھاتی بھر آئی مان نے کہا تھام کے جگر
بیٹے ہو اپنے مرنے کی بیارو مجھے خبر
ٹھہرو ذرا بلائین تو لے لے یہ نوحہ گر
۸۱ کیا صدقے جاؤن مانکی نصیحت بری لگی؟
بچو یہ کیا کہا کہ جگر پر چھری لگی

زینب کے پاس آ کے یہ بولے شہِ زمن
کیون تم نے دونون بیٹونکی باتین سنین بہن؟
ہر دن کے شیر عاقل و جرار و صف شکن
زینب، وحید عصر ہین، دونون یہ گلبدن

چونٹی بھی ہاتھ اُٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار — اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
یا حیّ یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار — تسبیح تھی کہیں کہیں تہلیل کردگار
طائر ہوا میں مست ہرن سبزہ زار میں ۵، جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

جنگ کی تیاری

۸ ہتھیار اِدھر لگا چکے آقائے خاص و عام — تیار اُدھر ہوا علمِ سیّدِ انام
کھولے سروں کو گرد تھیں سیدانیاں تمام — روتی تھیں تھامے چوبِ علم خواہرِ امام
تیغیں کمر میں دوش پہ شملے پڑے ہوئے ۶، زینب کے لال زیرِ علم آکھڑے ہوئے

۹ گردانے دامنوں کو قبا کے وہ گلعذار — مرفق تک آستینوں کو اُلٹے بصد وقار
جعفر کا رعب دبدبۂ شیرِ کردگار — بوٹے سے اُنکے قد پہ نمودار نامدار
آنکھیں ملیں علم کے پھریرے کو چوم کے ۷، رایت کے گرد پھرنے لگے جھوم جھوم کے

۱۰ گہ ماں کو دیکھتے تھے گہے جانبِ علم — نعرہ کبھی یہ تھا کہ نثارِ شہِ امم
کرتے تھے دونوں بھائی کبھی مشورے بہم — آہستہ پوچھنے لگے ماں سے وہ ذی حشم
کیا قصد ہے علیِ ولی کے نشان کا — اماں کسے ملے گا علم ناناجان کا

۱۱ کچھ مشورہ کریں جو شہنشاہِ خوش خصال — ہم بھی محق ہیں آپ کو اسکا رہے خیال
پاسِ ادب سے عرض کی ہمکو نہیں مجال — اسکا بھی خوف ہے کہ نہ ہو آپ کو ملال
آقا کے ہم غلام ہیں اور جاں نثار ہیں — عزت طلب ہیں نام کے امیدوار ہیں

۱۲ ہمثِل تھے رسول کے لشکر کے سب جوان — لیکن ہمارے جد کو نبی نے دیا نشان
خیبر میں دیکھتا رہا منہ لشکرِ گران — پایا علم علی نے مگر وقتِ امتحان
طاقت میں کچھ کمی نہیں گو بھوکے پیاسے ہیں — پوتے اُنھیں کے ہم ہیں اُنھیں کے نواسے ہیں

۱۳ زینب نے تب کہا کہ تمھیں اس سے کیا ہے کام — کیا دخل مجھکو مالک و مختار ہیں امام
دیکھو نہ کیجیو بے ادبانہ کوئی کلام — بگڑوں گی میں جو لوگے علم کا زباں سے نام

مرثیہ دوم

صبحِ شہادت

۱ جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے — جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوے فلک شہِ گردون رکاب نے — مڑ کر صدا رفیقون کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو — اُٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

۲ یہ سُن کے بسترون سے اُٹھے وہ خدا شناس — اک اک نے زیبِ جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنون مین کیے سب نے بے ہراس — باندھے عمامے آئے امامِ زمان کے پاس
رنگین عبائین دوش پہ کمرین کسے ہوئے — مشک و زباد و عطر مین کپڑے بسے ہوئے

۳ خیمے سے نکلے شہ کے عزیزانِ خوشخصال — جنمین کئی تھے حضرتِ خیرالنسا کے لال
قاسم سا گلبدن علی اکبر سا خوش جمال — اک جا عقیل و مسلم و جعفر کے نونہال
سب کے رخون کا نور سپہرِ برین پہ تھا — اٹھارہ آفتابون کا غنچہ زمین پہ تھا

۴ وہ صبح اور چھاؤن ستارون کی، اور وہ نور — دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوجِ طور
پیدا گلون سے قدرتِ اللہ کا ظہور — وہ جا بجا درختون پہ تسبیح خوانِ طیور
گلشن خجل تھے وادیِ مینو اساس سے — جنگل تھا سب بسا ہوا پھولونکی باس سے

۵ ٹھنڈی ہوائین سبزۂ صحرا کی وہ لہک — شرمائے جس سے اطلسِ زنگاریِ فلک
وہ جھومنا درختون کا پھولون کی وہ مہک — ہر برگِ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے گوہرِ یکتا نثار تھے — پتّے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

۶ وہ قمریون کا چار طرف سرو کے ہجوم — کوکو کا شور نالۂ حق سرہ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم — جاری تھے وہ جو اُنکی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے ربِ علا کی مدح — ہر خار کو بھی نوکِ زبان تھی خدا کی مدح

نسبت نہین ناخن سے کبھی بدر کی ضو کو — ہفتہ مین دکھائے تو کوئی دسن ہے نو کو

۱۵۸ وہ سینۂ روشن کہ جو تھا مطلعِ انوار — گنجینۂ علمِ احدی مخزنِ اسرار

قرآن کو رکھ لیتے ہین سر پر جو ہین دیندار — کیا قہر ہے وان پاؤن دھرے شمرِ ستمگار

سینہ یہ نہ تھا اُسکا قدم حشر بپا تھا — ہو جاتی یہ دُنیا تہ و بالا تو بجا تھا

سفرِ اہلِ بیت

۱۵۹ میدان مین ہوا خاتمہ جب آلِ عبا کا — گھر ہو گیا تاراج امامِ دوسرا کا

کنبہ ہوا محبوس شہِ عقدہ کشا کا — عُریان ہوا سر بلوے مین خاصانِ خدا کا

جن بیبیون کا سایہ بھی دیکھا نہ کسی نے — افسوس اُنھین بے پردہ کیا فوجِ شقی نے

۱۶۰ قطعِ نظر ان باتون کے لب تشنہ و بیمار — پاؤن پہ ورم، دردِ سر، اور تپ مین گرفتار

تھا ضعف سے اک گام اُٹھانا جسے دشوار — بیدل لیے جاتے تھے اُسے ظالم غدار

غش آتا تھا گر راہ مین تشنہ دہنی سے ۲، — ظالم اُسے چابکتے تھے بیزدکی انی سے

۱۶۱ تھا گردنِ لاغر مین تو اک طوقِ گلوگیر — اور پاؤن مین بیمار کے پہنائے تھے زنجیر

چلنے مین جو گر پڑتا تھا با حالتِ تغیر ۳، — اونٹون پہ حرم روتے تھے اور ہنستے تھے بے پیر

اُٹھنے کی تقید کوئی کرتا تھا بگڑ کر — کانون پہ کوئی کھینچتا تھا طوق پکڑ کر

۱۶۲ سر پر نہ عمامہ ہے نہ ہے پاؤن مین نعلین — ہین شدتِ آزار سے سوجی ہوئی ساقین

لب خشک حرارت سے جگر سینے مین بیچین — اشک آنکھون مین اور دل مین غمِ قبلۂ کونین

منزل پہ بھی کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے عابدؑ ۴، — اعجازِ امامت سے فقط جیتے تھے عابدؑ

۱۶۳ خامے کو بس اب روک انیسؔ جگر افگار — خالق سے دعا مانگ کہ اے ایزدِ غفار

زندہ رہین دنیا مین شہِ دین کے عزادار — غیر از غمِ شہ انکو نہ غم ہو کوئی زنہار

آنکھون سے مزارِ شہِ دلگیر کو دیکھین — اس سال مین سب روضۂ شبیر کو دیکھین

اب حلق ہے اور مرحلۂ تیغِ جفا ہے   ہاں صابر و شاکر دمِ تسلیم و رضا ہے

۱۵۱ پہلو سے صدا حضرتِ زہرا کی یہ آئی   دو روز کے فاقے میں یہ جرأت یہ لڑائی
پانی کی کوئی بوند کہ پائی کہ نہ پائی   ہاں صدقے گئی دُکھ گئی ہوگی کلائی
پیشانی پہ بوسہ تو ذرا لینے دو بیٹا   ہاتھوں کی بلائیں تو مجھے لینے دو بیٹا

۱۵۲ آئی جو یہ آواز شہِ کون و مکاں کو   ٹھہرا کے رکھا میاں میں تیغِ دو زباں کو
اعدا سے کہا روک کے گھوڑے کی عناں کو   جاتے ہو کہاں قتل کرو تشنہ دہاں کو
کر دو خبر اُسکو بھی کہاں شمرِ لعیں ہے   اب آؤ کہ لڑنے کا مجھے حکم نہیں ہے

۱۵۳ یہ سُنکے پھرے لاکھ جواں دست بہ شمشیر   یا کوئی نہ آسکتا تھا یا گھر گئے شبیر
تلوار برابر سے لگانے لگے بے پیر   بس ٹوٹ گئیں پسلیاں ساری تھے چلے تیر
تیغوں سے جو سب عضوِ تنِ پاک کٹے تھے   زخموں کے بھی ماتم میں گریبان پھٹے تھے

۱۵۴ تلواروں سے پرزے تھا عمامہ تو قبا چاک   تھی گل کی طرح خون میں ڈوبی ہوئی پوشاک
سیپارہ تھے جزوِ تنِ سبطِ شہِ لولاک   سو ٹکڑے تھی تلواروں سے جلدِ بدنِ پاک
کٹ کٹ کے کمر بندیہ اللہ کھلا تھا   شیرازۂ قرآنِ تنِ شاہ کھلا تھا

۱۵۵ غش کھا کے جو ہرنے پہ جھکے سیدِ ابرار   خولی نے لگائی سرِ پرنور پہ تلوار
سر تھام کے ہاتھوں سے جو سیدھے ہوئے اک بار   برچھی بن اشعث کی کلیجے کے ہوئی پار
مہماں تھے دنیا میں فقط چند نفس کے   غش ہو گئے نیزے سے سناں ابن انس کے

۱۵۶ وہ چاند سی پیشانیِ نورانیِ شبیر   اندھیر ہے اُسپر بن اشعث کا لگا تیر
سجدے کریں محرابِ حرم کی ہے یہ توقیر   اُن ابروؤں پر آہ چلے ظلم کی شمشیر
آہو کو ستاتے نہیں دیندار حرم میں   آنکھیں وہ لہو روتی تھیں فرزند کے غم میں

۱۵۷ وہ شمع سرِ طور سی پُر نور کلائی   اُس پر چلے شمشیر دہائی ہے دہائی
مُنھ دیکھ لو صاف ایسی ہتھیلی میں صفائی   ہے سب پہ کھلی اُنگلیوں کی عقدہ کشائی

پہنچی جو جھک کے کسی ظالم کی سپر تک   بجلی سی سپر سے وہ گئی کاسۂ سر تک
اللہ رے صفائی نہ ہوئی اسکو خبر تک   یہ سر سے گئی سینے پہ سینے سے کمر تک
کاٹی کمر اس طرح سے دو کرکے زرہ کو   جس طرح کوئی کھول دے ناخن سے گرہ کو

۱۴۵ لوہے کی سپر کاٹ کے دستانے میں پہنچی   دو کرکے سپر خود کے پیمانے میں پہنچی
غرض سر و گردن سے چلی شانے میں پہنچی   شانے سے بڑھی روح کے کاشانے میں پہنچی
سرکش کا لہو خاک پہ برسا دیا اسنے   تب نکلی کہ جب خانۂ تن ڈھا دیا اسنے

۱۴۶ وہ روپ وہ چم خم وہ دل اسکا وہ بر اسکا   وہ قد وہ بدن صاف، وہ رخ جلوہ گر اسکا
ہر ہاتھ میں منہ چوم رہی تھی ظفر اسکا   محبوب تھی ہر خانۂ تن میں تھا گھر اسکا
کس کا یہ جگر تھا اسے روکے جو سپر سے   سینے میں در آمد تھی برآمد تھی جگر سے

۱۴۷ بجلی کا چلن شعلہ کی خو، سرکش و بیباک   صرصر سے سبک دست، گران قیمت و چالاک
خونخوار جفا کار و ستم پیشہ و سفاک   کج بازو سر انداز و ترش رو و غضبناک
خود آب مگر آگ لگا دینے کو آندھی   ہستی کے چراغوں کے بجھا دینے کو آندھی

۱۴۸ بسمل ہوا جسکو لچک اسکی نظر آئی   بجلی سی جو چمکی تو کلیجوں میں در آئی
چو رنگ کیا اسکو اسے آٹھ کر آئی   اٹکھیلیاں کرتی ادھر آئی ادھر آئی
حوروں میں یہ گرمی نہ لگاوٹ یہ پری میں   بیدم کیا لاکھوں کو اسی عشوہ گری میں

۱۴۹ فولاد کی ڈھالوں پہ وہ تلوار نہ ٹھہری   اک دم بھی میان صف کفار نہ ٹھہری
سر سیکڑوں کاٹے کہیں زنہار نہ ٹھہری   خوں اتنے کیے اور گنہگار نہ ٹھہری
مجرم رہی سرکش رہی بیباک رہی وہ   دھبا نہ لگا خون سے بھی پاک رہی وہ

(خاتمۂ جنگ)

۱۵۰ جب بیس ہزار اہل ستم جان سے مارے   آواز یہ آئی کہ بس اے شیر ہمارے
جوہر ہیں بزرگوں کے تری ذات میں سارے   تو وہ ہے کہ لاکھوں سے لڑائی میں نہ ہارے

۱۳۷ دِکھلا کے گُلِ زخم بدن سے نکل آئی　　شمشیرِ خزاں تھی کہ چمن سے نکل آئی
ہمراہ لیے روح کو تن سے نکل آئی　　شب سے جو پڑی سر پہ توسن سے نکل آئی
سرکش تھا نکر سے، جب افلاک پہ سر تھا،　　جھپکی تھی اُدھر آنکھ، اِدھر خاک پہ سر تھا

۱۳۸ مغفر میں ہوئی غرق تو سر کاٹ کے نکلی　　روکا جو سپر پر تو سپر کاٹ کے نکلی
شانے پہ گری تا بہ کمر کاٹ کے نکلی　　سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی
ہر ہاتھ میں گردش تھی نئی، ڈھنگ نیا تھا　　گھوڑے کے بھی ٹکڑے تھے یہ جو رنگ نیا تھا

۱۳۹ ترکش کو نہ چھوڑا نہ کمان دار کو چھوڑا　　حلقے کو نہ چلّے کو نہ سوفار کو چھوڑا
بے دو کیے راکب کو نہ رہوار کو چھوڑا　　چھوڑا تو سسکتا ہوا دو چار کو چھوڑا
رُخ سب قدر اندازوں کے پھرتے ہوئے دیکھے　　ہر ضرب میں سر خاک پہ گرتے ہوئے دیکھے

۱۴۰ مغفر کو جو کاٹا تو جبین سے نکل آئی　　سر پر جو پڑی خانۂ زین سے نکل آئی
بجلی سی صفِ لشکرِ کین سے نکل آئی　　گہ ڈوب گئی گاہ زمین سے نکل آئی
غل تھا کہ عجب کیا جو سپر سے نہیں رُکتی　　یہ ضرب تو جبرئیل کے پر سے نہیں رُکتی

۱۴۱ نہ ڈھال پہ نہ سر پہ نہ گردن پہ رُکی وہ　　سینے پہ نہ بکتر پہ نہ جوشن پہ رُکی وہ
نہ سنگ نہ اشجار نہ آہن پہ رُکی وہ　　نہ زین پہ نہ پاکھر پہ نہ توسن پہ رُکی وہ
یہ چاشنیِ خونِ عدو بھا گئی اُسکو　　بجلی کی طرح جسپہ گری، کھا گئی اُسکو

۱۴۲ سینے میں در آئی تو نئی چال سے نکلی　　پھوٹے کو قلم کرتی ہوئی ڈھال سے نکلی
ڈوبی جو زرہ میں تو عجب جال سے نکلی　　مچھلی سی تڑپتی ہوئی اک جال سے نکلی
چار آئینہ کو آٹھ کیا کاٹ نے اُسکی　　ٹھلادی ہر اک کشتیِ تن گھاٹ نے اُسکی

۱۴۳ کاٹے ہوئے پھل برچھیوں کے زمیں پہ پڑے تھے　　سہمے ہوئے گوشوں میں کماندار کھڑے تھے
چھایا تھا ہراس اُنپہ ہمیشہ جو لڑے تھے　　آنکھیں وہ چُراتے تھے بہادر جو بڑے تھے
دہشت سے زرہ پوشوں نے جی چھوڑ دیا تھا　　اُس تیغ نے تیغوں کا بھی مُنہ موڑ دیا تھا

۱۳۰ ردکا جو سپر پر تو سپر کاٹ کے نکلی — سر پر یہ پڑی آ کے تو سر کاٹ کے نکلی
سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی — اُتری جو جگر سے تو کمر کاٹ کے نکلی
ٹھہری نہ کمر پر نہ رُکی خانۂ زین پر — رہوار کو دو کر کے گری روئے زمیں پر

۱۳۱ اعدا کے سروں پر جو وہ تیغِ دو سر آئی — اک تیز چھری تھی کہ کلیجوں میں در آئی
بجلی سی چمک کر اِدھر آئی اُدھر آئی — دو ہو گئی جب تیغ کے نیچے سپر آئی
دستانے میں یوں کاٹ گئی دستِ ستم کو — جس طرح تراشے کوئی جلدی میں قلم کو

۱۳۲ بے پاؤں جدھر ہاتھ سے چلتی ہوئی آئی ۶۸ — ندی اُدھر اک خون کی اُبلتی ہوئی آئی
دم بھر میں وہ سو رنگ بدلتی ہوئی آئی — پی پی کے لہو لعل اُگلتی ہوئی آئی
پھیرا تھا بدن رنگ زمرد سے ہرا تھا — جوہر نہ کہو پیٹ جواہر سے بھرا تھا

۱۳۳ موجود کبھی ہر غول سے اور سب سے جدا بھی ۶۹ — دم خم بھی لگاوٹ بھی صفائی بھی ادا بھی
اک گھاٹ پہ تھی آگ بھی پانی بھی ہوا بھی — اِمرت بھی ہلاہل بھی مسیحا بھی قضا بھی
کیا صاحبِ جوہر تھی عجب ظرف تھا اُسکا — سو قطع تھا جہاں جسکا وہیں صرف تھا اُسکا

۱۳۴ نیزوں پہ گئی برچھیوں والوں کی طرف سے — جا پہنچی کمانداروں پہ بھالوں کی طرف سے
پھر آئی سواروں پہ رسالوں کی طرف سے — مُنہ تیغوں کی جانب گیا ڈھالوں کی طرف سے
بس ہو گیا دفتر نظری نام و نسب کا — لاکھوں تھے تو کیا دیکھ لیا جائزہ سب کا

۱۳۵ پہنچی جو سپر تک تو کلائی کو نہ چھوڑا — ہر ہاتھ میں ثابت کسی گھائی کو نہ چھوڑا
شوخی کو شرارت کو لڑائی کو نہ چھوڑا — تیزی کو رکھائی کو صفائی کو نہ چھوڑا
اعضائے بدن قطع ہوئے جاتے تھے سب کے — قینچی سی زباں چلتی تھی فقرے تھے غضب کے

۱۳۶ مغفر سے چلم کاٹ کے گردن میں در آئی — گردن سے سر کٹنا تھا کہ جوشن میں در آئی
جوشن سے گزرنا تھا کہ بس تن میں در آئی — تن سے ابھی اُتری تھی کہ توسن میں در آئی
بچتا کوئی کیا تیغِ قضا رنگ کے نیچے — اک برقِ غضب کوند گئی تنگ کے نیچے

صف پہ چمک کر وہ گئی ڈر گئے اعدا
بس خون میں سرتابہ قدم بھر گئے اعدا
اگڑ میں جدھر ششدر و مضطر گئے اعدا
بجھ بجھ گئے پس پس گئے مر مر گئے اعدا
مقتل میں سوار و نہ فرس لوٹ رہے تھے
دو ایک یہ اور پانچ پہ دس لوٹ رہے تھے

برق چمکتی تھی صفِ فوجِ ستم پر
بسمل سی پھڑک جاتی تھی اُس فوج کے دم پر
ن کاٹ کے دستانے کو جاتی تھی قلم پر
جس طرح چلے تیز چھری نرم قلم پر
ہر شے کے اُڑا دینے میں فیاض تھی شمشیر
چار آئینہ قرطاس تھی مقراض تھی شمشیر

گرتے تھے ہر بار زرہ پوشوں کے تن سے
جوشن تنِ کفار میں بدتر تھے کفن سے
ی تھیں صفیں تیغِ شہِ قلعہ شکن سے
آتی تھی جو زن سے تو نکل جاتی تھی سن سے
کیا روکتے ڈھالوں پہ وہ تیغِ دو زباں کو
رد کا ہے کبھی باغ کے پتوں نے خزاں کو

ڈھال میں ڈوبی کبھی نیزے کی گرہ میں
ترکش میں کبھی گاہ کماں میں کبھی زہ میں
بجلی سی کبھی پیر گئی موج زرہ میں
اک تیغ سے تھا زلزلہ برپا کرہ میں
جب کوندتے اُٹھی اُسے افلاک نے دیکھا
دیواروں کو چار آئینہ کی خاک پہ دیکھا

ل سے جری تیغ و سپر چھوڑ کے بھاگے
ہلچل تھی کہ بیٹوں کو پدر چھوڑ کے بھاگے
ن روح کے طائر تن و سر چھوڑ کے بھاگے
جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے
غل تھا کہ نماز اسکی پڑھو فرض یہی ہے
اے قوم اِذا زُلزِلَتِ الاَرض یہی ہے

غول میں وہ صاعقہ کردار نہ چمکی
کس فرق پہ بجلی سی وہ خونخوار نہ چمکی
تیغ کے آگے کوئی تلوار نہ چمکی
تلوار تو کیا برقِ شرربار نہ چمکی
آنچ اُسکی جلا دینے میں بجلی تھی قضا کی
کہتا تھا جہنم کہ پناہ اس سے خدا کی

ل اُڑ گئے برباد ہوئے سب پہ چھیوں والے
شاخوں کی طرح صاف قلم ہو گئے بھالے
یسے جو گل زخم پڑے جان کے لالے
تھے ہر شجرِ قد کی جگہ خون کے تھالے
یہ رنگ لڑائی کا بدلتے نہیں دیکھا
یوں تیغِ خزاں کو بھی چلتے نہیں دیکھا

۱۱۶ تلوار پڑی شاد کی جب دشمنِ دین پر، — بکتر کو جو کاٹا تو وہ ٹھہری نہ جبین [پر]
گردن سے گئی سینے پہ اور سینے سے زین پر — اسوار تھے گھوڑون پہ تو گھوڑے تھے زمین [پر]
تھا شور کہ اعجاز ہے یہ حرب نہین ہے — ہے قہر خدائے دو جہان ضرب نہین ہے

۱۱۷ بجلی سی جو گر کر وہ صفِ جنگ سے نکلی — فریاد کی آواز دلِ سنگ سے [نکلی]
اسوار کے سر پر جو پڑی تنگ سے نکلی — سینے مین در آئی تو عجب رنگ سے [نکلی]
چھوڑا جسے مقتل مین لہو چاٹ کے چھوڑا — پایا جسے اُس تیغ نے سر کاٹ کے چھوڑا

۱۱۸ ہلچل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ سن سے — ڈھالین تو رہین ہاتھون مین سر اڑ گئے [تن سے]
طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے — آ گے تھا ہرن شیر سے اور شیر ہرن [سے]
غل تھا یہ جری شیرِ ید اللہ لڑے گا — تر ہو گی زمین خون سے وہ رن آج پڑیگا

۱۱۹ تلوار تھی جرّار کی یا قہرِ خدا تھی — سر تھا تو الگ تھا جو کمر تھی تو جدا [تھی]
بجلی جو اُدھر تھی تو اُدھر سیلِ فنا تھی — تلوار تھی یون، سر پہ جب آئی تو قضا [تھی]
بے سر ہوئی وہ صف جو نظر جھک گئی اسکی — چاٹا جو لہو، اور بھی بڑھ گئی اسکی

۱۲۰ کیا ہاتھ تھا، کیا تیغ تھی، کیا ہمتِ عالی — دم بھر مین نمودار صفین ہوتی تھین خا[لی]
جب جھوم کے ڈھالون کی گھٹا آتی تھی کالی — بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیرِ ہلا[لی]
ملتا تھا نشان رن مین نہ معفو نکا نہ پرن کا — تھا شور کہ منھ آج ہر شاہ سرون کا

۱۲۱ اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمنِ جان پر — گہ سر پہ کبھی ڈھال پہ تھی گاہ سنان [پر]
ترکش پہ گئی سن سے کبھی گاہ کمان پر — کس طرح بھلا ذکر ہر اک شے لاؤن زبان [پر]
دل سے کہین جینے کی ہوس قطع نہو جائے — دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے

۱۲۲ زین سے جو وہ تلوار گئی، سن سے یہ آئی — وہ خود سے ملتی ہوئی گردن سے یہ آ[ئی]
وہ کھچ کے سپر سے گئی جوشن سے یہ آئی — وہ صدر سے خالی گئی، توسن سے یہ آ[ئی]
ہان لعبد علیؑ کم ہوئی جنگ جدل ایسی — غل تھا کبھی دیکھی نہین رد و بدل ایسی

ہر صف میں کبھی جھوم کے آتا کبھی جاتا — تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچاتا
ٹاپوں سے تھلکتی تھی زمیں حشر بپا تھا — اِس صف میں جو بجلی تھا تو اُس صف میں ہوا تھا

صفت ذوالفقار

۱۱۰
بجلی سا چمکتا تھا، اِدھر فوج میں رہوار — شعلہ سی لپکتی تھی اُدھر تیغِ شرربار
سرگرمِ وغا تھا خلفِ حیدرِ کرار — اک آگ لگادی تھی، جلے جاتے تھے کفار
سوزاں شجرِ قد تھے جیار ونگیہ رسے — اُڑتا تھا لہو تن کا شراروں کی طرح سے

۱۱۱
تو کون سے، ہر اک چشم کو بے نور کر آئی — شعلوں سے، ہر اک جسم کو تنور کر آئی
گرمائے جو کافر اُنھیں کافور کر آئی — نزدیک گئی جسم کے سر دور کر آئی
چلتی تھی سمومِ غضب اُس فوجِ شقی پر — کب آئی، گئی کب، یہ نہ کھلتا تھا کسی پر

۱۱۲
حلقوں میں جو ناوک کوئی صف توڑ کے نکلی — فقرے یہ قیامت کے اُدھر چھوڑ کے نکلی
۶۳ سارے قدر اندازوں کے منہ موڑ کے نکلی — سرکاٹ کے خوں چاٹ کے دل توڑ کے نکلی
بہیم جو خطائیں ہوئیں ناوک فگنوں سے — روحیں بھی ہوا ہوگئیں چلّوں کے تنوں سے

۱۱۳
لشکر میں جدھر جاتی تھی بجلی سی چمک کر — بس جاتے تھے مرجاتے تھے نامرد بلک کر
۶۴ گرتی تھی لپک کر تو پھر اُٹھتی تھی لچک کر — کیا آفتِ دوراں تھی کہ تھا چرخ کو چکر
تھا شور کہ سر کے رہو یار ڈھال سکی بُری ہے — کٹتے ہیں جگر جال ہر یا تیر چھری ہے

۱۱۴
چلتی تھی عجب ڈھنگ سے شمشیرِ قضا رنگ — ہر ہاتھ میں دکھلاتی تھی اعدا کو نیا رنگ
۶۵ ہر جسم کا جُدا رنگ تھا کس پل کا جدا رنگ — لب سرخ دہن صاف بدن گول ہرا رنگ
تھا شور کہ جل بھر میں نئی جلوہ گری ہے — دیوانو! اسے تیغ نہ سمجھو یہ پری ہے

۱۱۵
۶۶ ہوتے تھے، جُدا، ضربتِ شمشیرِ دو سر سے — سر دوش سے تن روح سے چار آئینہ بر سے
دستانے کلائی سے کمر بند کمر سے — ہاتھوں سے نشاں تیغ سے پھل پھول سپر سے
آگ آب میں تھی دم تنِ خاکی سے جدا تھے — تھا کاٹ غضب کا کہ عناصر بھی جدا تھے

آ گے مرے ہین زیر و زبر دست جہان کے — رستم کو پکڑ لیتا ہون حلقہ مین کمان کے

۱۰۳ فرما کے یہ تلوار کو صفدر نے نکالا — ہالہ ہوا رہوار کو کاوے پہ جو ڈالا
بھالون کو اُدھر بڑھ کے سوارون نے سنبھالا — بجلی جو گری ہو گیا لشکر تہ و بالا
اس شان سے غازی صفِ جنگاہ مین آیا — غُل تھا کہ اسد لشکرِ روباہ مین آیا

کیفیتِ حرب و اسپ وغیرہ

۱۰۴ گھوڑے کو اڑاتے جو سوارون کے پرون پر — نعل اُسکے مہِ نو سے چمکتے تھے سرون پر
جب چاہتے تھے وار کو رنگین سپرون پر — اک برقِ غضب گرتی تھی بیدادگرون پر
اُڑ جاتے تھے گرتی تھی نکلجاتی تھی سن سے — ۶۱ سر تن سے سپر ہاتھ سے اور روح بدن سے

۱۰۵ کیا حرب تھی قربانِ جگر گوشۂ شبیر — نکلا جو کمان سے تو قلم ہو کے گرا تیر
آیا جو کمان لیکے کمین سے کوئی بے پیر — گوشہ تھا نہ چلہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زہ گیر
جو وار تھا صفدر کا خدائی سے جدا تھا — قبضے سے کمان ہاتھ کلائی سے جدا تھا

۱۰۶ جس وقت چمک کر کسی سفاک پہ آئی — سر سے کمرِ ظالمِ ناپاک پہ آئی
وان سے جو پھری توسنِ چالاک پر آئی — توسن کو بھی دو کر لی ہوئی خاک پہ آئی
قبضہ تو رہا دستِ جنابِ شہِ دین مین — اور تا سرِ دنبالہ در آئی وہ زمین مین

۱۰۷ رہوارِ سُبک سیر نسیمِ سحری تھا — ہم پیکرِ طاؤس دمِ جلوہ گری تھا
تن تن کے اُٹھانے مین قدم کبک دری تھا — کاوے مین جو پرکار تو اُڑنے مین پری تھا
رفتار تو کب اپنی دکھاتا تھا کسی کو — سایہ بھی نہ اُسکا نظر آتا تھا کسی کو

۱۰۸ اُسکے لیے اک گام تھا سو کوس کا دھاوا — تیغون کو چباتا تھا یہ جوہر تھا علاوا
اُڑتا کبھی مُڑتا کبھی جست اور کبھی کاوا — ۶۲ کہتے تھے ستمگر یہ پری ہے کہ چھلاوا
کس گھات سے رنگین فرسِ تیز قدم کو — سایہ بھی تو اسکا نظر آتا نہین ہمکو

۱۰۹ غصے مین وہ تن تن کے دہانے کو چباتا — اور جوشِ شجاعت مین وہ کف منھ سے گراتا

سب کے لیے اک روز یہ تکلیف دھری ہے اس پر بھی یہ غفلت ہے عجب بیخبری ہے

۹۶ بھائی نہیں اپنے ہیں نہیں ہے پسر اپنا بیگانے ہیں سب، ہوویگا جب عدم سفر اپنا
نہ مال نہ اسباب نہ زیور نہ زر اپنا دو گز کفن اور قبر کا گوشہ ہے گھر اپنا
کچھ ساتھ بجز بیکسی و یاس نہ ہوگا رہ جائیں گے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

۹۷ پیری سے ہے روشن کہ چراغِ سحری ہوں دنیا سے کوئی دم میں عدم کا سفری ہوں
آقا مرا شاہد ہے کہ عصیان سے بری ہوں دیندار ہوں غازی ہوں مجاہد ہوں جری ہوں
بےخوف چلا جاتا ہوں میں شیر کے منھ پر دعویٰ ہے؟ تو آؤ مری شمشیر کے منھ پر

۹۸ خورشید کو محتاجیِ ذرّہ نہیں ذرّا دیندار سدا کرتے ہیں کافر پہ تبرّا
ظالم ترے حاکم کو ہے کس بات کا غرّا اسلام سے خالی ہے تو ایمان سے معرّا
قارون کا خزانہ ہو تو عزت نہیں ملتی دولت سے کمینے کو شرافت نہیں ملتی

۹۹ کچھ خارِ مغیلان گلِ تر ہو نہیں جاتا ہر قطرۂ ناچیز گہر ہو نہیں جاتا
قلعی سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا ۶۰ مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں جاتا
جس پاس عصا ہو اُسے موسیٰ نہیں کہتے ہر ہاتھ کو عاقل یدِ بیضا نہیں کہتے

۱۰۰ دولت نہیں انسان کی کچھ قدر بڑھاتی دنیاے دنی کام کسی کے نہیں آتی
گو فقر ہو، عالی نسبی پر نہیں جاتی بینا جو ہیں وہ دیکھتے ہیں جوہرِ ذاتی
محتاجی سے کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

۱۰۱ ڈر کیا ہے جو رستم ہو تو ہم مُنھ کو نہ موڑیں سر جائے تو حیدر کے طریقے کو نہ چھوڑیں
مر جائے اگر شیر کے پنجے کو مروڑیں گر قلعۂ خیبر ہو تو اک ہاتھ میں توڑیں
سو بجلیاں چمکیں تو کبھی ہم نہیں ڈرتے روباہوں کے انبوہ سے ضیغم نہیں ڈرتے

۱۰۲ بچتا نہیں نیزے سے مرے سینۂ دشمن چھٹتی نہیں پنجے سے مرے شیر کی گردن
دیتا ہے مرا نیزہ دلِ کوہ میں روزن چار آئینۂ فولاد کا بجتا ہے جوشن

گو شاہِ زمن ہون پہ ترے در کا گدا ہون — محتاج ہون بیکس ہون غریب الغربا ہون
۸۹ کس کس ترے احسان کا کرون شکر زبان سے — ہر ناطقہ عاجز کہ زیادہ ہے بیان سے
واقف نہین کوئی ترے اسرارِ نہان سے — دشوار ہے عالم کی صفت ہیچمدان سے
پیاس آج کے دن کی مجھے مرغوب ہے مولا — جو تیری مشیت ہے وہی خوب ہے مولا

۹۰ کچھ دن بشر اس خانۂ دنیا مین ہے مہمان — دستِ ملک الموت مین ہے سب کا گریبا
زندون مین ہین گر آج تو کل ہو وینگے بیجان — پہلے سے ہے لازم سفرِ مرگ کا سامان
اعمال و عقائد مین نہ ہرگز خلل آئے — ۵۷ کیا جانیے کس وقت پیامِ اجل آئے

۹۱ کچھ وقت معین نہین انسان کی اجل کا — آج اُٹھ گئے وہ کرتے تھے سامان جو کل ک
بندہ ہے وہ پابند جو رہے نیک عمل کا — پلہ وہی بھاری ہے جو ہو جرم سے ہلکا
کیا خاک کا بوجھ اُسکے لیے قبر مین کم ہے؟ — ۵۸ ہو اور گنا ہون کی گرانی تو ستم ہے

۹۲ خورشید کو کچھ حاجتِ زیور نہین زنہار — پھولون پہ کوئی عطر لگائے تو ہے بیکار
اعلیٰ ہے اگر جنس تو کیا حاجتِ اظہار — خود مشک ہو خوشبو نہ کہ خوشبو کہے عطا
جو بد ہے سو بد ہے، جو نکو ہے وہ نکو ہے — چھپنے کی نہین آب اگر عود مین بو ہے

۹۳ نازان نہ ہوا سے بانیِ ظلم و ستم وجود — مٹ جاتا ہے اک گردشِ افلاک مین یہ دو
تو آج جو حاکم ہے تو کل ہوگا کوئی اور — کیا ہوگئی ہے گردِ دولتِ قارون پہ زر اغ
نمرود نہین حشمتِ ضحاک نہین ہے — ڈھونڈھو جو خزانے کو تو اب خاک نہین ہے

۹۴ بھائی نہ تو کام آئے گا اُس وقت نہ فرزند — عقدہ نہین، کھُل جائیگا، جب آنکھ ہوئی ب
وہ کام کرو جس سے خدا ہووے رضامند — ہشیار، کہ ہونا ہے تمھین خاک کا پیو
پیری کی بھی مدت ہے جوانی کی بھی حد ہے — ۵۹ آرام گہِ شاہ و گدا کُنجِ لحد ہے

۹۵ کیا سخت گھڑی ہوگی اجل آئے گی جسدم — کھنچ کھنچ کے ہر اک رگ سے نکلنے جو لگے د
کیا دیکھین گے ایک ایک کو حسرت سے بصد غم — اتنی بھی زبان ہل نہ سکے گی کہ چلے ہم

ہمکیں ہیں نہ سوے دشت و جبل جانے دو مجھکو — کعبے مین حرم سے کے نکل جانے دو مجھکو

۴۲ تلوارون کو چمکا کے ستمگر یہ پکارے — دشوار ہے جانا کہیں قابو سے ہمارے
ہم کیا کرین مرتے ہو اگر پیاس کے مارے — یہ خشک گلا کاٹین گے دریا کے کنارے
زہرا کی بہو ظلم اسیری کے سہے گی — زینب کے سر پاک یہ چادر نہ رہے گی

۴۳ کی بے ادبون نے جو باعلان یہ تقریر — سر تا بقدم کانپ گئے حضرت شبیر
کس قہر سے دیکھا طرف لشکر بے پیر — بل آگیا ابرو پہ اُگلنے لگی شمشیر
غیرت سے یہ تھا غیظ شجاع ازلی کو — جس طرح جلال آیا تھا خیبر مین علی کو

۴۴ نعرہ کیا غازی نے کہ اے لشکر ظلم — کلمہ یہ نہ تھا خنجر خونریز سے کچھ کم
وہ زخم لگا دل پہ کہ جس کا نہیں مرہم — چھینو گے ردا اُسکی جو ہے ثانی مریم
منھ پر مرے کرتے ہو سخن بے ادبی کے — مجبور سمجھتے ہو نواسے کو نبی کے

۴۵ ہو شرط کہ اس تیز زبانی کی سزا دون — دوزخ کی زبانہ سے زبانون کو جلا دون
انداز قیامت کے تلاطم کا دکھا دون — گیتی کو اولٹ دون ابھی گردون کو گرا دون
بجلی وہ گرے گی کہ بہت یاد کروگے — جل جاؤگے زینبؑ پہ جو بیداد کروگے

۴۶ کہکر یہ سخن کھینچ لی تیغ شرر افشان — پرتو سے ہوا سب ورق خاک زرافشان
ہر صف پہ گری کوند کے برق شرر افشان — چھینٹون سے ہوئی خون کے ہر اک سپر افشان
قربان ہوئے خونخوار دم تیغ دو دم پر ۵۶ — ہر جسم نے سر رکھدیا حضرت کے قدم پر

۴۷ عباسؑ سے بھائی کا جو تھا صدمۂ جانکاہ — ٹکڑے تھا جگر ٹوٹ گئی تھی کمر شاہ
اُس ضعف مین لغزش سی نہ وہ پاؤن تھے آگاہ — پایا تھا ثبات قدم پاک یداللہ
سب خاک پہ ٹکڑے تو کلیجے کے پڑی تھی — لاکھون سے لڑائی تھی یہ بشاش کھڑی تھی

۴۸ منھ کر کے سوے چرخ یہ فرماتے تھے ہر بار — عالم مری نیت سے ہے تو اے مرے مختار
گھر سے نہ علاقہ ہے نہ بچون سے سروکار — ہر حال مین تجھ سے ہون اعانت کا طلبگار

تسلیم کی اور اسپِ صبا دم کو اُڑا کر ۵۴ پھر ڈوب گیا فوج مین وہ شیرِ دلاور
یان بیٹھ گئے تھام کے دل سبطِ پیمبر وان شام کے بادل مین گھرا وہ مہِ انور
نیزون کی جو بوچھار ہوئی چھن گیا سینہ روزن ہوئے اتنے کہ زرہ بن گیا سینہ
لڑتے تھے کہ پیشانیِ انور پہ لگا تیر سب خون سے بھری احمدِ مختار کی تصویر
لکھا ہی کمین مین تھا کوئی ظالمِ بے پیر برچھی جو لگی سینے مین حالت ہوئی تغیر
اللہ ری شجاعت کہ نہ ابرو پہ بل آیا ۵۵ پھل اُسنے جو کھینچا تو کلیجہ نکل آیا

حضرت امام حسینؑ

سب فوجِ خدا قتل ہوئی راہِ خدا مین کوئی نہ رہا شہ کے عزیز و رفقا مین
غل آمدِ سرور کا ہوا اہلِ جفا مین بندھنے لگین لشکر کی صفین دشتِ وغا مین
تھا حکم کہ کھوے نہ کوئی تیغ کمر سے لڑنا ہی ابھی فاتحِ خیبر کے پسر سے
لاشون کو پکارے کہ خدا حافظ و ناصر اب مرنے کو جاتا ہی یہ مظلوم مسافر
طے جلد ہوئی جاتی ہی یہ منزلِ آخر دو لاکھ عدو جمع ہین اک جان کی خاطر
بلوہ یہ نہ دیکھا نہ صف آرائی یہ دیکھی افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی
فرزند کے لاشے سے یہان کہتے تھے کچھ شاہ وان چلنے لگے تیرِ ستم فوج سے ناگاہ
تورے ہوئے تیغون کو بڑھا لشکرِ گمراہ آزردہ ہوئی خاطرِ فرزندِ ید اللہ
حربے کے لیے ہاتھ جو دو لاکھ کے اُٹھے اک شیر سے شمشیرِ علی ٹیک کے اُٹھے
نعرہ تھا کہ اے لشکرِ شام و عرب و روم تم لاکھون ہو اور بیکس و تنہا ہی یہ مظلوم
کھانے سے بھی محروم ہون پانی سے بھی محروم پر ابنِ علی ہون یہ تمھین خوب ہی معلوم
تلوار علم کرکے جو لشکر پہ جھکون گا جبرئیل بھی روکین گے تو پھر مین رکون گا
ہی خیر اسی مین کہ کنارا کرو شر سے اب ہاتھ اُٹھاؤ اسدِ حق کے پسر سے
پانی دو کہ پیاسا ہون مین چوبیس پہر سے للہ مزاحم نہ ہو اس تشنہ جگر سے

۶۸ شہ زور کو اکبر نے بھی کاوے پہ لگایا
واں سے بھی تڑپ کر فرسِ تیز نکل آیا
منہ کھولے ہوئے شیر پہ حملے کو سگ آیا
پھر دب کے الگ زد سے گیا اور الگ آیا
لاتی تھی اجل کھینچ کے شمشیر کے منہ پر
آسکتا ہے روباہ کہیں شیر کے منہ پر

۶۹ اکبر نے صدا دی کہ ٹھہر سامنے آکر
کیوں منہ کو چھپاتا ہے سپر چہرہ پہ لاکر
مردانہ دکھا وار حریفانہ دغا کر
دیکھ اپنے رسالے کے جوانوں سے حیا کر
نادان ہے تمیزِ حق و باطل نہیں رکھتا
تو ایسے تن و توش پہ کچھ دل نہیں رکھتا

۷۰ تجھ سا تو جوان لشکرِ بدخو میں نہیں ہے
ہاں زورِ شجاعت ترے بازو میں نہیں ہے
گھوڑا تو ہے چالاک پہ قابو میں نہیں ہے
فوجیں ہیں اُدھر یاں کوئی پہلو میں نہیں ہے
ہم ایک ہیں جانباز کہ فوجوں سے لڑے ہیں
کیا تجھکو کہیں گے جو صفیں باندھے کھڑے ہیں

۷۱ غصے میں جو سفاک نے کی رخش کو مہمیز
شہزادے کے گھوڑے کے قریب آگیا شبدیز
بس تھام لی اکبر نے عنانِ فرسِ تیز
جھجکا تھا وہ گھوڑا کہ چلی تیغِ شرر ریز
ہوش اُڑ گئے اُس بانیِ بیداد و ستم کے
سر کٹ کے گرا فرق پہ چالیس قدم کے

۷۲ مصروف تھے لڑنے میں اُدھر اکبرِ دلگیر
بیتاب تھے تھامے ہوئے دل حضرتِ شبیر
تھراتے تھے ہاتھ اور زباں پر تھی یہ تقریر
یہ سب تری تائید ہے اے مالکِ تقدیر
بیکس ترے بندے پہ عجب وقت پڑا ہے
یارب یہ پسر تیسرے فاقے میں لڑا ہے

۷۳ یہ کہہ کے علی اکبرِ مہ رو کو پکارے
احسنت مرے شیر مرے پیاس کے مارے
ٹھہرو کہ پدر چوم لے ہاتھوں کو تمھارے
خالی ہے علمدار کی جا اے مرے پیارے
جعفر اسی کس بل سے اسی ڈھب سے لڑے تھے
خیبر میں علی بھی یوہیں مرحب سے لڑے تھے

۷۴ بالیدہ ہوا شہ کی صدا سُن کے وہ جرار
مجرا کیا رہوار سے جھک جھک کے کئی بار
کی عرض شہادت کی دعا کا ہوں طلبگار
اب پیاس نے مارا مجھے یا سیدِ ابرار
گرمی سے غش آتا ہے جھکا جاتا ہے سر بھی
ہتھیار بھی سب گرم ہیں جلتا ہے جگر بھی

۶۱ گیا ہاتھ تھا گیا تیغ تھی گیا ہمتِ عالی　　دم بھر میں نمودار صفیں ہوتی تھیں خالی
جب جھوم کے ڈھالوں کی گھٹا آتی تھی کالی　　بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیرِ ہلالی
ملتا تھا نشان رن میں صفوں کا نہ پرون کا　　تھا شور کہ مینھ آج برستا ہے سرون کا

۶۲ گیا حرب تھی، قربانِ جگر گوشۂ شبیر　　نکلا جو کمان سے تو قلم ہو کے گرا تیر
آیا جو کمان لیکے کمین سے کوئی بے پیر　　گوشہ تھا نہ چلّہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زہ گیر
جو وار تھا صفدر کا خدائی سے جدا تھا ۵۲　　قبضے سے کمان، ہاتھ کلائی سے جدا تھا

۶۳ لڑنے جو بڑا بول کوئی بول کے آیا　　یہ شیر بھی شمشیرِ دو دم تول کے آیا
شہبازِ اجل صید پہ پر کھول کے آیا　　اڑتا ہوا سر تیغ میں اُس غول کے آیا
حق جسکی طرف ہے وہ زبردست رہا ہے　　سچ ہے کہ بڑے بول کا سر پست رہا ہے

۶۴ اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمنِ جان پر　　گہ سر پہ کبھی ڈھال پہ تھی گاہ سنان پر
ترکش پہ گئی سن سے کبھی، گاہ کمان پر　　کس طرح بھلا ذکرِ برش لاؤن زبان پر؟
دل سے کہیں چلنے کی ہوس قطع نہ ہو جائے　　دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے

۶۵ اسوقت وغا کا نہ رہا ایک کو یارا　　خیمے سے نکل کر پسرِ سعد پکارا
دو لاکھ نے بھی مل کے نہ اک طفل کو مارا　　اب جا در میں اوڑھو کہ بٹا نام تمھارا
جی ہار دیا فوج نے عزت گئی سب کی　　بے آب ہوئی آج سے تلوار عرب کی

۶۶ یہ سنتے ہی غیظ اک پلِ غدار کو آیا　　میدان میں اڑتا ہوا رہوار کو آیا
کس غیظ سے تولے ہوئے تلوار کو آیا　　دلبندِ ید اللہ سے پیکار کو آیا
کاندھے پہ سپر لب پہ سخن بے ادبی کے　　ظالم کو عداوت تھی گھرانے سے نبی کے

۶۷ کافر نے زجز پڑھ کے تگا ور کو نکالا　　اکبر بھی بڑھے چلنے لگا بھالے پہ بھالا
اژدر تھے زبانوں کو نکالے تہ و بالا　　گردن کو لڑائے ہوئے تھا کالے سے کالا
پڑتی تھی سنا پر جو سنا دشتِ وغا میں ۵۳　　چنگاریاں اڑتی نظر آتی تھیں ہوا میں

۵۴ مالک سے بھرے گھر کے اُجڑ جانے کو پوچھو
گھر والون سے اِس تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
ماں باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو
یعقوب سے یوسف کے بچھڑ جانے کو پوچھو
اللہ دکھائے نہ الم نورِ نظر کا
بہ جاتا ہی آنکھون سے لہو قلب و جگر کا

۵۵ اب رخصتِ اکبر ہی شہِ تشنہ دہان سے
فرزند بچھڑتا ہی امامِ دوجہان سے
پیری مین چھٹا ہی فلک تازہ جوان سے
کس فصل مین درپیش ہی فرقت تن و جان سے
آتی ہی اجل گود کا پالا نہین جاتا
صابر سے کلیجے کو سنبھالا نہین جاتا

۵۶ فرماتے ہین فرزند سے آنکھون کو چرا کر
دیکھ آؤ زرا مادرِ ناشاد کو جا کر ۵۰
کہتا ہی وہ ناشاد جوان اشک بہا کر
اب جائین گے خیمے مین سنان سینہ پہ کھا کر
شہ نیزہ و شمشیر سے موڑا نہین جاتا
سب چھوٹین مگر آپ کو چھوڑا نہین جاتا

۵۷ رخصت ہوئے جب شہ سے علی اکبرِ ذیشان
گھوڑے پہ چڑھے آپ کھلا رحل پہ قرآن
وہ رخش کی چھل بل وہ ضیائے رخِ تابان
اک برق چمکتی ہوئی پہنچی سرِ میدان
زردی رخِ خورشید پہ چھائی نظر آئی
پرتو سے زمین رن کی طلائی نظر آئی

۵۸ آغازِ رجز تھا کہ ہوئی تیرون کی بوچھار
شہزادۂ عالم نے بھی لی میان سے تلوار
تلوار کا کھنچنا تھا کہ تھا فوج مین رہوار
رہوار کی چل پھر مین صفین بس گئین دوچار
اس شان سے لختِ دلِ شیرِ صمد آیا
گویا صفِ آہو پہ یکایک اسد آیا

۵۹ ہلچل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ سن سے
۵۱ ڈھالین تو رہین ہاتھون مین اُڑ گئے سر تن سے
طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے
آگے تھا ہرن شیر سے اور شیر ہرن سے
غل تھا یہ جری مثل یداللہ لڑے گا
تر ہو گی زمین خون سے وہ رن آج پڑیگا

۶۰ تلوار تھی جرار کی یا قہرِ خدا تھی
سر تھا تو الگ تھا جو کمر تھی تو جدا تھی
بجلی جو ادھر تھی تو اُدھر سیلِ فنا تھی
تلوار بھی یون سر پہ جب آئی تو قضا تھی
بے سر ہوئی وہ صف جو نظر پڑ گئی اسکی
جاتا جو لہو اور بڑھ گئی اسکی

اب کچھ نہیں وسواس برآیا مرا مطلب　　لو بہلو، مل کر صفِ ماتم یہ چلو اب
بچے مرے داخل ہوئے خیلِ شہدا میں　　سجدہ تو کر دن شکر کا درگاہ خدا میں

حضرت علی اکبرؑ

۴۸ دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر　　راحت کوئی، آرامِ جگر سے نہیں بہتر
لذت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر　　نکہت کوئی، بوئے گلِ تر سے نہیں بہتر
صدموں میں علاجِ دلِ مجروح یہی ہے　　ریحان ہے یہی، روح یہی، روح یہی ہے

۴۹ ماں باپ کا دل، غنچۂ خنداں ہے اسی سے　　وہ گل ہے، کہ گھر رشکِ گلستاں ہے اسی سے
سب راحت و آرام کا ساماں ہے اسی سے　　آبادیٔ کاشانۂ انساں ہے اسی سے
کس طرح کھلے دل کہ جگر بند نہیں ہے　　گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے

۵۰ یہ وہ ہے عصا، پیر جواں رہتا ہے جس سے　　یہ وہ ہے نگیں، نام و نشاں رہتا ہے جس سے
وہ شمع ہے، پُرنور مکاں رہتا ہے جس سے　　وہ دُر ہے، قوی رشتۂ جاں رہتا ہے جس سے
کھوتے نہیں یہ مال زر و مال کے بدلے　　موتی بھی لُٹا دیتے ہیں اس لال کے بدلے

۵۱ دولت یہی، شوکت یہی، اجلال یہی ہے　　ثروت یہی، حشمت یہی، اقبال یہی ہے
سرمایہ یہی، نقد یہی، مال یہی ہے　　گوہر یہی، یاقوت یہی، لال یہی ہے
دلبند ہو پہلو میں تو غم پاس نہیں ہے　　کچھ پاس نہیں گر یہ رقم پاس نہیں ہے

۵۲ ماں باپ کی آسایش و راحت ہے پسر سے　　تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
خوں جسم میں، آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے　　ایامِ ضعیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے
آرامِ جگر، قوتِ دل، راحتِ جاں ہے　　۴۹ پیری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے

۵۳ وہ شے ہے خوشی در پہ کھڑی رہتی ہے جس سے　　وہ چین ہے، راحت کی گھڑی رہتی ہے جس سے
وہ لعل ہے، امید بڑھی رہتی ہے جس سے　　وہ دُر ہے یہ دُر، جان لڑی رہتی ہے جس سے
آرامِ جگر تاب و تواں ساتھ ہے اُس کے　　پھرتا ہے جدھر رشتۂ جاں ساتھ ہے اُس کے

لشکر نے یہ جانا کہ وہ بچ کر نکل آئے — آنا تھا کہ چار وتہ تیغ اجل آئے
احسنت کا برپا ہوا غل چرخ بریں پر ۴۶ ٹکڑے جو گئے، چار کے تھے آٹھ زمیں پر

۴۱ کیا ذکر بھلا آٹھ کا یا چار سروں کا — کشتوں کے جو پٹتے تھے تو انبار سروں کا
گننا ہوا اب تو ہمیں دشوار سروں کا — اک مینہ سا برس جاتا تھا ہر بار سروں کا
تھم سکتے نہ تھے پاؤں کسی عربدہ جو کے — کٹتی تھی زمیں رنگی، ڈر ڈر دن بے لہو کے

۴۲ جانبازیاں دکھلاتے تھے میداں میں وہ جانباز — دل تھامے ہوئے دیکھتے تھے شاہ سرافراز
قاسم کا سخن تھا کہ علی کا ہے سب انداز — فرماتے تھے اکبر، یہ لڑائی ہے کہ اعجاز
بڑھتے تھے کبھی گاہ سرک جاتے تھے عباس ۴۷ جب وار وہ کرتے تھے پھڑک جاتے تھے عباس

۴۳ ہر بار صدا دیتے تھے اے گیسوؤں والو — کیا کہنا ہے، پھر بڑھ کے یہی ہاتھ نکالو
رہوار بڑھے جاتے ہیں باگوں کو سنبھالو — حلقہ ہے، کڑی آنکھ زرہ پوشوں پہ ڈالو
اب ہٹنے کی مہلت مرے جانان انھیں دینا — سنتے بھی کریں گر تو امان انکو نہ دینا

۴۴ سیدانیاں دروازوں پہ تھیں کھولے ہوئے سر — اصغر کو لیے کانپتی تھی بانوے بے پر
فضہ تھی، پریشان کیے مو خیمے کے باہر — پردے سے لگی کہتی تھی، یہ شاہ کی خواہر
بتلا مجھے، بچے مرے کیا کرتے ہیں دونوں؟ — وہ کہتی تھی لاکھوں سے وغا کرتے ہیں دونوں

۴۵ وہ رخ پہ نظر آتے ہیں اڑتے ہوئے گیسو — وہ نیچے بجلی کی طرح گرتے ہیں ہر سو
ڈھالیں لیے وہ بھاگتے پھرتے ہیں جفا جو ۴۸ وہ ابر میں چھپ چھپ کے نکل آتے ہیں مہ رو
بہتا ہے لہو چھاتیوں سے جو رہیں دونوں — کس طرح پکاروں کہ بہت دور ہیں دونوں

۴۶ زینب نے کہا، دونوں ہیں یکجا کہ جدا ہیں — کی عرض یہ رو رو کہ نہیں ایک ہی جا ہیں
لاکھوں ہیں عدو اور وہ دو ماہ لقا ہیں — منہ نہر سے پھیرے ہوئے سرگرم وغا ہیں
دم خوف سے سینے میں سماتا نہیں اب تو — ہر ہر مجھے چھوٹا نظر آتا نہیں اب تو

۴۷ یہ سنتے ہی ڈیوڑھی سے ہٹیں حضرت زینب — فرمایا کہ، بچوں کا مرے خاتمہ ہے اب

آہو سے بھی چالاک تھے اسپانِ دوندہ — مُڑنے میں جو بجلی تھے تو اُڑنے میں پرندہ
مانندِ براقِ نبوی عرش سما تھے — گھوڑے نہ کہو اوجِ سعادت کے ہما تھے

۴۴ یوں ذہن میں آتے ہی نکل جاتے تھے سن سے — جس طرح نسیم آ کے نکل جائے چمن سے
جرأت میں فزوں شیر سے، سرعت میں ہرن سے — آگاہ ہیں وہ جرأت و سرعت کے چلن سے
نعل اُنکے سروہی سے چلے فوجِ ستم پر
پڑتے تھے قدم دونوں کے دُلدل کے قدم پر

۴۵ وہ مرگیا تلوار اُٹھا کر جسے ڈانٹا — اس نخل کو تلوار سے کاٹا اُسے چھانٹا
گُھاسے جراحت کو عجب حسن سے بانٹا — نکلی نہ کوئی شاخ نہ اُلجھا کوئی کانٹا
ابتک یہ ہوا باغِ جہاں میں نہیں دیکھی
گُل تھا کہ بہار ایسی خزاں میں نہیں دیکھی

۴۶ تلوار نے چھوٹے کی نیا رنگ دکھایا — ضربِ اسد اللہ کا سب ڈھنگ دکھایا
حیرت ہوئی، وہ زورِ دمِ جنگ دکھایا — راکب کو بھی مرکب کو بھی جو رنگ دکھایا
ایسا کوئی طفلی میں نمودار نہ ہوگا
ہاتھ ایسا تو جعفر کا بھی طیار نہ ہوگا

۴۷ کس تن میں تھی ضیا نیچوں کی ضو کے برابر — گویا کہ مہِ نو تھا یہ نو کے برابر
بجلی نہ چمک سکتی تھی پرتو کے برابر — سر خاک پہ گر پڑتے تھے سو سو کے برابر
بچتا تھا نہ وہ، نوک بھی جا لگتی تھی جسکو
رہجاتا تھا وہ جل کے، ہوا لگتی تھی جسکو

۴۸ کاٹی جو سپر، فرقِ جفا جو پہ نہ ٹھہری — منہ پر نہ رُکی ساعد و بازو پہ نہ ٹھہری
چار آئینۂ ظالمِ بدخو پہ نہ ٹھہری — دشمن کی زرہ کاٹ کے پہلو پہ نہ ٹھہری
کیا زور تھا کیا ضربتِ شمشیر نکو تھی
گھوڑے کی بھی گردن اُسی اک وار میں دو تھی

۴۹ چار آئے جو لڑنے کو تو اکدل ہوئے دونوں — ٹھہرے نہ ہٹے نہ متامّل ہوئے دونوں
گرما کے فرس، جنگ پہ مائل ہوئے دونوں — چاروں سے یہ فرمائے مقابل ہوئے دونوں
تشنہ رہیں ہوتے جو شجاعت سے بڑھی ہیں
تم چار ہو، ہم دو ہیں، مگر بخت بڑی ہیں

۵۰ یہ سنتے ہی بچوں پہ جھپٹ گردہ یل آئے — غصے سے دلیروں کے بھی ابرو پہ بل آئے

غل تھا کہ خبردار کوئی مُنھ کو نہ موڑے — یہ دونوں بہادر ہیں تو ہم بھی نہیں تھوڑے
یا مار کے تلواریں گرا دیتے ہیں اِن کو ۱۴۱ یا نیزوں کی نوکوں پہ اُٹھا لیتے ہیں انکو

۲۷
یہ سُن کے صفیں بڑھنے لگیں دشت و غا سے — لہرائے نشانوں کے پھریرے بھی ہوا سے
دل ہل گئے نقارۂ رزمی کی صدا سے — لشکر میں در آئے شہِ مردان کے نواسے
نعروں کا دلیروں کے گیا شور فلک پر — تیغوں کی چمک پھیلی تھی بجلی کی چمک پر

۲۸
بجلی سی کبھی یاں تو کبھی واں نظر آئی — غارت کیا اِس صف کو تو اُس غول پہ آئی
جب نیچے اسواروں کے بالائے سر آئے — سر تک نہ سپر آئی کہ وہ تا کمر آئے
پاس آ نہ سکے اُنکی کماک کرنے کو جو تھے ۱۴۲ جلدی میں کمر سے جو کھنچا ہاتھ تو دو تھے

۲۹
گھوڑوں کو اُڑاتے ہوے پہنچے جو بہادر — فوجِ ستم آرا ہوئی سب غرقِ تحیّر
اک شور ہوا کون سے دریا کے ہیں یہ دُر — لڑکے ہیں، یہ اللہ رے اقبال و تہور
کیا جانیے کیا نام ہیں انکے اب و جد کے ۱۴۳ تیور سے یہ پیدا ہی کہ بچے ہیں اسد کے

۳۰
ناگاہ یہ بڑھ کر پسرِ سعد پکارا — اے شیر دلو نام و نسب کیا ہی تمھارا
تلواریں پکڑ کر یہ پکارے وہ دل آرا — خالق نے ہمارے لیے دنیا کو سنوارا
خورشیدِ زمیں، آج سرِ عرشِ بریں ہیں — پہلا یہ شرف ہی کہ غلامِ شہِ دیں ہیں

۳۱
ہم دونوں نواسے ہیں اُسی فیض رسان کے — فرزند ہیں، شیرِ شہِ کون و مکان کے
دکھلائیں گے جوہر تمھیں تیغِ دو زبان کے — بڑھ بڑھ کے اُلٹ دینگے پرے فوجِ گران کے
تم یہ نہ سمجھنا کہ یداللہ نہیں ہیں — ہم شیر تو ہیں گر اسداللہ نہیں ہیں

۳۲
برچھی سی لیے انبوہ سواروں کا جب آیا — شہزادوں نے رانوں میں سمندوں کو دبایا
اک شور ہوا غیظ رحیموں کو اب آیا — وہ نیچے بجلی سے جو چمکے، غضب آیا
آخر وہ جری بختِ دلِ نیّرِ دیں تھے — سر کٹنے صفِ اول کے کہیں جسم کہیں تھے

۳۳
بس بھیڑ جو دھنسے فوج میں وہ شیرِ درندہ — تلواروں سے ڈر ڈر کے چھپے مُردوں میں زندہ

اظہار ہوئی خطِ شعاعی کی جو تنویر   روئے شبِ یلدا سے سیاہی ہوئی تغیر
خورشید نے کی سورۂ والشمس کی تفسیر   والفجر کی کرتا تھا تلاوت فلکِ پیر
پھیلا ہوا تھا نورِ سحر ارض و سما میں   مصروف تھی سب خلق خدایا دِ خدا میں

۲۱ چمکا صفتِ شعلۂ جوّالہ مہرِ جہانتاب   شبنم کی طرح سیم کواکب ہوئے بے آب
مائل بہ سفیدی ہوا رنگِ رُخِ مہتاب   اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب
طاقت نہ رہی شمع میں سوزِ جگری کی ۳۹   پروانوں سے رخصت تھی چراغِ سحری کی

آغازِ جنگ

۲۲ بڑھ کر کے علم فوج کو عبّاس نے کھولا   ہتھوالیس لیا ڈھالوں کو تلواروں کو تولا
شہزادوں میں جو تھا کوئی عاقل کوئی بھولا   ہاتھوں میں پکڑ بیٹھے ایک ایک یہ بولا
لڑکے تو ہیں لیکن قدم آگے ہی پڑیں گے   ان چھوٹی سی تیغوں سے ہمیں پہلے لڑیں گے

۲۳ اُس فوج میں نقارۂ رزمی پہ لگی چوب   تیار صفیں کرنے لگے شام کے سرکوب
گھوڑوں سے لگا گونجنے صحرائے پر آشوب   دینے لگی بالوں سے ادھر فاطمہ جاروب
بالیدہ ہوئے غل جو سنا طبلِ وغا کا   نعرہ ہوا سادات میں یا شبرِ خدا کا

۲۴ بجلی کی چمک گردتھی تیغوں کی چمک سے ۴۰   چنگاریاں اُڑتی تھیں سنانوں کی لچک سے
کڑکا ہوا میدان میں سنانوں کی کڑک سے   تیر آتے تھے، جوں تیرِ شہاب آئے فلک سے
اک نال ہوئے سب قتلِ شہِ تشنہ دہن پر   حملہ کیا دولاکھ نے ہفتاد و دو تن پر

حضرت عونؑ و محمدؑ

۲۵ مارے گئے مولا کے جو انصار و موالی   تب حضرتِ مسلم کے یتیموں نے رضا لی
جب دم وہ چلے رونے لگے سرورِ عالی   اک حملے میں دونوں نے پرے کر دیے خالی
تھا غلغلہ دار و بگیر اہلِ ستم میں   برپا تھا تلاطم حرمِ شاہِ امم میں

۲۶ بڑھ کر جو رجز دونوں نے جولاں کیے گھوڑے   حملے میں اُدھر تیر کمانداروں نے جوڑے

اسباب کنارے کرو جمازون کو سرکاؤ — ڈر ہے کہین گھوڑون کی ٹاپون مین کچل جاؤ
ہتھوالنس کے تیغ و سپر اکبر یہ پکارے — کیا بکتے ہو بیہودہ سخن منھ پہ ہمارے!

۱۴ کہتا ہون مین، دیکھو قدم آگے نہ بڑھانا — آسان نہین شیرون کا ترائی سے اٹھانا
حیدر کے پسر ہین یہ، ہمین کیا تم نے ہے جانا؟ — قبضے ابھی پکڑین تو الٹ جاے زمانا
کر دین ابھی یون زیر و زبر ہفت طبق کو — جس طرح اولٹ دیتے ہین انگلی سے ورق کو

۱۵ گھبرا کے اِدھر سے شہِ والا یہ پکارے — ہان ہان، ہمرے صفدر، مرے عاشق، مرے پیارے
تلوار نہ کھینچو ابھی، صدقے مین تمھارے — راضی ہون مین، اترین وہی دریا کے کنارے
کچھ غم نہین، جلتے ہوئے ریتے پہ رہین گے — راحت انھین ہو دے، ہمین تکلیف سہین گے

۱۶ ہے ہے یہ وہی دشتِ بلا ہے یہ وہی نہر — جس نہر کی شمشیر سے بدتر ہے ہر اک لہر
ساحل پہ نہ اترون گا مین کرتے ہو یہ کیا قہر — یہ چشمۂ شیرین ہے غریبون کے لیے زہر
پردیس مین تکلیف گوارا کرو لوگو — اس نہر کے پانی سے کنارا کرو لوگو

۱۷ ڈیوڑھی پہ جو ناقون کو بٹھایا حرم اترنے — نیچے لیے ناموسِ امامِ امم اترے
افلاک شرافت کے ستارے بہم اترے — کس اوج سے کس شان سے وہ ذی حشم اترے
ساحل پہ اُتارا ہوا وان فوجِ لعین کا — یان دھوپ مین برپا ہوا خیمہ شہِ دین کا

۱۸ تاریخ دوم کا تھا محرم کے یہ مذکور — آفت مین پھنسے پھر تو شہِ بیکس و مجبور
ہشتم تک اُدھر جمع ہوا لشکرِ مقہور — روزِ نہم اعدا کو لڑائی ہوئی منظور
در پے ہوئے سب قتلِ امامِ عربی کے — دسوین کو گلے کٹنے لگے آلِ نبی کے

صبح عشرہ

۱۹ پھاڑا جو گریبانِ صبح آفت کی سحر نے — پردے مین چھپایا رخِ روشن کو قمر نے
پیمانۂ خورشید لگا نور سے بھرنے — گردون سے گزر فوجِ کواکب لگی کرنے
تابان جو رخِ نیرِ افلاک ہوا تھا — ذرّون سے زر افشان ورقِ خاک ہوا تھا

دونون سرون کے شام مین جانے کی خبر ہی
لاشون کو سر دار چڑھانے کی خبر ہی

۷ مارا گیا بے جرم و خطا آپ کا بھائی
تربت بھی مسافر کی کسی نے نہ بنائی
مرنے سے بھی پہلے ہوئی بیٹون سے جدائی
بچون کو غریب الوطنی مین اجل آئی
دریا پہ انھین مار کے جب آیا تھا حارث
دربار مین دو چھوٹے سے سر لایا تھا حارث

۸ لایا تھا جو دریا پہ وہ پکڑے ہوئے گیسو
سنتا ہون بہت بین کرتے تھے وہ گلرو
تھے ایک ہی رسی مین بندھے دونون کے بازو
کہتے تھے ہمین بیچ لے پر قتل نہ کر تو
رخ مین نے بھی دیکھے تھے غنچہ دہان تھے
رخسارون پہ دونون کے طمانچون کے نشان تھے

۹ جب شہ نے سنی یہ خبر مسلم بے پر
رقت کا ہوا جوش لگے کانپنے تھر تھر
سینہ مین تڑپنے لگا دل مثل کبوتر
منہ کر کے سوئے کوفہ کہا، ہاے برادر
بلوا کے مدینہ سے ہمین مر گئے مسلم
ہم کوفے تلک آئے تو سفر کر گئے مسلم

آمد بمیدان کربلا

۱۰ جب منزل مقصد پہ امام زمن آئے
تھا شور کہ مرنے کو غریب الوطن آئے
جنگل مین عجب شان سے گل پیرہن آئے
مرجھائے ہوئے دھوپ مین نازک بدن آئے
پھولون سے زمین بس گئی میدان ستم کی
آنے لگی صحرا سے ہوا باغ ارم کی

۱۱ فرما کے یہ فراشون کو عباس پکارے
ہان خیمون کو برپا کرو دریا کے کنارے
سب لوگ تھکے ماندے ہین لشکر کے ہمارے
فراشون نے بار اونٹون سے یہ سن کے اتارے
ناگاہ نشان ظلم کے برپا نظر آئے
خیمہ ابھی کھلتا تھا کہ اعدا نظر آئے

۱۲ میدان سے سوارون نے یہ بڑھ بڑھ کے پکارا
تم کون ہو کیا کام ہے دریا پہ تمھارا
فوج آتی ہے جلدی کرو ساحل سے کنارا
ہو گا لب جو شام کے لشکر کا اتارا
گھوڑون سے زمین بانکی ہے گی کوئی دم کو
دو لاکھ سوارون کی جگہ چاہیے ہم کو

۱۳ گرمی کی جو ایذا ہو تو جنگل کی ہوا کھاؤ
اے کو تر لو نہر کے پانی پہ نہ ٹھہراؤ

مرثیۂ اوّل

حمدِ باری

۱ اس باغ میں چشمے ہیں ترے فیض کے جاری | بلبل کی زبان پر ہے تری شکر گزاری
ہر نخل برومند ہے یا حضرتِ باری، | پھل ہم کو بھی مل جائے ریاضت کا ہماری
وہ گُل ہوں عنایت، چمنِ طبع نکو کو | بلبل نے بھی سونگھا نہو جن پھولوں کی بو کو

سفر از مکّہ

۲ فرزندِ پیمبر کا مدینہ سے سفر ہے | سادات کی بستی کے اُجڑنے کی خبر ہے
در پیش ہے وہ غم کہ جہاں زیر و زبر ہے | گُل چاک گریباں ہیں، صبا خاک بسر ہے
گلرو صفتِ غنچۂ کمر بستہ کھڑے ہیں | سب ایک جگہ، صورتِ گلدستہ کھڑے ہیں

۳ مکّہ سے اِدھر ہو چکے تھے شاہ روانا | منظور تھا کوفے کو بسرعت اُنھیں جانا
مانع رہے احباب، یہ حضرت نے نہ مانا | تھا مدِّ نظر امر جو کچھ دل میں تھا ٹھانا
یہ شوق شہادت کا تھا اُس عاشقِ رب کو | یعقوب نمط جاتے تھے یوسف کی طلب کو

۴ قاصد کوئی نامہ تھا جو مسلم کا نہ لایا | تشویش میں تھا حیدرِ کرّار کا جایا
ناگہ اُسے اک مردِ مسافر نظر آیا | بھجوا کے کسی کو اُسے حضرت نے بلایا
تسلیم کی اُس شخص نے جھک کر شہِ دیں کو | نعلینِ مبارک پہ لگا ملنے جبیں کو

۵ لے ہاتھ میں ہاتھ اُسکا اُٹھے سیّدِ والا | لیجا کے کنارے اُسے اس طرح سے پوچھا
اے شخص، تو آتا ہے کدھر سے؟ مجھے بتلا | وہ کہنے لگا کوفے سے آتا ہوں میں شاہا
شہ نے کہا، کوفے کا مسافر تو اگر ہے | مسلم مرے بھائی کی بھی کچھ تجکو خبر ہے؟

۶ رو رو کے وہ کہنے لگا کس منہ سے کہوں آہ | مسلم کا بھی سر کٹ گیا ہانی کا بھی یا شاہ
اور پاؤں میں لاشوں کے رسن باندھ کے بدخواہ | بازاروں میں کھینچے لیے پھرتے تھے سرِ راہ

ہان توشۂ آخرت مہیّا کر لے غافل تجھے دُنیا سے سفر کرنا ہے

جس شخص کو عقبیٰ کی طلبگاری ہی دُنیا سے ہمیشہ اُسے بیزاری ہی
اک چشم مین کس طرح سمائین دُونون ۳۱ غافل یہ خواب ہی وہ بیداری ہی
کیا کیا دُنیا سے صاحبِ مال گئے دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تلک پھر آئے سب لوگ ۳۲ ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

یہ عمر یونہین تمام ہو جائیگی مرنے کی خبر بھی عام ہو جائیگی
روتے ہو انیس کیا جوانی کے لیے؟ پیری کی سحر بھی شام ہو جائیگی

مرجائے جو فرزند تو کیا چارہ ہے بس صبر علاجِ دلِ صد پارہ ہے
اصغر کو لٹا کے قبر مین شہ نے کہا آرام کرو اب یہی گہوارہ ہے

دل سے طاقت بدن سے کس جاتا ہی آتا نہین پھر کے جو نفس جاتا ہی
جب سال گرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھُلا ۳۳ یان اور گرہ سے اک برس جاتا ہی
دنیا جسے کہتے ہین بلا خانہ ہے پامال ہی جو عاقل و فرزانہ ہے
مابین زمین و آسمان یون ہین ہم جیسے آسیا مین ایک دانہ ہے

بلبل یہان آکے خوش بیانی سیکھے اندازِ فغان مجھ سے فغانی سیکھے
رونا مری آنکھون سے کرے حاصل ابر دریا مرے اشکون کی روانی سیکھے

عباس سا صف شکن نہ ہوگا کوئی　　اکبر سا بھی گلبدن نہ ہوگا کوئی
گردن پہ لگا تیر مگر لب نہ ہلے　۲۵　اصغر سا بھی کم سخن نہ ہوگا کوئی

وہ نظم پڑھون کہ بزم خوشبو ہو جائے　　عطر عنبر ہر ایک آنسو ہو جائے
یاد آئے شمیمِ زلفِ ہمشکلِ رسولؐ　　آہون کا دھوان حور کا گیسو ہو جائے

چل جلد اگر قصدِ سفر رکھتا ہے　　تو کچھ بھی مآل کی خبر رکھتا ہے
راحت دنیا مین کس نے پائی ہے انیسؔ　۲۶　جو سر رکھتا ہے دردِ سر رکھتا ہے

آنکھ ابرِ بہاری سے لڑی رہتی ہے　　اشکون کی روا منھ پہ پڑی رہتی ہے
دونون آنکھین ہین مری ساون بھادون　　یان سارے برس ایک جھڑی رہتی ہے

طفلی دیکھی شباب دیکھا ہم نے　　ہستی کو حبابِ آب دیکھا ہم نے
جب آنکھ ہوئی بند تو عقدہ یہ کھلا　۲۷　جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے

افسوس یہ عصیان یہ تباہی دل کی　　کی خوب انیسؔ خیرخواہی دل کی
کپڑے اُجلے ہین کہ نازان ہوئے تم　　بڑھتی گئی دن رات سیاہی دل کی

پیری آئی عذار بے نور ہوئے　　یارانِ شباب پاس سے دور ہوئے
لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیسؔ　　جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوئے

رتبہ جسے دنیا مین خدا دیتا ہے　　وہ دل مین فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہین تہی مغز ثنا آپ اپنی　۲۸　جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

جو شے ہے فنا اُسے بقا سمجھا ہے　　جو چیز ہے کم اُسے سوا سمجھا ہے
ہے بحرِ جہان مین عمر مانندِ حباب　۲۹　غافل اس زندگی کو کیا سمجھا ہے؟

کیا قدر زمین کی آسمان کے آگے؟　　جھکتے ہین قوی ناتوان کے آگے
نرمی سے مطیع سنگدل ہوتے ہین　۳۰　دندان صف بستہ ہین زبان کے آگے

گر لاکھ برس جیے تو پھر مرنا ہے　　پیمانۂ عمر ایک دن بھرنا ہے

یون سینہ و قلب سرد ہو جائین گے   تہخانے مین جیسے بام و در ٹھنڈے ہون

کس بات مین کید کس بات مین تدبیر نہین   جز حرفِ غلط زبان یہ تقریر نہین
اس عہد مین راستی کا کیونکر ہو رواج ۲۰ مسطر کج ہے قلم کی تقصیر نہین

کس دن فرسِ خامہ تگ و دو مین نہین   مجھ سا بھی سیہ بخت کوئی سو مین نہین
ہر چند کہ ہون خسروِ اقلیمِ سخن ۲۱ بے غیر دوات کچھ قلمرو مین نہین

داغِ غمِ شہ سینے مین گل بوٹے ہین   کیا کیا گہرِ بخشش بہا لوٹے ہین
مجلس مین ریا سے جو کہ روتے ہین انیس ۲۲ اشک اُنکے بھی موتی ہین مگر جھوٹے ہین

کس منہ سے کہون لائقِ تحسین مین ہون   کیا لطف جو گُل کہے کہ رنگین مین ہون
ہوتی ہے حلاوتِ سخن خود ظاہر   کہتی ہے کہین شکر کہ شیرین مین ہون؟

مانا ہم نے کہ عیب سے پاک ہے تو   مغرور نہ ہو جو اہلِ ادراک ہے تو
بالفرض اگر آسمان ہے تیرا مقام   انجام کو سوچ کہ پھر خاک ہے تو

مر مر کے مسافر نے بسایا ہے تجھے   رُخ سب سے پھرا کے منہ دکھایا ہے تجھے
کیونکر نہ لپٹ کے تجھ سے سوؤن اے قبر ۲۳ مین نے بھی تو جان دے کے پایا ہے تجھے

دُنیا یہ ہے اور ہوس طوفان ہے   مانندِ حباب ہستیِ انسان ہے
لنگر ہے جو دل تو ہر نفس بادِ مراد   سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

خاموشی مین یان لذتِ گویائی ہے   آنکھین ہین بند عینِ بینائی ہے
نہ دوست کا جھگڑا ہے نہ دشمن کا فساد   مرقد بھی عجب گوشۂ تنہائی ہے

ہشیار کہ وقتِ ساز و برگ آیا ہے   ہنگامِ تگرگ و برف و تگرگ آیا ہے
محتاجِ عصا ہوے تو پیری نے کہا ۲۴ چلیے اب چوبدارِ مرگ آیا ہے

غافل تجھے کیون خواہشِ دنیا دنی ہے؟   پیوندِ زمین ہر کوئی درویش و غنی ہے
جو قاقم و سنجاب پہنتے تھے ہمیشہ   سوتے ہین تہِ خاک گلے مین کفنی ہے

رباعیات

جس دن کہ فراق روح و تن ہونا ہوگا   مشکل آنا اِس انجمن مین ہوگا
نازان نہ ہو رخت پہن کر غافل   اک روز یہی جسم کفن مین ہوگا

آغوشِ لحد مین جبکہ سونا ہوگا   جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی مین آہ کون ہووے گا انیس؟ ۱۵ ہم ہووینگے اور قبر کا کونا ہوگا

مضمون انیس کا نہ چربا اُترا   اُترا بھی تو کچھ بگڑ کے نقشا اُترا
نقاش نے سَو طرح کی صنعت کھینچی   تصویر نہ کھینچ سکی تو چہرا اُترا

اک روز جہان سے جان کھونا ہوگا   گھر چھوڑ کے زیرِ خاک سونا ہوگا
بالش سے سروکار نہ بستر سے غرض   اپنا کسی تکیے مین بچھونا ہوگا

پیری سے بدن زار ہوا زاری کر   دنیا سے انیس اب تو بیزاری کر
کہتے ہین زبانِ حال سے موے سپید ۱۶ ہے صبحِ اجل کوچ کی تیّاری کر

غفلت مین نہ عمر کو بسر کر   انجام پہ اک ذرا نظر کر
اِس طولِ عمل سے فائدہ کیا؟ ۱۷ کل کوچ ہے قصہ مختصر کر

گلشن مین پھرون کہ سیرِ صحرا دیکھون   یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھون؟
ہر جا تری قدرت کے ہین لاکھون جلوے ۱۸ حیران ہون کہ دو آنکھون سے کیا کیا دیکھون؟

انسان ہی کچھ اس دور مین پامال نہین   سچ ہے کوئی آسودہ و خوشحال نہین
اندیشۂ آشیان و خوفِ صیّاد ۱۹ مرغانِ چمن بھی فارغ البال نہین

نافہم سے کب دادِ سخن لیتا ہون   دشمن ہو کہ دوست سب کی سن لیتا ہون
چھپتی نہین بوے دوستان یکرنگ   کانٹون کو ہٹا کے پھول چن لیتا ہون

اشکون مین نہاؤ تو جگر ٹھنڈے ہون   بھیگے جو مژہ دیدۂ تر ٹھنڈے ہون

زندگی مین تونہ اک دم خوش کیا ہنس بول کر — آج کیون روتے ہین میرے آشنا میرے لیے؟
گنجِ عزلت مین مثالِ آسیا ہون گوشہ گیر — رزق پہنچاتا ہی گھر بیٹھے خدا میرے لیے
تو سراپا اجر، اے زاہد، مین سرتاپا گناہ — باغِ جنّت تیری خاطر کربلا میرے لیے
کہتے تھے شہ سخت ہی تیغ و گلو کا مرحلہ ۱۴ — یہ بھی مشکل سہل کر دے گا خدا میرے لیے
یا حسین ابنِ علی فیاضِ عالم جانِ خلق — آپ نانے کی ہر مصیبت مین دعا میرے لیے
اے ہوس، اپنی اپنی قسمت اس کا رشک کیا؟ — کیمیا تیرے لیے، خاکِ شفا میرے لیے
کہتے تھے شہ حضرتِ آدم سے تا ختمِ رسل — روئے سارے انبیاؑ و اوصیا میرے لیے
خاک سے ہی خاک کو الفت تڑپتا ہون انیس — کربلا کے واسطے مین کربلا میرے لیے

سلامی درِ شہ پہ گر جائین گے — تو سب کام بگڑے سنور جائین گے
یہ سنکر کہا شہ نے رختِ کہن — یہ کپڑے بھی تن سے اُتر جائین گے
حرم سے شبِ قتل کہتے تھے شاہ — دمِ صبح ہم کوچ کر جائین گے
مصیبت کی راتین بسر ہو گئین — نہ روؤ یہ دِن بھی گزر جائین گے
یہ کہتی تھی بانو خبر کِس کو تھی؟ — کہ اکبر جوان ہو کے مر جائین گے
خدا تو ہی شاہد کہ بے جُرم ہون — چھپین گے کہان اور کدھر جائین گے؟
خدا بات رکھے جہان مین انیس — یہ دِن ہر طرح سے گزُر جائین گے

جو دِل سے جلے ہین اُنھین کا سخن ہی گرما گرم — مزا ہی سیخ پہ جب تک کباب رہتا ہی
زبان سوالِ نکیرین سے نہ بند ہوئی — خموش بھی کہین حاضر جواب رہتا ہی

ہاتھ خالی آئی لاشون پر شہیدون کے نسیم — پھول بھی اِس فصل مین ایسے گران ہین

گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اُٹھا کے چلے　۱۲ خدا کے آگے خجالت سے سر جھکا کے چلے
مقام یون ہوا اس کارگاہِ دنیا مین　کہ جیسے دِن کو مسافر سرا مین آ کے چلے
کسی کا دِل نہ کیا ہم نے پائمال کبھی　چلے جو راہ تو چیونٹی کو بھی بچا کے چلے
تمام عمر جو کی ہم سے بے رُخی سب نے　کفن مین ہم بھی عزیزون سے مُنھ چھپا کے چلے
انیس دم کا بھروسا نہین ٹھہر جاؤ　چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے؟

آ کے جو بزمِ عزا مین رو گئے　مجرئی وہ فردِ عصیاں دھو گئے
یاد آیا دامنِ مادر کا چین　پاؤن پھیلا کر لحد مین سو گئے
عالمِ فانی مین کیا تمکو ملا　۱۳ اور کچھ اپنی گرہ سے کھو گئے
راحت آبادِ عدم ہے خوب جا　پھر نہ آئے وہ یہان سے جو گئے
خون گردن سے جو نکلا گرم گرم　بھر کے آہِ سرد ٹھنڈے ہو گئے
آ کے تُربت پر پکارے شاہِ دین　ہائے آج اصغر اکیلے ہو گئے
عالمِ پیری مین یہ غفلت انیس　رات بھر جاگے سحر کو سو گئے

واجب الرحم تھے زندان کے سزاوار نہ تھے　مجرئی، اہلِ حرم قابلِ بازار نہ تھے
بولے عابد کہ فدائے شہِ دین غیر ہوئے　اک فقط ہم ہی شہادت کے سزاوار نہ تھے
تیر اصغر کو جو مارا تو کہا سرور نے　ہم گنہگار تھے بچے تو گنہگار نہ تھے
شکر ہی شکر نکلتا تھا لہو کے بدلے　دہنِ زخمِ بدن دیدۂ خونبار نہ تھے
دھجیان زخمون کی پہنے ہوئے تھے ابنِ حسن　کیا ہوا پھولون کی گردن مین اگر ہار نہ تھے
کہا صغری نے کہ فرقت نے پدر کی مارا　آ گئے اے صاحبو، ہم ایسے تو بیمار نہ تھے
ل سے تلوون کا یہ عابد کے ہوا تھا احوال　کون سا چھالا تھا وہ جسمین کہ دو خار نہ تھے
مسیحِ دو جہان کا ہوا افضال انیس　اچھے یون ہو دیئے جیسے کبھی بیمار نہ تھے

ود نوید زندگی لائی قضا میرے لیے　شمعِ کشتہ ہون فنا مین ہے بقا میرے لیے

وہاں کیسۂ زر بند کر، پر اے منعم
خدا کے واسطے وا کر جبین کی چینون کو

خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم
۸ انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینون کو

کوئی انیس کوئی آشنا نہیں رکھتے
کسی کی آس بغیر از خدا نہیں رکھتے

نہ روئے بیٹون کے غم مین حسین واہ رے صبر
یہ داغ ہوش بشر کے بجا نہیں رکھتے

کسی کو کیا ہو دلون کی شکستگی کی خبر؟
۹ کہ ٹوٹنے مین یہ شیشے صدا نہیں رکھتے

حسین کہتے تھے سوئین گے پاؤن پھیلا کر
سوائے قبر کوئی اور جا نہیں رکھتے

فقیر دوست جو ہو ہمکو سرفراز کرے
کچھ اور فرش بجز بوریا نہیں رکھتے

مسافرو شبِ اول بہت ہے تیرہ و تار
چراغِ قبر ابھی سے جلا نہیں رکھتے

وہ لوگ کون سے ہین ای خدائے کون و مکان
سخن سے کان کو جو آشنا نہیں رکھتے

انیس بیچ کے جان اپنی ہند سے نکلو
جو توشۂ سفرِ کربلا نہیں رکھتے

مجرئی قید سے جب عابدِ بے پر چھوٹے
شام مین شور ہوا آلِ پیمبر چھوٹے

بیبیان کہتی تھین کیونکر اونٹ پہ در در پھرین
سر پہ وارث نہ رہے قید ہوئے گھر چھوٹے

لاشِ اصغر پہ کہا بانو نے، اماں صدقے
چھ مہینے مری چھاتی سے نہ دم بھر چھوٹے

آ کے جنگل مین کیا باپ کا پہلو آباد
ماں سے اِس عمر مین بیٹا علی اصغر چھوٹے

عورتین آن کے صغریٰ کو یہ سمجھاتی تھین
تیرے رونے سے تو ہمسایون کے ہین گھر چھوٹے

وہ یہ کہتی تھی کہ ماں باپ سے جو چھوٹا ہو
۱۰ اُس سے رونا کبھو دن رات کا کیونکر چھوٹے

شاہ کہتے تھے کٹے حلق مگر ہاتھون سے
۱۱ دامنِ صبر نہ زیرِ دمِ خنجر چھوٹے

گر اٹھاتا کوئی مسند پہ تو کہتے سجاد
ہوئے چالیس برس بالش و بستر چھوٹے

زیرِ سر ہاتھ دھرے خاک پہ سوتا ہون
اُٹھ گیا چین ہی جس روز سے منبر و در چھوٹے

خلد مین رو کے سکینہ نے کہا سرور سے
قیدِ زندان سے تو ہم چھوٹے پہ مرکر چھوٹے

آرزو یہ ہے کہ ہنگامۂ محشر مین انیس
ہاتھ سے میرے نہ دامانِ پیمبر چھوٹے

عجب نہین ہے جو شیشون مین رکھ کے لیجائین — اِن آنسوؤن کو فرشتے گلاب سمجھے ہین
زمانہ ایک طرح پر کبھی نہین رہتا — اسی کو اہلِ جہان انقلاب سمجھے ہین
یہ اشکِ تاک ہے کہتے ہین جسکو آبِ طرب، — یہ خونِ گُل ہے جسے سب گلاب سمجھے ہین
حسینؑ پیاس مین مُنھ کھولتے ہین ذبح کے وقت — چمک کو خنجرِ قاتل کی آب سمجھے ہین
انیس مخمل و دیبا سے کیا فقیرون کو — اسی زمین کو ہم فرشِ خواب سمجھے ہین

رنجِ دُنیا سے کبھی چشم اپنی نم رکھتے نہین — جز غمِ آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہین
کربلا پہنچے زیارت کی ہمین پروا ہے کیا؟ — اب ارم بھی ہاتھ آئے تو قدم رکھتے نہین
در پہ شاہون کے نہین جاتے فقیر اللہ کے — ۵ سر جہان رکھتے ہین سب ہم وان قدم رکھتے نہین
دیکھنا کل ٹھوکرین کھاتے پھرینگے اُنکے سر — آج نخوت سے زمین پر جو قدم رکھتے نہین
کہتے تھے اعدا کہ بچے بھی علی کے شیر ہین — جب بڑھاتے ہین تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہین
چادرین جب چھین لین رانڈون کی تو عابد نے کہا — کچھ حیا و شرم یہ اہلِ ستم رکھتے نہین
مرثیے اِک دن مین کیا سب کہہ ڈالوگے انیس — ہاتھ سے کیون آج قرطاس و قلم رکھتے نہین

کارِ ذاتی مین ہین عاجز پاک سازانِ جہان — ۶ گرد اپنے مُنھ کی پانی آپ دھو سکتا نہین

سدا ہے فکرِ ترقی بلند بینون کو — ہم آسمان سے لائے ہین اِن زمینون کو
پڑھین درود نہ کیون دیکھ کر حسینون کو — خیالِ صنعتِ صانع ہے پاک بینون کو
لحد مین سوئے ہین چھوڑا ہے شہ نشینون کو — قضا یہان سے کہان لے گئی مکینون کو
یہ جھُرّیان نہین ہاتھون پہ ضعفِ پیری نے — ۷ چُنا ہے جامۂ اصلی کی آستینون کو
نکال رہا ہون مضامینِ نو کا پھر انبار — خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینون کو
یہ غُل تھا مہرِ نبوت پہ جب چڑھے حسینؑ — جڑا ہے ایک انگوٹھی پہ دو نگینون کو
مزا یہ طرفہ ہے مضمون تو دستیاب نہین — مقابلہ پہ بڑھائے ہین آستینون کو
غلط یہ لفظ وہ بندش بُری یہ مضمون سست — ہنر عجیب ملا ہے یہ نکتہ چینون کو

قریبِ قبر ہم آئے کہاں کہاں پھر کر تمام عمر ہوئی جب تو اپنا گھر دیکھا
دلی ولی کی صدا تھی جہاں جہاں پہنچا علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا
کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیسؔ ٢ عروجِ مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

صبر کرتے تھے سلامی شہِ والا کیا کیا اہلِ کیں دیتے تھے مظلوم کو ایذا کیا کیا
شاہِ دیں کے حرم آئے تھے وطن میں جس دم خاک پر پیٹ کے سر روتی تھی صغرا کیا کیا
اور ایک ایک سے کہتی تھی بتاؤ لوگو کہہ گئے ہیں مجھے مرتے ہوئے بابا کیا کیا
سر جھکا لیتی تھی صغرا کوئی کہتا تھا اگر ٢ کہو کوفے سے پدر نے تمھیں بھیجا کیا کیا
قید خانہ میں سکینہ کو جو یاد آئے عدو رات بھر سینہ میں دل ننھا سا تڑپا کیا کیا
ساتھ جاتا نہیں غیر از عملِ نیک انیسؔ اسیہ انسان کو ہے خواہشِ دنیا کیا کیا

روئے آسائش نہ دیکھا عمر بھر جو گیا دنیا سے وہ بیدل گیا
قہرِ حق تھا غیظِ عباسِ علی شیر کے نالوں سے جنگل ہل گیا

زرد چہرہ ہے نحیف و زار ہوں ماتمِ سجاد میں بیمار ہوں
مثلِ بوئے گل سفر ہوگا مرا وہ نہیں میں جو کسی پر بار ہوں
کہتے تھے عابد اٹھیں کیونکر قدم؟ اے ستمگارو، نحیف و زار ہوں
دم بدم کھینچو نہ میرے ہاتھ کو پاؤں بڑھ سکتے نہیں لاچار ہوں
میں پیادہ تم ہو گھوڑوں پر سوار کس طرح دوڑوں، بہت بیمار ہوں
کہتے تھے اعدا سے حضرت وقتِ جنگ ورثہ دارِ حیدرِ کرار ہوں
سوکھ کر کانٹا ہوا ہوں پر انیسؔ آنکھ میں دشمن کے اب تک خار ہوں

نمود و بود کو عاقل حباب سمجھے ہیں ٢ وہ جاگتے ہیں جو دنیا کو خواب سمجھے ہیں
نبی کا عز و شرف بوتراب سمجھے ہیں، علی کی قدر رسالت مآب سمجھے ہیں
ارے نہ آئیو دنیا کے دم دھوکے میں سراب ہے یہ جسے موجِ آب سمجھے ہیں

سلام

سین ع یون ہوئے ای مجرئی وطن سے جُدا
کہ جیسے بلبلِ ناشاد ہو چمن سے جُدا

جنان مین پائین گے گھر اہلبیت کے مدّاح
صلہ خدا سے، جُدا لین گے پنجتن سے جُدا

بھنسے ہوئے تھے بلاؤن مین سیّد سجّاد ع
چھلی تھی، طوق سے گردن جُدا رسن سے جُدا

لے مین دیکھ کے طوقِ حدید کہتے تھے لوگ
یہ آفتاب کہین جلد ہو گہن سے جُدا

کا لا گردنِ اصغر سے تیر جب شہ نے
گلے سے بہنے لگا خون جُدا دہن سے جُدا

خر سے ظہر تلک کربلا مین جنگ ہوئی
سرِ حسین ع ہوا، وقتِ عصر تن سے جُدا

ی ہی مرگ کی منزل مسافرو ہشیار
کھُلے گا حال یہ جب روح ہو گی تن سے جُدا

شارِ قبر کا گر خوف ہی تجھے تو انیس
رہے نہ ذرّۂ خاکِ شفا کفن سے جُدا

بیکسی کا شہ کی چرچا رہ گیا
مجرئی مہمان پیاسا رہ گیا

دیر آئے پر بھی جلد آئے رسول ص
دور لاکھون کوس سایا رہ گیا

قبر مین ہوگا حسابِ زندگی
بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا

شُست و شو سے گو ہوا اُجلا ذلیل
جامۂ اصلی مین دھبّا رہ گیا

قبر مین رکھ کر نہ ٹھہرا کوئی دوست
مین نئے گھر مین اکیلا رہ گیا

فیض تھا بے پردگی مین آل کی
ہم گنہگارون کا پردا رہ گیا

اسقدر تھا خشک حضرت کا گلا
خنجرِ قاتل بھی پیاسا رہ گیا

سوؤگے کب تک بس اب اُٹھو انیس
دن بہت غفلت مین تھوڑا رہ گیا

ن کا نور ہر اک شی مین جلوہ گر دیکھا
اُسی کی شان نظر آگئی جدھر دیکھا

ا کو حق نے اُتارا جو عین کعبہ مین
کھُلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا

دِ عید بھی آیا جو کوئی ملنے کو
غمِ حسین مین عابد کو نوحہ گر دیکھا

انیس

میر ببر علی نام اور لکھنؤ مسکن - یہین پیدا ہوئے اور یہین وفات پائی - وفات ۱۲۹۲
پانچ پشت سے شاعری انکے خاندان مین تھی - انھون نے صرف اپنے خاندان ہی مین
نہین پائی بلکہ تمام ہندوستان کے شعرا پر فخر لے گئے اور میری ذاتی راے تو یہ ہو کہ فن شاعر
نے انکے دم سے ایک نئی عزت حاصل کی - وقایع نگاری کی صفت جو انمین تھی
موروثی تھی - انکے دادا میر حسن کی مثنوی مشہور ہے - اس سے اچھی مثنوی آجتک
دیکھی نہین گئی - گلزار نسیم عام پسندیدگی مین شہرۂ آفاق ہو لیکن مذاق صحیح رکھنے وا
متفق اللسان ہین کہ واقعات کی مصوّری میر حسن پر ختم ہو گئی -

فارسی شاعری سعدی اور حافظ پر ختم ہوئی - اور ریختہ گوئی کا غالب اور امیر پر خاتمہ
لیکن میر انیس کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہو کہ مرثیہ گوئی کے پیرایے مین ایشائی شاعری کو انکے نام
وہ عزت ہوئی کہ یہ سب سے بالا ٹھہرے - انکی شاعری شاعری نہین ہو - فیضان آلہی کا خاص نمون
رزم بزم - معاملہ بندی - واقعات نگاری کن کن باتون کا بیان کیا جائے - مشہور ہو کہ شاعر اُ
مضمون پر بااثر کلام کہہ سکتا ہو جس سے اُسے خاص مذاق ہو لیکن یہ کلیّہ میر انیس نے باطل کر
جسکے سر پر حبابِ بحر کی سی کلاہ ہو اور ہاتھ مین سوائے عصائے پیری کے کوئی اور شے نہ آئی ہو اور چڑھنے
لیے منبرِ مجلس کے سوا اور کوئی مرکب نہ ملا ہو وہ خود پوش اور زرہ پوش سوار و نکے رزم کا نقشہ کھینچے شا
گبر ہائی ہو - انکے رزمیہ اشعار پڑھیے تو معلوم ہوتا ہو کہ فن حرب اِن سے اچھا کوئی کیا جانیگا - حزن و غم کے
صورتِ غم کو سامنے لا کھڑا کر دیتے ہین - مسرّت کے بیانات مسرّت مجسم بنجاتے ہین - واقعہ نگاری انکا خاص حص
گویا صورتِ معاملہ سامنے آ کھڑی ہو جاتی ہو -

اِنتخاب

از

کلامِ انیس

(ہر چہار جلد)

سلام۔ رباعی۔ مرثیہ اوّل و دوم و سوم

۱۴۸ نشتر

نشہ میں کیوں نہ کروں عشق دکھا دیے تم نے — وہ دونوں دیدے مئے ناب کے کٹورے سے
بلا سے جام نہووے نہو، کہ یاں ہم لوگ — چڑھا گئے ہیں گھڑوں کے گھڑے سکورے سے
نہیں جو رات کو جاگے تو کیوں ابھر آئے؟ — یہ لال لال کچھ آنکھوں میں ڈورے ڈورے سے

غیر کے لی جو ران میں چٹکی — تم نے لی میری جان میں چٹکی
لے نہ اے عشق ہر دم انشا کے — اس دل ناتوان میں چٹکی

واقف جو ہم نہیں ہیں اس بزم میں کسی سے — ہیں کیا غریب بیٹھے چپ چاپ اجنبی سے
لو ہاتھ جوڑتا ہوں بس کیجیے جرم بخشی — تقصیر بھی تو یعنی ہوتی ہے آدمی سے

دامن اگر نچوڑے تو جیحوں ٹپک پڑے — دل پر جو دھر دیے ہاتھ تو بس خون ٹپکٹے
میں بھر رہا ہوں آپ مجھے بس نہ چھیڑیے — ایسا نہ ہو کہ خاطر محزون ٹپک پڑے

صاحب کے ہرزہ میں سے ہر ایک کو گلہ ہے — میں جو نباہتا ہوں میرا ہی حوصلہ ہے
بار گران اٹھائیں کس واسطے عزیزو — ہستی سے کچھ عدم تک تھوڑا ہی فاصلہ ہے

لگی ہے مینہ کی جھڑی باغ میں چلو جھولیں — کہ جھولنے کا مزا بھی اسی بہار میں ہے
پھوہار مینہ کی خوش آیند ہے بہت اس وقت — شراب پینے کا موقع اسی پھوہار میں ہے

تال کی یہ قسم کی نہ سُر کی — فارسی نہ عربی نہ ترکی
تاریخ کہی ہوئی یہ کسی ٹر کی — حویلی علی نقی خان بہادر کی

تم نے غرور سے نہ اشارہ کیا کہ بیٹھ — اور اپنے پاؤں دکھنے لگے یاں کھڑے کھڑے

دل میں مرے چٹکی لی ایسی ہی کہ درد اٹھا — معقول چہ خوش اے واہ آپ اسکو ادا سمجھے

انشا یہ سن غزل شہر بخت کے نمط — رکھتے تھے جو طبیعت موزون ٹپک پڑے

کیونکر نہ لپٹ جاؤں صراحی کے گلو سے — بیعت مجھے پھر تازہ ہوئی دست سبو سے

کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے؟ ۱۲ وہ بیچاری تو آپ ننگی ہے

بیختگی آج بھی اُس بات کی انشا نہ ہوئی — گھر کو پھر آئے چلے ہم طمعِ خام لیے

۹

گالی سہی ادا سہی چینِ جبین سہی — یہ سب سہی پر ایک نہین کی نہین سہی

گر نازنین کے کہنے سے مانا بُرا ہو کچھ — میری طرف کو دیکھیے مین نازنین سہی

منظور دوستی جو تمھین ہے ہر ایک سے — اچھا تو کیا مضایقہ انشا کہین سہی

۱۰

بندگی ہم نے تو جی سے اپنے ٹھانی آپ کی — بندہ پرور خیر آگے مہربانی آپ کی

لیکے مین اوڑھون بچھاؤن یا لپیٹون کیا کرون؟ — روکھی پھیکی ایسی سوکھی مہربانی آپ کی

دو گلابی لاکے ساقی نے کہا انشا کو رات — زعفرانی میرا حصّہ ارغوانی آپ کی

لب پہ آئی ہوئی یہ جان پھرے — یار گر اس طرف کو آن پھرے

چین کیا ہو ہمین؟ جب آٹھ پہر — اپنی آنکھون مین وہ جوان پھرے

روٹھ کر اُٹھ چلے تھے انشا سے — بارے پھر ہو کے مہربان پھرے

کیا چھیڑ ہے کہ پہلے دل صاف توڑ بیٹھے — پھر آپ ہو مؤدب ہاتھون کو جوڑ بیٹھے

آواز سُن ہماری گھر سے جو تم نہ نکلے — دروازے سے تمھارے ہم سر کو پھوڑ بیٹھے

آزادگی خوش آئی انشا کو جب سے یارو — وہ سب کو چھوڑ بیٹھا، سب اُسکو چھوڑ بیٹھے

کسی پری کی ہنسی دل پر اپنے کچھ ٹھن جائے — تو پھر یہ ہنسی کہ دلپار قہقہہ بن جائے

لپٹ نسیم گئی بوے گل کی چھاتی سے — الٰہی اپنا بھی روٹھا ہوا کہین من جائے

تو سوے سجدہ یون جاے خواہشِ انشا — کہ جاپ تاپ کو جیسے کوئی برہمن جائے

کیا چیز بھلا قصرِ فریدون مرے آگے — کانپے ہے پڑا گنبدِ گردون مرے آگے

مرغان اولی اجنحہ مانندِ کبوتر — کرتے ہین صدا عجز سے غون غون مرے آگے

بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو مین باندھون؟ — بادل سے چلے آتے ہین مضمون مرے آگے

مین شاہِ خراسان کے غلامون مین ہون انشا — مصروف رہے ہوسی و ہارون مرے آگے

۱۱

یہ پیاس اپنی بجھے برف سے نہ شورے سے — بجھے، تو نرگسِ ساقی کے آبخورے سے

مجھے کام تجھ سے ہے ای جنون کہوں کس سے کچھ سنون ن نہ کسی کے رد و قدح میں ہوں نہ اکھاڑ میں نہ پچھاڑ میں
نہ ذرا اڑھیو یہ نہ جا دلا یہ سب آہوؤں کے ہیں مبتلا ۷ یہ شکار کھیلتے ہیں بر ملا انھیں ٹٹیوں کی تو آڑ میں
نہ کر اپنی جان کو مضمحل ارے انشاؔ اس سے لگا نہ دل تو وگرنہ ہوویگا منفعل کہیں آ گیا جو لتاڑ میں

اگر یار مے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجیے ۸ زاہد نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں

مجھے کہنے لگی وہ پیار میں آ کر اگر لبس ہو تو تجھکو موند رکھوں ایک ننھی سی پٹاری میں

چھیڑنے کا تو مزا تب ہی کہو اور سنو بات میں تم تو خفا ہو گئے لو اور سنو

پرچھائیں اپنی چال کی ٹک منھ کو موڑ دیکھ گردن کی یہ لچک یہ کمر کی مروڑ دیکھ
پیکانِ تیرِ آہ ہے آلودہ زہر سے باور نہ ہو تجھے تو مرے دل کو توڑ دیکھ
چوکھٹ پہ اسکے میں نے جو پٹکا یہ سر کہا دروازہ کھولتا ہوں نہ سر اپنا پھوڑ دیکھ
جوڑی جو اس نے تجھ سے تو، توڑی رقیب سے انشاؔ تو اپنے یار کے یہ توڑ جوڑ دیکھ

آنے اٹک اٹک کے لگی سانس رات سے اب ہے امید صرف خدا ہی کی ذات سے
کل سے تو اختلاط میں تازہ ہے اختراع رکنے لگے ہیں آپ مری بات بات سے
انشاؔ نے آ لگا ہی لیا تمکو بات میں ظالم وہ چوکتا ہے کوئی اپنی گھات سے؟

قسم نہ کھائیو ظالم تو مے کے پینے سے وگرنہ ہونگے ہم آزردہ اپنے جینے سے
اگر میں پاؤں اکیلا تجھے کہیں ہے ہے تو کس مزے سے لگا رکھوں اپنے سینے سے
وہ سن کے عرض کو انشاؔ کی اس طرح بولا کسے غرض ہے، عبث منھ لگے کمینے سے

آزردہ ہم سے تو ہی جو اب لے میاں رہے جی سے گئے جہان سے گئے ہم کہاں رہے
اس دل جلے کو ہجر میں اے آتشِ فراق ایسا ہی پھونکیو کہ نہ باقی نشان رہے
خوگردہ گالیوں کے جو ہیں انکو دیجیے انشاؔ سے ایسی بات نہ ای مہربان رہے

خمِ بغل، بیخ نہان، ہاتھ میں ہے جام لیے ساقی آتا ہے چلا زور سرانجام لیے
ہمصفیرانِ چمن دیکھیے کیا ہوتا ہے؟ آج صیاد دھر آیا قفس و دام لیے

ہاے کہنا وہ اُسکا چپکے سے — تجھے انشا ہمارے جی کی قسم
عجب رنگینیان باتون مین کچھ موتی ہیرا انشا — ہم ہو بیٹھتے ہین جب سعادت یار خان ادہم

کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یان سب یار بیٹھے ہین — بہت آگے گئے باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین
نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنے ۴ — تجھے اٹھکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین
خیال اُنکا پرے ہے عرشِ اعظم سے کہین ساقی — غرض کچھ اور دھن مین اس گھڑی میخوار بیٹھے ہین
بسانِ نقشِ پاے رہ روان، کوےِ تمنا مین — نہین اُٹھنے کی طاقت کیا کرین لاچار بیٹھے ہین
یہ اپنا حال ہے افتادگی سے اندنون پہرون ۵ — نظر آیا جہان پر سایۂ دیوار بیٹھے ہین
کہین ہین صبر کسکو آہ، ننگ و نام کیا شے ہے — غرض رو پیٹ کر ان سب کو ہم یکبار بیٹھے ہین
کہین بوسہ کی مت جرأت دلا کر بیٹھیو اُن سے — ابھی اس حد کو، وہ کیفی نہین، ہوشیار بیٹھے ہین
نجیبون کا عجب کچھ حال ہے اس دور مین یارو — جسے پوچھو یہی کہتے ہین، ہم بیکار بیٹھے ہین
کہان گردش فلک کی چین دیتی ہے سنا انشا — غنیمت ہے کہ ہم صحبت یہان دو چار بیٹھے ہین

یہ آپ حسن پہ اپنے گھمنڈ کرتے ہین — کہ اپنے شیش محل مین ہی ڈنڈ کرتے ہین
کھلا کے مال پوے، ترتراتے ہوہن بھوگ — گرو جی چیلون کو اپنے بھسنڈ کرتے ہین
شراب اُنکو کہین مت پلائیو انشا — کہ مست ہوکے وہ مجلس کو بھنڈ کرتے ہین

کل وہ بولا مجھ سے ہنسکر چاہ اے کچھ کھیل نہین — مین ہون ہلہوڑا اور تو ہے مقطع میرا تیرا میل نہین
زلف کو اُسکی مین نے جو سونگھا خالی یہ بو ہے ہونٹھون کے — دیکھتے کیا ہین آپ ادھر کو یان تو تلون مین تیل نہین
حسرت و حرمان یاس و تمنا درد فراق و رنج و تعب — اپنے سر پر اتنی بلائین ناحق ایدل جھیل نہین
اُسکی نگہ کا زخم اُٹھا کر انشا تو کیون لوٹے ہے — خنجر ناوک تیر نہین کچھ برچھی بلم سیل نہین

حضرتِ دل تو بگاڑ آئے ہین اُس سے لیکن — اب بھی ہم چاہین تو پھر بات بنا سکتے ہین
چارہ ساز اپنے تو مقرور بدل ہین لیکن — کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہین؟

وہ جو شخص اپنے ہے تاڑ مین سو چھپا ہے مرے جی کی آڑ مین — نہ وہ بستی مین نہ اُجاڑ مین نہ وہ جھاڑ مین نہ پہاڑ مین

انشا، جو ہونی ہووے سو ہو، دل کہے ہے یون تا چند ضبط، آج تو اُس دلربا کو چھیڑ

پھنس گئے عندلیب ہو ہمکیس ہے تنہائی اور کنجِ قفس

ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی کہ پھر اُنکی اُنگلی کی چڑھ گئی جھٹ نس

جبکہ دیکھا کہ چھوڑتا ہی نہین تب تو ٹھہری کہ دینگے بوسہ دس

ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات آٹھ، نو، دس ہوئے بس انشا بس

ہو جاے اگر جہان فراموش کب دل سے ہو دلستان فراموش

جاتے ہو تو یاد رکھیو مجھکو مت کیجیو مہربان فراموش

صد حیف کیا، بچھڑکے ہم کو تم نے، اے قدردان فراموش

ایسا تجھے ہو گیا یکایک انشا اللہ خان فراموش

انشا خیالِ محض ہی اسپر نہ بھولیو ہرگز کسی کے ساتھ نہ ڈالے خدا غرض

کھولے جب چاند سے اس مکھڑے کا گھونگھٹ عاشق کیون نہ پھر لیوے بلائین تری جھٹ پٹ عاشق

نہین معلوم اجی تم نے یہ کیا پڑھ پھونکا کہ تمھین دیکھتے ہی ہو گئے ہم جھٹ عاشق

بیکشی تم کرو غیرون سے بہم، تو، اپنے گھونٹ لوہو کے پیے کیون نہ غٹا غٹ عاشق

اے نسیمِ سحری اُس سے یہ کہیو کہ ترا رات سے اب تو بدلتا نہین کروٹ عاشق

اک غزل اور نئے قافیہ مین کہہ انشا جسکے سُنتے ہی دو ہوشوق ہو جھٹ پٹ عاشق

سلطنت بیچتے ہین دردکشان خاک کے مول ہر یہان سایہ ہما کا خس و خاشاک کے مول

سرو آزاد کئی، حقہ کش افیونی نے بیچے ایک اَدھی کو، اور کوے لیے ڈھاک کے مول

تاک باندھے ہوئے جو انڈے ہین مست انشا کب وہ طوبی کو بھلا لین شجرِ تاک کے مول

ترک کر اپنے ننگ و نام کو ہم جاتے ہین وان فقط سلام کو ہم

خم کے خم توڑ ڈالے یون ساقی اور یون ترستے ہین ایک جام کو ہم

روٹھنے مین بھی لطف ہے انشا صبح گر روٹھے وہ تو شام کو ہم

دو تین دن تو ہو چکے اب پھر جلو دہین　　فیروز شہ کی لاٹ کی اُس چوتھے کھنڈ پر
کلبرگ تر سمجھ کے لگا بیٹھی ایک جو بیخ　　بلبل ہمارے زخمِ جگر کے کھرنڈ پر

ر نظر لعل و زمرد کی طرف، پہنے ہین　　سُرخ اور سبز عجب رنگ کے جوڑے پتھر
نقشِ عشقِ الٰہی سے ہی خالی کیا شہر؟　　یہ شرر رکھتے ہین سب سینہ مین اژدر کے پتھر

مجھے رونا آتا ہی شمعِ سحر پر　　کہ بیچاری اب مستعد ہی سفر پر
اجی، جی مین ہی اب کہین بیٹھ رہیے　　بس ایک باندھ تکیہ کسی رہگزر پر

گیا یار آفت پڑے اس سحر پر　　اُداسی برسنے لگی بام و در پر
دیا نامہ سید انشا تو اُس نے　　دو ہتڑ پڑے ایک سر نامہ بر پر

یہ جو مہنت بیٹھے ہین رادھا کے کنڈ پر　　اوتار بنکے گرتے ہین پریون کے جھنڈ پر

ہاتھ مجھ سے وہ ملاتے ہی یہ فرمانے لگے　　تجھ سے پنجہ وہ کرے جو کہ مروڑے پتھر

لے چلا دامانِ صحرا کو گریبان پھاڑ کر　　آخر آ مجکو جنون چمٹا ہی بخیہ جھاڑ کر

کیا ہنسی آتی ہی مجکو حضرتِ انسان پر　　فعلِ بد تو انسے ہو لعنت کرین شیطان پر

نے انھون نے، جو یہ پھولون کی چھڑی ڈالی توڑ　　مین نے بھی، آپ کی دوڑی کی لڑی ڈالی توڑ
پینگین امریون مین جس وقت چڑھاتا ہون مین　　مجھ سے کہتی ہی یہ ساون کی جھڑی ڈالی توڑ
ساتھ پریون کے یہ ہم جھولے کہ انشا ہم نے　　ڈالی جو آم کی تھی سب سے بڑی ڈالی توڑ

غنچون کو روند، گل کو مسل، اور صبا کو چھیڑ　　لیکن، نہ اُسکے عقدۂ بندِ قبا کو چھیڑ
کیا گا رہا ہی اپنی اوبیچ، ای، حدی سرا　　جس سے کہ قیس لوٹ ہوا، اُس حدا کو چھیڑ
ای ہمنشین، یہ موسمِ ہولی ہی، اِن دنون　　منظور ہی جو سیر، تو اُس خوش ادا کو چھیڑ
ایک بوالہوس نے اُنکی جو آنا سے کچھ کہا　　رستہ مین اپنے توسنِ حرص و ہوا کو چھیڑ
برقع اُلٹ کے مُنہ سے وہ کہنے لگی، چخی　　بیٹا، کسی جوان سے صاحب ادا کو چھیڑ
لیجا کے چپکے چپکے دوشالہ کے نیچے ہاتھ　　ناخن گڑو کے چٹکی لے انگشتِ پا کو چھیڑ

تو نے لگائی آ کے، یہ کیا آگ ای بسنت؟ — جس سے کہ دل کی آگ بھڑک اُٹھی ای بسنت

واقعی ہاں شرط بد کر سیکڑوں کی ہار جیت — شغل میں جوڑکے ہے سچ، ای بُتِ خودکام
لیک جی لگنے کی خاطر تجکو بس ہی ہی قسم — ایک لبیہ ایک ڈلی ایک لونگ ایک بادام

یہاں، چشمِ جادو یہ، اتنا گھمنڈ؟ — خط و خال و گیسو یہ، اتنا گھمنڈ؟
اجی سر اُٹھا کر ادھر دیکھنا — اسی چشم و ابرو یہ، اتنا گھمنڈ؟
وہ کر تجبہ انشا سے بولے کہ واہ — اسی زورِ بازو یہ، اتنا گھمنڈ؟

لکھدو آخون جی صاحب، کوئی ایسا تعویذ — کہ مرے منہ سے لگے اُسکے گلے کا تعو
غش ہوئے ہم تو، اجی قہر تھا اُس کافر کا — لال ناڑے میں بندھا ہاے وہ نیلا تعو
سر کے بالوں سے لٹک، جھمکے سے اُلجھا تو کہا — اب لگا مجکو ستانے یہ نگوڑا تعو
خیر انشا کی ہو چاہو تو پلا دو دھو کر — اُسکے بازو کا وہ ننھا سا روپہلا تعو

راتوں کو نہ نکلا کرو دروازے سے باہر — غنچی میں دھرو پاؤں نہ اندازہ سے
جراح نہ رکھ پنبہ و مرہم، کہ یہاں آگ — نکلے ہے ہر اک زخمِ تر و تازہ سے
رہتے ہیں سدا خواہشِ احباب سے انشا — اجزا مرے دیوان کے شیرازہ سے

آئے نہ آپ رات جو اپنے قرار پر — گزری قیامت، اس دلِ امیدوار پر
ساقی، صراحیِ مے گلفام لا شتاب — ہی تجکو کچھ خیال بھی ابر بہار پر؟
انشا سے اب، تو آنکھ چرائی یہ قہر ہی — اسوقت میں تو رحم کر اُسکے خمار پر

عجب سرچشمۂ مہتاب سے تھی آگ پانی پر — سُنایا چاندنی نے آج دیپک راگ پانی
نہ اُڑ لے آپ جوگی جی، ابھی ہم بھی جو چاہیں تو — بچھا کر مرگ چھالا بیٹھ لیں بے لاگ پانی
تصدق کرتے ہیں ہم، نعمتِ الوان کو انشا — اسی اک جو کی روٹی اور اُبالے ساگ پانی

تعویذ لعل ہی کئے، یہ بھر بے گھمنڈ پر — اک نیلا ڈورا باندھیے، اس گوری ڈنڈ
یارب سدا سہاگ کی مہندی رچا کرے — ہتے تجھن کھچین، رہے آفت از

چلے تجھے حرم کو، رہ مین ہوئے اک صنم کے عاشق — ہوا ثواب حاصل، یہ ملا عذاب اُلٹا
مجھے چھیڑنے کو، ساقی نے دیا جو جام اُلٹا — تو کیا بہک کے مین نے اُسے اک سلام اُلٹا
فقط اس لفافہ پر ہی کہ خط آشنا کو پہنچے — تو لکھا ہی اُس نے انشا، یہ ترا ہی نام اُلٹا

زاہد، مرے ہولا کے اسرار، نہین پاتا — غافل اُسے کیا یاد رہے، ہوشیار نہین پاتا
گو روپ بدلتا ہی، ہر روز نئے انشا — صحبت مین کبھی اُسکی، پر بار نہین پاتا

دیوار پھاندنے مین، دیکھوگے کام میرا — جب دھم سے آ کہونگا، صاحب سلام میرا

اُس سے خلوت کی ٹھہر جاتی، تو مین اللہ سے — واسطے ڈُدون کے عرشِ کبریائی مانگتا

اب تو اگلی سی طرح کا نہین گھمرا ایرا — رہگیا آپ مین اور ہم مین اکھرا ایرا

نہین ہم فن کو باہم دیکھ سکتے لوگ، یہ سچ ہی — لگا القاص سے ہی لا یحب القاص کا جوڑا

اُنھین کیا نعمتِ الوان سے؟ جنکو عرش سے اُترا — یہی اک جو کی روٹی اور اُبالے ساگ کا جوڑا

کوے تلے کھڑا تھا دیکھا جو تجھکو آتے — ہاتھ اُسنے کرکے اونچا جھٹ ایک پھل کو توڑا

کیا کہون احوال، تیرے عاشقِ بیتاب کا — اشک جو ٹپکا، سو، گویا قطرہ تھا سیماب کا

زلزلہ لایا ہی جسمِ مضمحل کا اضطراب — مر مٹے پر بھی گیا، اپنے نہ دل کا اضطراب
اُسکے ہم صدقے مٹا یا جسنے باہم کرکے خلط — آتشِ تیز و ہوا و آب و گل کا اضطراب
یاد ہین انشا وہ شرمائی ہوئی آنکھین تجھے — اور تنہائی مین اُس ہیمان گسل کا اضطراب

کیا غضب تھا پھاند کر دیوار آدھی رات کو — دھم سے میرا کودنا اور وہ تمھارا اضطراب

کچھ اشارا جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت — ٹال کر کہنے لگے دن ہی ابھی رات کے وقت
گرچہ مے پینے سے، کی توبہ ہی مین نے ساقی — بھول جاتا ہون ولے تیری مدارات کے وقت
موسمِ عیش ہی یہ عہدِ جوانی، انشا — دور ہین تیرے ابھی زہد و عبادات کے وقت

جمال و عظمتِ دادارِ خالقِ ملکوت — خیال کرکے یہ کہتا ہون واہ ری جبروت
نمود سطوتِ پروردگار سے ہئے دیکھو — جہان تلک کہ کرے کام یہ نظر کا موت

جو شخص مقیم رہِ دلدار ہین زاہد | فردوس لگے اُنکو نہ باغِ ارم اچھے
اِس ہستیِ موہوم سے مین تنگ ہون انشا ۲ | واللہ، کہ اِس سے ہمراتب، عدم اچھے

ہر ظلم، اُسکو یار کیا ہم نے، کیا کیا! | کیا جبر اختیار کیا ہم نے، کیا کیا!
اُس رشکِ گل کی خواہشِ بوس و کنار کو | اپنے گلے کا ہار کیا، ہم نے کیا کیا؟
دستِ جنون سے اپنے گریبانِ صبر کو | اے عشق، تار تار کیا، ہم نے کیا کیا؟
رہ رہ کے دل مین آوے ہی انشا یہی کہ کیون | اُس دل کو بیقرار کیا، ہم نے کیا کیا؟

اگر ہمارے کرے کوئی بند بند جدا | تو یہ قبول نہ ہوئے ہو وہ خود پسند جدا
مری اور اُسکی یہ صحبت ہوئی بروزِ وداع | کہ درد مند سے ہو جیسے درد مند جدا
نمک فشان ہین مرے زخمِ دل پہ ای انشا | سبھون کے طعنہ جدا، ناصحون کے پند جدا

اے صبا باغ مین ہلایا کر | تو مرے گلعذار کا جھولا
نکہتِ گل کے جھولنے کے لیے | ہے نسیمِ بہار کا جھولا
چاہیے طفلِ اشک کو انشا | مژۂ قطرہ بار کا جھولا

جو ہاتھ اپنے سبزی کا گھوڑا لگا | تو سُلفے کا اور اُسکو کوڑا لگا
اجی، چشمِ بد دور، نامِ خدا | تمھین کیا بھلا سرخ جوڑا لگا
لگی کہنے انشا کو شب وہ پری | مجھے بھوت ہو کر نگوڑا لگا،

دیکھ لیجے ہاتھ دھر کر اُس مرے سینہ پہ آپ | گر نہ دیکھا ہو تڑپنا ماہیِ بے آب
کیا ہی پھبتا ہے یہ صاحب رینگ کا کرتا تمھین | اور اے ظالم یہ ڈھیلا پائچہ کمخواب
مانگتا ہے یہ دعا آٹھون پہر انشا سدا | دیا آبھی بول بالا ہو مرے نواب

رکھتے ہین کہین پاؤن تو پڑتا ہے کہین اور | ساقی تو، زرا ہاتھ تو لے تھام ہما
اے بادِ سحر محفلِ احباب مین کہنا ۲ | دیکھا ہے جو کچھ حال تہ دامِ ہما
عجب اُلٹے ملک کے ہین، اجی آپ بھی کہ تم سے | کبھی بات کی جو سیدھی، تو ملا جواب اُ

غزلیات و ابیات

رہا ہی ہوش کچھ باقی، اِسے بھی، اب ہٹیرے جا — یہی آہنگ، ای مطرب پسر، تو اور چھیڑے جا
مجھے اِس دین لذت ہی، ای جوشِ جنون، اچھا — مرے زخمِ جگر کے، ہر گھڑی، ٹانکے اُدھیڑے جا
سوالِ بوسہ سُن کہنے لگا، وہ شوخ غصہ ہو — بہت اچھا، سمجھ لونگا، بھلا، تو مجکو چھیڑے جا
دفورِ مے سے، حالت غش کی ہی، انشا کو ای ساقی — شرابِ سُرخ گالی کے، دیئے مُنھ پر، تریڑے جا

خیال کیجیے گا، آج کام مین نے کیا — جب اُس نے دی مجھے گالی، سلام مین نے کیا
کہا یہ صبر نے دل سے کہ لو خدا حافظ — حقوقِ بندگی اپنا، تمام مین نے کیا
جنون یہ آپ کی دولت، ہوا حصول مجھے — کہ ننگ و نام کو چھوڑا، یہ نام مین نے کیا
مزا یہ دیکھیے گا، شیخ جی رُک کے اُٹھے — جو اُنکا بزم مین، کل، احترام مین نے کیا
ہوس یہ رہگئی، صاحب نے پر کبھی نہ کہا — کہ آج سے تجھے انشا غلام مین نے کیا

فقیرانہ، ہر دل، مقیم اُسکی رہ کا — غرض کیا کہ محتاج ہو بادشہ کا
تری آشنائی مین، کیا ہم نے پایا — دیا نقدِ دل اور اپنی گرہ کا
تبھی لطف ہی ساقیا میکشی کا — کہ تو بھی بہک اور مجکو بھی بہکا
کبھی تجھ سے انشا نے بوسہ نہ مانگا — گنہ گار ہے وہ فقط اک نگہ کا

جھوٹا نکلا قرار تیرا — اب کس کو ہے اعتبار تیرا؟
دِل مین سو لاکھ چٹکیاں لین — دیکھا بس ہم نے پیار تیرا
انشا سے نہ روٹھ، مت خفا ہو — ہے بندۂ جان نثار تیرا

اچھا جو خفا ہم سے ہو تم، اے صنم، اچھا — لو، ہم بھی نہ بولین گے خدا کی قسم اچھا
مشغول کیا چاہیے، اِس دل کو کسی طور — لے لیوینگے ڈھونڈھ، اور کوئی یار ہم اچھا
گرمی نے کچھ آگ اور بھی سینہ مین لگائی — ہر طور، غرض، آپ سے، ملنا ہی کم اچھا

انشا

سید انشاء اللہ خان متخلص بہ "انشا" ہندوستان کے نامی شاعرون مین ہین
انکے باپ میر ماشاء اللہ خان بھی شاعر تھے - میر ماشاء اللہ خان صحیح النسب سادات
مین شمار کیے جاتے تھے - دربار شاہی دہلی مین یہ طبیب تھے اور زمرۂ امرا مین تھے
دلی تباہ ہونے پر یہ مرشدآباد گئے اور وہان سراج الدولہ کے مصاحبون مین داخل
ہوئے - وہین سید انشاء اللہ خان نے تربیت پائی - مرشدآباد تباہ ہونے پر سید
انشا دلی آئے اور شاہ عالم بادشاہ کے دربار مین داخل ہوئے - شاہ عالم کے پاس
اتنا سرمایہ کہان تھا کہ انکو خاطر خواہ صلہ ملتا اسلیے یہ دلی سے لکھنؤ آگئے -

لکھنؤ مین ایک زمانہ انکا یہ تھا کہ نواب شجاع الدولہ کو ایک دم بغیر انکے
چین نہ تھا - اسکے بعد بادشاہ کو کچھ خلش پیدا ہوئی - یہ زمانہ سید انشا کے لیے
زحمت کا تھا - پھر بادشاہ نے انکی تنخواہ بند کردی اور چین سے یہ گھر بیٹھے - خا
نشینی کا زمانہ انکے لیے آرام کا اور دوسرون کے لیے عبرت کا زمانہ تھا - اس زما
مین بھی انکی شاعری چلی جاتی تھی بلکہ اس زمانہ کا کلام بہت ہی پُر درد ہوتا تھا - انکی
وہ مشہور غزل جسکا مطلع ہے "کمر باندھے ہوئے چلنے کو یان سب یار بیٹھے ہین + بہت آگے گئے
باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین - اسی زمانہ کی ہے - آخر مین وہ تارک الدنیا ہوگئے اور کچھ دنون
بعد ایک مجذوب گوشہ نشین کی حیثیت سے بمقام لکھنؤ ۱۲۳۳ھ مین فوت ہوئے

سید انشا بڑے زبردست عالم تھے اور بڑے ہی ذہین تھے لیکن ذریعہ رزق انھون نے ٹھہ
رکھا تھا شاعری اور وہ بھی بادشاہون کے ہنسانے کے لیے - اسلیے علماے عصر مین انکا شمار نہ ہوا - انکی نسبت
جوہر شناسون کا قول تھا کہ سید انشا کے علم پر انکی شاعری نے خاک ڈالدی اور انکی شاعری کو اُمرا کی مصاحبت نے ڈبو

اِنتخاب

از

کلیاتِ اِنشاء اللہ خاں

۱۲ انشتر

طالبِ مرگ بھی ہین منتظرِ یار بھی ہین دیکھیے کون شبِ ہجر مین ادل آئے
پھینک دو کاٹ کے جڑ نخلِ تمنا کی امیر ۹۲ پھول کمبخت مین آئے نہ کبھی پھل آئے

رباعیات

گھر کھدنے کی پوچھو نہ مصیبت ہم سے روتی ہے لپٹ لپٹ کے حسرت ہم سے
یا ہم جاتے تھے گھر سے رخصت ہوکر ۹۳ یا گھر ہوتا ہے آج رخصت ہم سے

اوردن کو تو دنیا مین قضا نے مارا دی زیست خدا نے، اور خدا نے مارا
ہے صورتِ مرگ و زیست اپنی ہی جدا اُس لب نے جلایا تھا، ادا نے مارا

کمرے مین تو شب وہ ماہِ سیما آیا اسیر بھی مجھے ہاتھ نہ تنہا آیا
چلمن جو اُٹھی ہوئی تھی آتی تھی ہوا چھُڑوا دیے پردے تو لپٹا آیا

الہ رہی ہی حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہاے کیسی اس بھری محفل مین رسوائی ہوئی

یہ گالی جو اسے دلرُبا مل رہی ہی
دعا دی تھی اُسکی سزا مِل رہی ہی

دوڑ ساقی، کہ ترے مستون کو
ہوش آیا تو قیامت ہوگی

حورین کیونکر تری زبان سیکھین
لب و لہجہ کہین بدلتا ہے؟

آئے وہ کیون؟ اِس آنے سے حاصل ہی کیا ہوا
چُپ تھوڑی دیر بیٹھے اُٹھے گھر چلے گئے

بتون ہی مین ہی وہ بُت کچھ تجھے خبر بھی ہی؟
چھپا ہوا انھین فتنون مین فتنہ گر بھی ہی

منزلِ گور سے دم لیکے بڑھین گے آگے
ہم مسافر ہین بڑی دور کے رہنے والے

ہم مر گئے آنے کی جو اُنکے خبر آئی
افسوس اجل چار قدم پیشتر آئی

کیا خبر تھی کہ جدائی تری آفت ہوگی
بات کرنی بھی غریبون کو مصیبت ہوگی

ترا دوست، میرا عدو دل یہی ہی
ترا بسمل، اور میرا قاتل یہی ہی

ہم دِل جلے گئے تو جہنم پکار اُٹھا،
یا رب، سزا ملی یہ مجھے کس گناہ کی؟

پا کے تنہا اُنھین بوسے جو لیے کہنے لگے
مِل گئی مفت چھچھورے کو یہ نعمت کیسی؟

افسردہ داغِ دل ہوئے پیری مین کیا امیر
گویا چراغ صبح کو خاموش ہو گئے

نہ زر سے کام، نہ اسباب سے، نہ دولت سے
یہ سب رہین نثار ہین عالمِ شباب رہے

ملا نہ محفلِ جانان سے ہم کو اذنِ نشست
برنگِ شمع خجالت سے آب آب رہے

بڑھے کیا ربط؟ یارِ دلستان سے
نیا اک روز دِل لائین کہان سے؟

خزان کے آتے ہی گلچین و صیاد
لپٹ کر خوب روئے باغبان سے

خلعتِ روزِ ازل بے سر و سامانی ہی
خاص ملبوس مرا جامۂ عریانی ہے

گلشن مین مجھ سے ہی یہ تقاضائے اضطراب
کھٹکا ہو جس شجر مین وہین آشیان رہے

یون بیٹھے بیٹھے زیست کے دن ہو گئے تمام ۹۱
کشتی مین جیسے ساکنِ کشتی روان رہے

لطف تب ہو کہ ادھر ہاتھ مین بوتل آئے
اس طرف جھوم کے گلزار مین بادل آئے

قاصد، یہ زبان اُسکی، بیان اُسکا نہین ہی　　دھوکا ہی تجھے، اُسنے کہا اور ہی کچھ ہے

مغفرت کا تو جو طالب ہی تو زاہد، آ اِدھر　　پیار کرتی ہی وہ میخوارون کو میخوارون مین ہے

ڈھونڈھتا ہی اُسکو ای زاہد، تو اپنے دلمین ڈھونڈھ　　چھت مین کعبے کی نہ وہ کعبہ کی دیوارون مین ہے

جھانک تاک اغیار سے دن رات ہی　　اب یہ کچھ چوری چھپے کی بات ہے

اتنی باتین کیون سُناتے تم مجھے　　پیار کرتا ہون مین اتنی بات ہے

تجھ سے مانگون مین تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے　　سو سوالون سے یہی ایک سوال اچھا ہی

اسکا انجام فراق، اُسکا ہی انجام وصال　　کون کہتا ہی کہ فرقت سے وصال اچھا ہی

ترے نگاہ نے ایجان، دل کو کر دیا چھلنی　　الٰہی برچھی کی نکلی، جب ترے منہ سے نہین نکلی

نہ چھوڑا ساتھ اُنکا میری تربت پر بھی آنے مین　　بڑی پابند اپنی وضع کی چینِ جبین نکلی

چڑھا جاتے تھے ہم کے خم کبھی جلسے مین ستون کے　　وہی ہم ہین کہ پھر جاتا ہی سر اک دورِ ساغر سے

بندون کو چشمِ شوق، بتون کو دیا جمال　　واقف ہی کون مصلحتِ ذوالجلال سے

آئے جو میکدے مین کرے مست کیون کمی　　شیشے کی طرح چاہیے مے تا گلو ہے

مقامِ وجد ہی اے دل کہ بزمِ یار مین آئے　　بڑے دربار مین آئے بڑی سرکار مین آئے

دُکھے کیونکر نہ دل آوازِ نے سے　　صدا ہے یہ کسی دردِ آشنا کی

واماندگی سے جا نہ سکے کاروان تلک　　کھائی تھین ٹھوکرین جو مقدر مین رہ گئے

نہ جیتنے مین گزارہ، نہ ہارنے مین رفاہ　　پھر اُس سے کھیل کوئی کس گمان پر کھیلے؟

مرے تو خاک ہوے، ہم مٹے تو خاک مٹے　　ابھی تلک تو نشانِ مزار باقی ہے

مرا احوال کر سکتا نہین اُن سے بیان کوئی　　دہن مین میرے قاصد کے مری رکھدے زبان کوئی

حسنِ روز افزون بُھلا دیتا ہی پہلے قاعدے　　روز ہو جاتے ہین اُس محفل مین جاکر ہم نئے

کچھ میری سنو، کہو کچھ اپنی　　باتین نہ کرو اِدھر اُدھر کی

پیکان ہی ترے تیر کا پہلو مین در آئے　　ٹھنڈا ہو کلیجا یہی اُمید بر آئے

درد پہلو کی یہ شدت ہی کہ رنگت فق ہی
زخم وہ دل مین ہی کاری کہ کلیجہ شق ہے

ذکرِ گنجینہ سے ہوتا نہین کوئی مُنعم
ذوق جب تک نہ ہوا ے شیخ، عبث ناحق ہی

طولِ فرقت سے مزے وصل کے سب بھول گئے
نہ وہ باتین، نہ وہ راتین، نہ وہ دن یاد رہے

کانٹے اُلجھین نہ کہین دامنِ آزادی مین
دامن اس ڈر سے سمیٹے ہوئے شمشاد رہے

آ بنی جان پہ اپنی تو مروّت کیسی؟
پھینک دون چیر کے پہلو جو کہین دل آئے

اب کسی سے نہ رہی ملنے کی حسرت باقی
آج جی بھر کے گلے تیغ سے ہم مِل آئے

مدت ہوئی کہ جی مرا جینے سے سیر ہے
اے جان، تیرے مُنہ سے نکلنے کی دیر ہے

آئے جو نزع مین تو یہ کہکر وہ اُٹھ گئے
ہم جاتے ہین یہان ابھی رخصت مین دیر ہے

نازکی کہتی ہی قسمہ تو لگا رہنے دے
ناز کہتا ہے لگی میری بلا رہنے دے

عشق کے راز کو پنہان کوئی کیا رہنے دے
داغ کچھ درد نہین ہی کہ چھپا رہنے دے

روز تکیون مین جاکے دِل میرا
دوستون کو پکار آتا ہے

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ
مجکو غصے پہ پیار آتا ہے

باتین ناصح کی سُنین یار کے نظارے کیے
آنکھین جنت مین رہین کان جہنم مین رہے

اُنکے تڑپانے کی طاقت جو نہین ہم مین نہو
کاش اپنے ہی تڑپنے کی سکت ہم مین رہے

محتسب، پوچھ نہ تو شیشہ مین کیا رکھا ہی
پارسائی کا لہو اس مین بھرا رکھا ہے

ہم چلے دیر سے کعبہ کو تو وہ بت بولا
جاکے لے لیجیے کعبے مین خدا رکھا ہے

شام ہوتے ہی شبِ وصل بجاتا ہی گجر
ہاتھ ٹوٹین ترے گھڑیال بجانے والے

ہم جو پہنچے تو قیامت مین ہوا غُل آئے
دھجیان دامنِ محشر کی اُڑانے والے

چشمِ واعظ پہ ہی عینک، دستِ واعظ مین عصا
ضعفِ پیری مین یہ دو باقی سہارے رہ گئے

موت آئے، یا وہ آئے، یا قیامت ہو امیر
اب یہی دو تین جینے کے سہارے رہ گئے

اے چرخ حسینون کی جفا اور ہی کچھ ہے
معشوق کی چھیڑ دن مین مزا اور ہی کچھ ہے

وہ مستِ بے خبر ہے نہ سمجھے گا واعظو — کہیے امیر سے نہ ثواب و عذاب کی

جو چشمِ غور سے آئینۂ توحید کو دیکھا — تو سب کچھ تو ہی ٹھہرا ہم نہ کچھ اے خود نما ٹھہرے
صفین آراستہ ہونے لگین جب اہلِ محشر کی — جما کر ایک ٹکڑی حسرتوں کی ہم جدا ٹھہرے
زہے حسرت نکالے ہم گئے جب کوے جانان سے — بہت مڑ مڑ کے دیکھا دیر تک رد بر قفا ٹھہرے
جفا دیکھو جنازے پر مرے آئے تو فرمایا — کہو تم باوفا ٹھہرے کہ اب ہم بے وفا ٹھہرے

مقتل مین اُسکے دوڑ کے پہنچے جو تھے قوی — قیدی جو ناتوان تھے وہ زندان مین رہ گئے
دوڑے تلاشِ دولتِ دنیا مین جو حریص ۸۸ آخر کو تھک کے گورِ غریبان مین رہ گئے
لوٹا ستمگرون نے مگر اب بھی اے **امیر** — مضمون ہزارہا مرے دیوان مین رہ گئے

تیغِ قاتل کی چمک آنکھون مین بھر جاتی ہے — اور بھی برق تڑپ کر مجھے تڑپاتی ہے
سرنگون بحرِ حوادث مین ہون مانندِ حباب — آنکھ کھل جاتی ہے جس دم کوئی لہر آتی ہے
دل کو تسکین ہین اے قافلے والو کیا دون — اب تو آوازِ جرس کی بھی نہین آتی ہے

کیا باغ مین دیکھتی ہے شبنم ۸۹ جو گل کی ہنسی پہ رو رہی ہے
نرگس کو صبا نہ چھیڑ اتنا — سونے دے غریب سو رہی ہے
ہم جاگ رہے ہین ہجر کی شب — تقدیر ہماری سو رہی ہے

خیال ہی مین مزے وصلِ دلربا کے لیے — لیے جو بوسے تو ہونٹھون سے بھی چھپا کے لیے
یہ ہچکیان نہین آتی ہین نزع مین پیہم — بٹھائی جاتی ہے ڈاک آمدِ قضا کے لیے
وہ آئین نزع مین چلتی نہین زبان نہ چلے — نگاہِ یاس تو ہے عرضِ مدعا کے لیے

زیور سے بڑھ کے تجکو تری چال ہو گئی — موجِ خرام پاؤن مین خلخال ہو گئی
کیسا سلوک مجھ سے کیا اشکِ شرم نے — زائل سیاہیِ خطِ اعمال ہو گئی

ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لین ۹۰ پھر اس قدر بھی ہمارا نشان رہے نہ رہے
پسِ شباب ہے کیا اعتبارِ جمعِ حواس — کہ ایک شب سے سوا کاروان رہے نہ رہے

زمین کو ہم سے غبار، آسمان کو ہم سے خلاف   نہ ہم زمین کے لیے ہین نہ آسمان کے لیے
امیر، نالہ بھی ہو ساتھ ساتھ اشکون کے   جرس بھی شرطِ سفر ہین ہر کاروان کے لیے

شبِ غم کیسی ہی چھوٹی ہو واعظ ۸۷   مگر تیری قیامت سے بڑی ہے
نہین رکتی چلی جاتی ہے دن رات   مری عمرِ روان بھی اک گھڑی ہے
نکیلی بھی، سجیلی بھی ہے، وہ آنکھ   مگر دیکھا تو شرمیلی بڑی ہے
نہ توڑو نرگسِ بیمار کی آس   عصا ٹیکے ہوئے کب سے کھڑی ہے
امیر، اپنی نظر مین قصرِ شاہی   فقیرون کی سی ٹوٹی جھونپڑی ہے

سرِ راہِ عدم گورِ غریبان طرفہ بستی ہے   کہین غربت برستی ہے، کہین حسرت برستی ہے
حقیقت دخترِ رز کی کیا ہے کیا رندون کی ہستی ہے   ترے دم سے یہ ساقی گرمیِ بازارِ ہستی ہے
نہین شاہد پرستی سے سبحہ معذور اے واعظ   جوانی کا ہے نشہ، بیخودی ہے، جوشِ مستی ہے
دمِ مستی مژہ کی اشکباری دیکھ اے ساقی   گھٹا ہلکی سی ہے پر جھوم کر کیا کیا برستی ہے
بلائین لیتے لیتے ست ہو جاتی ہے مشاطہ   وہ چوٹی ارگجے کے عطر مین جسوقت بستی ہے

نئے بانکے بنے ہو تم، نئی شمشیر باندھی ہے   نگاہِ حسرت آلود نہین دیکھی ہے بسمل کی
بھلا دیکھون تو وہ کیونکر نہین آتے ہین گھر میرے   اگر ہے عشقِ کامل، کھینچ لائے گی کشش دل کی
گریبان پھاڑ کر سیرِ چمن کو مثلِ گل چلیے   جنون انگیز پھر آتی ہین آوازین عنادل کی
جہان بدلا مزاج اُس تُرک کا، چڑھنے لگی تیوری   ذرا قاتل کھنچا، کھنچنے لگی شمشیر قاتل کی
نہ سمجھو کھیل، امیر، الفت کی بازی جان لیتی ہے   کہے دیتے ہین ہم، اچھی نہین ہے دل لگی دل کی

مین وہ سیاہکار ہون جب سے ہوا ہون دفن   جلاتی ہے زمین مری مٹی خراب کی
اللہ رے قدر میرے گناہون کی روزِ حشر   تعظیم کو کھڑی ہوئی میزان حساب کی
قالب مین روح مند فرشتون نے کی عبث   بے فائدہ غریب کی مٹی خراب کی
لختِ دلِ برشتہ نکلتے ہین چھید کے ساتھ   ہر تیرِ آہ سیخ ہے گویا کباب کی

شیخ نے میخانے مین پی یا نہ پی — دخترِ رز کو تو رسوا کر چلے

گل گیا آخر تہِ تربت کفن ۸۵ — ایک جوڑا حشر تک کیونکر چلے؟

رہنے کیا دنیا مین آئے تھے امیرؔ — سیر کرلی اور اپنے گھر چلے

خبر ہے نعش پہ کس بیوفا کے آنے کی؟ — کہ جان ابھی سے ہے مشتاق جا کے آنے کی

شبِ وصال مین اُس شوخ کو پلا کے شراب — مین راہین روک رہا ہون حیا کے آنے کی

نہ چوک وقت کو پا کر کہ ہے یہ وہ معشوق — کبھی امید نہین، جس سے جا کے آنے کی

گھٹا مین برق جو چمکی تو یاد آئی امیرؔ — ادا کسی کی وہ پردہ اُٹھا کے آنے کی

جو کچھ سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے — مین روتا ہون اُن کو ہنسی سوجھتی ہے

یہ آتا ہے جی مین کہ کوثر پہ چلیے — خرابات مین دور کی سوجھتی ہے

کہا مین نے پاس آؤ تو ہنس کے بولے — اجی آج تو دور کی سوجھتی ہے

امیرؔ ایسے ویسے تو مضمون ہین لاکھون — نئی بات کوئی کبھی سوجھتی ہے

گھبرائی ہوئی تیغ یکبت پھرتی ہے ہر سمت — کیا جانے دیا برق کو کیا حکم قضا نے

اُس دستِ نگارین کو کیا ہے جو بھبھوکا — دِل مین مرے اک آگ لگا دی ہے حنا نے

معشوق جفا کار ہین، عشاق وفادار — ہر ایک کو حکمت سے بنایا ہے خدا نے

بے موت مجھے تیغِ تغافل ہی نے مارا — پوچھا نہ جفا نے، نہ قضا نے، نہ ادا نے

خاموش چلے جاتے ہین دنیا سے ہزارون ۸۶ — کیا جانیے کیا کہدیا چپکے سے قضا نے

دِکھلا کے ادا مجکو امیرؔ اُسنے کیا قتل — پیدا اثرِ درد کیا میری دوا نے

اندھیری رات مین بجلی کو بھی ترس آیا — غریب لے کے چراغ آئی آشیان کے لیے

ہزار شکر کہ پیکان سے دِل ہوا آباد — خدا نے بھیجدیا وارث اِس مکان کے لیے

خدا جو پوچھے گا کیون جان دی جوانی مین — دِکھا کے تجکو کہونگا کہ اِس جوان کے لیے

کھُلی زبان مری کسکی داستان کے لیے — اُچھل کے دِل نے جو بوسے مری زبان کے لیے

کچھ فکر دخترِ رز کی، پیرِ مغان ہے لازم … بیہوش اب نہین ہی ہشیار ہو گئی ہی
انگور مین تھی یہ مر پانی کی چار بوندین ۸۱ جس دن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہی
اک بات سہل سی ہی مرگ ای امیر لیکن ۸۲ دشوار سمجھے ہین سب، دشوار ہو گئی ہی

وہ کہتے ہین، نکلنا اب تو دروازے پہ مشکل ہی … قدم کوئی کہان رکھے؟ جدھر دیکھو اُدھر دل ہی
کہین ایسا نہ ہو تجھپر بھی کوئی وار چل جائے … قضا ہٹ جا کہ جھنجھلایا ہوا اِس وقت قاتل ہی
طنابین کھینچ دے یارب، زمینِ کوی جانان کی … کہ مین ہون ناتوان، اور دن ہی آخر، دور منزل ہی
مرے سینے پہ رکھ کر ہاتھ کہتا ہی وہ شوخی سے … یہی دل ہی جو زخمی ہی، یہی دل ہی جو بسمل ہی
نقاب اُٹھی تو کیا حاصل ہی حیا اُٹھے تو آنکھ اُٹھے … پڑا گھرا تو یہ پردہ ہمارے اُنکے حائل ہی
الٰہی بھیجدے تربت مین کوئی حورِ جنت سے ۸۳ کہ پہلی رات ہی، پہلا سفر ہی، پہلی منزل ہی
جدھر دیکھو اُدھر سوتا ہی کوئی پاؤن پھیلائے … زمانے سے الگ گورِ غریبان کی بھی محفل ہی
عجب کیا گر اُٹھا کر سختی فرقت ہوا ٹکڑے … کوئی لوہا نہین، پتھر نہین، انسان کا دل ہی
سخی کا دل ہی ٹھنڈا گرمیِ روزِ قیامت مین … کہ سر پر چترِ رحمت سایۂ دامانِ سائل ہی
امیرِ خستہ جان کی مشکلین آسان ہون یارب ۸۴ تجھے ہر بات آسان ہی اُسے ہر بات مشکل ہی

پوچھو پیکانِ تیرِ قاتل سے … مشورے ہو رہے ہین کیا دل سے؟
لے چلے دل، تو ہنس کے فرمایا … پیار اب کیجیے گا کس دل سے؟
اِس ادا سے وہ آئے وصل کی رات … کہ نکل آئین حسرتین دل سے
ہو زمین لاکھ سہل، لیکن امیر … ہوتے ہین اچھے شعر مشکل سے

مر چلے ہم مر کے اُس پر مر چلے … کام اپنا نام اُسکا کر چلے
حشر مین اجلاس کس کا ہی کہ آج … لیکے سب اعمال کا دفتر چلے
خونِ ناحق کرکے اک بے جرم کا … ہاتھ ناحق خون مین تم بھر چلے
یہ ملی کس جرم پر دم کو سزا؟ … حکم ہے دِن بھر چلے شب بھر چلے

پہلو مین مرے رہتے ہین جی دیتے ہین اُن پر — دِل ہو کہ جگر، دونون اِدھر بھی ہین اُدھر بھی
ڈرتا ہون شبِ وصل، کہ تقدیر بُری ہی — آئے نہ کہین شام کے ہمراہ سحر بھی
فرقت مین امیر، ایسی برستی ہی اُداسی — روتے ہین مرے حال پہ دیوار بھی در بھی

نہ مُنے دردِ دل مرا نہ سُنے — مین کہون گا سُنے وہ یا نہ سُنے
بہت اے دل، وفا وفا نہ پکار — کہین وہ دشمنِ وفا نہ سُنے
جو کوئی درد آشنا ہو امیر — اِدھر آئے مرا فسانہ سُنے

اک ذرا دیکھ تو کیا کہتے ہین مرنے والے — او غریبون کے مزارون پہ گزرنے والے
اُٹھے اور کوچۂ محبوب کو پہنچے عاشق — یہ مسافر نہین رستے مین ٹھہرنے والے
موت کہتی ہی کہ دیتے تو حسینون پہ ہین جان — اور مجھے مفت لیے مرتے ہین مرنے والے
قابلِ رحم، قیامت مین نہ ٹھہرینگے امیر — رحم دُنیا مین غریبون پہ نہ کرنے والے

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے — ٹوٹتی ہین بجلیان اِن کے لیے
مر نہ دی قرض اُسنے دو دِن کے لیے — جسنے توڑے ہم سے گِن گِن کے لیے
وصل کا دن اور اِتنا مختصر ۷۸ دِن گنے جاتے تھے اِس دن کے لیے
صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیر — بھیجتے تحفہ موذن کے لیے

عجب عالم ہی اُسکا وضع سادی شکل بھولی ہی ۷۹ کُبھی جاتی ہی دل مین، کیا رسیلی نرم بولی ہی
او ہین کھیلتی ہین رنگ، تلوار اُسنے کھولی ہی — لہو کی چلتی ہین پچکاریان مقتل مین ہولی ہی
بہار آئی، چمن ہوتا ہی مالامال دولت سے — نکالا چاہتے ہین زر گرہ غنچون نے کھولی ہی
عجب ملبوس ہی ہم وحشیون کا رختِ عریانی — گریبان ہی، نہ پردہ ہی، نہ دامن ہی، نہ چولی ہی
صراحی دور مین آتی ہی، زاہد ہون جو محفل مین ۸۰ جُھکا لین اپنی آنکھین، دخترِ رز کی یہ ڈولی ہی
امیر، اِس بیوفا دنیا کی صورت پر نہ تم جاؤ — بڑی عیار ہی، مکار ہی، ظاہر مین بھولی ہی
آنکھ اُسکو کھولنی بھی دشوار ہو گئی ہی — چلیے چمن مین نرگس بیمار ہو گئی ہی

تنگ آئے ہین بہت بیٹھ رہین ان جاکر   اس جہان سے جو الگ پائین زمین تھوڑی سہی
خم چڑھاجائین تو سمجھے کہ کوئی گھونٹ پیا   کیا ہمین ہم سے خرابات نشین تھوڑی سہی

جو بعدِ مرگ مرے دل مین کچھ غبار آئے   عجب نہین ہو کہ آندھی تہِ مزار آئے
وہ لیکے تیر و کمان جب پئے شکار آئے   سلام کرنے ہرن باندھ کر قطار آئے
عجیب خوابِ گران مین تھے خفتگانِ زمین   کسی نے بھی نہ سُنا، ہم بہت پکار آئے
گڑھے مین گور کے پھینک آئے اقربا مجکو   سلوک خاک کیا سر کا بوجھ اُتار آئے
فلک نے ساتھ مصیبت کے خجلتین بھی دین   جو گھر مین فاقہ ہوا میہمان ہزار آئے
ہم ایک بار بُلانے پہ لاکھ بار گئے،   وہ لاکھ بار بلانے پہ ایک بار آئے
جلا رہے ہین شبِ غم مین یا ور بھی جگنو   کہان سے اُڑکے جہنم کے یہ شرار آئے
لہو نچوڑکے بھر دون وہ رندِ میکش ہون   نظر جو شیشۂ خالی دمِ خمار آئے
جنون کی فکر احبا نے کی امیر، تو کیا؟   یقین ہو آج ہی کل موسمِ بہار آئے

کون بیماری مین آتا ہو عیادت کرنے؟   غش بھی آیا تو مری روح کو رخصت کرنے
اُسکو سمجھاتے نہین جاکے کسی دن ناصح   روز آتے ہین مجھی کو یہ نصیحت کرنے
تیر کے ساتھ چلا دل، تو کہا مین نے، کہان؟   حسرتین بولین کہ مہمان کو رخصت کرنے
آئے میخانے مین، تھے پیرِ خرابات امیر   اب چلے مسجدِ جامع کی امامت کرنے

بدقت بحرِ غم سے کشتیِ جانِ حزین نکلی   کبھی بیٹھی، کبھی اُچھلی، کہین ڈوبی، کہین نکلی
عجب انداز سے مقتل مین اُسکی تیغِ کین نکلی   کہ دل سے مرحبا نکلا، جگر سے آفرین نکلی
خدا کا شکر وہ بُت نزع کے دم دیکھنے آیا   نظارے کی جو حسرت تھی وہ وقتِ واپسین نکلی
تصور بس کہ تھا دل مین امیر، اُس رُخِ زیبا کا   پری بنکر ہمارے مُنھ سے آہِ آتشین نکلی

غیرون سے ہین باتین بھی، عنایت کی نظر بھی،   پر دیکھتے جاتے ہین کن انکھون سے اِدھر بھی
ہر شوق جو بالون کے بڑھانے کا تو اے جان   پیدا کر دو اِس بوجھ اُٹھانے کو کمر بھی

کبھی سمجھا نہ آ گئے کیا ہم اُس خود سر کو سمجھاتے   سمجھ جاتا اگر اتنا کسی پتھر کو سمجھاتے
نصیحت کرنے والوں کو اگر کچھ بھی سمجھ ہوتی   جو کچھ سمجھاتے مجکو وہ مرے دلبر کو سمجھاتے
کوئی کہتا نہ آتے باز ہیں قتل سے ہرگز   جو دنیا اُنکو سمجھاتی وہ دنیا بھر کو سمجھاتے
خدا ہمت اگر دیتا تو اپنے قتل کی چالیں   کبھی قاتل کو سمجھاتے کبھی خنجر کو سمجھاتے
تڑپ کر رو کے اُس محفل میں دونوں نے کیا رسوا   دلِ نادان کو سمجھاتے کہ چشمِ تر کو سمجھاتے
امیر اُنکی ہی سودا جوش پر ہم کو اگر ملتا   بنانا بیڑیاں بھاری یہ آہن گر کو سمجھاتے

باندھی جو روزِ حشر ہوا ہم نے آہ کی   اُڑتی پھرے گی فرد ہمارے گناہ کی
شرکت نہ کی ملال میں کسِ دادخواہ کی   دل پر کسی کے چوٹ پڑی ہم نے آہ کی
بھاری بہت ہے لاؤ نگار روزِ جزا میں رند   رکھواکے سر پہ شیخ کے گٹھری گناہ کی
کہدونگا سب گناہ مرے مجکو یاد ہیں   کیون فرد کاتبانِ عمل نے سیاہ کی
سر قتلگہ میں دے کے عدم کو گیا امیر   لی گھر کی راہ پھینک کے گٹھری گناہ کی

مر کے چھوٹا کو نہیں آزار سے   پائی چھٹی روز کی بیگار سے
کر چکے قتل اب کہیں رسوا نہو   جاؤ دھو ڈالو لہو تلوار سے
چشمِ جانان کو ہے دنبالہ گران   اُٹھ نہیں سکتا عصا بیمار سے
لاش ہی اُٹھے یہان سے تو اُٹھے   اُٹھ چکے ہیں آستانِ یار سے
میں اُسے پیرِ مغان سمجھا امیر   مست جو نکلا درِ خمار سے

صلحِ کل میں ہے ابھی شرکت کیں تھوڑی سہی   اور اے پیرِ خرابات نشین، تھوڑی سہی
مدد اے شوقِ سجود، المدد اے شوقِ سجود   سر نہ اُٹھے ابھی باقی ہے جبین تھوڑی سہی
ایک قطرہ بھی نہ ملینا مگر اے جانِ جہان   اُسی انداز سے کہہ لے کہ نہیں تھوڑی سہی
کوچۂ یار میں ہوں لاکھ تپش کے سامان   پھر جو تسکین ہے دل کو تو وہیں تھوڑی سہی
ہدیۂ دوست سمجھ کر میں ہوا شکر گزار   روکھی سوکھی جو ملی نانِ جوین تھوڑی سہی

جان پر صدمہ شبِ ہجر ہی سونا کیسا؟ آنکھ لگتی ہی تڑپ دل کی جگا دیتی ہی
ہم برہنہ فقط اس دور مین ہین ورنہ بہار ٹوپیان غنچون کو پھولون کو قبا دیتی ہی
کیجیے غور تو دولت بھی ہمیر ہی امیر کہ کریمون کو خدا سے یہ ملا دیتی ہی

سوچ لے بد عہد وقت انکار کے دولون لب ہین دو گواہ اقرار کے
مر کے جب پہنا کفن سمجھے یہ ہم زیبِ تن کپڑے کیے دربار کے
حادثون سے بے خطر ہین خاکسار کب دبا سایہ تلے دیوار کے
شمعِ بالین سے یہ کہدے اے صبا سر پہ روتا ہی کوئی بیمار کے
ذلت و خواری و رسوائی امیر سب ہین دھبّے دامنِ پندار کے

جو بحرِ عشق مین ہی وہ آفت رسیدہ ہی گرداب مثل موج گریبان دریدہ ہی
پایا کسی نے سرِ محبت نہ آج تک افسانہ عشق کا خبرِ نارسیدہ ہی
گلزارِ تن سے طائرِ دل اُڑ گیا امیر سینہ اب آشیانہ مرغِ پریدہ ہی

جو چہرہ ارغوانی تھا وہی اب زعفرانی ہی شکن چہرے پہ نقشِ پائے طاؤسِ جوانی ہی
عبث برباد کرتی ہی اُڑا کر کوے جانان سے صبا کیا میری مشتِ خاک پر نامہربانی ہی
خدا نے نیک صورت دی تو سیکھو نیک باتین بھی بُرے ہوتے ہوا چھے ہو کے یہ کیا بد زبانی ہی
ہوا ہون زندہ درگور انتہائے ضعف سے یارب مری چھاتی پہ سِلِ اب تک سنگِ سخت جانی ہی
امیر اِس عاشقی کا لطف ہی فصلِ جوانی مین اندھیری رات مین کہنے کے قابل یہ جوانی ہی

بتون کے عشق مین ہم جانِ زار کھو بیٹھے ۶۷ عجب امانتِ پروردگار کھو بیٹھے،
سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل کہ آبرو اترے امیدوار کھو بیٹھے،
نہ ہوش ہی نہ خرد ہی نہ صبر ہی ہم کو یہ ہمنشین تھے جو دو تین چار کھو بیٹھے
گلون نے خندۂ بیجا کا یہ ثمر پایا کہ چار دن بھی نہ گزرے بہار کھو بیٹھے
ادا وہ کون تھی جس پر ہوے امیر فقیر؟ زرا سی بات پہ صبر و قرار کھو بیٹھے

کشتیِ عمر کا انجام ہمیں یاد آیا — کھا کے چکر کوئی کشتی جو کہیں بیٹھ گئی
دور سے بھی جو نظر آئی مجھے شکل امید — پاس آ کر مرے پہلو کے قریں بیٹھ گئی
شعر پُر درد جو لکھنے پہ طبیعت آئی — سامنے آ کے مرے روحِ حزیں بیٹھ گئی
ادّعا آنکھ سے اُس شوخ کی ہمچشمی کا — کیوں تری آنکھ نہ اے آہوے چیں بیٹھ گئی
سخت جانی کے دکھائے کسے جوہر اے امیر — کہ تری باڑھ تو اے خنجرِ کیں بیٹھ گئی

جان تن سے جو تڑپ کر شبِ فرقت نکلی — دل نے خوش ہو کے کہا ایک تو حسرت نکلی
بہرِ نظارہ جو قرآن میں بھی دیکھی فال — لن ترانی کے سوا اور نہ آیت نکلی
ہاتھ تک مفتی و قاضی کو لگانے نہ دیا — دخترِ رز تو بڑی صاحبِ عصمت نکلی
بڑھ گئی حسن پرستی کی مجھے حرص امیر — ہائے پیری تو جوانی سے بھی آفت نکلی

شبِ وصل کیا مختصر ہو گئی — کہ آتے ہی آتے سحر ہو گئی
شبِ وصل اِدھر سے اُدھر ہو گئی — بدلتے ہی کروٹ سحر ہو گئی
کسی کروٹ آیا شبِ غم نہ چین — تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی
الٰہی شبِ غم میں اتنا تو ہو — کوئی جھوٹ کہہ دے سحر ہو گئی
ہمیں سر پٹکتے ہی گزری امیر — یوں ہی عمر ساری بسر ہو گئی

لذت جو ملی مرے لہو کی — خنجر نے بلائیں لیں گلو کی
روئے مری قبر پر وہ آ کر — ہم خاک ہوئے تو آبرو کی
منہ اپنا نہ آرسی میں دیکھو — سنبھلے گی نہ چوٹ روبرو کی
دل ہی نہ رہا امید کیسی — جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی
کلفت نہ مٹی امیر دل سے — اشکوں نے ہزار شست و شو کی

بیعتِ پیرِ مغاں طرفہ مزا دیتی ہے — سلسلہ ساقیِ کوثر سے ملا دیتی ہے
بڑھ کے جب بولتی ہے موسمِ گل میں بلبل — چل کے پھولوں میں صبا آگ لگا دیتی ہے

صوفی، خدا کے گھر میں یہ ہو حق ہے کیا ضرور   سامع اگر ہو دور تو کہیے پکار کے
دوزخ میں مجھکو جھونک چکے تھے مرے عمل   قربان شانِ رحمتِ پروردگار کے
اس ہیکے زمین نے کھینچا بغل میں تنگ   یاد آگئے مزے مجھے آغوشِ یار کے
کلیان جنھیں گلوں کی سمجھتی ہے عندلیب   وہ بند ہیں نقابِ عروسِ بہار کے
بنکر بگڑتے ہیں جو گھروندے ہزار ہا   ہیں کھیل امیر صنعتِ پروردگار کے

ضعف سے گو ٹھوکریں کھاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے   پر ترے در تک پہنچ جاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے
جن جوانوں کے سرِ افلاک پڑتے تھے قدم   اب زمیں پر ٹھوکریں کھاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے
آگے سو سو شعر اک جلسے میں کہتے تھے، امیر   چار مصرع اب کہے جاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

توڑ کر پہلو جو چل نکلا دلِ نخچیر سے   خوب روئیں حسرتیں دل کی لپٹ کر تیر سے
اے گلِ تر تیرے جذبِ حُسن کی تاثیر سے   رنگ خون ہو کر ٹپکتا ہے مری تصویر سے
بوسہ لینے پر جو وہ بگڑے تو پھر بوسہ لیا   معصیت کا ذوق دونا ہو گیا تعزیر سے
وصفِ گیسو میں جو کرتا ہوں، تو کہتا ہے وہ شوخ   دم اُلجھتا ہے تری اُلجھی ہوئی تقریر سے
ہو چکے قاصد کو خط اُس شوخ کو لکھ کر امیر   رو چکے لکھے کو اپنی خوبیِ تقدیر سے

وعدۂ وصل اور وہ؟ کچھ بات ہے   ہو نہو اس میں بھی کوئی گھات ہے
بوسۂ چاہِ زنخدانِ غیر لیں   ڈوب مرنے کی یہ اے دل بات ہے
بعد مدت بخت جاگے ہیں مرے   بیٹھیے سونے کو ساری رات ہے
گر جگہ دل میں نہیں پھر اس سے کیا؟   یہ دو شنبے کی یہ بدھ کی رات ہے
صاف کہدے، تو یہاں آیا نہ کر   یار، یہ سو بات کی اک بات ہے
لختِ دل ہیں میرے کھانے کو امیر   بس انھیں ٹکڑوں پہ اب اوقات ہے

ساقیا مہرِ دہی صاف نہیں بیٹھ گئی   شہرتی ڈاک تھی یہ زیرِ نگیں بیٹھ گئی
اندنوں دخترِ رز کا نہیں لگتا ہے پتہ   کہیں قاضی کے تو گھر جاکے نہیں بیٹھ گئی

کیا غم ہو امیرؔ اگر نہین مال — اِس وقت مین آبرو بہت ہے

ہم اگر قتل ہوئے خیر یہ تقدیر اپنی — آپ بدنام نہ ہون دھوئیے شمشیر اپنی
حاجتِ تیر و کمان کیا ہو تجھے چل تو سہی — گردنین کاٹ کے خود لائین گے نخچیر اپنی
تمکو پھولون کے چھپر کھٹ ہمین کانٹے ہین نصیب — خیر قسمت وہ تمھاری ہی یہ تقدیر اپنی
اے امیرؔ اُٹھ نہ سکے ضعف سے ہم تا دمِ مرگ — جس جگہ بیٹھ گئے ہو گئی جاگیر اپنی

ترا کیا کام اب دل مین غمِ جانانہ آتا ہے — نکل اے صبر اس گھر سے کہ صاحب خانہ آتا ہے
لگی دل کی بجھائے بیکسی مین کون اب ہو — مگر اک گریۂ حسرت کہ بیتابانہ آتا ہے
وہ بت ہو مہربان سب اپنا اپنا حال کہتے ہین — لبِ خاموش تجکو بھی کوئی افسانہ آتا ہے
اُدھر ہین حسن کی گھاتین، اِدھر ہین عشق کی باتین — تجھے افسون تو مجکو اے پری افسانہ آتا ہے
امیرؔ اور آنے والا کون ہو گورِ غریبان پر — جو روشن شمع ہوتی ہو تو ہان پروانہ آتا ہے

تیغِ قاتل پہ ادا لوٹ گئی — رقصِ بسمل پہ قضا لوٹ گئی
ہنس پڑے آپ تو بجلی چمکی — بال کھولے، تو گھٹا لوٹ گئی
اس روش سے وہ چلے گلشن مین — بچھ گئے پھول صبا لوٹ گئی
خنجرِ ناز نے کشتون سے امیرؔ — چال وہ کی کہ قضا لوٹ گئی

عشقِ بتان سے ہاتھ نہ مر کر اُٹھائیے، — جب تک اُٹھے یہ داغ جگر پر اُٹھائیے
کہتے ہین مجھ گدا کو وہ کوچے مین دیکھ کر — للہ جان چھوڑیے بستر اُٹھائیے
غیرت کا حکم ہے کہ گلا گھونٹ کر — مر جائیے نہ منتِ خنجر اُٹھائیے
آسان نہین ہو عشقِ بتِ سنگدل امیرؔ — یہ بوجھ اُٹھائیے تو سمجھ کر اُٹھائیے

بیجا نہین خزان مین یہ نالے ہزار کے — مظلوم داد خواہ ہین خونِ بہار کے
رکھنا نہ مجکو ساتھ دلِ بیقرار کے — ہو اور اک مزار برابر مزار کے
گلشن سے بلبلون کو اُڑاتا ہو باغبان — صدقے اُتر رہے ہین عروسِ بہار کے

جلتا ہے سینہ بہتے ہین آنکھون سے اپنے اشک — باہر ہے آب، آگ ہے اندر لگی ہوئی
غم سے بقاے دل ہے تو دل سے بقاے غم — دونون طرف ہے شرط برابر لگی ہوئی
عالم ہے کیا شراب کا میناے صاف مین — تصویر ہے یہ شیشے کے اندر لگی ہوئی
ساقی کمال پیاس سے جلتا ہے یان جگر — لاحلد، برف مین مئے احمر لگی ہوئی
آبِ خضر ملا نہ سکندر کو اے امیر — ہر سعی مین ہے شرطِ مقدر لگی ہوئی

اک بلا سر سے ٹلی دوسری آفت آئی — شبِ فرقت جو گئی دوسری آفت آئی
حال بیمارِ محبت کا یہ آخر کو ہوا — ملک الموت کو بھی دیکھ کے رقت آئی
تھی تو کچھ دل مین کھٹک درد کی پہلے سے مگر — پاس سے آپ کا جانا کہ قیامت آئی
ہون وہ مایوس کہ دنیا سے جو اٹھا مین امیر — گو رنگ بیٹھی روتی مجھے حسرت آئی

نگہِ ناز کام کرتی ہے — دم مین ترکی تمام کرتی ہے
آ کے محفل مین دخترِ رز شب بھر — نیند سب کی حرام کرتی ہے
شیخ صاحب اٹھا کے دیکھو آنکھ — دخترِ رز سلام کرتی ہے
چلتی ہے جس جگہ کہ تیغ اسکی — خود قضا اہتمام کرتی ہے
الفت اسکی مٹا مٹا کے مجھے — اے امیر، اپنا نام کرتی ہے

کیون وہ صیاد کسی صید پہ توسن ڈالے — خود بخود صید چلے آتے ہین گردن ڈالے
بل جو تیوری پہ نزاکت سے وہ پُرفن ڈالے — ذبح سے پہلے لہو ہر رگِ گردن ڈالے
آبرو خاک ہوئے پر بھی نہ کی عاشق کی — چار آنسو بھی نہ تم نے سرِ مدفن ڈالے
خونِ ناحق کہین چھپتا ہے چھپائے سے امیر — کیون وہ بیٹھے ہین مری لاش پہ دامن ڈالے

مجھ مست کو مے کی بو بہت ہے — دیوانے کو ایک ہو بہت ہے
موتی کی طرح جو ہو خداداد — تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہے
کیا وصل کی شب مین مشکلین ہین — فرصت کم، آرزو بہت ہے

ذکرِ رخصت کا ابھی سے نہ کرو بیٹھو بھی   جانِ من، رات گزرنے دو سحر ہونے دو

کیونکر ہو دلِ شگفتہ جو عزلت نشین نہ ہو   پھولے پھلے نہ دانہ جو زیرِ زمین نہ ہو

مانندِ بوے گل چمنِ دہر سے نکل   اس باغِ بے ثبات مین عزلت نشین نہ ہو

ہستی جہان کی ہستیِ حق پر دلیل ہی   کیون کر جہان ہو جو جہان آفرین نہ ہو

کیون نہین بھاتی عدو کو میری نظمِ طبعزاد   دوست رکھتی ہی عقیمہ غیر کی اولاد کو

کچھ عار نہین تیری خوشامد سے برای یار   مجبور ہون مین اس سے کہ آتی نہین مجکو

کتنی ہی گرم دخترِ رز کی ادا تو دیکھ   واعظ، زرا سی پی کے تو اسکا مزا تو دیکھ

ڈہکا نہ بار بار مرے پاس لا کے ہاتھ   دے ڈال جام کھینچ نہ ساقی بڑھا کے ہاتھ

دبنے کی وجہ جنگ مین کیا ہی؟ تمھین کہو   کیا میرے دو ہین؟ اور رقیبون کے چار ہاتھ

تڑپا مین بحرِ خون مین تو قاتل نے یہ کہا   بیڑا ہی پار، اور لگاتے ہین چار ہاتھ

تیر پہ تیر لگا دیکھ کے او صید افگن   لوٹ جائے نہ قضا بھی کہین نخچیر کے ساتھ

ہون وہ دیوانہ رہا ہو کے بھی زندان سے نہین ہاتھ   کٹ گئے پاؤن بھی شاید مرے زنجیر کے ساتھ

دیکے بوسہ مجھے وہ وصل مین کہتے ہین امیر   سچ بتا دل مین ترے اور بھی ارمان ہی کچھ

لاکھ ہون سامانِ دولت ایک بھی ہتا نہین   دونون خالی پائیے بعدِ مرگ اسکندر کے

پھولون مین اگر ہی بو تمھاری   کانٹون مین بھی ہو گی خو تمھاری

دو دن مین گلو، بہار کیا کی؟   رنگت نہ رہی نہ بو تمھاری

مشتاق سے دور بھاگتی ہی   اتنی ہی اجل مین خو تمھاری

آنکھون سے کہو کمی نہ کرنا   اشکون سے ہی آبرو تمھاری

تنہا نہ پھرو امیر شب کو   ہی گھات مین ہر عدو تمھاری

وہ تیغِ آبگون ہی سنان پر لگی ہوئی   دل کی بجھے گی آج مقرر لگی ہوئی

افتادہ کوئی مجھ سا کہان بزمِ عشق مین   قدمون سے میرے رہتی ہی ٹھوکر لگی ہوئی

وصال پر ہی جو وصل امتحان کر دیکھو / امیر یون ہی سہی چند روز مر دیکھو
چھپا چھپا کے نظر بازیان ہین غیر کس سے / ہمین سے آنکھ چرانا ہے ذرا اِدھر دیکھو
امیر جلوۂ وحدت سے آشنا ہو جو دل / وہی ظہور وہی شان ہی جدھر دیکھو

دل ہی وابستہ کسی زلف رسا سے کچھ ہو / اب تو سر مین یہی سودا ہی بلا سے کچھ ہو
نہ محبت کی وہ آنکھین نہ وہ الفت کی نگاہ / حال دل کس سے کہون تم تو خفا سے کچھ ہو
عالم فقر مین تکلیف گوارا ہی امیر / نہ ملین گے نہ ملین گے امرا سے کچھ ہو

پہلے تو مجھے کہا نکالو / پھر بولے غریب ہی بلا لو
بیدل رکھنے سے فائدہ کیا / تم جان سے مجھکو مار ڈالو
آیا ہی وہ مہ بجھا بھی دو شمع / پروانون کو بزم سے نکالو
اورون پہ امیر تکیہ کب تک / تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو

الفت مین برابر ہی وفا ہو کہ جفا ہو / ہر بات مین لذت ہی اگر دل مین مزا ہو

دیکھو کیا ڈھیٹ ہوا ہی یہ دلِ خانہ خراب / پوچھتا تم سے ہی رستے مین تمھارے گھر کو

جب مین اٹھتا ہون کوے قاتل سے / روک کر کہتی ہے اجل بیٹھو

ہاے وہ لوگ جو رکھتے تھے مدام آنکھون مین / اب لحد مین بھی جو ڈھونڈھین تو نہ پائین مجکو

میکشو الجھو نہ واعظ سے عبث جانے بھی دو / منہ کی کھاے گا جو لگ گئے تم یہ منہ آنے بھی دو

مین جہان بیٹھ کے روتا ہون ہنسی ہوتی ہی / ہر جگہ کرتے ہین رسوا مرے آنسو مجکو

تو ہو کچھ درد سے آگاہ ہین بیدردی سے / دل مرا تجکو ملے اور ترا دل مجکو
یاد اس شوخ کی تڑپاتی ہی اسکو جو امیر / چین لینے نہین دیتا ہی مرا دل مجکو

نزع مین جاتے تو ہو بالین سے مجھ بیمار کے / اک نظر آنکھون کا صدقہ اور پھر کر دیکھ لو

مین اٹھتا ہون تو کاٹے پاؤن پڑ پڑ کر کھٹکتے / اجی بیٹھو بھی کیون ویران کرتے ہو بیابان کو

ذکر کس بات کی ہے تمکو امیر؟ / کیا سبب ہی کہ سر بزانو ہو؟

گلے کٹین گے، نہ یون پیترے بدل کے چلو چلے گی تیغ سرِ رہ، زرا سنبھل کے چلو
سرِ مزارِ غریبان ہین جا بجا پتھر، لگے نہ پاؤن کو ٹھوکر زرا سنبھل کے چلو
بدل نہ جائین کہین راہ مین مرے تیوز چلو جو ساتھ، نہ تیوری بدل بدل کے چلو
قضا کا گرم ہی ہنگامہ کوے قاتل مین امیر، خیر ہی، منہ مین نہ تم اجل کے چلو

آہ مین کھینچون، تو کھینچین آپ بھی شمشیر کو بانکپن کی نوک رکھنے کاٹیے اِس تیر کو
اپنے بسمل کا زرا شوقِ شہادت دیکھیے دے رہا ہی کیا گلے مِل مِل کے دم شمشیر کو
جانتے ہو، لوٹتا ہی خاک پر نخچیر کیون؟ ڈھونڈھتا پھرتا ہی مقتل مین تمھارے تیر کو
ڈال دی عشاق کی آنکھون پہ حیرت کی نقاب واہ کِس پردے مین رکھا حُسن کی تصویر کو
لب پہ آئی آہ، اُدھر سے جب اُٹھی اُسکی نظر دیکھنا کیا تیر پر ردکا ہی ہم نے تیر کو
پوچھتی ہی شمع پروانون سے تیری داستان گُل سُنا کرتے ہین بلبل سے تری تقریر کو
لوٹتا ہی خاک پر ای ترک، مدت سے امیر ذبح بھی کر ڈال تڑپاتا ہی کیا نخچیر کو

یادِ زلف آئی دمِ نزع ستانے ہمکو کِس بُرے وقت مین گھیرا ہی بلانے ہم کو
آج محفل سے تم آئے ہو اُٹھانے ہمکو ہاے وہ دِن کہ جو اُٹھتے تھے بٹھانے ہم کو
مسجدون مین کبھی بھیجا کبھی بتخانون مین ٹھیک ٹھیک اُسنے بتائے نہ ٹھکانے ہم کو
لے چلے داغ ہزارون چمنِ ہستی سے زندگی لائی تھی کیا سیر دکھانے ہمکو
وہ پرِ کاہ تھے اس گلشنِ ہستی مین امیر دوش سے پھینک دیا بادِ صبا نے ہمکو

لٹکاؤ نہ گیسوے رسا کو پیچھے نہ لگاؤ اِس بلا کو
ظالم تجھے دِل دیا خطا کی بس لب مین پہنچ گیا مزا کو
اے حضرتِ دل بتون کو سجدہ اتنا تو نہ بھولیے خدا کو
اتنا بکیے کہ کچھ کہے وہ یون کھولیے قفلِ مدعا کو
کہتی ہی امیر اُس سے شوخی اب مُنہ نہ دِکھایئے حیا کو

ہون مین بیکس کوئی ہمدم ہی نہ غمخوار مرا
درد ہی اُٹھ کے سنبھالے تو سنبھالے دل کو

ناوکِ ناز پر ایسا ہی بھروسا مجکو
مفت بھی لے تو کرون اُسکے حوالے دل کو

وہ دمِ رقص جو ہر بار لگائین ٹھوکر
پھر کہان تک کوئی سینے مین سنبھالے دل کو

کہتے ہین، شوق سے آئین مری محفل مین امیر
ساتھ لائین نہ مگر لوٹنے والے دل کو

حسن کس کام کا جو آن نہ ہو
کیا وہ معشوق جسمین شان نہو

اے جنون، لے چل اب وہان کہ جہان
یہ زمین اور آسمان نہو

ہم رہین، تم رہو، وصال رہے
غم نہین ہی جو یہ جہان نہو

مین جو آیا کہا یہ اُس نے امیر
دیکھنا یہ وہی جوان نہ ہو

صورتِ غنچہ کہان تابِ تکلم مجکو
منہ کے سو ٹکڑے ہون آئے جو تبسم مجکو

مین تو کیا عکس سے وہ آئینہ رو کہتا ہی
پیار کی آنکھ سے دیکھا نہ کرو تم مجکو

دھوکا کھائے ہوئے آدم کو زمانہ گزرا
دیکھ کر ہنستے ہین اب تک لبِ گندم مجکو

دیکھ لون اُنکو ذرا نزع مین آ لینے دے
رحم، اے بیخبری، کر نہ ابھی گم مجکو

اسنے جنت سے جہنم مین مجھے پھینکدیا
زہر کی گانٹھ ہوا دانۂ گندم مجکو

واے قسمت کہ یہان قتل کی حسرت ہی امیر
اور وہ سمجھے ہین سزاوارِ ترحم مجکو

پہلے تم اپنی جبین، اپنی نظر کو دیکھو
پھر جس نے دل دیا ہی اُسکے جگر کو دیکھو

ملتا نہین ہی، نالے مدت سے ڈھونڈھتے ہین
بیٹھا ہی منہ چھپا کر کیسا اثر کو دیکھو

لپٹا جو قبر مین مین منہ سے کفن ہٹا کر
بولی یہ مجھ سے غربت لو اپنے گھر کو دیکھو

حالت مریضِ غم کی کچھ تم بھی جانتے ہو؟
ایک ایک غش کو دیکھو، دو دو پہر کو دیکھو

آخر ہی وصل کی شب افسردہ کیون نہون ہم
رنگت اُڑی ہوئی ہی شمعِ سحر کو دیکھو

رکھتے ہی خط کمر مین پر لگ گئے ہین گویا
جاتا ہی کس خوشی سے وان نامہ بر کو دیکھو

کیا وصل ہو، وہ کافر، تم اے امیر مومن
کتنے جدا جدا ہین شام و سحر کو دیکھو

اے اہلِ بزم مجکو اُٹھاؤ نہ بزم سے ۱، شمعِ سحر ہون، عمر بپایان رسیدہ ہون
ابتک کسی پہ میری حقیقت نہین کھلی — حرفِ نگفتہ ہون، سخنِ ناشنیدہ ہون
پیدا کیے کی شرم الٰہی ضرور ہے ۲، تو آفریدگار ہے، مین آفریدہ ہون

داغ اے بہار جیسے ہمارے بدن مین ہین — اس رنگ و بو کے پھول بھی تیرے چمن مین ہ
پیاسے ہین آبِ خنجرِ قاتل کی دیر سے — جتنی رگین امیر ہمارے بدن مین ہ

کہان انگورِ شیرازی، کہان یہ بیکسِ ہندی — پہنچ رہتے ہین وہ دانے جو قسمت مین آتے ہ

بخت ایسے کہان ہین جو کرون یار سے باتین — کرتا ہون مین شب بھر در و دیوار سے بات
کیا دھیان امیر آیا کہ وہ ہٹ گئے پیچھے — جھک جھک کے جو کرنے لگے ہم پیار سے بات

قابلِ عفو مین آلودۂ عصیان ہو لون ۳، اے اجل، صبر کر اتنا کہ پشیمان ہو لو

دل نہ بچے کس طرح حسینون سے — ل کے سب چھین چھان لیتے ہین
میری ہر بات پر ہین سو سو عذر — غیر کی خوب مان لیتے ہین
ہاے کیا دلبری کی ہین گھاتین — دم دلاسے مین جان لیتے ہین

نگ میری مین جوانی کے ہون ممکن ہی نہین — پھولنے پھلنے کے اب دن ہی نہین سن ہی نہین

بولے وہ، آئے جو ناصح مرے سمجھانے کو — کون ہو تم نہ ستاؤ مرے دیوانے
چھیڑ ہر بات مین اچھی یہ نہین اے ناصح، — چٹکیان لینے کو آیا ہے کہ سمجھانے
بجلیان جان پہ توبہ کے گرانے کے لیے — بدلیان گھیرے ہوئے ہین مرے میخانے
جا بجا گل نہین پھٹے کے بدن پر یہ امیر — کیاریان پھولون کی ہین جی مرا بہلانے

اے تیغِ یار دل کے گلے سے جدا نہو — اب روٹھنے کا وقت نہین ہے خفا
میری نگاہِ یاس کی اک چوٹ کھا تو لے — بے درد پھر مین دیکھون کہ درد آشنا
حسرت سے دیکھتا ہون جو انکی طرف امیر — کہتے ہین دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہ

کیسے الفت مین پڑے جان کے لالے دل کو — اس مصیبت سے اب اللہ نکالے دل

عمل بد جو ہوئے ہم سے سیہ کاری میں — گور میں بنکے وہی مار عذاب آتے ہیں

کیون نہ ہو، دیدۂ تر، یار کو رحم آ ہی گیا — خوب چھینٹے تجھے اے خانہ خراب آتے ہیں

جوشِ وحشت مجھے ہر سال بناتا ہے جوان — جب بہار آتی ہے ایامِ شباب آتے ہیں

طوطی و آئینہ، امیدوار ہم بھی ہیں — تمھارے دیکھنے والون میں یار ہم بھی ہیں

کہان تک آئینہ میں دیکھ بھال، اِدھر دیکھو — کہ اک نگاہ کے امیدوار ہم بھی ہیں

عشقِ گیسو میں ملی دنیا کی گردش سے نجات — نیند بھر کر پاؤن سوئے خانۂ زنجیر میں

نیند تیرے وحشیون کو صبح تک آتی نہیں — رت جگا رہتا ہے شب بھر خانۂ زنجیر میں

دیر سے سوئے حرم پیری میں جا کر کیا کرون؟ — تھا جو طاعت کا زمانہ کھو چکا تقصیر میں

جمعِ زر ممسک جو کرتا ہے ہوا ثابت نہیں — اُسکی قسمت میں نہیں ہے غیر کی تقدیر میں

گم گشتہ دل کی تا کجا جستجو کرین — ہان اور دل ملے تو تری آرزو کرین

بڑھتی ہے عقل جتنی ہوتی ہے عمر افزون — ہر دم نیا مزہ ہے اس بادۂ کہن میں

ہر باغ باغ بلبل جس طرح تو چمن مین — پھرتے تھے یون ہی خوش خوش ہم بھی کبھی وطن مین

آوارہ کے ہم نے ایامِ عمر کاٹے — دو چار دن سفر میں دو چار دن وطن میں

کوچۂ یار میں اول تو گزر مشکل ہے — جو گزرتے ہیں، زمانے سے گزر جاتے ہیں

زاہد و تمکو جنان، ہم کو درِ یار پسند — خیر جاؤ تم اُدھر کو، ہم ادھر جاتے ہیں

تمام تن میں ہیں چھالے، اگرچہ زار ہون میں — کرو جو غور نظر آنسوؤن کا تار ہون میں

بجا ہے سر سے قدم تک جو داغدار ہون میں — کہ ہجر میں ہمہ تن چشم انتظار ہون میں

عیش کا نام ہی سنا ہے امیر — ڈھونڈھ مارا، جہان بھر میں نہیں

نظر جو آئے ترے بال بال میں موتی — گمان ہوا کہ حسین جھولتے ہین جھولون میں

دیکھی مجنون کی شبیہ آج جو تصویرون میں — ہڈیان سوکھی سی دو چار تھیں زنجیرون میں

تمہارے ناز، دیکھ کے کہتے ہیں آئینہ — وہ ہم ناز میں نہیں تو کوئی ناز میں نہیں

ملا کر خاک مین بھی ہائے شرم آنکی نہین جاتی — نگہ نیچی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہین
بڑے ہی قدر دان کانٹے ہین صحرائے محبت کے — کہین گاہک گریبان کے کہین دامن کے بیٹھے ہین
وہ آمادہ سلونے پر، ہم آمادہ ہین مرنے پر — اِدھر وہ بنکے بیٹھے ہین، اِدھر ہم تن کے بیٹھے ہین
امیر اچھی غزل ہو داغ کی، جسکا یہ مصرع ہو — بھوین تنتی ہین، خنجر ہاتھ مین ہے تن کے بیٹھے ہین

---

۶۸ نیم جان کرکے مجھے سر پہ کھڑے ہین چپکے — ہاتھ اُٹھاتے بھی نہین، ہاتھ لگاتے بھی نہین
جی دھڑکتا ہے کہ چوری نہو دل کی ثابت — مُنھ سے انکار بھی ہے آنکھ ملاتے بھی نہین
ہنس ہی دین دیکھ کے رونا، نہ کرین ہمدردی — مجکو رونا تو یہی ہے کہ رُلاتے بھی نہین
لطف مرنے کا دکھائین کسے فرقت مین امیر؟ — نہین آتے وہ، تو ہم جان سے جاتے بھی نہین

---

۶۹ ناز، انداز، ادا، غمزہ، کرشمہ، شوخی، — لُٹ کے آیا ہے پری خانۂ برباد دل مین
۷۰ ناوکِ ناز و ادا کا ترے اللہ رے ادب — تیر جتنے ہین بیٹھی ہین دو زانو دل مین
حکم ہے ضبطِ محبت کا کہ ہو راز نہ فاش — آکے آنکھون مین پلٹ جاتے ہین آنسو دل مین
نکل اے یاس، کہ ہے وصل مین ارمان کا ہجوم — اب جگہ اتنی نہین ہے کہ رہے تو دل مین
ایک ایک آہ مین شرارہ تھا جہنم کا امیر — آگ لگ جاتی جو رہ جاتے یہ آنسو دل مین

وہ تو سُنتا ہی نہین، مین دادخواہی کیا کرون؟ — کس کے آگے جاکے سر پھوڑون الٰہی کیا کرون؟
مجھ گدا کو دے نہ تکلیفِ حکومت اے ہوس — چار دن کی زندگی مین بادشاہی کیا کرون؟

جب کبھی اُسکو نئی شان سے ہم دیکھتے ہین — دل یہی واقف ہے جس ارمان سے ہم دیکھتے ہین
شمشیر ہے، سنان ہے، کسے دون کسے نہ دون؟ — اک جان ناتوان ہے کسے دون کسے نہ دون؟
دربان ہزار اُسکے یہان ایک نقدِ جان — مال اسقدر کہان ہے، کسے دون کسے نہ دون؟

تڑپتا ہے دلِ صیاد بھی اسکے تڑپنے پر — قیامت کا اثر ہے اضطرابِ مرغِ بسمل مین
ہماری محبت کی کوئی تیر نگہ ہے اے دل — جہان آیا مسیحا درد وفا ہو گیا دل مین

بے خبر دیکھ کے مردون کو یہ کہتی ہے زمین — جو یہان آتے ہین مستِ مے خواب آتے ہین

اپنی محفل سے اُٹھاتے ہین عبث ہمکو حضور ٦١ چھپکے بیٹھے ہین الگ آپ کا کیا لیتے ہین؟

شاخِ مرجان ہین جواہر نظر آتے ہین امیر ٦٢ کبھی اُنگلی جو وہ دانتون مین دبا لیتے ہین

فراقِ یار مین شب ہو کہ دن تمام نہین جو اُسکی صبح نہین ہے تو اُسکی شام نہین

گرہ سے کچھ نہین جاتا ہے پی بھی لے زاہد ملے جو مفت تو قاضی کو بھی حرام نہین

فقیر گوشہ نشین ہین خدا کے درباری ٦٣ کسی امیر کا مجرا انہین سلام نہین

کریم جان کے تجھکو خطائین کین یارب مرے گناہ سزا وارِ انتقام نہین

جو شکستگی سے ہو فرصت تو دو گھڑی کو چلو امیر مسجدِ جامع مین آج امام نہین

پڑ گئی کیا لوٹ یارب گلشنِ ایجاد مین ٦٤ دستِ گلچین مین ہے گل، بلبل کفِ صیاد مین

ہو گئی کچھ اور آ کر خانۂ صیاد مین یہ مزہ آگے نہ تھا بلبل تری فریاد مین

اپنے اپنے ہین نصیب، اے ہم صفیرانِ چمن پھنس گئے تم دام مین، ہم گیسوئے صیاد مین

فی الحقیقت دل سے دلکو راہ ہوتی ہے امیر ہم ہین اُنکی یاد مین، وہ ہین ہماری یاد مین

گزشتہ خاک نشینون کی یادگار ہون مین مٹا ہوا سا نشانِ سرِ مزار ہون مین

کچھ آج سیکھ نئی پی ہے حضرتِ واعظ؟ ازل کا مست پرانا شرابخوار ہون مین

بڑے مزے سے گزرتی ہے بیخودی مین امیر ٦٥ وہ دن خدا نہ دکھائے کہ ہوشیار ہون مین

لیا مین نے تو بوسہ خنجرِ قاتل کا مقتل مین اجل شرما گئی سمجھی کہ مجھکو پیار کرتے ہین

مرا خط پھینک کر قاتل کے منھ پر طنز سے بولے ٦٦ خلاصہ سارے اس طومار کا یہ ہے کہ مرتے ہین

ابھی اے جان تو نے مرنے والون کو نہین دیکھا جیے ہم تو دکھا دینگے کہ دیکھ اس طرح مرتے ہین

قیامت دورِ تنہائی کا عالم روح پر صدمہ ٦٧ ہمارے دن لحد مین دیکھیے کیونکر گزرتے ہین

جو رکھ دیتی ہے شانہ آئینہ تنگ آ کے مشاطہ ادا ہین بول اُٹھتی ہین کہ دیکھو یون سنورتے ہین

چمن کی سیر ہی چھوٹی تو پھر جینے سے کیا حاصل؟ گلا کاٹین مرا صیاد ناحق پر کترتے ہین

قیام اس بحرِ طوفان خیزِ دنیا مین کہان ہمدم؟ حباب آسا ٹھہرتے ہین تو کوئی دم ٹھہرتے ہین

خدا جانے کہان دل جان کس جلسہ مین ہر اپنی بظاہر مت بنے بیٹھے ہین ہم ہر چند یارون مین
چلے ساقی ہنسے بولے اگر آئی ہر یار دکھین دلھن بنکر نہ بیٹھے دخترِ رز بادہ خوارون مین
بہار آئی گھٹا چھائی کھلے بوتل چلے ساغر نہ تم پرہیزگارون مین نہ ہم پرہیزگارون مین
امیر کیسے نہ بچتی دخترِ رز آنکھ نہین پی جاتے جوانی کا گزر شاید نہین پرہیزگارون مین

دل جو کہتا ہر مجھے ضبط کی طاقت ہی نہین ضبط کہتا ہر تڑپنے کی اجازت ہی نہین
غم سے چھوٹون تو مین کچھ عیش کا سامان کرون آنی اس غمکدۂ دہر مین فرصت ہی نہین
طلب جام عبث کرتے ہو منھ پھوڑ کے تم میکشو آنکھ مین ساقی کے مروت ہی نہین
دین کی فکر کرون ہائے مین کس وقت امیر کبھی دنیا کے بکھیڑون سے فراغت ہی نہین

کیا عارف مجھے پیرِ مغان نے اک پیالے مین کرامت یہ نہین دیکھی کسی اللہ والے مین
ہزارون خار پیاسے وادیِ الفت مین ہین یارب ۵۸ پلاؤن کس کو کس کو بوند بھر پانی ہر چھالے مین
ادھر بھی اک نگاہِ لطف خم کی خیر اے ساقی ہمین بھی ایک چلو مے کسی ٹوٹے پیالے مین
تڑپتے عمر گزری یار آئے یا اجل آئے خداوندا کوئی تاثیر تو پیدا ہو نالے مین
امیر اُس نازنین پر ہر گران بیلا چنبیلی تک پہنتا ہر پرو کر پھول وہ جو ہی کے بالے مین

زینتِ گوشِ حسینان ہون وہ گوہر ہین ہون جامہ زیبون ہی کا زیور ہون اگر زرین ہون
بوسہ لینے کا نہ مجرم نہ گنہگارِ وصال پھر سزاوارِ سزا کواے مقدر مین ہون
جلوۂ حسن یہ اُس شوخ کا کہتا ہر امیر بزم مین شمع ہون گلشن مین گل رنگین ہون

دل جدا مال جدا جان جدا لیتے ہین ۵۹ اپنے سب کام بگڑ کر وہ بنا لیتے ہین
مجلسِ وعظ مین جب بیٹھتے ہین ہم میکش دخترِ رز کو بھی پہلو مین بٹھا لیتے ہین
درد آگین جو کوئی دل نظر آتا ہر کہین دوڑ کر ہم اُسے چھاتی سے لگا لیتے ہین
دھیان مین لا کے ترا سلسلۂ زلف دراز ہم شبِ ہجر کو کچھ اور بڑھا لیتے ہین؟
ایک بوسے کے عوض مانگتے ہین دل کیا خوب ۶۰ جی مین سوچیں تو وہ کیا دیتے ہین کیا لیتے ہین؟

وصل کیسا تیرے نادیدہ خریدارون مین ہون — واہ ری قسمت کہ اسیر بھی گنہگارون مین ہون
کس طرح فریاد کرتے ہین بتا دو قاعدہ — اے اسیرانِ قفس مین نو گرفتارون مین ہون
بیگناہ ہون مین چلا زاہد جو اسکو ڈھونڈھنے — مغفرت بولی ادھر آ مین گنہگارون مین ہون
اونچے اونچے مجرمون کی ہوگی پرسش حشر مین — کون پوچھے گا مجھے مین کن گنہگارون مین ہون
سوزِ فرقت، دردِ دل، زخمِ جگر، ناسورِ چشم — کچھ نہ پوچھو مبتلا مین کتنے آزارون مین ہون
پھول ہین پھولون مین ہون کانٹا ہون کانٹون مین امیر — یار ہین یارون مین ہون، عیار عیارون مین ہون

ضبط کرنا دلِ حزین نہ کہین ،، ۵، چوٹ لگ جائےگی کہین نہ کہین
چین مُردون کو قبر مین بھی نہین، — آسمان ہو تہِ زمین نہ کہین
آگ ہو جائےگا وہ شوخ امیر — کھینچنا آہِ آتشین نہ کہین

کیا دخل جا سکے کوئی اس جلوہ گاہ مین — غمزہ چھری لیے ہوئے بیٹھا ہے راہ مین
خنجر کچھ اس ادا سے کھنچا قتلگاہ مین — لپٹا لیا گلے سے ترے اشتباہ مین
آفت کی شوخیان ہین تمھاری نگاہ مین — محشر کے فتنے کھیلتے ہین جلوہ گاہ مین
بھاگا خیالِ یار یہ کہکر شبِ فراق — دشمن مرے شریک ہون حالِ تباہ مین
تیرے جلال مین بھی مزہ ہے جمال کا — چشمِ کرم چھپی ہے غضب کی نگاہ مین
تیری نکیلی پلکون سے اللہ کی پناہ — کیا دل مین پیر جاتی ہے چبھ کر نگاہ مین
ہم ہین سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش — مے پیتے ہین تو سایۂ ابرِ سیاہ مین
سودا و میر دونون تھے کامل مگر امیر — ہے فرق واہ واہ مین اور آہ آہ مین

بیکس ہون نہین ہے کوئی میرے غمگسارون مین — فقط اک دل ہے سو وہ بھی تمھارے جان نثارون مین
او زاہد پیے مے، رنگ تو برسات کا دیکھے — تماشا اودی اودی بدلیان ہین سبزہ زارون مین
وہ یار کیا بدلی، جہان بدلا، ہوا بدلی، — وہ دشمن جان کے ہین، جو تھے آگے جان نثارون مین
کہو دختِ رز کا نام ہم صحبت مین ای ساقی — پری ہے میکشون مین، حور ہے پرہیزگارون مین

لاغری سے اپنی زندان مین یہ مجکو خوف ہی پاؤن سے میرے اُتر جائین نہ زنجیرین کہین
اُسکے کوچے مین ٹھہرنے کو جگہ چاہی اگر بولے دربان جاؤ کیا بٹتی ہین جاگیرین کہین؟
لاکھ محنت کی نہ نکلی وصل کی صورت امیر سامنے تقدیر کے چلتی ہین تدبیرین کہین؟

ہم لوٹتے ہین وہ سو رہے ہین کیا ناز و نیاز ہو رہے ہین
پہنچی ہی ہماری اب یہ حالت جو ہنستے تھے وہ بھی رو رہے ہین
پیری مین بھی ہم ہزار افسوس بچپن کی نیند سو رہے ہین
رو دینگے ہمین رُلانے والے ڈوبینگے وہ جو ڈبو رہے ہین
کیون کرتے ہین غمگسار تکلیف آنسو مرے مُنھ کو دھو رہے ہین
زانو پہ امیر سر کو رکھے ۵۶ پھر دن گزرے کہ رو رہے ہین

اُسکی حسرت ہی جسے دل سے مٹا بھی نہ سکون ڈھونڈھنے اُسکو چلا ہون جسے پا بھی نہ سکون
اُنکے غصّے کے مٹانے کی ہین سو تدبیرین لاگ کی آگ نہین ہی کہ بجھا بھی نہ سکون
چٹکیان لینے سے دل مین وہ کرین تو انکار داغ کچھ درد نہین ہین کہ دکھا بھی نہ سکون
ناز کرنے سے تجھے منع نہین کرتا مین، پر نہ اتنے کہ اُٹھاؤن تو اُٹھا بھی نہ سکون
اے امیر اپنی غزل ہی، کوئی آیت یہ نہین کہ گھٹا بھی نہ سکون اور بڑھا بھی نہ سکون

ہاے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتون مین اب نہ باتون مین مزہ ہی، نہ ملاقاتون مین
چار ہی دن مین وہ بُت دیکھیے کیا چل نکلا کیسی قینچی سی زبان چلنے لگی باتون مین
دل جو دیا مین نے تو بولے کوئی بم بھوٹی ہی دل ہی دل روز چلے آتے ہین سوغاتون مین
یہ سمجھ کر کبھی ناصح کی بھی سُن لیتا ہون اک نہ اک بات نکل آتی ہی سو باتون مین
کچھ اشارے جو کیے مین نے تو جھنجھلا کے کہا تم رہا کرتے ہو دن رات انھین گھاتون مین
واعظ اب چھیڑ کے رندون سے ہنسا کرتے ہین کچھ مزہ ملنے لگا ہی انھین صلواتون مین
بُت نہ بولین، جو نہین بولتے ہین ہم سے امیر اپنے اللہ سے باتین ہین مناجاتون مین

آنسوؤن سے امیر ہین رسوا | ایسے لڑکے عذاب ہوتے ہین

وصل بُت ہوتا نہین ہی، یا خدا ملتا نہین؟ | ڈھونڈھنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہین؟
ذبح کرتا ہی تو میرے دست و بازو کھول دے | رحم کر قاتل کہ بے تڑپے مزا ملتا نہین
حسرتین گھیرے ہین اس کثرت سی بسمل کو ترے | روح نکلے تن سے اتنا راستہ ملتا نہین
اک مجھی سے رہگیا سارے زمانے کا حجاب | کون ہی؟ جس سے وہ عالم آشنا ملتا نہین
اتنی تیزی کر نہ قاتل ذبح کرنے مین مرے، | دم تو لینے دے تڑپنے کا مزا ملتا نہین
جس لحد مین دیکھیے سَر ہین اُمیدوارِ امیر | خاک کے نیچے بھی کنجِ انزوا ملتا نہین

مے پیئن کیا کہ کچھ فضا ہی نہین | ساقیا، باغ مین گھٹا ہی نہین
خضر کیا جانین مرگ کی لذت؟ | اِس مزے سے وہ آشنا ہی نہین
کس طرح جائین؟ اُنکی محفل مین، | جنکے دل مین ہماری جا ہی نہین
مرنے والون سے کہتے ہین وہ امیر | کیا تمھاری کبھی قضا ہی نہین؟

مرے مرقد کو ٹھکرانے قیامت بنکے آتے ہین | پڑا ہون مین یہان آکر تو یون مجکو ستاتے ہین
ہماری بیخودی تمہید ہی تیری نمائش کی | مٹا کر نقش اپنا ہم ترا نقشہ جماتے ہین
محبت کا بُرا ہو، دل کو رو دون، یا جگر تھامون؟ | مرے قابو سے یہ دونون کے دونون نکلے جاتے ہین
شعاعِ مہر کس کس شوق سے آکر لپٹتی ہی، | کبھی کوٹھے پہ چڑھ کر وہ جو بال اپنے سکھاتے ہین
وہ اُٹھی ہی گھٹا وہ برق چمکی وہ بہار آئی | اُٹھو رندو چلو، واعظ تو یون ہی سر پھراتے ہین
نہین ہی پیار بھی در پردہ اُنکا چھیڑ سے خالی | رُلا دیتے ہین اِتنا وصل کی شب گدگداتے ہین
امیر افسردہ ہو کر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے | وہ میلے ہم کو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہین

گو کہ دیکھے خواب اچھے سب نے تعبیرین کہین | وصل کی بنتی ہین ان باتون سے تدبیرین کہین؟
نیچی نظرون سے لگے آخر مجھے وہ دیکھنے | ادبر ادبر جاتی ہین آہون کی تاثیرین کہین؟
وہ بُت آئے گا تو بُت بن جائین گے ہم بھی | حاکمون کے سامنے چلتی ہین تقریرین کہین

پلا وصل مین مے نہ اُن کو امیر — مزہ کیا؟ رہے جب نہ وہ ہوش مین

سکیش کے دل کے راز کسی پر عیان نہین — شیشے کو دیکھ لو کہ دہن ہے زبان نہین

موجود خشتِ خم ہے اگر نردبان نہین، — اتنی تو مے فروش کی اونچی دُکان نہین؟

مردہ جو مجھ غریب کا بے گور رہ گیا ۵۵ دو گز بھی کیا زمین تہِ آسمان نہین؟

کیا کیا کرین گے قتل سنور نے تو دو اُنھین — پنہان ہر تیغ زنگ مین جوہر عیان نہین

مرقد مین بھی نصیب کی گردش ہی رہی — سمجھے تھے ہم زمین کے تلے آسمان نہین

زندان چمن ہے وحشیِ نازک مزاج ہون — پھولون کی بدھیان ہین مری بیڑیان نہین

پیری مین اور بھی مجھے زینت ہوئی نصیب — اُتو قبائے تن پہ ہے، یہ جھریان نہین

ایذا کا خوف صاحبِ تمکین کو کیا؟ امیر — نشتر سے آشنا رگِ سنگِ گران نہین

مرتبہ تیغِ ادا کا وہی بسمل سمجھین، — زیست کو مرگِ مسیحا کو جو قاتل سمجھین

قاتلون سے کہو سر کاٹ کے مغرور نہ ہون — اپنے سر کو بھی تہِ خنجرِ قاتل سمجھین

یون تو ہر غنچۂ گل شکلِ صنوبر ہے امیر — جس مین کچھ درد کی بو آئے اُسے دل سمجھین

دامن رحمت اگر آیا ہمارے ہاتھ مین — پھول ہو جائین گے دوزخ کے شرارے ہاتھ مین

پوچھتے ہو کس سے؟ جو چاہو کرو، مختار ہو — دل تمھارے ہاتھ مین ہے یا ہمارے ہاتھ مین

لطف اُٹھے سیرِ ساحل کا شبِ مہتاب مین — ہاتھ اُسکا ہو جو دریا کے کنارے ہاتھ مین

ہم وہ مجرم ہین کہ دوزخ ہمکو خس خانہ ہوا — حورین دوڑین لیکے جنت سے ہزارے ہاتھ مین

ہم بہت لاغر ہین پہناؤ نہ ہمکو ہتھکڑی — ڈال دو چھلا کوئی اپنا ہمارے ہاتھ مین

حلقۂ گیسوے جانان وہ بلا ہے اے امیر — چھپ رہی ہین مچھلیان دہشت کے مارے ہاتھ مین

ہم جو مستِ شراب ہوتے ہین، — ذرّے سے آفتاب ہوتے ہین

کیا کہین کیسے روز و شب ہم سے — عمل ناصواب ہوتے ہین؟

وہی رہ جاتے ہین زبانون پہ — شعر جو انتخاب ہوتے ہین

خنجر کو حرص حوص کے کہتے ہیں میرے زخم ۵۲ ظالم مزے بھرے ہوئے تجھ میں کہاں کہیں ہیں؟
وہ اور وعدہ وصل کا، قاصد، نہیں، نہیں! ۵۳ سچ سچ بتا! یہ لفظ اُنھیں کی زبان کے ہیں؟
بلبل کو شوقِ گل تھا، نہ قمری کو عشقِ سرو ۵۴ سارے یہ گل کھلائے ہوئے باغبان کے ہیں
اُن ابروؤن سے، حضرتِ دل! روز سامنا کہیے تو ایسے آپ بہادر کہاں کے ہیں؟
اُس طفلِ تندخو سے جو ملتا ہون مین امیر کہتے ہیں لوگ ڈھنگ بُرے اِس جوان کے ہیں

نہان رہا ہے آئینہ سے وہ بیگانہ خو برسون حیا دیکھو نہیں آتا ہے اپنے روبرو برسون
تڑپ کر دل نے میرے مدتون رسوا کیا مجکو بہا کر اشک آنکھون نے ڈبوئی آبرو برسون
مزہ یہ ذبح مین پایا کہ کرتا ہے دعا بسمل رہے یون ہی الٰہی، ربطِ شمشیر و گلو برسون
کوئی میرے برابر کیا کرے گا ضبطِ الفت کو نہیں آتا زبان تک دل سے حرفِ آرزو برسون
کبھی ہمکو بھی تھا اے درد، دعویِ ضبطِ الفت کا پلٹ جاتے تھے نالے دل سے آ کر تا گلو برسون
مسیحا دل نہ اُسکا بھی کبھی تیری طرح قاتل کیا خنجر سے ہم نے شکوۂ دردِ گلو برسون
کہان ہونگی؟ امیر ایسی ادائین حور و غلمان مین رہے گا خلد مین بھی دھیان ہمکو لکھنؤ برسون

بے حجابانہ مرے گھر جو وہ آجاتی ہین ایک تصویر درِ دل پہ لگا جاتے ہین
دم کے دم کو مرے پہلو مین جو آ جاتے ہین دل لگانے کی جگہ تیر لگا جاتے ہین
پتلیان تک بھی تو پھر جاتی ہین دیکھو دمِ نزع وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہین
حسن کی شان کو ہے بوقلمونی لازم کیا کہون کیسے وہ نیرنگ دکھا جاتے ہین؟
ملک الموت کبھی بن کے سُلا دیتے ہین فتنۂ حشر کبھی بن کے جگا جاتے ہین
کیا ملا ہو کے وہ گیسو مجھے لپٹے ہین امیر آنکھ ہو بند تو دل پر مرے چھا جاتے ہین

مین الفت کسے، وہ حسن کے جوش مین نہ مین ہوش مین ہون، نہ وہ ہوش مین
نہ اُٹھو ابھی بزم سے میکشو، ہمین بھی تو آ لینے دو ہوش مین
قدم پر جو گرنے لگا غش مین مین کہا ہٹ کے آؤ ذرا ہوش مین

ہرگز نہ فرق آئے مری بات مین امیر
اک بار جو کہا ہے وہی عمر بھر کہون

وطن کی یاد ہے بلبل ہزار غربت مین
یہی ہے ایک بڑی غمگسار غربت مین

شگفتگی کے ہون سامان ہزار غربت مین
پر ایک سی ہے خزان و بہار غربت مین

گلِ وطن کی جو بُو لے چلی اُڑا کے مجھے
لپٹ گئے مرے دامن سے خار غربت مین

امید و بیم و غمِ بیکسی و دردِ فراق
یہی رفیق ہین دو تین چار غربت مین

بچھا کے مین نے مُصلا پڑھا دوگانۂ شکر
اگر ملا شجرِ سایہ دار غربت مین

قرار گھر مین، بیابان مین اضطراب ہے کیون؟
وہی وطن ہے وہی کردگار غربت مین

امیر جاتی جوانی یہ مجھ سے کہتی ہے
خزان نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہون مین

کیا مست نگاہین مجھے دکھلا گئین آنکھین
دو جام تھے لبریز کہ چھلکا گئین آنکھین

اورون سے تو بیباک سرِ بزم لڑا کین
عاشق سے ہوئین چار تو شرما گئین آنکھین

اس ناز سے دیکھا کہ سہم کٹ گئے عاشق
ایک ایک کو ایک ایک سے لڑوا گئین آنکھین

تا چند امیر اس چمنستان کا نظارہ
دلِ سیر سے اُکتا گیا پتھرا گئین آنکھین

یہ چرچے یہ صحبت یہ عالم کہان؟
خدا جانے کل تم کہان، ہم کہان؟

الٰہی ہے دل جائے آرامِ غم
نہ ہوگا جو یہ جائے گا غم کہان؟

کہون اُسکے گیسو کو سنبل مین کیا
کہ سنبل مین یہ پیچ یہ خم کہان؟

زمانہ ہوا غرقِ طوفان امیر
ابھی روئی یہ چشمِ پُرنم کہان؟

ظاہر مین ہم فریفتہ حُسنِ بتان کے ہین
پر کیا کہین نگاہ مین جلوے کہان کے ہین؟

یارانِ رفتہ سے کبھی جا ہی ملین گے ہم
آخر تو پیچھے پیچھے اسی کاروان کے ہین

ٹھکرا کے میرے سر کو وہ کہتے ہین ناز سے
لو ایسے مفت سجدے مرے آستان کے ہین

شکوہ شبِ وصال مین تا چند؟ چُپ بھی ہو
اے دل نکالے تو نے یہ جھگڑے کہان کے ہین؟

دنیا مین بھی سفر، ہمین عقبیٰ مین بھی سفر،
ہم لوگ رہنے والے الٰہی، کہان کے ہین؟

خنجر بکف جو اپنے قاتل کو دیکھتے ہین، دل ہم کو دیکھتا ہی، ہم دل کو دیکھتے ہین
وامانده دور سے یون منزل کو دیکھتے ہین کشتی شکستہ جیسے ساحل کو دیکھتے ہین
آنکھون کو بند کر لین، خالق سے لو لگائین کیون غرق ہونے والے ساحل کو دیکھتے ہین
کیون مُنھ بنا رہے ہو؟ بوسے کے مانگنے پر خوش ہوتے ہین سخی جب سائل کو دیکھتے ہین
دنیا، امیرؔ ساری ہی محفلِ مشائخ دیتا ہی جان اُسیرِ جس دل کو دیکھتے ہین

عروسِ مرگ پہ جو دل نثار کرتے ہین لپٹ کے خنجرِ قاتل کو پیار کرتے ہین
ہزار شکر گئین بدگمانیان اُنکی، وہ میری بات کا اب اعتبار کرتے ہین
دل و جگر کو نکالو بھی میرے سینے سے تڑپ تڑپ کے مجھے بیقرار کرتے ہین
خدا نے آن حسینون کو دو ہزار ہی کیا بس اتنی بات پہ یہ افتخار کرتے ہین
چلو امیرؔ مجاو تا کجا اقامتِ دہر مسافرانِ عدم انتظار کرتے ہین

پھکتے ہین اعضا یہ گرمی ہی تنِ محرور مین جائے ہیزم، استخوان جلتے ہین اس تنور مین
سچ ہی اہلِ درد سے ہوتا نہین رونے کا ضبط اشک رہتے ہین لبالب دیدۂ ناسور مین
سب کو لنگر خانۂ خالق سے حصّہ مل چکا کیا مری قسمت کی روٹی جل گئی تنور مین
سینۂ پُر درد مین کیا روح کو آرام ہو کون سویا چین سے ہمسایۂ رنجور مین
کیسے موسیٰ، لنترانی کی صدا کیسی، امیرؔ حسن کے نیرنگ تھے خلوت سرائے طور مین

سہواً کسی سے اپنی کہانی اگر کہون طاقت جواب دے سکے بارِ دگر کہون
طولِ شبِ فراق کا قصّہ نہ پوچھیے، محشر تلک کہون مین اگر مختصر کہون
قاصد یہ کوے یار سے کہتا ہوا پھرا، اپنی خبر نہین مجھے کسکی خبر کہون
سُنتے ہین آپ سارے زمانے کا دردِ دل کہیئے تو مین بھی قصّۂ سوزِ جگر کہون
حاصل صفائے قلب ہی آئینے کی طرح کیون مُنھ پہ صاف صاف نہ اپنے ہنر کہون
وقفہ بہت قلیل ہی حسنِ شباب کا بڑھ کر کہون تو جلوۂ برقِ شرر کہون

آئے ہو تیغ کھینچ کے تم قتل گاہ مین ، ۵۰ تولو تو پہلے موے کمر کو نگاہ مین
پیری مین قد نگون جو ہوا دانت بھی چلے بھاگڑ پڑی شکستِ علم سے سپاہ مین
کشتی ضرور ساتھ رہے تیرے ای فقیر ڈوبے نہ قلزمِ کرمِ بادشاہ مین
ہے قصدِ بد سے بھی کبھی ہوتا ہر کارِ نیک شب کو چراغ غول جلاتے ہین راہ مین
دعوی بہت تھا سنگدلی کا حضور کو کیون دل پکڑ کے بیٹھ گئے ایک آہ مین
ہر نقش دل پہ صورتِ توحید ای امیر ہون محوِ ذکرِ "اشہد ان لا الٰہ" مین

گلے مین ہاتھ تھے شب اُس پری سے راہین تھین سحر ہوئی تو وہ آنکھین نہ وہ نگاہین تھین
کیا یہ شوق نے اندھا مجھے نہ سوجھا کچھ وگرنہ ربط کی اُس سے ہزار راہین تھین
حسین زر کے ہین طالب کہ اب ہین گردِ امیر غریب ہم تھے، تو یہ پیار تھا نہ راہین تھین

وا کردہ چشمِ دل صفتِ نقشِ پا ہون مین ہر رہ گذر مین راہ تری دیکھتا ہون مین
طالب جو اپنے آپ کے عاشق ہین سب وہ بت بگڑ کے بول اٹھا کیا خدا ہون مین
ای انقلابِ دہر مٹاتا ہر کیون مجھے ۵۱ نقشے ہزارون مٹ گئے ہین تب بنا ہون مین
محنت یہ کی کہ فکر کا ناخن بھی گھس گیا عقدہ یہ آجتک نہ کھلا مجھ پہ کیا ہون مین
ہمسوا ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا؟ جو کچھ کیا وہ دل نے کیا پچھتا ہون مین
مقتل ہر میری جان کو وہ جلوہ گاہِ ناز دل سے ادا یہ کہتی ہر تیری قضا ہون مین
مانندِ سبزہ اُس چمنِ دہر مین امیر بیگانہ وار ایک کنارے پڑا ہون مین

جب خوبرو چھپاتے ہین عارض نقاب مین کہتا ہر حسن مین نہ رہون گا حجاب مین
بے قصد لکھ دیا ہر گلہ اضطراب مین دیکھون کہ کیا وہ لکھتے ہین خط کے جواب مین
دو کی جگہ دیئے مجھے بوسے بہک کے چار تھے نیند مین، پڑا انھین دھوکا حساب مین
سمجھا ہر تو جو غیبتِ پیرِ مغان حلال، واعظ، بتا یہ مسئلہ ہر کس کی کتاب مین؟
دامن مین اُنکے خون کی چھینٹین پڑین امیر بسمل سے پاس ہو نہ سکا اضطراب مین

جگہ دے غیر کو بھی ساتھ تیرے — کب اس پہلو پہ آتا ہے مرادِ دل
وہ بولے واہ بوسہ دین تو دل لین — نئے دل دینے والے تم نیا دِل
پٹک کر دل مرا جھنجھلا کے بولے — بڑا اوچھا ہی تو لے جا اٹھا دل
تمھین افسردہ پایا بجھ گیا جی — تمھین دیکھا شگفتہ کھل گیا دِل
امیر اس ناز سے ظالم نے دیکھا ۴۸ نگاہین بول اٹھین وہ لے لیا دل

دِل رُبا تیری نظر مین ہی اگر بیکار دل — لا مجھی کو پھیر دے پھر مرے ہی سر مار دل

جب یار ہوا جفا کے قابل — تب ہم نہ رہے وفا کے قابل
ہے خوف سے ساکن تن مین رعشہ — اب ہاتھ کہان دعا کے قابل
کلفت سے امیر صاف کر دل — یہ آئینہ ہی جلا کے قابل

ہُوا کہ زندہ رہا نامہ بر نہین معلوم — کچھ آج تک ہمین اُسکی خبر نہین معلوم
مکانِ دِل مین ہی کس کا گزر نہین معلوم — یہ بیخودی ہی کہ گھر کی خبر نہین معلوم
مین جسکو دیتا ہون اُس فتنہ گر کے نام کا خط — وہ ٹالتا ہی کہ مجکو تو، گھر نہین معلوم
تری گلی ہی کہ میدانِ حشر ہی؟ قاتل — یہان کسی کو کسی کی خبر نہین معلوم
بھٹکتے پھرتے ہین ہم مثلِ گردِ راہ امیر — ہوا یہ قافلہ راہی کدھر نہین معلوم

تیرے جور و ستم اُٹھائین ہم — یہ کلیجہ کہان سے لائین ہم
اے لبِ یار کیا ترے ہوتے — لبِ ساغر کو مُنھ لگائین ہم
زندگی مین ہی موت کا کھٹکا — قصر کیا، مقبرہ بنائین ہم

خط دے کے تجھے کوچۂ جلاد مین بھیجین — کچھ خیر ہے قاصد ترے دشمن تو نہین ہم

ہوئے جو رنگ وصلِ یار مین ہم — اچھے بھولے پھلے بہار مین ہم

ہجومِ آرزو نے مار ڈالا — کہان پائین دلِ بے آرزو ہم

کیا دیر ہے امیر کے عفوِ گناہ مین؟ ۴۹ اللہ کیا کمی ہے تری بارگاہ مین

ہم تھے اور چہرۂ محبوب کا نظارہ امیر — شعلۂ حسن تھا جس روز نہ پروانۂ عشق

بیخودی تا بکجا؟ آپ میں آؤ بھی امیر — دیر سے بیٹھے ہیں احباب تمھارے مشتاق

آئی ہو کھل کے زلفِ رسا سر سے پاؤں تک — لینے لگی بلائیں ادا سر سے پاؤں تک

لاغر ہوں اسقدر مجھے پہچانتی نہیں، — رہ رہ کے دیکھتی ہے قضا سر سے پاؤں تک

گنڈا نظر گذر کا پنھائے گی آپ کو — قد ناپتی ہے زلفِ رسا سر سے پاؤں تک

پہنچائے کربلا میں جو بختِ رسا امیر — ملیے بدن میں خاکِ شفا سر سے پاؤں تک

کتنے بد بخت تھے جو چھوڑ گئے رسمِ ستم — مر چکے پھر بھی لکھے جاتے ہیں عصیاں اب تک

میں ہوں وہ ناتواں جب آہ کھینچی، — تو ٹھہری سو جگہ دل سے زباں تک

کڑی ہے اسقدر منزل عدم کی، — کہ مر مر کر پہنچتے ہیں وہاں تک

ہزاروں حسرتوں کا ہو گیا خون — کہاں تک پاسِ رسوائی کہاں تک

مرے ہر عضو کو ہے اُس بتِ خونخوار سے لاگ — دل کو ہے تیر سے گردن کو ہے تلوار سے لاگ

ہم نہ ہیں دوست کسی کے نہ کسی کے دشمن — یار سے ہمکو لگاوٹ ہے نہ اغیار سے لاگ

تارے گِن گِن کے شبِ ہجر بسر کرتا ہوں — کیا کروں خواب کو ہے دیدۂ بیدار سے لاگ

بے طرح حال تمھارا جو میں پاتا ہوں امیر — ہو گئی کیا کسی معشوقِ طرحدار سے لاگ

واہ کیا خوب پر و بال نکالے بلبل، — اُڑتے ہی پڑ گئی صیاد کے پالے بلبل

نوگرفتار ہے صیاد کلک سمجھے تو مزاج — تھوڑی تھوڑی ابھی آواز نکالے بلبل

خوش بیانی ہے تری سارے چمن میں مشہور — کچھ تو صیاد کو باتوں میں لگا لے بلبل

دھیان صیاد کا گلچیں کا خطر خوفِ خزاں — ہو بلا ایک تو سر سے اُسے ٹالے بلبل

پھول گلشن میں نہ آئے تھے کہ صیاد آیا — دل کے ارمان کہو خاک نکالے بلبل

اُنھیں درکار ہے اک چلبلا دل — یہ سُننا تھا کہ بجلی بن گیا دل

اُسے دیکھا تصدق کر دیا دل — کسی کا کیا مری آنکھیں مرا دل

شمعِ کافوری مبارک منعمون کی بزم کو   ہین ہمارے خانۂ تاریک مین جگنو چراغ
سینہ ہی پُر داغ، اشکون مین ہین لختِ دل امیر   باغ مین گویا کہ روشن ہین کنارِ جو چراغ

زلفین آئی ہین لٹک کر روے جانان کی طرف   پاؤن پھیلائے ہین اس کافر نے قرآن کیطرف
گھر سے اُٹھے تھے کہ جائینگے گلستان کیطرف   وحشتِ دل لے چلی ہمکو بیابان کی طرف
دل کے اک اک گور سے ہم دیر تک رویا کیے   ۴۶ لے گئی عبرت جو کل گورِ غریبان کی طرف
کچھ تو تمکو چاہیے اپنے اسیرون کا خیال،   روز آنکلا کرو دم بھر کو زندان کی طرف
آپ سے جاتا نہین ہر بار، مین مجبور ہون   دل کھچا جاتا ہی میرا کوے جانان کی طرف
چاہتا ہون وصل اُس سے جو دو عالم مین نہین   مجکو دیکھو اور میرے دل کے ارمان کی طرف
اب کہین یارانِ رفتہ کا نشان ملتا نہین   شوقِ دل لے چل مجھے گورِ غریبان کیطرف
جا کے اب یارون کی تنہائی مین دیکھونگا امیر   لے چلی ہی بیکسی گورِ غریبان کی طرف

شوخیان کہتی ہین ہم ہین اُسکی چتون کیطرف   چتونین کہتی ہین ہم ہین چشمِ پرفن کی طرف
سیر دیکھو دل بھی ہی اُس شوخ پرفن کی طرف   دوست ہوکر بولتا ہی میرے دشمن کی طرف
تیرِ مژگان، تیغِ ابرو، دونون حامی ہین مرے   ایک سینہ کی طرف ہی ایک گردن کی طرف
لاابالی جب نکل چلتے ہین پھر رُکتے نہین   ۴۷ بوئے گُل کب دیکھتی پھر کے گلشن کی طرف
لاکھ اُلجھا رہے وحشتِ دل کوے جانان سے امیر   مین نہ صحرا کی طرف جاؤن نہ گلشن کی طرف

ہین نہ زندون مین نہ مُردون مین کمر کے عاشق   نہ اِدھر کے ہین الٰہی، نہ اُدھر کے عاشق
جتنے ناوک ہین کماندار ترے ترکش مین،   کچھ مرے دل کے ہین کچھ میرے جگر کے عاشق
برہمن دیر سے، کعبے سے پھر آئے حاجی،   ترے دَر سے نہ سَرِ کنا تھا نہ سر کے عاشق
آنکھ دکھلاؤ اُنھین مرتے ہون جو آنکھون پر   ہم تو ہین یار، محبت کی نظر کے عاشق
بیکسی، درد، الم، داغِ تمنا، حسرت،   چھوڑے جاتے ہین پس مرگ یہ تربت کے عاشق
بے سبب سیرِ شبِ ماہ نہین ہی یہ امیر   ہو گئے تم بھی کسی رشکِ قمر کے عاشق

اب ملے گی سخن کی داد امیر   آج محفل میں ہیں سخندان جمع

---

۴۵ جب گنہگاروں پہ تیرے رحم فرماتی ہی تیغ   ابرِ رحمت بنکے مقتل میں برس جاتی ہی تیغ

واہ رے شوقِ شہادت ایک پر گرتا ہی ایک   عمر گزری ہی کہ دم لینے نہیں پاتی ہی تیغ

چین پیشانی پہ، ابرو پر شکن اچھی نہیں   دیکھیے بیکار ہو جائے گی بل کھاتی ہی تیغ

روحیں قالب سے نکل آتی ہیں ہے مارے شوق کے   میان سے اُس کے نکلنے بھی نہیں پاتی ہی تیغ

یہ لگاوٹ یہ کھنچاوٹ یہ چلبن یہ بانکپن ،   قہر کی چالیں تجھے اے ترک سکھلاتی ہی تیغ

سخت جانی نے خجل کس کس کو مقتل میں کیا   اس سے شرماتا ہوں میں اور مجھ سے شرماتی ہی تیغ

بسملوں کا جذبۂ شوقِ شہادت دیکھنا   میان سے بیتاب ہو کر خود نکل آتی ہی تیغ

ہی یہ بازارِ جزا لے تیغ زن اپنی خبر   دیکھ وہ تیری قضا کھینچے ہوئے آتی ہی تیغ

سخت عاجز ہی ہماری سخت جانی دیکھ کر   پیستی ہی دانت، سر پتھر سے ٹکراتی ہی تیغ

ہی پری آنے میں، بجلی سے سوا جانے میں ہے   ناز سے آتی ہی اور انداز سے جاتی ہے تیغ

خضرِ رہ بھی ہی، فقط رہزن نہ اسکو جانیے   جان لیتی ہی تو منزل پر بھی پہنچاتی ہے تیغ

او میری تشنہ کامی پر کسے آتا ہی رحم؟   حلق میں دو بوند پانی آکے ٹپکاتی ہی تیغ

رعب ایسا آگیا ہی سخت جانی کا امیر   موت میری دور ہی سے مجکو دکھلاتی ہی تیغ

نہ آئے شب کو میسّر اگر، نہ آئے چراغ   کہ داغ سینے کے روشن ہیں یاں بجائے چراغ

نقاب ڈال کے آئے ہیں وہ تو کیا پروا   چھپے شرر دہ فانوس میں ضیائے چراغ

نہ ڈھے شراب کے ساغر، جو محتسب آیا   ہوا غضب کی چلی یک قلم بجھائے چراغ

عبث ہے سامنے جاہل کے شعر کا پڑھنا   وہ بے تمیز ہی اندھے کو جو دکھائے چراغ

خدا ہی دل جو بچے حادثوں کے جھونکوں سے   کہاں تلک تہ دامن کوئی چھپائے چراغ

رہے نہ داغِ جوانی امیر پیری میں   جلائے شب کو، سحر ہو گئی ما بجھائے چراغ

نورِ عرفان کے لیے آنکھوں میں آنسو ہیں ضرور   نور تب دیتا ہی، جب روغن سے مملو ہو

نمت کا لکھا دیکھو بھیجا بھی اگر قاصد — اک حرف نہ سمجھے وہ گو پڑھ گئے سارا خط
ن لُطف رہی برسون اک دن نہ کہا اُسنے — لکھوائیں گے کچھ ہم بھی دیکھیں تو تمھارا خط

یا شوق ہی بنا کے کبوتر کو نامہ بر — ایک ایک پر مین باندھ دیے چار چار خط
بھیجا جو یار تک نہین پہنچا یہ کیا ہوا — ڈوبا کہ جل گیا مرے پروردگار خط

ہان، بزمِ مے و معشوق، غنیمت، واعظ — خلد مین ہاتھ نہ آئے گی یہ صحبت واعظ
د جو رندون کی حقیقت نہین سمجھا، نہ سمجھ — رند سمجھے ہین تری خوب حقیقت واعظ
بامِ مے دیکھ کے جامے سے ہوا تو باہر — پی لے دو گھونٹ تو کیا ہو تری صورت واعظ
یسے پڑھنے سے تو اچھا تھا کہ جاہل رہتا — نہ حیا تجھ مین ہی باقی نہ مروت واعظ
ہی کچھ کہہ، مری کچھ سُن تو مزہ بھی اُٹھے — تا کجا تذکرہ دوزخ و جنت واعظ
صلِ گل مین بھی ہی محرومِ مئے گلگون سے — دن تو اچھے ہین بُری ہی تری قسمت واعظ
ست ہم دخترِ رز کے ہین، وہ حورون کے امیر — کبھی سمجھے گا نہ رندون کی حقیقت واعظ

چُپ بھی ہو بک رہا ہی کیا واعظ — مغزِ رندون کا کھا گیا واعظ
ہجو مے کر رہا تھا منبر پر — ہم جو پہنچے تو پی گیا واعظ
دخترِ رز کو بُرا، مرے آگے — پھر نہ کہنا کبھی، سُنا واعظ
آج کرتا ہون وصفِ مَی مین امیر — دیکھون کہتا ہی اسمین کیا واعظ

پہلے اُسی سے ہونگے سارے سوالِ محشر — خود بھی ڈرے نہ تنہا ہمکو ڈرآئے واعظ

میرے دل مین نہین ہین ارمان جمع — گھر مین اللہ کے ہین مہمان جمع
سیکڑون عیش کے ہین سامان جمع — پر نہین خاطرِ پریشان جمع
جوشِ سودا، خیالِ خط، غمِ زلف — ہین پریشانیون کے سامان جمع
آرزو، داغ، بیکسی، حسرت، — کیسے کیسے ہین دل مین مہمان جمع
آج اُٹھین گے زخمیون کو مزے — ہو رہے ہین وہان نمکدان جمع

آنکھین تری سفاک ہین، خونریز ہین، چالاک ہین   دو ساحرِ بیباک ہین بیٹھے ہین دونون مل کے پا[س]

کٹ بھی چکے کہین کہ ہر یان سرو بالِ دوش   قاتل کو بھی ہر تیغ دو پیکر و بالِ دوش

اے تیغ یار جلد سبکدوش کر کہین   ناطاقتی سے ہر مجھے اب سر و بالِ دوش

پی جاؤن ایک سانس مین دم مجکو سیفروش   کب تک سبوے بادۂ احمر و بالِ دوش

فلک نے جب کوئی چکر پڑا دیا ہمکو   نظر مین پھر گئی تیری نگاہ کی گردش

تمھاری سیدھی نظر نے تو یہ دیئے چکر   خدا دکھائے نہ ترچھی نگاہ کی گردش

یہ ایک حسن لاکھ شرافت سے بڑھ گے ہر   نادان ہر دے کے دل جو کرے ذات کی تلاش

پیری مین چاہیے نہ جوانی کی آرزو   بے عقل ہر جو دن کو کرے رات کی تلاش

سیدھی نگاہ مین ہین تری تیر کے خواص   ترچھی ذرا ہوئی تو ہین شمشیر کے خواص

ہوتا ہر مجکو روز جو عارض نیا مرض   اللہ کیا ہر میرے مرض کی دوا مرض

اسکو غمِ وصال ہر اُسکو تپِ فراق   دل کو جدا مرض ہر جگر کو جدا مرض

جھنجھلا کے بولے اُنسے جو لپٹا مین بار بار   پیدا ہوا ہر آج یہ تمکو نیا مرض

ہر وقت اوڑھنا ہر بچھونا ہر شاعری   سچ ہر امیر تمکو ہوا یہ بُرا مرض

مکان سے ہر نہ کچھ ہم کو لامکان سے غرض   جہان حضور ملین ہم کو ہر وہان سے غرض

حرم سے کام، نہ مطلب ہر دیر سے ہم کو   سرِ نیاز کو ہر تیرے آستان سے غرض

کسے ہر فکرِ مضامینِ تازہ کی فرصت؟   امیر ہے مجھے شیرینیِ زبان سے غرض

کرتا ہون مین تو روز روانہ ادھر سے خط   لکھا نصیب کا، نہین آتا اُدھر سے خط

چڑھیے نہ ماہتابی پہ اُلٹے ہوئے نقاب   لکھوائیے غلامی کا پہلے قمر سے خط

مین تھام لون جگر کو بہت ہر یہ بے قرار   قاصد، ٹھہر، نہ کھول ابھی تو کمر سے خ[ط]

پڑھنے دیا نہ دل کی تڑپ نے مجھے امیر   ایسے ہجومِ شوق مین آیا اُدھر سے خ[ط]

بھیجا جو کبھی ہم نے دیکھا بھی نہ سارا خط   عینک کی طرح اُسنے نظرون سے اُتارا خ[ط]

تھا وہ دیوانہ کہ زندان کی محبت نہ گئی
رہ گیا چار قدم سوے بیابان چل کر

ملا نامِ خدا وہ مرتبہ تجھکو حسین ہوکر
فلک کرتا ہی مجرا تیری چوکھٹ کو زمین ہوکر

بچے گی آبرو دنیا مین تو عزلت نشین ہوکر
صدف مین بیٹھ رہنا چاہیے دُرِ ثمین ہوکر

نوجوانی ہی نہ پوچھو رُخِ جانان کی بہار
کچھ عجب موسمِ گل مین ہی گلستان کی بہار

باغبان سے کہو پھولے نہ بہت پھولون پر
چار دن ہی یہ گل و لالہ و ریحان کی بہار

عجب لذت بھری تلوار سے قاتل نے مارا ہی
مرا خون اسکے سر پر اسکا احسان میری گردن پر

گلا کٹوا مزے لے لے کے پھر اے دل کہان یہ دن
کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

مین اس ادا کا ہون تیری کشتہ مین اس کے الٹ کا تیری بسمل
لگائی تلوار جب جھک کر تو کھا گئی بل کمر لچک کر

جو تیرے احسان ہین ضعیفِ پیری مین شکر اسکا ادا کرون کیا
دعائین دیتی ہی ہڈی ہڈی مرے بدن کی چٹک چٹک کر

مین وہ ہون نازک مزاج بلبل نہین مجھے تابِ نکہتِ گل
دماغ کرتی ہین کیون پریشان چمن مین کلیان چٹک چٹک کر

بوسے کوئی مانگے تو نہین، کہتے ہین ہنسکر
انکار مین بھی صاف ہین اقرار کے انداز

یون دل مرا ہی اُس صنمِ دلربا کے پاس
جس طرح آشنا کسی ناآشنا کے پاس

بولا وہ بُت سرہانے مرے آکے وقتِ نزع
فریاد کو ہماری چلے ہو خدا کے پاس؟

توفیق اتنی دے مجھے افلاس مین خدا
حاجت نہ لے کے جاؤن کبھی اغنیا کے پاس

رہتے ہین ہاتھ باندھے ہوئے گل رخانِ دہر
یارب ہی کس بلا کا فسون اس حنا کے پاس

پیچھے پڑا ہی افعیِ گیسو کے دل امیر
جاتا ہی دوڑ دوڑ کے یہ خود قضا کے پاس

ذبح ہوکر بھی ہین ہم ہو تشنۂ دیدار کی
اسقدر پانی کہان قاتل ترے خنجر کے پاس؟

یون عیان ہین ضعف سے پہلو مین میرے استخوان
جیسے صفحے پر خطِ مسطر خطِ مسطر کے پاس

کرتے ہو کیا لباس سے آرایشِ بدن
اک روز فرشِ خاک ہی مسند، کفن لباس

ہون وہ گدا ہی مجتمع گھر مین مرے خلقِ خدا
گویا کہ نقشِ بوریا ہی نقش جب عامل کے پاس

جب تک کہ ہی سر دوش پر جائیگا کیونکر دردِ سر
صحت کہان عیسیٰ کے گھر چلیے کسی قاتل کے پاس

خدا کو دل ہی مین ڈھونڈھو اِدھر اُدھر نہ پھرو
نہین کتاب کا مطلب کتاب سے باہر

بادۂ سُرخ پیون ساغر و مینا بھر کر
ہوسِ سیمِ گل مین کرون کیا مین خزینا بھر کر

دل یہ ہی بحرِ محبت مین ہجومِ غم یاس
خوف ہی بیٹھ نہ جائے یہ سفینا بھر کر

حال کیا پوچھتے ہو میرے دلِ پُرخون کا
دیکھ لو بادۂ گلرنگ سے مینا بھر کر

نشۂ دولتِ دنیا ہی خمارِ عقبےٰ
مست منعم ہین عبث زر سے خزینا بھر

خرابِ عشق لاکھون تاک مین ہین چشمِ ساقی کی
زمانے کے شرابی آگرے ہین ایک ساغر پر

گڑے مُردے اُکھیڑے جائینگے پھر روبکاری کو
زمانے بھر کے جھگڑے اُٹھ رہے ہین روزِ محشر پر

سیہ کاری سے جی بھرتا نہین پر شرم آتی ہی
کہانتک بوجھ رکھیے کاتبِ اعمال کے سر پر

اجل نے سارے جھگڑے سے چھڑایا
فراغت ملگئی تربت مین گڑ کر

حیا آتی ہی کیا منزل پہ جاؤن
کہ کانٹے روکتے ہین پاؤن پڑ کر

یہ جنگِ زرگری در پردہ ہی صلح
ملا دیتے ہین دل کو آنکھ لڑ کر

جدا سر ہو تو اپنا دردِ سر جائے
کرین کیا دردِ سر صندل رگڑ کر

سنبھل سکتا نہین ہی سر دفورِ ناتوانی سے
اگر تکیے سے اُٹھتا ہی، تو آ رہتا ہی زانو پر

آستین سے جو ہوا دستِ ستمگر باہر
مین یہ سمجھا کہ ہوا میان سے خنجر باہر

داغِ الفت مرے دلمین کوئی چھپ سکتا ہی
شمع فانوس کا نور ایک ہی اندر باہر

ہون وہ دیوانہ جو رکھتا ہون مین زندان مین قدم
غل یہ زنجیر مچاتی ہی کہ باہر باہر

سرکشی اہلِ تواضع سے کوئی چلتی ہی
پست دروازہ سے خود آتا ہی انسان جھک کر

مرتبہ پیشِ خدا ہوتا ہے اتنا ہی بلند
جس قدر چلتا ہی انسان سے انسان جھک کر

جل گیا اُگتے ہی دانا جو مری قسمت کا
آسیا رہ گئی انگشت بدندان ہو کر

جلتا ہی دل فراق مین کیونکر خموش آئے ابر
پرکالے آگ کے ہین مجھے لکہ ہائے ابر

ہم بیکسون کا کون عزادار ہی امیرؔ
ہان نیلگون ہی دوشِ ہوا پر ردائے ابر

قدم کو لغزش، زبان کو لکنت، ہر رعشہ ہاتھو نگہ کو حسرت / یہ کدھر گئی ہائے نوجوانی، اِن آفتون مین ہمین پھنسا کر
جو آنکھ کھولی، تو کچھ نہ دیکھا، سحر کو سنسان سب سرا تھی / ہوا نہ ہمراہیون سے اتنا کہ ساتھ لیتے مجھے جگا کر
نہ بھول اس زندگی پہ غافل، نہین ہی کچھ اعتبار اسکا / کہ راہ لے گی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ تجھے بتا کر
بپا ہی طوفانِ بے ثباتی، رواروی مین ہین گرم ہو چلین یا / ہوا مین ناحق بھرا ہوا ہی، حباب دریا مین گھر بنا کر
نہین ہی کوئی جہان مین باقی چلیگی اب تیغِ ناز کس پر / مگر رہی قتل گہ مین لائین مسیح مُردے جلا جلا کر
یہ ظلم سارے ہین چند روزہ، ہی ایکدن انتقام کا بھی / امیر حمام گرم کرلین، فقیر کا جھونپڑا جلا کر
خدا ہی باندھے ہوا کچھ ایسی کہ دل ہو اُس گرم خو کا پانی / کیا ہی لوگون نے آگ اُسکو، لگا لگا کر بجھا بجھا کر
امیر میری رگِ گلو کو یہ تیغِ قاتل کی آرزو تھی / ملی وہ آکر جو بعد مدت تو خوب دی گلے لگا کر
امیر قسمت مین جو لکھا ہی اُسی کا ہر روز سامنا ہی / خدا ہی مالک، خدا ہی رازق، کسی سے ہرگز نہ التجا کر

منھ پھیر نہ کر وطن کی طرف یون وطن کو چھوڑ / چھوٹے جو بوے گل کی طرح سے چمن کو چھوڑ
اے روح، کیا بدن مین پڑی ہی بدن کو چھوڑ / میلا بہت ہوا ہی، اب اس پیرہن کو چھوڑ
ہی روح کو ہوس کہ نہ چھوڑے بدن کا ساتھ / غربت پکارتی ہی کہ غافل، وطن کو چھوڑ
کہتی ہی بوے گل سے صبا آکے صبحدم / اب کچھ اِدھر اُدھر کی ہوا کھا چمن کو چھوڑ
تلوار چل رہی ہی کہ یہ تیری چال ہی / اے بت خدا کے واسطے اِس بانکپن کو چھوڑ
شاعر کو فکرِ شعر مین راحت کہان امیر / آرام چاہتا ہی تو مشقِ سخن کو چھوڑ

مرے پھولون مین یون آؤ چمن صدقے ہو جوبن پر / ملو ہاتھون مین مہندی خون سب کا میری گردن پر
ہجوم ایسا نگاہون کا ہوا ہے اُنکی چلمن پر / کہ دُہرے پردے جالی کے پڑے ہین روزِ روشن پر
الٰہی وہ بھی دن آئے کہ میرا ہاتھ محشر مین / کبھی جیبِ کفن پر ہو کبھی قاتل کے دامن پر
دورنگی سے نہین خالی ہی کوئی بات اُس بت کی / پیامِ صلح لب پر جنگ کے آثار چتون پر
کدورت کب جگہ پاتی ہی دلمین صاف طینت کے؟ / نہ دیکھا گرد کو جمتے کبھی دریا کے دامن پر
امیر ایسا کیا ویران اجل نے قصرِ شاہی کو / کہ آنکھین رکھ کے روئی بیکسی ایک ایک روزن پر

جو شامِ شبِ ہجر دیکھی تو سمجھے — قضا سر پہ آئی ہے صورت بدل کر
یہ میری طرف پاؤن محفل مین کیسے؟ — زرا آدمیت سے بیٹھو سنبھل کر
بشر کیون نہ ہو بے وطن ہو کے مضطر — تڑپتی ہے دریا سے مچھلی نکل کر
مرا دل بھی آئینۂ انجمن ہے — دکھاتا ہے سو رنگ صورت بدل کر
قدم جب خوشی سے درِ دل پہ رکھا — صدا غم نے دی دیکھ ظالم سنبھل کر
نکالا جو پیرِ مغان نے تو کیا غم — بُلا لے گی پھر دخترِ رز مچل کر
یہی سوزِ غم ہے تو اشکون کی صورت — کسی روز بہ جائے گا دل پگھل کر
اُٹھا اے دل، آنکھون سے اتنا نہ طوفان — کوئین بیٹھ جاتے ہین اکثر اُبل کر
امیر، اہلِ مسجد سے اظہارِ تقوے؟ — ابھی آئے ہو میکدے سے نکل کر

جورِ ہفت افلاک ہین انسان کے جسمِ زار پر — بوجھ ان ساتون چھتون کا ہے اسی دیوار پر
یہ مرے بیت الحزن پر چھائی ہے بوسیدگی — ڈرتے ڈرتے سایہ رکھتا ہے قدم دیوار پر
وار کرنے کی نہ قاتل کو ملی گلشن مین بار — دوڑ کر خود رکھ دیا مین نے گلا تلوار پر
باغ سے پہنچے ہین وحشی بے تکلف سوے دشت — پاؤن بھی رکھا نہ مثلِ بوے گل دیوار پر
شمع سان گریان ہے قاتل میرے بالین پر امیر — موت کو روتے ہوئے دیکھا اسی بیمار پر

اور بھی تیر لگا دل پہ مری جان دو چار — ساتھ پیکان کے نکل جاتے ہین ارمان دو چار
جب نکلتے ہین مکان سے وہ بدل کر کپڑے — چاک ہو جاتے ہین رستے مین گریبان دو چار
مجلسِ گورِ غریبان نہین رہتی خالی — روز آ رہتے ہین اسمین نئے مہمان دو چار
ہون وہ بسمل مرے زخمون کو مزہ درد کا ہے — نہ بھرے جی جو نہ خالی ہون نمکدان دو چار
امتحانِ مردمِ دُنیا کا کیا ہم نے امیر — دیو خصلت جو ہزارون ہین تو انسان دو چار

نہ کورِ باطن ہو، اے برہمن، زرا تو چشمِ تمیز وا کر — خدا کا بندہ، بتون کو سجدہ، خدا خدا کر، خدا خدا کر
جو اُٹھ کے پہلو سے انجمن مین، وہ دور مجھسے ہین محو جا کر — تڑپ نے دردِ جگر کی دل کو ٹھکانے یا ہے اُٹھا اُٹھا کر

یہ جھک پڑا جہان وہین دریا بہا دیا
ساقی مجھے ہی ہمتِ دستِ سبو پسند

دن رات ذکرِ شعر و سخن سے ہی کام امیر
باتین یہی پسند یہی گفتگو پسند

کون اُٹھائے گا، تمھاری یہ جفا میرے بعد؟
یاد آئے گی بہت میری وفا میرے بعد

ہی وصیت مری، مرقد پہ یہ لکھدین احباب
کہ کرے کوئی کسی سے نہ وفا میرے بعد

خنجرِ قاتل نہ کر اتنا روانی پر گھمنڈ
سخت کمظرفی ہی اک دو بوند پانی پر گھمنڈ

شمع کے مانند کیا آتش زبانی پر گھمنڈ؟
صورتِ پروانہ کر سوزِ نہانی پر گھمنڈ

گور مین کہتی ہی عبرت قیصر و فغفور سے
کیون نہین کرتے ہو اب صاحبقرانی پر گھمنڈ؟

ہی یہی تاثیر آبِ خنجرِ جلاد مین
چشمۂ حیوان نہ کر تو اپنے پانی پر گھمنڈ

حال پر اجداد و آبا کے تفاخر کیا امیر؟
ہین وہ نادان جنکو ہی قصہ کہانی پر گھمنڈ

چوٹی مین اگر ہے بار تعویذ
لا میرے ہی سر سے مار تعویذ

جاتی نہین ہجر کی تپ حار
ناحق ہے گلے کا ہار تعویذ

اللہ رے امیر سوزِ فرقت
جل جاتا ہی برق وار تعویذ

تیر کھانے کی ہوس ہی تو جگر پیدا کر
سرفروشی کی تمنا ہی تو سر پیدا کر

کوہکن، کوہ کنی شیوۂ عشاق نہین
ہے جو عاشق، دلِ معشوق مین گھر پیدا کر

آخرت مین عمل نیک ہی کام آئین گے
پیش ہی تجکو سفر، زادِ سفر پیدا کر

عشقبازی کا اگر حوصلہ رکھتا ہی امیر
دل جو لوہے کا تو پتھر کا جگر پیدا کر

ساقیا ابر ابھی آیا نہین میخانے پر
کیون قدح نوش گرے پڑتے ہین پیمانے پر

دل خدا دے جسے وہ داغِ محبت لے مول
عشقِ بلبل پہ ہی موقوف نہ پروانے پر

ہی وہی دوست جسے جس سے محبت ہو جائے
نہ یہ اپنے پہ ہی موقوف نہ بیگانے پر

مجھ سے رخصت جو ہوا یار شبِ وصل امیر
چھا گئی کیسی اُداسی مرے کاشانے پر

یہی سوزِ دل ہی تو محشر مین جل کر
جہنم اُگل دے گا مجھکو نگل کر

حسرت نعم دل مرا گھر آپ کا ہے، آئیے — پر مین بے سامان بہت ہون کہ کیا پائیے گا آپ

تب تک کر روزنِ دیوار سے وہ تو بھاگئے — رہگیا کھول کے آغوش مین در کی صورت

خوشا امیر، وہ منعم، کہ ہو کے دولتمند — جھکائے سر شجر میوہ دار کی صورت

بات کرتے مین تو جاتی ہی ملاقات کی رات — کیا بڑی بات ہی رہ جاوٗ یہین رات کی رات

شام سے صبح تلک چلتے ہین جام مے عیش — خوب ہوتی ہی بسر اہل خرابات کی رات

کہہ بھی مین جانتا ہون پر بتا سکتا نہین — دل مین ہی لب تک نہین آتا نشان کوی درد سست

چین، اب کسی پہلو، کسی کروٹ، نہین آتا، — سچ ہی کہ گلے کی بھی ہوتی ہے بڑی چوٹ

بندہ ہون تیری محبت کا مین جاوٗنگا کہان؟ — بند کرتا ہی قفس مین مجھے صیاد عبث؟

شاید، کسی دلبر پہ امیر، آ ہی گیا دل — کیون ہاتھون سے تھامے ہوئے پھرتے ہو جگر آج

ساتھ پیکان کے لپٹ کر دل نہ کھنچ آئے کہین — دیکھ او ظالم زرا آہستگی سے تیر کھینچ

یہ میکدہ ہی، کہ کوئی طلسم ہی، ساقی، ۴۲ جو آئے پیر کی صورت گئے جوان کیطرح

ہجر کی شب ایک تو یون ہی نہین آتی ہی نیند — اور پہ لب تک سے تری، ناصح اڑھی جاتی ہی نیند

دردِ دل کہتا ہون مین جب رات تم کو کہتے ہین وہ — ختم کیجیے یہ کہانی اب ہمین آتی ہے نیند

تیرے گلگون کا اگر ... ن کو بندھتا ہی خیال — کر رنگ شتاب بنکر صاف اڑ جاتی ہی نیند

غفلت پیری ہی اب، تھی نوجوانی تک ترنگ — رات کے جاگے ہوئے کو جیسے آجاتی ہی نیند

ڈرتی ہی میرے سیہ خانے مین جو آتے ہوئے — موت کو ہمراہ لے لیتی ہی تب آتی ہے نیند

مین تو گیا، محفل مین اسکی جا کے سو جاتے ہین پاوٗن — نرم بستر پا کے کیسے پاوٗن پھیلاتی ہی نیند

ہجر جانان مین جو سو غمزدون سے آتی ہی امیر — خفتگان خاک کی صورت سلا جاتی ہی نیند

سچ کہ ملبند کسکی ہی، اے خوبرو پسند؟ — تجھکو عدو پسند ہی، مجھکو ہی تو پسند

کہہ کر کہو کہ بوسہ گیسو نہ لینگے ہم — یہ الجھی الجھی ہمکو نہین گفتگو پسند

سب آرزوون سے چھوٹ گیا ہے کہ ترک حرص ۴۳ کیونکر نہ ہو مجھے دل بے آرزو پسند

شکوہ کسی سے دل شکنی کا کرون مین کیا؟ یہ شیشہ چوٹ کھانے سے پہلے ہی چور تھا

خامشی مین بھی کیا حلاوت ہے ۳۷ کہ کبھی لب سے لب جدا نہ ہوا
فتنے کہتے ہین اُن نگاہون سے چشم بد دور تم سے کیا نہ ہوا
کھیت لاکھون رہے مگر قاتل سبزہ شمشیر کا ہرا نہ ہوا

دمِ رقص ہاتھون کو اتنا نہ ملیے کہین، یار، دل پس نہ جائے کسی کا

ان ہونٹھون مین کھیلنا ہنسی کا ۳۸ کھلنا دکھلا گیا کلی کا

اس کڑی کا تحمل تھا کہان شیشۂ دل ع ۳۹ وہ کہی بات کہ دل تو نے صنم توڑ دیا

اِس غمکدہ مین کٹ گئی یون اپنی زندگی ۴۰ قیدی کو جیسے روز گزر جائے عید کا

بیچارے ہین خون مرا کرکے کیا حضور ع ۴۱ اب اسپہ خاک ڈالیے، جو کچھ ہوا ہوا

مٹائے دیدہ و دل دونون میرے اشک خونین نے عجب یہ طفلِ ابتر تھا، نہ گھر رکھا، نہ در رکھا
نہ کی کس نے سفارش میری وقت قتل قاتل سے کمان نے ہاتھ جوڑے، تیغ نے قدمون پہ سر رکھا

تری گردن پہ ہوگا خون حسرت ہائے بسمل کا نگاہِ یاس بس کر، دل بھر آتا ہے قاتل کا
نکیرین، اک ذرا دم لینے دو پھر لڑ جھگڑ لینا ابھی تو مین تھکا ماندہ چلا آتا ہون منزل کا

خدا کی راہ مین دینا ہے، گھر کا بھر لینا ادھر دیا، کہ اُدھر داخلِ خزانہ ہوا
امیر، لاکھ اِدھر سے اُدھر زمانہ ہوا وہ بُت وفا پہ نہ آیا، مین بے وفا نہ ہوا

عبث ہے ناز بمتول پہ اِن امیرون کو اُٹھا کے لائے ہین کوڑا فقیر کے گھر کا
احسان کسی کا اِس تنِ لاغر سے کیا اُٹھے سو من کا بوجھ سایۂ دیوار ہوگیا

اے ترک، تیری تیغ ہمارا گلا کہان ع اک یہ بھی اتفاقِ قضا و قدر ہوا

کیا ہماری گور پر ہے احتیاجِ روشنی چار جگنو جب چمک نکلے چراغان ہوگیا
دل، نہ مجروح ہوئے تڑپانے سے قاتل کا بھرا چٹکیاں رہ رہ گئین خالی نمکدان ہوگیا

قریب ہے یار، روزِ محشر چھپے گا کشتون کا خون کیونکر جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستین کا

غضب کیا کہ اسے تو نے محتسب توڑا ارے یہ دل تھا مرا، شیشۂ شراب نہ تھا
امیر اب ہیں یہ باتیں جب اُٹھ گیا وہ شوخ حضور یار کے مُنہ میں ترے جواب نہ تھا

دیکھ اے درد، جدا ہو نہ دلِ محزون سے ۴۲ اور اُلجھے گا یہ بیمار جو تنہا ہوگا

ایسا تری رحمت پہ بھروسا ہو کہ مجھ سے احسان اُٹھایا نہیں جاتا ہی دعا کا

بظاہر رہا مجھ سے غافل مگر کنکھیوں سے وہ دیکھے بھالے گا

اے غمِ یار میں نہیں مٹتا نام مٹتا ہے ناتوانی کا
زیست کا اعتبار کیا ہی امیر ۴۴ آدمی بُلبلا ہے پانی کا

جب دیکھ لوگے پاس بھری میری شکل، تم پھر تم سے میرے دل کو، دُکھایا نہ جائیگا
چہرہ چھپالیں، آنکھ چرالیں، حیا سے وہ جوبن اُبھار پر ہے چھپایا نہ جاے گا
مجھ روسیہ کو قبر میں رہنے دے اے کریم یہ مُنہ کسی کو مجھ سے دکھایا نہ جاے گا

کیا کہتے ہو، بس دیکھ لیا حال تمھارا دیکھو گے ابھی تم نے مریجان نہیں دیکھا
جان آنکھوں سے، دم تن سے نکلتے ہوئے دیکھا پر دل سے نکلتے ہوئے ارمان نہیں دیکھا

اس سرا میں، میں مسافر نہیں رہنے آیا رہ گیا تھک کے اگر آج تو کل جاؤں گا

تڑپ کے مُنہ سے کلیجا نکل پڑے نہ امیر ۴۵ بہت جو درد اُٹھے، دل پہ ہاتھ دھر لینا

ہم سے دل ورد محبت کا دُکھایا نہ گیا زخم کھایا کیے ٹانکا کبھی کھایا نہ گیا
لاش، بے گور و کفن وادیِ غربت میں رہی مر کے بھی غیر کا احسان اُٹھایا نہ گیا

وہ ہنس ہنس کے نشتر چبھویا کیے میں رو رو کے دامن بھگویا کیے
عجب، قدرتِ حق کے، ای بت میں کھیل کہ مٹی کے پتلے کو، گویا گیا
بُرا خوابِ غفلت کا ہو، وقتِ کوچ گئے میرے ساتھی میں سویا کیا

دقفہ نہیں اب بزم سے ہوتا ہی یہ رخصت منہ دیکھ رہا ہوں میں چراغ سحری کا
موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا ۴۶ بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا

سامانِ عفو، کیا میں کہوں مختصر ہے یہ — بندہ گناہگار تھا، خالق کریم تھا
گلگشت میں نقاب اُلٹتے وہ رُخ سے کیا — شرم آتی تھی صبا سے لحاظِ نسیم تھا
دامانِ گل کو خود نہ چھوا، ورنہ اے امیر — کچھ ڈر صبا کا ہم کو، نہ خوف نسیم تھا

ہر جگہ جوشِ محبت کا نیا عالم ہوا — آنکھ میں آنسو، جگر میں داغ، دل میں غم ہوا
میرے مرتے ہی زمانہ درہم و برہم ہوا — یہ خوشی پھیلی کہ شادیِ مرگ اک عالم ہوا
آنسوؤں سے بیقراری میں ذرا تسکین تھی — بڑھ گیا اور اضطرابِ دل جو رونا کم ہوا
روز کی فریاد سے تنگ آگئے تھے اسقدر — خلق کو مژدہ ہمارا نالۂ ماتم ہوا
کیا دوا کی بیٹھ کر پہلو میں اُسکے تیر نے — دردِ دل بھی گھٹ گیا دردِ جگر بھی کم ہوا
لذتِ شرمِ گنہ تھی کب فرشتوں کو نصیب — یہ مزہ چکھنے کو پیدا خلق میں آدم ہوا
میرے زخموں کی ہنسی پر تمکو رونا آگیا — یہ خوشی بھی کچھ خوشی تھی جسکا ایسا غم ہوا
نوکِ خنجر ہو کہ اے سفاک، پیکانِ تیر کا — جو مرے پہلو میں آبیٹھا مرا ہمدم ہوا
جان قالب میں ہے مضطر، دم خفا، دل بیقرار — موت ہی آئی، مزاجِ یار کیا برہم ہوا
ہوش کی بھی اب تو کوئی بات کرتے ہیں امیر — کچھ تو وحشت نے کمی کی، کچھ تو سودا کم ہوا

وہ کون تھا، جو خرابات میں خراب نہ تھا — ہم آج پیر ہوئے، کیا کبھی شباب نہ تھا
شکایت اُن سے کوئی گالیوں کی کیا کرتا؟ — کسی کا نام، کسی کی طرف خطاب نہ تھا
نہ پوچھ عیش جوانی کا ہم سے پیری میں ۳۲ ملی تھی خواب میں وہ سلطنت شباب نہ تھا
دماغ بحث تھا کسکو دگرنہ اے ناصح — دہن نہ تھا کہ دہن میں مرے جواب نہ تھا
وہ کہتے ہیں شبِ وعدہ میں کس کے پاس آتا — تجھے تو ہوش ہی اے خانمان خراب نہ تھا
فلک نے افسرِ خورشید سر پہ کیوں رکھا — سبوے بادہ نہ تھا، ساغرِ شراب نہ تھا
ذرا سے صدمے کی تاب اب نہیں، وہی ہم ہیں — کہ ٹکڑے ٹکڑے تھا دل اور اضطراب نہ تھا
لپٹ کے چوم لیا منھ مٹا دیا انکار — نہیں کا اُنکی سوا اسکے کچھ جواب نہ تھا

مین طولِ روزِ قیامت کو سُن کے ڈرتا ہون   کہ دن نہ ہو وہ کہین یار کی جدائی کا
بغیر کھنچے ہوئے یار تک نہین رہتا   مین مِٹ کے نام مٹا دونگا نارسائی کا
خدا نے دل کو بنایا تھا جامِ استغنا   ۲۷   ہوس نے کاسہ اُسے کر دیا گدائی کا
بہار آئی ہی پھر، خیر ہو خداوندا!   جنون کے ہاتھ مین دامن ہی پارسائی کا
اُٹھا جو درد تو گھبرا کے میرے دل نے کہا   کہ تو بھی داغ مجھے دے گا کیا جدائی کا
شبِ وصال بہت کم ہی آسمان سے کہو   ۲۸   کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا
گزر نہین ہی حرم مین تو دیر کو چلیے   ۲۹   امیر کام کہین بند ہی خدائی کا

کیون ہوا عاشق؟ جفا پر گر نہ تجھکو صبر تھا   اے دلِ بیتاب، کیا تجھ پر کسی کا جبر تھا
تجھکو بھی اک سنگدل معشوق سے پالا پڑا   یہ مرے دل کے پھپھولے تھے، یہ میرا صبر تھا
بار بار اُسکی گلی مین کیون نہ جاتا اے امیر   کیا کرون بے اختیاری تھی، کہ دل بے صبر تھا

فتنہ تھا، قہر تھا، جلوہ ترا اے یار نہ تھا   جب تلک دل کو سنبھالون ہین دلِ زار نہ تھا
جب کہا اُس سے، شبِ غم کوئی غمخوار نہ تھا   درد نے اُٹھ کے کہا، کیا یہ گنہگار نہ تھا؟
کیا ملا تھی نگہِ ہوش رُبا ساقی کی   اُٹھ گئی آنکھ تو کوسون کوئی ہشیار نہ تھا
بات رکھ لی مرے قاتل نے گنہگارون مین   اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا
وہ کھچا گر تو کھچا، شان تھی معشوقی کی   مجھ سے کھچنا تجھے اے خنجر خونخوار نہ تھا
وقتِ بدہین نہ ہوا کوئی امیر آکے شریک   یار سمجھا تھا مین جسکو وہ مرا یار نہ تھا

بندہ نواز یون یہ خدا کے کریم تھا   کرتا نہ ہین گنہ، تو گناہِ عظیم تھا
کیا کیا نہ آفتون کے رہے ہمکو سامنے   ۳۰   یارب، شباب تھا کہ بلائے عظیم تھا
دُنیا مین کچھ قیام نہ سمجھو کر و خیال   اس گھر مین تم سے پہلے بھی کوئی مقیم تھا
دنیا کا حال، اہلِ عدم، ہے یہ مختصر   ۳۱   اک دو قدم کا کوچۂ امید و بیم تھا
ہم اپنے ذل مین سمجھے کیا جانین حشر مین   کس سمت کو جنان تھا، کدھر کو جحیم تھا

کچھ نہ سمجھے ہو، نہ بوجھے ہو، کہ وہ کیا چیز ہے؟
نام تم نے سُن لیا ہے، زاہدو! اللہ کا

آج سے کھینچوں، تو آتے آتے مدت چاہیے
ضعف میں مشکل ہے، دل سے لب تک آنا آہ کا

اسقدر دل پر تصرف، کیا سبب، یہ کون ہے؟
بک گیا ہے، کیا بتوں کے ہاتھ گھر اللہ کا

حق رسی چاہے تو ہفتاد و دو ملت سے گزر
منزلیں طے ہوں تو حج حاصل ہو بیت اللہ کا

ذکر حق میں سب حوادث سے ہوں محفوظ اے امیر
ہے حصار امن، گنبد مجھ کو بسم اللہ کا

وصل کی شب بھی خفا وہ بتِ مغرور رہا
حوصلہ دل کا جو تھا دل میں بدستور رہا

عمرِ رفتہ کے تلف ہونے کا آیا تو خیال
لیکن اُس دم، کہ تلافی کا نہ مقدور رہا

گردشِ بخت، کہاں سے ہمیں لائی ہے کہاں
منزلوں وادیٔ غربت سے وطن دور رہا

زلف و رُخ دونوں ہیں جانے سے جوانی کے خراب
مُشک وہ مشک، نہ کافور وہ کافور رہا

ہم بھی موجود تھے کل محفلِ جاناں میں امیر
رات کو دیر تلک آپ کا مذکور رہا

آسرا زیرِ زمیں اے دلِ ہیجاں کس کا؟
شہر بیگانہ ہے، یاں کون ہے پُرساں کس کا؟

حوصلہ قیس کا فرہاد کا دِل پیدا کر
پھر تو یہ کوہ ہے کس کا یہ بیاباں کس کا؟

ہو رہی تھی تری رفتار سے پامال جو خلق
تو نے سیکھا یہ چلن، کبکِ خراماں کس کا؟

اس زمانہ میں نہیں نام سخاوت کا امیر
کون محسن ہے؟ اُٹھائے کوئی احسان کس کا؟

جب تلک ہست تھے، دشوار تھا پانا تیرا
مٹ گئے ہم، تو مِلا ہم کو ٹھکانا تیرا

نہ جہت تیرے لیے ہے نہ کوئی جسم ہے تو
چشمِ ظاہر کو ہے مشکل نظر آنا تیرا

شش جہت چھان چکے ہم تو کھلا ہم پہ یہ حال
رگِ گردن سے ہے نزدیک ٹھکانا تیرا

اب تو پیری میں نہیں پوچھنے والا کوئی
کبھی اے حسنِ جوانی! تھا زمانا تیرا

اے صدف چاک کریگا یہی سینہ اکدن
تو یہ سمجھی ہے کہ گوہر ہے یگانا تیرا

دور اگلے شعرا کا تھا کبھی اور امیر
اب تو ہے ملکِ معانی میں زمانا تیرا

قلق ہوا نہ مجھے صیاد کی جدائی کا
یہ پوچھیے نہیں، افسوس ہے رہائی کا

رو کے اُس شوخ سے قاصد مرا رونا کہنا ۲۲ ہنس پڑے اسپہ تو پھر حرفِ تمنّا کہنا
شکلِ مکتوب شب کہنے مین ہر کیا کیا کہنا نہ مرا طرزِ خموشی نہ کسی کا کہنا
دمِ آخر تو تبو یادِ خدا کرنے دو زندگی بھر تو کیا مین نے تمھارا کہنا
چستیِ طبع سے اُستاد کا ہر قول امیر ہو زمین سست مگر چاہیے اچھا کہنا

بختِ داژون سے جلے دل کیون نہ مجھ محرور کا مرہم کافور سے مُنھ آگیا ناسور کا
بارِ دنیا جسکے سر پر ہر اُسے زحمت کہان چور رہتا ہر مشقّت سے بدن مزدور کا
دردمندی اسکو کہتے ہین کہ رو دِ جشر بھی رو دیا مین دل بھر آیا سُن کے نالہ سور کا
میکشِ مفلس ہون پہلے مجکو دے ساقی شراب ۲۴ دل بہت ہوتا ہر تھوڑا مردِ بے مقدور کا
قصرِ تن بگڑا کسی کا گورکن کی بن پڑی گھر کسی کا گر پڑا گھر بن گیا مزدور کا
پوچھ لینا سب وطن کا حال اے اہلِ عدم ۲۵ بیٹھ لینے دو زرا، آتا ہون اُٹھا دور کا
موزیون کو حادثون سے دہر کے کیا خوف ہر ۲۶ بارشِ باران سے گھر گرتا نہین زنبور کا
جلوۂ معشوق ہر جا ہر بصیرت ہو اگر کرمکِ شب تاب مین عالم ہر شمعِ طور کا
مر کے یارانِ عدم کے پاس پہنچونگا امیر چلتے چلتے جان جائے گی سفر ہر دور کا

یہ رفتہ رفتہ ضعف سے احوالِ تن ہوا سائے کی بھی نگاہ سے غائب بدن ہوا
آوارہ مین ہوا جو جگہ دل مین تم نے کی تم آئے اپنے گھر، مین غریب الوطن ہوا
رو مین لپٹ کے خوب مرے دلکی حسرتین غربت مین میہمان جو خیالِ وطن ہوا
کیا دون جواب شکوۂ دل کا تمھین کہو؟ تم سے تو جو سلوک ہوا، دل شکن ہوا
اب کا سفر، وہ ہر کہ نہ دیکھون گا پھر وطن یون تو، مین لاکھ بار غریب الوطن ہوا
باغِ جہان مین، طائرِ مضمون تھے امیر جس دام مین پھنسے وہی اپنا وطن ہوا

حسن، اس شوکت پہ مجرائی ہر اُس درگاہ کا رتبہ دیکھو عشق کی سرکارِ عالی جاہ کا
رندِ مشرب کب گئے پہنچے یار کے گھر زاہدا تو پتہ ہی پوچھتا ہر اب تک اُسکی راہ کا

اب عفو وہ کرین نہ کرین اختیار ہی ۱۵ امیدِ عفو مین مین گنہگار ہو چکا
باقی ہی کسکو حوصلہ اخفاے عشق کا رسوا امیرؔ کوچہ و بازار ہو چکا

پوچھا نہ جاے گا جو وطن سے نکل گیا بیکار ہی جو دانت دہن سے نکل گیا
ٹھہرین کبھی کجون مین نہ دم بھر کو دست رد آیا کمان مین تیر، تو سن سے نکل گیا
پہلو مین میرے دل کو نہ اے درد کر تلاش ۱۶ مدت ہوئی، غریب وطن سے نکل گیا
مرغانِ باغ تم کو مبارک ہو سیرِ گل ۱۷ کانٹا تھا ایک مین سو چمن سے نکل گیا
مین شعر پڑھکے بزم سے کیا اُٹھ گیا امیرؔ بلبل چہک کے صحنِ چمن سے نکل گیا

کی نظر روے کتابی پہ، تو کچھ دل ٹھہرا مکتبِ شوق بھی قرآن کی منزل ٹھہرا
علم اک نقطہ جو مشہور تھا، اے جوشِ جنون ۱۸ غور سے کی جو نظر نقطۂ باطل ٹھہرا
ہم بڑی دور سے آئے ہین تمھارا یہ حال ۱۹ گھر سے دروازے تک آنا کئی منزل ٹھہرا
ابتک آتی ہی صدا تربتِ لیلی سے امیرؔ ساربان، اتو خدا کے لیے محمل ٹھہرا

وہ ہون جانباز بتقسِ پر گمان ہی مجکو گلشن کا ترانہ بلبلون کا جانتا ہون بولنا رن کا
نہ گل ہنستے نہ غنچے مسکراتے دونون رو دیتے ۲۰ تمھین کو بلبلو آتا نہین انداز شیون کا
اُٹھالون سختیان لاکھون، کڑی بات اُٹھ نہین سکتی ۲۱ مین دل رکھتا ہون شیشے کا جگر رکھتا ہون آہن کا
ہلال و بدر دونون مین امیرؔ اُسکی تجلی ہی یہ خاکہ ہی جوانی کا وہ نقشہ ہے لڑکپن کا

کچھ نہ پوچھو دلربا مجھ سے جدا کیون کر ہوا؟ دیکھو دلِ سا آشنا نا آشنا کیونکر ہوا؟
ناز اُٹھائے ہین نے، یا لائین نے، حضرت کون ہین دل اگر پیرا نہین ہی آپ کا کیون کر ہوا؟
ٹوٹنا دیکھا نہین جاتا ہے ہو نرم دل؟ ذبح کرتے وقت اتنا جی کڑا کیون کر ہوا؟
داورِ محشر کو بھائی ہیری اُسکی چھیڑ چھاڑ چھیڑ کر پوچھا مکرر کیا ہوا کیون کر ہوا؟
الفت گیسو بلا تھی مر گیا پھنس کر، امیرؔ ۲۲ ہی بڑا جھگڑا نہ پوچھو فیصلہ کیون کر ہوا؟

صاف کہتے ہو مگر کچھ نہین کھلتا کہنا، بات کہنا بھی تمھارا ہی معما کہنا

خدا ہی ہی جو گڑی چتونوں سے جان بچے　ہی آج دلشکنوں سے مقابلہ دِل کا
امیر بھول بھلیان ہی کوچۂ گیسو　تباہ کیون نہ پھرے اس مین قافلہ دِل کا

میری طرح نہ اک دن ابر بہار رو یا　وہ ایک بار رویا مین لاکھ بار رو یا
مجنون سے مین نے پوچھا کل حال بیخودی کا　کچھ کہہ سکا نہ منھ سے پر زار زار رویا
پوچھی امیر سے کل مین نے جو دل کی حالت　سینے پہ ہاتھ رکھ کر بے اختیار رویا

لائے ساقی کو بھی متوالی گھٹا　کچھ مزا دیتی نہین خالی گھٹا
دخترِ رز کو لاتی ہی مستون کے پاس　کرتی ہی در پردہ دلاّلی گھٹا
جان کو مستون کے تھی توبہ عذاب　یہ بڑی تو نے بلا ٹالی گھٹا
آپ اچھے وقت پر آئے امیر　خوب پہچانے یہ جب چھائی گھٹا

مزہ عاشق کے دل سے پوچھ حسنِ شعلہ رویان کا　تماشا دیکھ پروانون کی آنکھون سے چراغان کا
اُچھلتا ہی کلیجہ، ڈوبتا ہی دل، خدا حافظ　۱۱ سمندر پر ہی، جھیلنا شبہائے ہجران کا
جگر کو دون کہ دل کو دون بتا ای ناوکِ قاتل　۱۲ کہ دو پیاسون مین ہی یہ ایک قطرہ آبِ پیکان کا
تمھارے بانکپن کی شان کچھ اس سے نکلتی ہی　۱۳ کھنچے تو دوڑ کر منھ چوم لون شمشیرِ بران کا
کہین ضبطِ فغان سے عشق کے آثار چھپتے ہین　لبِ خاموش سے پیدا ہی صدمہ دردِ پنہان کا
کہان سامان تھا وحشت مین ہی کہ نامہ یار کو لکھتا　دیا قاصد کو پرزہ پھاڑ کر مین نے گریبان کا
زہے شوقِ شہادت امتحان گاہِ محبت مین　قدم بڑھتے ہی، ہاتھون بڑھ گیا دل ہر دِ میدان کا
وہ زخمی ہین تڑپ کیسی جو چھڑکا گر نمک قاتل　دہانِ زخم سے ہم چوم لیتے منھ نمکدان کا
زمین ہی ایک خشتِ خاک صحرائے محبت کی　فلک چھوٹا سا اک میدان ہی دل کے بیابان کا
زرا سی چھیڑ مین کیون بھتے ہو؟ تم ذرا ٹک چھالو　۱۴ اسی سے چھیڑتا ہی تمکو سر کا نشا بیابان کا
امیر! ایسا شگفتہ ہی ہجومِ داغ سے پہلو　کہ ہر ناسورِ دل رخنہ ہی دیوارِ گلستان کا

ہم سے بگڑ کے غیر کا تو یار ہو چکا　ہونا جو تھا، وہ ۱۵ اے محبتِ یار ہو چکا

لطف حسرت کی نگاہون کا تو جب تھا کہ امیر — ان نگاہون کا کوئی دیکھنے والا ہوتا

جی ہی لے گا غمِ جانان میرا — مجکو کھا جاے گا مہمان میرا
تجھ سے دامن ہر ترا چین بہ جبین — تنگ ہی مجھ سے گریبان میرا
رحم کر رحم کر اے دستِ جنون — پاؤن پڑتا ہی گریبان میرا
کیا دورنگی ہی زمانے کی، امیر — مین حزین، زخم ہی خندان میرا

میری تربت پہ اگر آئیے گا ۹ عمرِ رفتہ کو بھی بلوائیے گا
سب کی نظرون پہ نہ چڑھیے اتنا — دیکھیے دل سے اُتر جائیے گا
آئیے نزع مین بالین پہ مری — کوئی دم بیٹھ کے اُٹھ جائیے گا
وصل مین بوسۂ لب دیکے کہا — مُنھ سے کچھ اور نہ فرمائیے گا
ہاتھ مین نے جو بڑھایا تو کہا — بس، بہت پاؤن نہ پھیلائیے گا
زہر کھانے کو کہا، تو، بولے — ہم جلا لین گے جو مر جائیے گا
حسرتین نزع مین بولین مجھ سے — چھوڑ کر ہم کو کہان جائیے گا
آپ سُنیے تو کہانی دل کی، ۱۰ نیند آجاے گی سو جائیے گا
اتنی گھر جانے کی جلدی کیا ہی، — بیٹھیے، جائیے گا، جائیے گا
کہتے ہین، کہ تو دیا، آئین گے — اب یہ کیا چڑ ہی کہ کب آئیے گا
ڈبڈبائے مرے آنسو، تو، کہا — روئیے گا تو ہنسے جائیے گا
رات اپنی ہی ٹھہریئے تو زرا — آئیے بیٹھیے، گھر جائیے گا
جس طرح عمر گزرتی ہی امیر — آپ بھی یونہین گزر جائیے گا

اُٹھو گلے سے لگالو، مٹے گلہ دل کا — زراسی بات مین ہوتا ہی فیصلہ دل کا
دم آگئے آنکھون مین اٹکے تو کچھ نہین کھٹکا — اٹک نہ جاے الٰہی معاملہ دل کا
تمھارے غمزون نے کھوئے ہین ہوش و صبر و قرار — انھین لُٹیرون نے لوٹا ہی قافلہ دل کا

جب تلک تم تھے کشیدہ، دل تھا شکووں سے بھرا
تم گلے سے مل گئے سارا گلا جاتا رہا

کھو گیا دل کھو گیا، رہتا تو کیا ہوتا، امیر
جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

پرسش کو مری، کون، مرے گھر نہیں آتا
تیور نہیں آتے ہیں، کہ چکر نہیں آتا؟

تم لاکھ قسم کھاتے ہو ملنے کی عدو سے
ایمان سے کہدوں؟ مجھے باور نہیں آتا

قاتل ہی کے کھنچنے کی، شکایت نہیں ہمدم
خنجر بھی تو پہلو کے برابر نہیں آتا

کہتے ہیں یہ اچھی ہے تڑپ دل کی تمہاری
سینے سے تڑپ کر کبھی باہر نہیں آتا

دشمن کو بھی ہوتی ہے مرے حال پہ رقت
پر دل یہ ترا ہے کہ کبھی بھر نہیں آتا

غیروں سے اشارے، مرے آگے سرِ محفل
پھر آپ کہیں گے کہ مجھے شر نہیں آتا

کب آنکھ اُٹھاتا ہوں کہ آتے نہیں تیور؟
کب بیٹھ کے اُٹھتا ہوں کہ چکر نہیں آتا؟

ہم غربتکدۂ دہر میں، صدمے سے ہیں صدمے
اسیر بھی کبھی یاد ہمیں گھر نہیں آتا

ہم جسکی ہوس میں ہیں، امیر آپ سے باہر
وہ پردہ نشین گھر سے بھی باہر نہیں آتا

ناوکِ ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا
۸ درد اُٹھ اُٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا

آج اس شوق سے پیکان مرے دل میں آیا
آ گیا یاد کسی شوخ پہ آنا دل کا

جی لگے آپ کا ایسا کہ کبھی جی نہ بھرے
دل لگا کر جو سنیں آپ فسانا دل کا

دل مرا لیکے، دکھا دی مجھے مٹھی خالی
پھر کہا، دیکھ لیا ہاتھ سے جانا دل کا؟

ہر نگہ وصل میں، اُس شوخ کی، کہتی ہے امیر
ہو جسے حکم، اُڑا دے وہ نشانا دل کا

دردِ الفت نے وہاں سے بھی نکالا ہوتا
قید اگر، عرش کی زنجیر میں نالا ہوتا

اور سامان، جنون میں ہمیں درکار نہیں
کوئی نشتر، کوئی کانٹا، کوئی چھالا ہوتا

منحصر ساغرِ جم ہی پہ نہیں بادہ کشی
ٹوٹا پھوٹا کوئی مٹی کا پیالا ہوتا

مجھ پہ آنکھیں جو نکالیں، تو ہوا کیا حاصل
کوئی ارمان مرے دل کا نکالا ہوتا

فکر دوڑیں مجھے کھانے، میں عدم کو بھاگا
لاکھ منھ، ایک میں کس کس کا نوالا ہوتا

مین زبان سے، تمکو سچا، کہو، لاکھ بار کہدون ۔ اسے کیا کرون، کہ دل کو نہین اعتبار ہوتا
مری خاک بھی لحد مین، نہ رہی امیر باقی ۔ اُنھین مرنے ہی کا اَبتک، نہین اعتبار ہوتا

جھونکا اِدھر نہ آئے نسیمِ بہار کا ۔ نازک بہت ہی پھول چراغِ مزار کا
آئین وہ یا نہ آئین، ترس کھائین یا نہ کھائین ۔ کیا اختیار گریۂ بے اختیار کا
شاخون سے برگِ گل نہین جھڑتے ہین غنچین ۶ زیور اُتر رہا ہی عروسِ بہار کا
مری لگی بجھانے کو آتا ہے بار بار ۔ ممنون ہون مین گریۂ بے اختیار کا
ہلتی نہین ہوا سے چمن مین یہ ڈالیان ۔ مُنھ چومتے ہین پھول عروسِ بہار کا
پھولون سے، فرشِ خاک پہ تارے چھٹک گئے ۔ دھاگا کبھی جو ٹوٹ گیا اُنکے ہار کا
اُٹھتا ہی نزع مین وہ سرہانے سے ای امیر ۔ مٹتا ہی آسرا، دلِ امیدوار کا

جمالِ یار کو کہتے ہو تم، کہ ہان دیکھا ۔ کلیم ہوش مین آؤ، ابھی کہان دیکھا
وہی چراغ، وہی گل، وہی قمر، وہی برق ۔ نئے لباس مین دیکھا اُسے جہان دیکھا
نہین ہی دخترِ رز سا بھی کوئی حسن پرست ۔ ٹپک پڑی یہ جہان کوئی نوجوان دیکھا
کہین تو دیکھ چکے ہین، یقین ہی دل کو ۔ مگر یہ یاد نہین ہی، تمھین کہان دیکھا
فنا ہی حسن کو، دولت کو، زندگانی کو ۔ جہان مین نہ کوئی باغ، بیخزان دیکھا
پھنسی جو دام مین بلبل، تو کن نگاہون سے ۔ کبھی چمن کو، کبھی سوے آشیان، دیکھا
نکیلی چتونین، آنکھون مین کیا جگر مین چبھین ۔ امیر آج عجب ٹونک کا جوان دیکھا

ایک دلِ ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا ۔ سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا
سب کرشمے تھے جوانی کے جوانی کیا گئی ۔ وہ اُمنگین مِٹ گئین وہ ولولا جاتا رہا
درد باقی، غم سلامت ہی، مگر اب دل کہان ۔ ہاے وہ غم دوست وہ درد آشنا جاتا رہا
آنے والا، جانے والا، بیکسی مین کون تھا ۷ ہان مگر اک دم، غریب آتا رہا جاتا رہا
آنکھ کیا ہی سو منی ہی، سحر ہی، اعجاز ہے ۔ اک نگاہِ لطف مین سارا گِلا جاتا رہا

نیا افسانہ کہہ واعظ، تو شاید گرم مجلس ہو
قیامت تو پُرانا حال ہی روزِ جدائی کا

الٰہی کون سے مجرم کی آمد ہی قیامت مین
ہوا ہی حکم رحمت کو، یہ کسکی پیشوائی کا

قفس مین ہون، مگر سارا چمن آنکھون کے آگے ہی
رہائی کے برابر، اب تصوّر ہی رہائی کا

امیر اک بات بھی واعظ نہین کہتا خدا لگتی
خدا جانے بکا کرتا ہی کیا جھوٹا خدائی کا

۳ اِن شوخ حسینون پہ جو مائل نہین ہوتا
کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ، دل نہین ہوتا

آتا ہی جو کچھ منھ مین وہ کہہ جاتا ہی واعظ
اور اُسپہ یہ طرّہ ہے کہ قائل نہین ہوتا

۴ جب دردِ محبت مین یہ لذّت ہی تو یارب
ہر عضو مین، ہر جوڑ مین، کیون دِل نہین ہوتا

دیوانہ ہی دنیا مین جو دیوانہ نہین ہے
عاقل وہی ہوتا ہی جو عاقل نہین ہوتا

تمکو تو مین کہتا نہین کچھ، حضرتِ ناصح
پر جسکو ہو تب ایسی وہ عاقل نہین ہوتا

یہ شعر وہ فن ہی کہ امیر اسکو جو رٹو
حاصل یہی ہوتا ہی کہ حاصل نہین ہوتا

دامنون کا نہ پتا ہی، نہ گریبانون کا
حشر کہتے ہین جسے شہر ہی عریانون کا

خاطرِ رنج و غم و درد سے فرصت ہی نہین
میزبان ہو گئے، ہوا مین انھین مہمانون کا

قحط روزی یہ جہان مین ہی، کہ کہتے ہین ہنود
رمضان خوب مہینہ ہے مسلمانون کا

روبرو آئینے کے، تو جو مری جان ہو گا
آئینہ ایک طرف، عکس بھی حیران ہوگا

۵ اے جوانی، یہ ترے دَم کے ہین سارے جھگڑے
تو نہ ہوگی، تو نہ یہ دل، نہ یہ ارمان ہوگا

دستِ وحشت تو سلامت ہی، رفو ہونے دو
ایک جھٹکے مین نہ دامن نہ گریبان ہوگا

آگ دل مین جو لگی تھی، وہ بجھائی نہ گئی
اور کیا تجھ سے، بھلا اے دیدۂ گریان ہوگا

اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہین، یہ غم ہی امیر
چارہ گر مفت مین بیچارہ پشیمان ہوگا

میرے بس مین، یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا
یہ نہ تھا، تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا

وہ مزہ دیا تڑپ نے، کہ یہ آرزو ہی، یارب
مرے دونون پہلوؤن مین، دلِ بیقرار ہوتا

جو نگاہ کی تھی ظالم، تو پھر آنکھ کیون چرائی
وہی تیر کیون نہ مارا، جو جگر کے پار ہوتا

غزلیات وابیات

یہ آفتاب ہی گرم، اُسکی کبریائی کا — کہ ذرّہ ذرّہ ہی آئینہ خودنمائی کا

پکارتا ہی یہ انداز و نازِ توبہ شکن — کہ آئے وہ، جسے دعویٰ ہو پارسائی کا

دکھا کے تیغ وہ نا آشنا یہ کہتا ہے — یہ گھاٹ ہی مرے دریاے آشنائی کا

سمجھ رہا ہی جسے حشر و نشر، تو زاہد — کرشمہ وہ بھی ہی ایک اُسکی خوشنوائی کا

جو بندہ ہی، تو مزہ بندگی مین پیدا کر — نہین وہ بندہ جسے ذوق ہو رہائی کا

بشر سے حمد الٰہی، امیر کیا ممکن، — پہاڑ اُٹھائے کہان حوصلہ یہ رائی کا

---

۱ ...ں کا حاکم جان کا مالک غمِ جانانہ تھا — میہمان جسکو مین سمجھا تھا، وہ صاحب خانہ تھا

...ے تعلق کیا ہمین اُسکے تصور نے کیا — جب جُھکایا سر گریبان اپنا خلوت خانہ تھا

...غ عالم کا تماشا، باعثِ غفلت ہوا — دیکھنا آنکھون کا، کانون کے لیے افسانہ تھا

...غلط فہمی سے سمجھے قتل کرنے کو عتاب — اور وہان اک چھیڑ تھی اک ناز معشوقانہ تھا

...ط کی مجلس مین بھی آئے تو یون مستانِ عشق — مر کی بوتل تھی بغل مین، ہاتھ مین پیمانہ تھا

...ھٹے لیلی، دشون کے دیکھنے تھے شہر مین — جا کے جنگل مین بسا مجنون، بڑا دیوانہ تھا

...اُدھر بدمست، مین بیخود، تکلف برطرف — ایسی صحبت مین جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا؟

...د کے جھونکے چلے آتے تھے کیون ہنگامِ ذبح — تیغِ قاتل کی زبان پر کونسا افسانہ تھا

...ج جس دل کا کوئی گاہک نہین، کل تک یہی — حور کا آئینہ تھا، زلفِ پری کا شانہ تھا

...ل میرا اُسکے وہ بولے، کہ جی دُکھنے لگا — ہاے کس کمبخت کس بیدرد کا افسانہ تھا

...ا دیکھا اُسے سَو بار ہم نے، اسے امیر — آشنا سے آشنا، بیگانے سے بیگانہ تھا

---

۲ ...ے بندون سے کرتے ہین یہ بیت بے خدائی کا — تماشا دیکھتا ہون تیری شان کبریائی کا

...کوہ بیوفائی کا یہ رونا کج ادائی کا — سزا ہی دل لگانے کی، مزہ ہی آشنائی کا

امیر

امیر احمد نام - امیر تخلص - شاہ مینا لکھنوی کی نسل مین ہونے سے امیر مینائی مشہور ہوئے - متاخرین مین یہ بڑے نامور گزرے ہین - شاگردون کی کثرت پر لحاظ کرکے جگت اُستاد کا لفظ انکے لیے موزون معلوم ہوتا ہو - لکھنؤ انکا مسکن تھا لیکن زائد تر یہ رام پور مین رہے - نواب کلب علی خان والی رام پور انکو اپنے شعر دکھاتے تھے - اخیر عمر مین خاک گور نے انکو حیدر آباد دکن کھینچا - نظام نے بڑے اصرار سے بلایا تھا مگر موت نے جلدی کی - وفات ۱۳۱۹ھ -

انکا پایہ شاعری مین کیا ہو؟ - یہ سوال مجھ سے کیا جائے تو مین جواب دونگا کہ جس طرح شعرا ے فارس مین حافظ اور سعدی کے درمیان محاکمہ کرنا مشکل ہو اُسی طرح شعرا ے ہند مین اسد اللہ خان غالب کو امیر مینائی پر فوق دینا یا امیر مینائی کو اسد اللہ خان غالب سے بڑھا ہوا سمجھنا مشکل ہو - غالب کی جدت سخن ایک طرف پکار رہی ہو کہ اسیر اردو شاعری ختم ہوگئی - دوسری طرف امیر کا کلام کہتا ہو کہ یہ تراش وخراش اور شیرینی سخن غالب کو کہان نصیب تھی - ہان اسقدر مین کہہ سکتا ہون کہ غالب کا کلام عام پسند ہو اور امیر کے کلام سمجھنے کے لیے خاص مذاق کی ضرورت ہو - ناظرین امیر کے نشترون کا غالب کے نشترون سے مقابلہ کرکے خود فیصلہ کرلین - مین صرف اتنا ہی جانتا ہون کہ ایشیا مین صرف چار شاعر ہوئے ہین - سعدی، حافظ، غالب اور امیر - امیر کی خصوصیات سے یہ ہو کہ گو وہ بڑے سقہ اور باشرع آدمی تھے لیکن اُنکے کلام مین رندانہ اور عاشقانہ مضامین بھی ہوتے تھے - انکا کلام سننے کے بعد جو شخص ملنے جاتا تھا وہ اُنکی صورت دیکھکر اور اُنکے اوقات سے واقف ہوکر متحیر ہوتا تھا -

انتخاب

ہر دو

دیوانِ امیر

(صنم خانۂ عشق)

و

(مرآۃ الغیب)

۹۳ نشتر

صبح بہار ہے، مجھے ساقی! پلا شراب   سب جانتے ہین عید کا روزہ حرام ہے

دیکھیے کرتا ہے کیونکر یار سے گستاخیان   شوق کے بھی حوصلے کو آزمایا چاہیے

زاہدِ سالوس کے ماتھے کے گھٹے سے کھلا   لگ ہی رہتا ہے جو تقدیر پہ بستر مین داغ ہے

وہ صیدِ سخت جان ہون جسپر ہزار بار   خالی ہوئے ہین تیر دان کے ترکش بھرے ہوئے

دینے مین جام کے ہے تامل کا کیا سبب   ساقی! شراب سے ہین قرابے بھرے ہوئے

لڑنے آئے تھے آنکھین غزالانِ ختن   شکست اُنکو تری چشمِ سرمہ سانے دی

گھورتی ہے تمکو نرگس، آنکھ پھوڑا چاہیے   گل بہت ہنستے ہین کان اُنکے مروڑا چاہیے

فصلِ بہار آئی پیو صوفیو، شراب   بس ہو چکی نماز مصلا اُٹھائیے

تجھ سا حسین ہو یار، تو کیونکر نہ اُسکے بھر   نازِ بجا و غمزۂ بیجا اُٹھائیے

چپ ہو کیون کچھ مُنھ سے فرماؤ خدا کیواسطے   آدمی سے بُت نہ بنجاؤ خدا کے واسطے

ٹھیک آئی تن پر اپنے تمھارے برہنگی ۲۹ باقی لباس چھوٹے ہوئے یا بڑے ہوئے

عدم سے جانبِ ہستی تلاشِ یار مین آئے   ہوائے گل مین، ہم کس وادیِ پرخار مین آئے

رنگ جو جو کچھ کہ چاہیں لائیں بن بن میں آبلے | پاے بوسی کو ترستے تھے وطن میں آبلے

باغِ عالم میں نہیں کوئی کسی کی سنتا ۳۴ نہ دماغ اپنا کر اے مرغِ خوش الحان خالی

وہ دہقانِ غریب سرزمینِ عشقبازی ہوں | عوض باران کے میری کشت پر آتش برستی ہے

آدمی کے واسطے کچھ اور ہووے یا نہو ۳۵ ساقی دمی سبزہ و آب روان درکار ہے

شہر و صحرا میں پھرا کرتا ہوں اس امید پر | وہ جہان دیکھوں جہان مٹی مری درکار ہے

یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے ۳۶ ہم اور بلبلِ بیتاب گفتگو کرتے

آرزو ہے یہی آتش کی خدا، اے زاہد | تجکو غم نوش کرے مجکو قدح نوش کرے

الہی! طولِ عمرِ خضر دے بادِ بہاری کو | مزارِ بیکسان پر پھولوں کی چادر چڑھائی ہے

کوچۂ تنگ میں ملتا ہے تو کہتا ہے وہ شوخ | مرد ہے وہ کہ جو ہم کو سرِ میدان روکے

راحتِ مرگ کو نہ پوچھ آتش ۳۷ نہ رہی قدر زندگانی کی

پڑھ سکتا سرنوشت کا مطلب کوئی نہیں | معلوم کچھ نہیں کہ یہ خط کس زبان میں ہے

فصلِ گل ہے شیشہ و پیمانہ کا ہے دور دور | خانقاہیں بند ہیں مے خانہ کا دربار ہے

آبلے پاؤں کے کیا تونے ہمارے توڑے | خارِ صحراے جنون، عرش کے تارے توڑے

بہلایئے شراب سے دل کو کوئی گھڑی | لہرا رہا ہے سبزہ، روان جوے آب ہے

ہم کیا کہیں کسی سے، کیا ہے طریق اپنا؟ | مذہب نہیں ہے کوئی، ملت نہیں ہے کوئی

تماشا ہے گوشہ گیری، دشتِ غربت کا دکھاتی ہے | وطن میں ہوں، مگر مجکو ہیں یارانِ وطن بھولے

آسمان امر کے تو راحت ہو کہیں تھوڑی سی | پاؤں پھیلانے کو ہاتھ آئے زمین تھوڑی سی

مری تعظیم نے مجلس سے نکالا مجکو | اٹھتے اٹھتے نہ رہی بیٹھنے کی جا باقی

حاجت نہیں بناؤ کی اے نازنین تجھے | زیور ہے سادگی ترے رخسار کے لیے

نکہتِ گل سے مجھے یار کی بو آتی ہے | خلعہ سے یاد الجھ پڑنے کی خو آتی ہے

بولی یہ روح پھینک کے گٹھے پشتارہ جسم کا ۳۸ بھاری ہے بوجھ کون یہ بیگار لے چلے

خدا کا گھر ہی بت خانہ ہمارا گھر نہین آتش — مقام آشنا ہی، یان نہین بیگانہ آتا ہے

دہن پر ہین اُنکے گمان کیسے کیسے — کلام آتے ہین درمیان کیسے کیسے

زمینِ چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا — بدلتا ہی رنگ آسمان کیسے کیسے

بہار آئی ہی، نشہ مین جھومتے ہین — مریدانِ پیرِ مغان کیسے کیسے

نہ مڑ کر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا — تڑپتے رہے نیمجان کیسے کیسے

نہ گورِ سکندر نہ ہی قبرِ دارا — مٹے نامیون کے نشان کیسے کیسے

غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرمان — ہمارے بھی ہین مہربان کیسے کیسے

تری کلکِ قدرت کے قربان آنکھین — دکھائے ہین خوش رو جوان کیسے کیسے

چلا وہ راہ جو سالک کے پیشِ پا آئی — ٹھہر گیا، جو کہین بوے آشنا آئی

بہارِ گل مین ہین دیوانے جامہ سے باہر — پری کا بھیس ہی بدلے ہوئے بلا آئی

لیا جو بوسہ تو ہنس کر یہ اس صنم نے کہا — خدا سے شرم نہ اے بندۂ خدا آئی

گدا نواز کوئی شہسوار راہ مین ہے — بلند آج نہایت غبار راہ مین ہے

شباب تک نہین پہنچا ہی عالمِ طفلی، — ہنوز حسنِ جوانیِ یار راہ مین ہے

عدم کے کوچ کی لازم ہی فکر ہستی مین — نہ کوئی شہر، نہ کوئی دیار، راہ مین ہے

نہ بدرقہ ہی، نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے — فقط عنایتِ پروردگار راہ مین ہے

نہ جائین آپ ابھی دوپہر ہے، گرمی ہی، — بہت سی گرد بہت سا غبار راہ مین ہی

جنون مین خاک اڑاتا ہی ساتھ اپنے — شریکِ حال ہمارا غبار راہ مین ہے

کوئی تو دوش سے بارِ سفر اتارے گا — ہزار راہزن امیدوار راہ مین ہے

پیادہ پا ہون روان سوے کوچۂ قاتل — اجل مری مرے سر پر سوار راہ مین ہے

تھکے جو پاؤن، تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتش — گلِ مراد ہی منزل مین، خار راہ مین ہے

گیسوے مشکین جو رخِ محبوب تک آنے لگے — چشمۂ خورشید مین بھی سانپ لہرانے لگے

دِل بہت تنگ رہا کرتا ہی — رنگ بے رنگ رہا کرتا ہی
عار سے عار ہی مجھ مجنون کو — ننگ سے ننگ رہا کرتا ہی
عالم وجد ترے مستون کو — بے دف و چنگ رہا کرتا ہی
بندشِ چست سے تیری آتش — قافیہ تنگ رہا کرتا ہی

چمنستان کی، گئی نشو و نما، پھرتی ہے — رُت بدلتی ہی کوئی دِن مین ہوا پھرتی ہے
خاک چھنوا رہی ہی کوچۂ قاتل کی تلاش — ساتھ ساتھ اپنے خراب اپنی قضا پھرتی ہے
صبحِ محشر کے سوا صبحِ شبِ ہجر نہین — یہ بلا وہ نہین آتش جو بلا پھرتی ہے

جبین سائی کو سنگِ آستانِ یار بہتر ہی — گر ٹکیے کو تھہر دوست کی دیوار بہتر ہی
اطبّا دیکھ کر بیمار کو تیرے یہ کہتے ہین — بہم پہنچے تو اسکو شربتِ دیدار بہتر ہی
سوالِ بوسہ پر ہنسکر وہ بُت کہتا ہی اے آتش — خیالِ بد اگر گزرے تو استغفار بہتر ہی

عنّابِ لب کا اپنے مزہ کچھ نہ پوچھیے — کس درد کی ہین آپ دوا کچھ نہ پوچھیے
ناز و نیازِ عاشق و معشوق کیا کہون — عجز و غرورِ شاہ و گدا کچھ نہ پوچھیے
آتش گناہِ عشق کی تعزیر کیا کہون — مشفق جو کچھ ہی اس کی سزا کچھ نہ پوچھیے

کہتے ہین! ذکرِ لیلی و مجنون جو چھیڑیے — چُپ رہیے بس، نہ گور کے مُردے اُکھیڑیے
تدبیر سے تو کام نہ تقدیر کا ہوا — تکیہ خدا پہ کیجیے دروازہ بھیڑیے
آتش قمارِ عشق مین تیرے حضورِ یار — چالون کو اپنی بھول گئے ہین کھلاڑیے

مگر اسکو فریبِ نرگسِ مستانہ آتا ہے — اُلٹتی ہین صفین، گردش مین جب پیمانہ آتا ہی
خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہین سکتی — گریبان پھاڑتا ہی، تنگ جب دیوانہ آتا ہی
فراقِ یار مین دل پر نہین معلوم کیا گزری — جو اشک آنکھون مین آتا ہی سو بیتابانہ آتا ہی
سمجھتے ہین مرے دل کی وہ کیا نافہم نادان ہین — حضورِ شمع بے مطلب نہین پروانہ آتا ہی
ہمیشہ فکر سے یان عاشقانہ شعر ڈھلتے ہین — زبان کو اپنی بس اک حسن کا افسانہ آتا ہی

اے صنم جس نے تجھے چاند سی صورت دی ہی ۲۹ اُسی اللہ نے مجھکو بھی محبت دی ہی
فرقتِ یار مین رو رو کے بسر کرتا ہون ۳۰ زندگانی نے مجھے کیا دی ہی مصیبت دی ہی
کمرِ یار کے مضمون کو باندھو آتش! زلفِ خوبان سی رسا تمکو طبیعت دی ہی

کوئی اچھا نہین ہوتا ہی بُری چالون سے لبِ بام آکے کھڑے ہو نہ کھُلے بالون سے
کچھ تو ہلکا کرین خارِ رہِ صحرائے جنون بوجھ لنگر کا ہوئے ہین کفِ پا چھالون سے
اُنکے بوسون کی تمنا ہی لبون کو آتش آئینہ کسبِ صفا کرتی ہین جن گالون سے

یہ کس رشکِ مسیحا کا مکان ہی؟ زمین یان کی، چہارم آسمان ہی
تکلف سے بری ہی حُسنِ ذاتی ۳۱ قبائے گُل مین گل بوٹا کہان ہی
شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ، ۳۲ قناعت بھی بہارِ بے خزان ہی
الٰہی! ایک دل کس کس کو دون مَین ہزارون بُت ہین یان، ہندوستان ہی
سعادتمند قسمت پر ہین شاکر ہما کو مغزِ بادام استخوان ہی
قدِ محبوب کو شاعر کہین سرو، قیامت کا یہ اے آتش نشان ہی

موت کو سمجھے رہین گبر و مسلمان آئی، ۳۳ روح قالب مین ہی دو روز کو مہمان آئی
آئینہ نے رُخِ انور پہ اجارہ باندھا، شانہ کے حصّے مین وہ زلفِ پریشان آئی
گلشنِ دہر بھی ہی کوئی سرائے ماتم شبنم اِس باغ مین جب آئی تو گریان آئی
عشقِ بلبل مین اثر ہی تو قفس مین آتش بوئے گل پھاند کے دیوارِ گلستان آئی

شیشئے شراب کے رہین آٹھون پہر کھُلے ایسا گھرے کہ پھر نہ کبھی ابرِ تر کھُلے
کوتہ ہی اس قدر مرے قد پر ردائے عیش ڈھانکون جو پاؤن کو تو یقین ہی کہ سر کھُلے
قاتل! اجزائے خیر ملے تیری تیغ کو زخمون کے مُنھ کھُلے نہین جنت کے در کھُلے
مطلب نہ سرنوشت کا سمجھا تو شکر کر دیوانہ ہو جو حالِ قضا و قدر کھُلے
چلنا پڑے گا یار کی خدمت مین سر کے بل سمجھے ہو کیا جو بیٹھے ہو آتش کمر کھُلے

کیا تری شان ہی قربان ہون ای عفوِ کریم
۲۶ آس رکھتا ہی ہر اک فاسق و زانی تیری

شکلِ گل ہنس کے کسی روز تو دل کو خوش کر
خون رُلاتی ہی ہمین غنچہ دہانی تیری

مصرعِ تیغ ہی ہر مصرعِ موزون آتش
دیکھ لی یار مرے ہی سیف زبانی تیری

صدمہ ہی دوش پہ سروگردن کے بوجھ سے
ہر اک گناہ بھاری ہی سَو من کے بوجھ سے

ہوش و خرد ہی باعثِ تکلیف آدمی
۲۷ دیوانہ آشنا نہین دامن کے بوجھ سے

آتش یہ سارے رنج ہین اس زندگی کے ساتھ
مُردے کو کیا خبر گلِ مدفن کے بوجھ سے

غم نہین، کوے بتان مین جو نہین جا خالی
باغِ فردوس مین ہی پہلوے حورا خالی

شکر کس مُنہ سے کرون گوشۂ تنہائی کا
مجھکو دل کھول کے رونے کو ملی جا خالی

سمجھے آتش نہ کوئی آدمِ خاکی کو حقیر
۲۸ نہین اسرار سے یہ خاک کا پتلا خالی

موت مانگون تو رہے آرزوے خواب مجھے
ڈوبنے جاؤن تو دریا ملے پایاب مجھے

دہنِ گرگ سے جیتا جو بچون صحرا مین
ذبح کرنے کے لیے مول لے قصاب مجھے

اے فلک ہنے دے عریان ہی بس از مرگ بھی تو
سونپتا کیا ہی کفن دزد کا اسباب مجھے؟

دل غنی چاہیے، گو مین ہون فقیر، ای آتش
شیر کی کھال ہی ہی قاقم و سنجاب مجھے

دلِ پُر داغ کو مدفونِ بیابان کرتے
کسی ویرانے مین اس گنج کو پنہان کرتے

اور کوئی طلب ابناے زمانہ سے نہین
مجھپر احسان نکرتے، تو یہ احسان کرتے

بے وفائی کا اگر عیب نہ ہوتا، تم مین،
اسے بتو! سجدہ خدا کو نہ مسلمان کرتے

دم فنا کرتے چمک اپنی دکھا کر، آتش،
کارِ الماس ہی وہ الماس سے دندان کرتے

وہی چتون کی خونخواری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
تری آنکھون کی بیماری جو آگے تھی سو اب بھی ہی

وہی سر کا پٹکنا ہی وہی رونا ہی دن بھر کا
وہی راتون کی بیداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی

رواجِ عشق کے آئین وہی ہین کشورِ دل مین
رہ و رسمِ وفاداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی

وہی بازارِ گرمی ہی محبت کی ہنوز، آتش
وہ یوسف کی خریداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی

موت کے آتے ہی ہمکو خود بخود نیند آگئی ۲۲ کیا اسی کی یاد مین کرتے تھے شب بیداریان

مری ضد سے ہوا ہے مہربان دوست مرے احسان ہین دشمن پر ہزارون

خار مطلوب جو ہووے، تو گلستان مانگون بجلی گرنے کو جی چاہے تو باران مانگون

روئے گل پر دیکھ کر شبنم کو کہتا ہے وہ گل کیا ہی پھبتی ہے یہ کیڑا لگ گیا بانات مین

رہا کرتا ہے نظم شعر کا سودا مرے سر مین عروس فکر ان روزون لدی رہتی ہے زیور مین

کیا بادۂ گلگون سے مسرور کیا دل کو آباد رکھے داتا ساقی، تری محفل کو

بے طرح پھنسا ہے تو اس زلف کے پھندے مین اللہ کرے آسان اے دل، تری مشکل کو

جو چاہے سو مانگ آتش! درگاہ الٰہی سے محروم کبھی پھرتے دیکھا نہین سائل کو

دلایا یاد شب سنے جو تیری ساق سیمین کو رُلایا صبح تک ہنس ہنس کے مین نے شمع بالین کو

ہزار افسوس ہے اے بیمروت تو نہین آتا غش آجاتا ہے اکثر تیرے بیتابون کی تسکین کو

پری سے چہرہ پر لہرا کے سو سو بار آتی ہے ہوا ہے آجکل سودا تمھاری زلف مشکین کو

بشر کو بعد نعمت کے ہے ہوتی قدر نعمت کی ۲۳ غنیمت جانتا ہے لنگ اپنے پائے چوبین کو

ہماری یار کی رہتی ہے جنگ زرگری آتش نہین کچھ دخل اس قصہ مین عقل مصلحت بین کو

صورت کوئی صفائی کی اب ہے صنم! انہین جب تک ہمارے تیرے خدا درمیان نہو

صاف دل خاک ہوا اس کافر کینہ جو سے نکلے جب صلح کی باتون مین بھی شر کا پہلو

اونچا ہوا لاکھ تاڑ سے بھی سرو چار ہاتھ رتبہ بلند ہے ترے قد کا ہزار ہاتھ

کوچۂ دلبر مین مین، بلبل چمن مین مست ہے ۲۴ ہر کوئی یان اپنے اپنے پیرہن مین مست ہے

دور گردون ہے خداوندا کہ یہ دور شراب؟ ۲۵ دیکھتا ہون جسکو مین اس انجمن مین مست ہے

وحشت مجنون اور آتش مین ہے بس اتنا فرق کوئی بن مین مست ہے کوئی وطن مین مست ہے

کون سے دل مین محبت نہین جانی تیری؟ جسکو سنتا ہون وہ کہتا ہے کہانی تیری

شیشۂ مے سے کوئی میری زبانی کہدے خوش نہین آتی ہے یہ پنبہ دہانی تیری

نہین قرار زمانے کو ایک حالت پر — جو دو پہر ہون مین نالان تو دو پہر خاموش
چمن مین کون سا غنچہ نہین شگفتہ ہوا — ہمارا غنچہ دہن کیون ہی اسقدر خاموش

سخت گوئی سے تجھے چاہیے ای یار لحاظ — بات بڑھ جاتی ہی کھو دیتی ہی تکرار لحاظ

محبت کوڑیون کے ہو اگر مول ۲۰ — بنی آدم نہ لے یہ درد سر مول
عجب دولت ہی یہ احسان اس سے — بشر کو بھی ہی لے لیتا بشر مول
بھروسا زندگانی کا نہین کچھ — کفن لے رکھیے اے آتش بسر مول

باہر نہ پائنچے سے ہون اس گلبدن کے پاؤن — پھیرین نہ چھڑی نہ ہنچے تہ تقاب بن کے پاؤن
یک سالہ راہ سے چلی آئی ہی باغ مین — شبنم ڈھلا رہی ہی بہار چمن کے پاؤن
کوشش سے راہ عشق کی باز آئینگے نہ ہم — ہر چند سوج سوج کے ہون لاکھ بن کے پاؤن
صحرا مین خاک چھانتا پھرتا ہون ہر طرف — چھلنی ہوئے ہین خار مغیلان سے چھن کے پاؤن
آتش از مین شعر ہو ہرچند سنگلاخ — لغزش سے آشنا نہین اہل سخن کے پاؤن

موسم گل ہی جنون ہی شور و شر پر اندنون — جن چڑھا رہتا ہی دیوانون کے سر پر اندنون
موم آہن کرتی تھی یا دل پگھل سکتا نہین — آہ کیا پتھر پڑے تیرے اثر پر اندنون
کون فصل گل مین ای آتش نہین پیتا شراب — بھیڑ ہی بھیڑ میخانہ کے در پر اندنون ؟

بہار لالہ و گل سے لگی ہی آگ گلشن مین — گریبان پھاڑ کر چل بیٹھیے صحرا کے دامن مین
خزان مین بلبلون سے رکھیے بحث نالہ گلشن — شرکت کیجیے ماتم زدون کی چل کے شیونو مین
نہین روزن جو قصر یار مین پروا نہین ہمکو — نگاہ شوخ رخنہ کرتی ہی دیوار آہن مین
شریف کعبہ کو کعبہ مبارک ہم تو ای آتش — بتون کے گھورنے کو جاتے ہین دیر برہمن مین

رہا کرتا ہی درد اک رات دن یار پہلو مین — دل نالان ہوا ہی خانۂ بیمار پہلو مین
کھڑا رہ کر جو مین حسرت سے در و دیوار کو تکتا ہون — اٹھا لیتی ہی قصر یار کی دیوار پہلو مین
بدن سا شہر نہین دل سا بادشاہ نہین ۲۱ — حواس خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہین

قدم سے تیرے اے ابر کرامت پھلے پھولے برابر خشک و تر شاخ
جوانی کو غنیمت جان، غافل! ہری ہوتی نہیں پھر سوکھ کر شاخ

پری پسند طبیعت نہ ہو، نہ حور پسند، تمہارے بندے ہیں ہم، آنکھ میں ہما جھو رپسند
نہ طفل بن، نہ دلا محوِ حُسن صورت ہو، کھلونے مٹی کے کرتے ہیں بے شعور پسند
دل اک نگاہ کے اوپر ہی بیچتا آتش کریں جو آپ اسے بے حرف و حکایت پسند

ساری رونق ہی یہ دیوانوں کے دم کی آتش طوق و زنجیر سے ہوتا نہیں زندان آباد

کون سی شام نہیں صبح ہوئی اے مغرور ایک دن ہوتی ہی یہ زلف سیہ فام سفید

تمام رات ہوئی کر گیا کنارا چاند لو اُترو بام سے، تم جیتے اور ہارا چاند

گوشِ عارف سے سُنے تو تو ہر اک قبر سے ہی نعرۂ "فاعتبروا یا اولی الابصار" بلند

جذبۂ دل سے پریرویوں کو تسخیر کیا نہ تو گاڑا، نہ جلایا، نہ بہایا، تعویذ

اے جنون رکھیو بیابان کو سواری تیار آج کل چلنے کو ہی بادِ بہاری تیار
دل کو کہتا تھا کل چلنے کو پر چلتے وقت بیشتر دل سے ہوئی جان ہماری تیار
سر بہ اندھیر، خفا قہر، قیامت مستی فتنہ انگیزی کی ترکیبیں ہیں ساری تیار
تختِ تابوت کہاں بنکے غبار اُڑ جاؤں باد کے گھوڑے کی آتش ہے سواری تیار

باغ میں آ کر کہاں جاتا ہی اے شباب بہار گل کو خندان چھوڑ کر، بلبل کو نالان چھوڑ کر

شاخِ گلبن پر یہ طفل غنچہ سے ظاہر ہوا نے سوارانِ چمن ہیں مرد میدانِ بہار

کیا سمجھ کر روندتے ہیں مجھکو سیارِ چمن ۱۹ سبزۂ بیگانہ ہوں لیکن ہوں مہمانِ بہار

وہ رنگ و بو بدنِ یار میں جو ہی سو کہاں؟ شگوفے ایسے کھلایا کرے ہزار بہار

پابوس کو ہر روز گیا یار کے گھر میں ٹکرا گیے سر کو پسِ دیوار دراندازی

مجھکو دربانی کی خدمت ہو تو اے خانۂ یار سایہ کو آنے نہ دوں میں تری دیوار کے پاس
فکر مرغانِ چمن کی ہی بہار آئی ہی چھوڑ ڈالا ہی صیاد نے گلزار کے پاس

فرش گل بستر تھا اپنا سوتے ہین اب خاک پر ۱۸ / خشت زیر سر نہین یا تکیہ تھا زانوے دوست
دو دم نکلے زخم کاری سے تو حسرت سے ہزار / چلد تلوارون مین شل ہو جائیگا بازوے دوست
اس بلائے جان سے آتش دیکھیے کیونکر بنے / دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوے دوست

آئے بہار جائے خزان ہو چمن درست / بیمار سال بھر کے نظر آئین تندرست
حال شکستہ کا جو کبھی کچھ بیان کیا / نکلا نہ ایک اپنی زبان سے سخن درست
رکھتے ہین آپ پاؤن کہین پڑتے ہین کہین / رفتار کا تمھاری نہین ہی چلن درست
جو پہنے اسکو جامہ عریانی ٹھیک ہو / اندام پر ہر اک کے ہی یہ پیرہن درست
آرائش جمال کو مشاطہ چاہیے / بے باغبان کے رہ نہین سکتا چمن درست
آئینہ سے بنے گا رخ یار کا بناؤ / شانے سے ہوگی زلف شکن در شکن درست
کم شاعری بھی نسخۂ اکسیر سے نہین / مستغنی ہو گیا جسے آیا یہ فن درست
آتش! وہی بہار کا عالم ہی باغ مین / تا حال ہی دماغ ہوائے چمن درست

دہن یار مین نہ آئی بات / شاعرون نے بہت بنائی بات
دولت حسن کی بھی ہی کیا لوٹ؟ / آنکھون کو پڑ گئی ہے لوٹا لوٹ
صف مژگان سے کہ رہی ہی وہ چشم / دل ملین جتنے بے تحاشا لوٹ
کام مردون کا ہی یہ، اے آتش / رکھتی ہی جان کا بھی کھٹکا لوٹ

بادشاہ وقت ہی اپنا دل دیوانہ آج / داغ سودا ہم کو دیتا ہی جنون نذرانہ آج

بلا اُس زلف پیچان کا ہی ہر پیچ / خم اندر خم ہے ہر مو پیچ در پیچ
الٰہی خیر کیجو، کھا رہی ہی / اُدھر وہ زلف، ادھر نازک کمر پیچ
جواب خط خبرداری سے لانا / نہ پڑنے پائے کچھ اے نامہ بر پیچ

رہا کرتی ہی فکر شعر گوئی / کیا کرتے ہین ہم خون جگر خرچ

چمن کی سیر کو مری کے چلیے / بہار آئی، لدی پھولون سے ہر شاخ

بہت مرے دلِ صد چاک سے اُلجھتی تھی ۱۵ تمھاری زلف کا شانے نے بل نکال دیا

گل پھولے سماتے نہین ہین جامہ مین اپنے | ادنیٰ یہ شگوفہ ہے نسیمِ سحری کا

موسم ہوا بہارِ چمن سے سرور کا | آیا زمانہ داغِ جنون کے ظہور کا

شب کو دم دے کے لیجاتا ہے کوے یار مین | مین تو تھا ہی مجھ سے بھی مرشد مرا دل ہو گیا

توہی دماغ رہے بلبلِ خوش الحان کا | قفس مین بھی ہے وہی چہچہا گلستان کا

آمد یار کی کانون سے سُنی ہے جو خبر | چھپ کے پہلو سے ہے آنکھونکی طرف دل جاتا

باران کی طرح لطف و کرم عام کیے جا | آیا ہے جو دنیا مین تو کچھ نام کیے جا

صحراے خیال کا مگر مرحلہ آیا ۱۶ پھوٹی ہوئی قسمت کو لیے آبلہ آیا

بند خط اُس نے پھاڑ کر پھینکا | ہم نے جب کھول کر لکھا مطلب

قطع ہو جاے اگر سلسلۂ مہر و وفا ۱۷ پھر گرفتار نہین ہے کوئی آزاد ہین سب

مژگانِ چشمِ یار کی تعریف کیا کرون | جانکاہ، جانخراش، دل آزار دلفریب

بل کھائینگے نہ صورتِ گیسوے یار سانپ | توڑے مروڑے اپنے بدن کو ہزار سانپ

تا صبح نیند آئی نہ دم بھر تمام رات | تو چکیان چلین مرے سر پر تمام رات

اللہ رے صبحِ عید کی اُس حور کی خوشی | شانہ تھا اور زلفِ معنبر تمام رات

کھوے بغل کہین لحدِ تیرہ روزگار | سویا نہین کبھی مین لپٹ کر تمام رات

گنڈا ہی چڑھا کے شام سے وہ شوخ سو رہا | ٹپکا کیا مین سر کو پسِ در تمام رات

راحت کا ہوش ہے کسے آتش بخیر یار | بالین ہے خشت خاک ہے بستر تمام رات

روز و شب ہنگامہ برپا ہے میانِ کوے دوست | ہڈیون پر میری لڑتے ہین سگانِ کوے دوست

حور کی تعریف گویا یار کی تعریف تھی | ذکر کو جنت کے مین سمجھا بیانِ کوے دوست

ہمنشین کہتے ہین افسانہ سے آجاتی ہے نیند | ہجر کی شب مین سنونگا داستانِ کوے دوست

قاصد ولن کے پاؤن توڑے بدگمانی نے مری | خط دیا لیکن نہ بتلایا نشانِ کوے دوست

چل نہین سکتے کا ہرگز تیری اٹھکیلی کی چال | پاؤن مین موچ آئے گی کبک ایسی ٹھوکر کھائیگا

صندل کو مول لیکر کس کی بلا رگڑتی؟ | مین دردِ سر کی خاطر یہ دردِ سر نہ کرتا

آنکھون سے جائے اشک ٹپکنے لگا لہو | آتش جگر کو دل کی مصیبت نے خون کیا

کہون کیا، ہوئی عمر کیون کر بسر؟ ۱۱ مین جاگا کیا، بخت سویا کیا

اے پری پیکر! نہ جب تک مین ترا دیوانہ تھا | یہ جو روشن ہی چراغِ حسن بے پروانہ تھا

پیری مین جوانی سے کہان چھپیے آتش | اب اپنی غزلخوانی ہی گلبرگ خزان کا

تری مستانہ آنکھون کی نہ گردش کا اثر دیکھا ۱۲ خمِ گلرنگ سے سو سو طرح پیمانہ بھر دیکھا

رہا بہار و خزان مین یہ حال سوئے کا | بڑھا تو زلف ہوا، گھٹ گیا تو خار ہوا

وحشت نے ہمین جبکہ گلستان سے نکالا | غیرت نے قدم پھر نہ بیابان سے نکالا

ظلم سے اپنے پشیمان وہ ستمگر ہوگیا | دل ہمارا صبر کرتے کرتے پتھر ہوگیا

گاہ گریان، گاہ خندان، گاہ نالان گہ خموش | عشق کے نیرنگ سے حال اپنا گوناگون ہوا

بوسہ جب مانگون تو منہ کو پھیر لیتے ہین یہ بُت | صورت انکی ہی سخی کی دل مگر منحوس کا

مت سرِ بازار لیکر ہو نہ رسوا اے صنم | توڑنا اچھا نہین ہی شیشۂ ناموس کا

احسان مانو حسنِ خداداد کا تم تو | پتھر تھے تم کو شیشے سے نازک بنا دیا

اسقدر اہلِ جہان کو ہی محبت زر سے ۱۳ پیٹ مین مارتے سونے کا جو خنجر ہوتا

کام رہنے کا نہین بند اپنا ۱۴ بندہ پرور ہے خداوند اپنا

ساقی ترا لال و دُرد جو توفیق ہو سو دے | مستون کو تیرے ہوش کہان امتیاز کا؟

عشقِ نہفتہ ہووے گا اشکون سے آشکار | یہ طفل کھیل کھیلین گے افشائے راز کا

بہارِ گل مین پیالہ لگا لیا منھ سے | شراب پینے کو مین استخارہ کیا کرتا

ساقی ہون تیس روز سے مشتاق دید کا | دکھلا دے جام مے مین مجھے چاند عید کا

لبون پہ آئی ہوئی بات پی گئے سو بار | زبان کو دل نے نہ اذنِ بیانِ حال دیا

نہ پھول، بیٹھ کے بالاے سروداے قمری — چڑھے جو بانس کے اوپر یہ کام ہی نٹ کا
عجب نہین ہی جو سودا ہو شعر گوئی سے — خراب کرتا ہی آتش زبان کا چسکا

رعد کا شور ہو، موروں کی صدا سے پیدا — جھومتا ابرِ بہاری ہو، ہوا سے پیدا
اے جنون! خار ہون صحرا کی ہوا سے پیدا — آبلے ہوتے ہین اپنے کفِ پا سے پیدا
نہ تو بھوکے ہوئے تھے ہم نہ پیاسے پیدا — ہو گئے روگ یہ دنیا کی ہوا سے پیدا
چاہیے اشک بھی ہون نالے کے پیچھے پیچھے — آمدِ قافلہ ہی بانگِ درا سے پیدا
غور ہو موسمِ سرما ہی قریب اے آتش — کیجیے ربط کسی مہر لقا سے پیدا

بیمارِ عشق رنج و محن سے نکل گیا — بیچارہ منھ چھپا کے کفن سے نکل گیا

لحدِ تیرہ مین مجھ پر جو لگا ہونے عذاب — پھر گیا آنکھوں مین عالم شبِ تنہائی کا

ہر سے بیماریون کے حال یہ ظاہر ہوا ہمکو — مقدر مین جو دولت ہو تو ہو زر خاک سے پیدا

آہ و نالہ سے سوا چرچا خموشی کا ہوا — پاس رسوائی نے ہم کو اور رسوا کر دیا

مین جو روتا ہون مرے زخمِ جگر ہنستے ہین — شادی و غم سے کیا ہی مجھے توام پیدا

دوستون سے اسقدر صدمے ہوئے ہین جان پر — دل سے، دشمن کی عداوت کا، گلہ جاتا رہا

بڑا شور سنتے تھے پہلو مین دل کا ۹ جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

آتش، نہ پوچھ حال تو مجھ دردمند کا — سینے مین داغ، داغ مین ناسور پڑ گیا

تختۂ میت فراقِ یار مین معراج ہی — وحی آنا جانتا ہون موت کے پیغام کا

خوش ہوتے ہین نادان پہنکر کمخواب کا جوڑا ۱۰ کفن ہی عاقبت، اس عالمِ اسباب کا جوڑا

آنکھین عاشق کو، نہ تو اے گلِ رعنا دکھلا — پتلیون کا کسی نادان کو، تماشا دکھلا

نزع مین یار نے صورت نہ دکھائی مجکو — دشمن و دوست کو ہنگامِ سفر دیکھ لیا

رونے کے بدلے حال پہ اپنے ہنسا کیے — پردا ہوا نہ فاش ہمارے ملال کا

راحت سے ایک دن نہ ہوا عشق مین بسر — غم پر غم، اپنے دل کو، الم پر الم ہوا

دیوانِ حسنِ یار کی آتش جو سیر کی — دیوانہ، بیتِ ابروے خمدار نے کیا

ہشیاری رنج دیتی ہی قیدِ فرنگ کا — دیوانگی نشانہ بناتی ہی سنگ کا
غیرت کا کوے عشق و جنون مین گزر نہین — ہوتا ہی تنگ حوصلہ یان عار و ننگ کا
صوفی ہین، دورِ جام ہی، جوشِ بہار ہی — خرقے ہین اور داغ ہے لالہ رنگ کا
زورِ کمان ہی ابروے خمدار یار مین — موے مژہ مین توڑ ہی تیرِ خدنگ کا
اس گنبدِ سپہر کو مین کیا کرون گا یاد — آتش ہمیشہ رنج رہا گورِ تنگ کا

باغ مین، مین بلبلون کو جو اڑا کر رہ گیا — خندہ زن گل ہو کے غنچہ مسکرا کر رہ گیا
ٹپ چلکے تھے دستِ گستاخ اس کمر کے درمیان — شوقِ وصلِ یار دل کو گدگدا کر رہ گیا
شہرِ خوبان مین رہا کرتا ہون مین خانہ بدوش — شب ہوئی جس کوچے مین، بستر لگا کر رہ گیا
شمع سان اظہار کا یارا نہ آتش کو ہوا — سرگزشت اپنی زبان تک اپنی لا کر رہ گیا

سنبل مین تری زلف کا عالم نہین ہوتا — یہ پیچ نہین ہوتے ہین، یہ خم نہین ہوتا
اک جام مین کھلتا ہی طلسمات جہان کا — مستی مین کسے مرتبۂ جم نہین ہوتا؟
تا چند، بہار آتی نہین، دیکھیے آتش — کب تک شرفِ نیرِ اعظم نہین ہوتا

طریقِ عشق مین مارا پڑا، جو دل بھٹکا — یہی وہ راہ ہی جسمین ہی جان کا کھٹکا
نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو — ہمیشہ خواب ہی دیکھا کیے چھپر کھٹ کا
شبِ فراق مین اس غیرتِ مسیح بغیر — اٹھا اٹھا کے مجھے، دردِ دل نے دے ٹپکا
پری سے چہرہ کو اپنے وہ نازنین دکھلاے — حجاب دور ہو، ٹوٹے طلسم گھونگھٹ کا
شراب پینے کا کیا ذکر، یاربِ تیرے — پیا جو پانی بھی ہم نے تو حلق مین اٹکا
چمن کی سیر مین سنبل سے پہلوانی کی — چڑھا کے پیچ یہ ان گیسوون نے دے ٹپکا
کبھی تو ہوگا ہمارے بھی یار پہلو مین — کبھی تو قصد کرے گا زمانہ کروٹ کا
بس اپنی مستی کو گردش ہی چشمِ ساقی کی — ہمارا پیٹ نہین ہی شراب کا مٹکا

کھوٹ کر آبلوں نے خشک زبانیں یہ ترکین
تم سے شرمندہ مین اے خارِ مغیلاں نہ گیا

عاشق اُس غیرتِ بلقیس کا ہون ای آتش
بام تک جسکے کبھی مرغِ سلیماں نہ گیا

عذابِ گور سے واعظ نہایت ہی ڈراتا ہی
ہمارے ساتھ پیوندِ زمین کیا آسمان ہوگا؟

ہوائے دہر اگر انصاف پر آئے تو سُن لینا
گُل و بلبل چمن مین ہونگے باہر باغبان ہوگا

فرو غصہ کیا جس نے پچھاڑا دیو کو اُس نے
اُسے رستم کہین گے ہم جو ایسا پہلوان ہوگا

نہین اسرار سے آتش یہ تپلا خاک کا خالی
یہی وہ گرد ہی جس سے سوار آخر عیاں ہوگا

کمرِ یار سے کھینچ کر ہوئی تلوار جدا
بے گناہوں سے کھڑے ہووین گنہگار جدا

یہی رونا ہی جوان خانہ خراب آنکھون کا
بام سے در ہی جدا، در سے ہی دیوار جدا

زندے کو قتل کیا مُردے کو زندہ آتش
فتنۂ محشر سے ہی یار کی رفتار جدا

خدا اسے تو سودا ہے تری زلفِ پریشان کا
جو آنکھیں دے تو نظارہ ہو ایسے سنبلستان کا

دلِ صد پارہ کو سودا ہی اک گیسوے پیچاں کا
نگہبان افعیِ مشکین ہی اس گنجِ شہیدان کا

بہار آئی ہی سائل ساغرِ مے کا ہو ساقی سے
چمن سرسبز ہین آتش کرم ہی ابرِ باران کا

بلبل کو سانہ وار ہی موسم بہار کا
عہدِ شباب مجکو مبارک ہو یار کا

گیسو نے قربِ آئینۂ روے یار سے
ڈانٹا ملا دیا ہی حلب سے تتار کا

آتش نہ پوچھ ہجر مین اک نونہال کے
سوزِ دروں سے حال ہی کہنہ چنار کا

گیا ہون بعد مدت کے جو مین دیوانہ صحرا مین
پڑی ہی آبلون کی آنکھ نوکِ خار پر کیا کیا

شبِ فرقت مین اُس کانِ ملاحت کے تصور نے
نمک چھڑکا ہی زخمِ دیدۂ بیدار پر کیا کیا

مٹا نے یادگار ون کو ترے خنجر کی آیا تھا
مرے زخمون نے تھوکا مرہم زنگار پر کیا کیا

ہوا جو گوش زد افسانہ حسنِ یار کا آتش
ہماری رال ٹپکی شربتِ دیدار پر کیا کیا

ناز و ادا کو ترک مرے یار نے کیا
غمزہ نیا یہ ترکِ ستمگار نے کیا

ہکلا کے مجھ سے بات جو اُس دلربا نے کی
کس حسن سے ادا اُسے تکرار نے کیا

یہی کہونگا خدا سے مین روزِ محشر کو
فراقِ یار نے ناشاد و نامراد کیا

کرون مین شکرِ الٰہی کہان تلک آتش
درونِ صاف دیا پاک اعتقاد کیا

اگرچہ پاسِ محبت سے ترک شیون تھا
برنگِ شمع خموشی مین حال روشن تھا

جسے مین نیک سمجھتا تھا مجھ سے بدظن تھا
یقین خضر تھا جسپر مجھے، وہ رہزن تھا

یقینِ مرگ جو عشقِ بتان مین تھا آتش
ہر اک صنم مری آنکھون مین سنگِ مدفن تھا

---

۴ تن سے بارِ سرِ آمادۂ سودا اُترا
شکر ہے خنجرِ قاتل کا تقاضا اُترا

دردِ سر مین جو ہوا وان، تو بدن یان ٹوٹا
تپ چڑھی مجھکو اگر یار کا چہرا اُترا

شاخِ گل کو بھی نہ آتش نے چھوا تھا سپہر
خون تری آنکھون مین اے بلبلِ شیدا اُترا

فریبِ حسن سے گبر و مسلمان کا چلن بگڑا
خدا کی یاد بھلا شیخ، بُت سے برہمن بگڑا

امانت کی طرح رکھا زمین نے روزِ محشر تک
وہ اک مُو کم ہوا اپنا، نہ اک تارِ کفن بگڑا

۵ لگے مُنھ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب
زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا

بناوٹ کیفِ مے سے کھل گئی اُس شوخ کی آتش
لگا کر منھ سے پیمانے کو، وہ پیمان شکن بگڑا

نہ چھوٹے گا چھڑا کر اسکو اے قاتل نہ بن لڑکا
وفادارون کے خون کا داغ کیا دھبا ہے کیچڑ کا

۶ زوالِ حسن ہے عاشق کنارہ کرتے جاتے ہین
بہارِ باغ ہوتی ہے خزان، موسم ہے پت جھڑ کا

روا رکھ کلفتِ ایام مین بھی قدر نیکون کی
پھٹے کپڑون مین بھی انکو سمجھ لے لعل گودڑ کا

سمجھ لیتے ہین مطلب اپنے اپنے طور پر سامع
اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا

اُن انکھڑیون مین اگر نشۂ شراب آیا
سلام جھک کے کرونگا، جو پھر حجاب آیا

۷ عدم مین ہستی سے جا کر یہی کہونگا مین
ہزارون حسرتِ زندہ کو گاڑ داب آیا

محبتِ مے و معشوق ترک کر آتش
سفید بال ہوئے، موسمِ خضاب آیا

کوچۂ یار مین کس روز مین نالان نہ گیا؟
بلبلِ مست سے سودائے گلستان نہ گیا

واہ رے لوہے، کبھی سان کے اوپر چڑھنے
تیغِ ابرو نہ گئی خنجرِ مژگان نہ گیا

یار کے دل مین کدورت آئی ہے لگتی تو ہین   دو گھڑی دل کھول کر رونے کی فرصت مانگتا

کام کرتی رہی وہ چشمِ فسون ساز اپنا   لبِ جان بخش دکھایا کیے اعجاز اپنا

روٹھ کر ملنے جو جاتا ہون، تو کہتا ہی وہ شوخ   کل خفا تم سے تھے، مزاج آج ہی ناساز اپنا

خبرِ اول و آخر نہین مطلق ہمکو   نہ تو انجام ہی معلوم نہ آغاز اپنا

ادب تا چند اے دستِ ہوس قاتل کے دامن کا   سنبھل سکتا نہین اب دوش سے بوجھ اپنی گردن کا

غضب ہی جان کو پہلو مین رہنا دل سے دشمن کا   محلِ خوف ہی ہمسایہ قصاب و برہمن کا

جو سویا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیان رکھکر   ہمارے اُسکے پردہ رہگیا دیوارِ آہن کا

اندھیری مین جو ڈر کر مجھ سے وہ خورشید رو لپٹا   شبِ تاریک مین ہاتھ آیا مضمون روزِ روشن کا

کیا اک آن مین تیغِ قضا نے صاف دو ٹکڑے   گمان ہی رہگیا دشمن کو آتش اپنے جوشن کا

حشر کو بھی دیکھنے کا اُسکے ارمان رہ گیا   دن ہوا پر آفتاب آنکھون سے پنہان رہ گیا

دوستی نبھتی نہین ہرگز فرومایہ کے ساتھ   روح جنت کو گئی جسمِ گلی یان رہ گیا

چال ہی مجھ ناتوان کی مرغِ بسمل کی تڑپ ط   ہر قدم پر ہی یقین، یان رہ گیا، وان رہ گیا

کر کے آرایش، جو دیکھی اُس صنم نے اپنی شکل   بند آنکھین ہو گئین، آئینہ حیران رہ گیا

کھینچ کر تلوار قاتل نے کیا مجھکو نہ قتل   شکر ہی گردن تک آتے آتے احسان ہو گیا

شامِ ہجران صبح بھی کر کے نہ دیکھا روزِ وصل   سانپ کو کچلا پر آتش، گنجِ پنہان رہ گیا

رتبہ پہنچا ہی خموشی سے یہ مجھ دلگیر کا   جو کوئی دیکھے، اُسے شک ہو گلی تصویر کا

زندۂ جاوید ہین قربانیانِ تیغِ عشق   سر کا کٹنا جانتے ہین پھوٹنا تکسیر کا

برہنہ آیا تھا یان عدم سے، برہنہ یان سے چلا عدم کو   نہ بوے کافور مین نے سونگھی نہ داغ مجھکو لگا کفن کا

خراب ہٹی نہو کسی کی، نہ کوئی مردودِ دوستان ہو ۳؎   جدا ہوا خاک سے جو بتا، غبارِ خاطر ہوا چمن کا

کرم کیا جو صنم نے، ستم زیاد کیا   شبِ فراق ہین مین نے خدا کو یاد کیا

کہون جو حالتِ دل یار سے تو کہتا ہی   جو کچھ کہ تو نے کہا مین نے اعتماد کیا

غزلیات وابیات

غبارِ راہ ہو کر چشمِ مردم مین محل پایا
نہالِ خاکساری کو لگا کر، ہم نے پھل پایا

گھڑی بھر کے کوئے یار مین یون تنگ دل کھویا
کہ کپڑا جیسے مفلس نے، کھرے گھاٹ آکے کل پایا

غمِ فرقت سے، عمرِ رفتہ گذری بیقراری مین
تری امداد سے آرام، ہم نے اے اجل پایا

شکستہ دل نہ ہو انسان، عوض ہر شی کا ملتا ہی
مُوا فرزند گر، تو داغِ دل، نعم البدل پایا

ہمیشہ جوشِ گریہ سے، رہا پانی مین اے آتش!
کبھی تازہ، نہ لیکن اپنے اِس دل کا کنول پایا

دل چھوٹ کے جان سے، گور کی منزل مین رہ گیا
کیسا رفیق ساتھ سے، مشکل مین رہ گیا

آئے بھی لوگ، بیٹھے بھی، اُٹھ بھی کھڑے ہوئے
مین جا ہی ڈھونڈھتا تری محفل مین رہ گیا

آتش کو دستِ تیغ سے، ممکن ہوا نہ زخم
بیچارہ مر کے حسرتِ قاتل مین رہ گیا

سُن تو سہی جہان مین ہی تیرا فسانہ کیا؟
کہتی ہی تجکو خلقِ خدا، غائبانہ کیا؟

زیرِ زمین سے آتا ہی جو گل، سو زر بکف
قارون نے راستے مین لُٹایا خزانہ کیا؟

چارون طرف سے صورتِ جانان ہو جلوہ گر
دل صاف ہو ترا، تو ہی آئینہ خانہ کیا؟

طبل و علم ہی پاس نہ اپنے، نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہو کے، کرے گا زمانہ کیا؟

آتی ہی کس طرح سے مرے قبضِ موت کو
دیکھون تو موت ڈھونڈھ رہی ہی بہانہ کیا؟

یون مدعی حسد سے نہ دے داد، تو نہ دے
آتش غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا؟

جگر کو داغ مین مانند لالہ کیا کرتا؟
لبالب اپنے لہو کا پیالہ کیا کرتا؟

ملا نہ سرو کو کچھ اپنی راستی سے پھل
کلاہ کج جو نہ کرتا، تو لالہ کیا کرتا؟

کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا
کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا؟

مہ دو ہفتہ بھی ہوتا تو لطف تھا آتش
اکیلے پی کے شرابِ دو سالہ کیا کرتا؟

دم نکلتا ہی نہین اے حسرتِ دیدارِ یار
کاش، عزرائیل ہی، تیری سی صورت مانگتا

آتش

خواجہ حیدر علی نام - اور آتش تخلص - باپ کا نام خواجہ علی بخش - دہلی وطن - کچھ عرصے تک فیض آباد مین بھی قیام رہا - پھر وہان سے یہ لکھنؤ آئے اور یہین رہ گئے - سنہ ۱۲۶۳ھ مین انتقال کیا -

انھون نے مسند فقیری چھوڑ کر شاعری مین قدم رکھا تھا اسلیے خیالاتِ فقر دماغ مین تھے - یہ رند مشرب - آزاد - بے تکلف اور منکسر المزاج تھے - عوام مین انکی بڑی قدر تھی اور انکے شاگردون کی تعداد بھی زائد تھی -

دربار لکھنؤ سے اسی ۸۰ روپیہ مہینہ انکو ملتا تھا - مگر خرچ کو کافی نہین ہوتا تھا شاگرد مدد کرتے تھے پھر بھی عسرت سے بسر ہوتی تھی -

شیخ امام بخش ناسخ انکے ہمعصر تھے - اُنکا سا علم اِنکے پاس نہ تھا اور نہ اُنکی سی تمکنت اِنکے مزاج مین تھی - انکے کلام مین بول چال کا مزہ زیادہ تھا اور اخلاق اِنکا بہت بڑھا ہوا تھا - اسیلیے یہ کہا جاتا ہی کہ باوجود اپنے علم و فضل کے انکو ناسخ دبا نہ سکے -

انتخاب

از

کلیاتِ آتش

دیوان اوّل و دوم

۳۹ نشتر

ہاتھ لایا۔ اُنگلی سے اُنگلی ملنے نہ پائی تھی کہ ساقی نے ایک دم سے سب کی سب ڈھالدی شراب مُنھ مین نہین گئی۔ اُنگلیون کے جوف سے گدڑی (خرقہ) پر گر پڑی۔ گدا کا حلق تر نہ ہوا۔ اور اُسکی رسوائی کے سامان جمع ہو گئے۔ گدا اپنی اُنگلیون کو الزام نہ دیگا۔ ساقی ہی پر تمام الزام رکھ کر کہے گا۔ "پیالے مین لائے تھے یا غربال (چلنی) مین؟"۔ رباعی یہ ہے:

آنرا کہ ز دست بے زری پامال است — رسوائی نیز لازمِ احوال است
من تشنہ لبم و خرقہ آلودہ بہ مے — ساقی مگرت پیالہ از غربال است

اِس رباعی مین نہ کوئی استعارہ ہے اور نہ کوئی تشبیہہ ہے۔ محض واقعات کی مصوری ہے۔ بہت سے نامی اساتذہ کا کلام اِس کتاب مین نہین ہے۔ کوئی یہ خیال نہ کرے۔ کہ مجھے اُن سے عقیدت نہین ہے۔ جتنے شاعرون کے کلام پر پہلے میری نظر پڑ چکی تھی۔ انھین کا یہ انتخاب ہے۔ اس کتاب کے لیے مین نے جدید محنت گوارا نہین کی۔

محمد احسان اللہ عبّاسی

گورکھپور — ۱۲۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء

دبیر۔ اور انیس کی شاعری نے گو اُسمین کتنا ہی مبالغہ تھا۔ قومی حالت سنبھالنے مین وہ کام کیا جو اُسوقت کے واعظون سے ممکن نہ تھا۔

معذرت

سب جانتے ہین کہ مین شاعر نہین ہون محض کلام موزون کرلینا شاعری نہین ہی میرے قلم سے کبھی ایک مصرعہ بھی ایسا نہ نکلا۔ کہ قلم سے نکلتا اور زبانون پر روان ہو جاتا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی مذاق سخن رکھتا ہون۔ اسی نے تمام عمر مجھ سے اچھے اشعار پر نشانات بنوائے اور اسی نے مجھ سے یہ کتاب لکھوائی۔ اگر میرے انتخاب مین کوئی لغزش ہو تو شعرا سے امید ہی کہ چشم پوشی کرین گے۔ مین نے اشعار منتخب کرنے مین ہر مذاق کا خیال رکھا ہی۔ گو نشترون پر نمبر لگاتے وقت صرف اپنا ہی مذاق مدنظر رکھا ہی۔

اختلاف مذاق ایک ایسی چیز ہی کہ اِس سے کوئی ہدف ملامت نہین ہو سکتا مثلاً کلیات غالب فارسی مین ایک بہترین رباعی میری نظر سے گذری۔ لیکن اسکا مطلب صحیح اگر وہ ہی جو مولف یادگار غالب نے لکھا ہی تو وہ بدترین رباعی ٹھہرتی ہی۔ یادگار غالب مین جو معنی درج ہین غلط نہین ہین۔ لیکن اختلاف مذاق نے دو معنی پیدا کر دیے۔ ناظرین اول وہ معنی پڑھین جو یادگار غالب مین درج ہین۔ اسکے بعد میرے مطلب پر غور کرین۔ اور پھر اختلاف مذاق کا فرق دیکھین۔

غالب نے ایک گدائے مے کی تصویر بیان مین کھینچی ہی۔ گدائے مے وہی ہوگا جس نے ابتدائے عمر عیش مین گذاری ہے۔ جب وہ درِ میکدہ پر جائے گا تو پیر خرابات اُسے دور ہی سے رخصت کرنا چاہے گا۔ گدائے میخانہ طالب زر نہین ہی۔ اُسے ٹالنے کے لیے ساقی دُردتہ جام لیکر جائے گا اور کہے گا "اوک لگاؤ مین ڈھالتا ہون" گدا اس خیال مین ہی کہ وہ اُنگلیان باہم چپکا کر تکلف کے ساتھ ہونٹھ تک لائے۔ اور آہستہ آہستہ آب انگور حلق کے نیچے اُتارے۔ ساقی کو اس قدر اعتنا اور فرصت کہان ہی؟ گدا ہونٹھ تک

شاہ عالم کے زمانہ سے شعرا مفلس ہونے لگے۔ اور اِسی لیے فن شاعری منحوس مشہور ہوگیا۔ یہ نحوست شاعری کی بدولت نہ تھی یہ پچھلی غفلتون اور بدکاریون کا نتیجہ تھی۔ پھر بھی حالت افلاس کو وہ شعرا جس خوبصورتی سے نباہتے تھے وہ محض شعرگوئی کی برکت تھی۔ دہلی کے براے نام بادشاہون یا اودھ کے کم اختیار بادشاہون کی مصاحبت سے شاعری ذلیل نہین ہوسکتی۔ اِن بادشاہون کے دربار کی عزت۔ حرمت۔ شایستگی انھین شاعرون کی بدولت تھی۔ جو وقت اُنکا شاعرون کی صحبت مین گزرتا تھا وہ اُن وقتون سے کہین اچھا ہوتا تھا جو وہ دیگر مزخرفات مین صرف کرتے تھے۔ بیشک اُس زمانے کے تمام شعرا قابل تحسین نہین ہین۔ لیکن قوم کی حالت انقلاب زمانہ نے جس حد تک پہونچا دی تھی۔ اُسپر لحاظ کیا جائے تو شاعرون کی حالت بہت غنیمت تھی۔ شاعری خاندان مغلیہ کے عروج کے زمانہ مین بھی تھی لیکن اُس وقت زمانہ موافق تھا تو اُسکی حالت بھی اچھی تھی۔ واجد علی شاہ اور محمد شاہ کے دربار مین اُتنے شاعر نہ تھے۔ جتنے اکبر اور جہانگیر کے زمانہ مین تھے۔ اکبر اُمی محض تھا۔ لیکن کبھی کبھی شاعرون کے کلام پر تنقید کرتا تھا۔ جہانگیر شعرا کے ایک ایک لفظ پر ایسی غامض نظر ڈالتا تھا کہ شعرا اُسے اُستاد سمجھتے تھے۔ جس وقت امور ملکی سے بادشاہان سلف کے دماغ تھک جاتے تھے تو بزم شعرا اُنکے دماغ کے لیے مفرحات جالینوسی کا کام دیتی تھی۔

محمود جس کا زمانہ زائد تر لوٹ مار کے لیے مشہور ہے۔ اُسکا دربار بھی شاعرون سے خالی نہین تھا۔ بلکہ اُسی کے عہد مین فارسی شاعری کی نشو و نما ہوئی ہی۔ اور اُسکے عہد کے شعرا سے اگر برابری کر سکتے ہین۔ تو دربار اکبری و جہانگیری یا شاہان صفویہ کے شعرا۔

خلاصہ یہ کہ ہر قرن مین جذبات انسانی پر شاعری کی حکومت رہی ہی۔ واجد علی شاہ اور اُسکے ماقبل اور مابعد زمانہ کی شاعری بدنام ہی۔ لیکن اُس زمانہ مین بھی شرفا نے شاعری سے امتیاز قائم رکھا۔ جو شاعر نہ تھے وہ کمینون مین ملکر تمغہ شرافت کھو بیٹھے۔ متاخرین مین

شاعری کے عیب و صواب جانچنے کے لیے محض زمانۂ موجودہ پر غور کرنا مناسب نہین ہو۔ گزشتہ زمانہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔ یہ شریف فن ہر زمانہ مین شریف رہا ہی۔ ابتداے اسلام مین بیشک شعرا کی قدردانی جیسا کہ چاہیے نہین ہوئی۔ خالد ابن ولید کا واقعہ مشہور ہی کہ اُن کے معاتب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایک شاعر کو اُنھون نے حیثیت سے زیادہ انعام دیا تھا۔ اُسوقت مقتضاے حکمت یہی تھا۔ تمام عرب شاعر تھے اور اُن کی دلبستگی سب سے زیادہ شعرگوئی مین تھی۔ اُنکو ایک دوسرے کلام کی طرف رجوع کرنیوالے اصحاب اگر شعرگوئی سے اُنکے دل نہ پھیرتے تو وہ اہم امور جو اُس زمانہ مین پیش نظر تھے اور جنکی نظیر دنیا مین اُسکے قبل یا اُسکے بعد نہین ملتی۔ انجام نہ پاتے۔ اسلامی سلطنت کے مستحکم ہونے اور اسلامی تہذیب کے پھیلنے کے بعد کوئی ایسا دور نہین آیا جس مین شعرا باعزت نہ ہون اور شعرگوئی ایک شریف فن نہ سمجھا گیا ہو۔ کسی دور کا کوئی حکمران یا کوئی امیر اس شریف فن سے بے بہرہ نہ تھا۔ بادشاہون کے دربار مین ندیمون کا ایک خاص جلسہ ہوتا تھا جسمین شعراے نامی صدرنشین ہوتے تھے۔ اس فن کے جاننے والے دنیاوی ترقی مین کسی کی سفارش کے محتاج نہ تھے۔ بنوامیہ اور بنو عباس اور اُنکے بعد بھی جتنے خاندان عجم یا عرب کے حکمران ہوئے۔ سب نے شاعرون کی قدر کی۔ شاعرون کے ذریعہ سے اخلاق حسنہ ملک مین پھیلے۔ مذہبی کتابون کے بعد کلام شعرا موعظت حسنہ تعلیم کرتے رہے۔

اسلام کے ساتھ کوئی خصوصیت نہین ہی۔ اور اقالیم مین بھی شعرا نے بڑی بڑی قومی خدمتین کی ہین۔ انگلستان مین شکسپیر کا کلام بائبل کے بعد اپنا درجہ رکھتا ہی۔ مسلمانون مین قرآن اور حدیث کے بعد بہت سے شاعرون کے کلام کا درجہ ہی۔ فردوسی نے تمام ایران کے بڑے بڑے لوگون کے نام اِس طرح روشن کر دیے کہ کسی تاریخی کتاب نے دنیا کی کسی گزشتہ قوم کے ساتھ یہ سلوک نہین کیا۔ ہندوستان مین سنسکرت اور بھاشا کے شعرا نے عوام پر جس قدر اچھے اثر ڈالے وہ یہان کی مذہبی کتابون سے بھی نہ پڑ سکے۔

ثابت نے پیغمبر خدا کی تعریف اور اسلام کی خوبیون کے بابت لکھا تھا۔ اس خیال سے کہ اشاعت اسلام مین وہ معین تھا پسند کیا یا اور ایک قول بھی آپکی طرف منسوب کیا جاتا ہی "ان من الشعر لحکمتہ وان من البیان لسحرا" (بعض شعر حکمت ہی اور بعض بیان جادو ہی) حضرت عمر فاروق رض کو مذاق شاعری صحیح تھا۔ گو اُنھون نے شاعرون کی بہت عزت نہ کی ماحصل یہ ہوا کہ شاعری مین عموماً لغویات ہوتے ہین۔ لیکن اگر عمدہ باتین اُسمین بیان کیجائین تو عیب نہین ہنر ہی۔

بلاد اسلام مین عرصہ تک شاعری اور مردانگی کا ساتھ رہا۔ لیکن قومی زوال کے ساتھ شاعری کی بُرائیان بڑھتی گئین اور دنیاوی کام سے شاعری انسان کو باز رکھنے لگی۔ اِس لیے دنیا کے بڑے بڑے کام کرنے والے باوجود مذاق شاعری رکھنے کے لوگون کو شعر گوئی سے نفرت دلانے لگے۔ اور ہندوستان مین اُنیسوین صدی عیسوی خصوصیت کے ساتھ اُن بُرائیون کی یادگار رہی جو شاعری سے پیدا ہو سکتی ہین۔ آخر آخر محض بیکارون کا مشغلہ شاعری تھا۔ مجھے اپنی طالب علمی کا زمانہ یاد ہی۔ کہ جتنے ذہین اور طباع لڑکے علی گڈھ مین دہلی۔ مرادآباد۔ اور آگرہ سے آتے تھے وہ سب شعر کہتے تھے۔ شعر موزون کرنے سے اُنھین فرصت نہین ملتی تھی کہ ریاضی کے سوالات حل کرین۔ شاعری کی بدولت وہ اردو نثر تو بہت صحیح لکھتے تھے۔ اور اس طرح لٹریچر کا مذاق عام اُنھین انگریزی لٹریچر مین بھی بُرا نہین رکھتا تھا۔ لیکن علم ریاضی کی کمی اکثر امتحان کے بعد اُنھین مفتون یا یوس رکھتی تھی۔ ممالک متحدہ جو علم وفن مین تمام ہندوستان پر فائق۔ اخیر اخیر اس شعر گوئی کی بدولت علم مغربی سے محروم رہا اور اہل ملک کے سامنے اُسے نیچا دیکھنا پڑا۔ شروع شروع انگریزی سے مسلمانون کا تنفر بھی کچھ سد راہ تھا۔ لیکن بہت بڑا مرض شاعری اور شاعرون کی صحبت تھی جو سنِ رشد کے بعد ذہین اور طباع لڑکون کو وارستہ مزاجی کی طرف مائل کر دیتی تھی اور اسکے ساتھ ہی استغنا کا سبق دیتی تھی۔ اور اس طرح دنیا کے جولان گاہ مین وہ پیچھے رہتے تھے۔

عرب کے زمانۂ جاہلیت مین فن حرب سے واقف ہونے کی طرح شاعر ہونا بھی لوازم سرداری مین داخل تھا۔ چنانچہ کفار عرب پیغمبر خدا کو اُنکی کامیابیان دیکھکر شاعر کہتے تھے اور قرآن شریف کی نسبت یہ خیال کرتے تھے کہ آنحضرت کی کامیابی اسی نظم کی بدولت ہی مسلمانون کی ابتدائی لڑائیان کتب سیر مین دیکھی جائین تو مسلمانون اور کافرون دونون کی جانب عورتون کا گلا بانسری اور اُنکا دف جنگی باجون کا کام دیتا تھا اور اشعار جو عورتین جوش دلانے کے لیے پڑھتی تھین یا مرد میدان خود رجز خوانی کرتی تھی۔ اُس سے بعینہ وہی غرض حاصل ہوتی تھی جو اسوقت یورپ کی فوجون مین الکوہل پلانے سے حاصل ہوتی ہی۔ یہ اشعار دوران خون تیز کرنے اور دل مین جوش پیدا کرنے مین برانڈی سے بڑھکر باثر تھے۔ اسلام پھیلنے پر بھی عرب کے شعرا عموماً فنون رزم سے واقف ہوتے تھے متنبی کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مصر۔ شام۔ اور عراق کے تمام امرا کے پاس تلاش روزگار مین یہ چکر لگاتا رہا۔ لیکن صورت ملازمت پیدا نہ ہوئی۔ اُمرا بڑی قدر و منزلت سے آؤ بھگت کرتے تھے۔ لیکن دے دلا کر بہت جلد رخصت کر دیتے تھے۔ ٹھہرنے نہ دیتے تھے کہ مبادا اسکے مقابلے مین امیر کا رنگ پھیکا پڑ جائے پہلے شعرا دلیر ہوتے تھے۔ خودداری کا شوق رکھتے تھے۔ امیرون کی بیجا تعریف سے احتراز کرتے تھے مسلمانون مین شاعرون کی بیقدری چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوئی جب اُنھون نے دربار شاہی مین رسوخ حاصل کرنے کے لیے شعرگوئی اختیار کی اور پھر رفتہ رفتہ شاعرون کی حالت جس حد تک پہونچی ہی ظاہر ہی۔

اسلامی نظر سے شاعری دیکھی جاے۔ تو سب کے پہلے آیہ قرآنی "الشعراء یتبعھم الغاوٗن" (گمراہ لوگ شعرا کی تبعیت کرتے ہین۔)" پر نظر پڑے گی۔ زمانۂ جاہلیت مین شاعری کی بدولت ہجوگوئی اور ہجوگوئی کے ذریعے سے نفاق قومی قائم تھا۔ تعشق کے ناجائز جذبات کو بھی اِس سے ترقی تھی یہ پیغمبر خدا نے اُن بُرائیون کی وجہ سے یا اِس خیال سے کہ قوم کو ایک دوسری راہ پر لیجانا تھا۔ شاعری کی کبھی طرفداری نہ کی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی وہ قصیدہ جو حسان بن

ہر قوم اور ہر زمانے مین شاعری کا رواج پایا جاتا ہی۔ ہر سخن مین اثر سحر اسی طرح مخفی رہتا ہی جس طرح ہوا مین برق چھپی رہتی ہی اور جب وہ موزون ہوتا ہی تو اُس کا اثر قوی تر ہو جاتا ہی۔ شاعری نے دنیا مین بڑے بڑے کارہاے نمایان کیے ہین۔ تمام کارنامون کا بیان کرنا یہان مقصود نہین ہی۔ اُسکے لیے ایک جدا کتاب درکار ہی۔ صرف چند واقعات کے تذکرے سے ناظرین پر یہ ظاہر کیا جاتا ہی کہ شاعری جس حالت سے سردست ہندوستان مین ہی اِس سے کہین بلند تر مقام اسکا پہلے تھا۔

یورپ کے پولٹیکل معاملات مین بھی شاعری نے مداخلت کی ہی۔ مثلاً زمانۂ قدیم مین یونانیون نے جزیرہ سیلمس کے لیے مگارا کے مقابلہ مین اتنی شکستین کھائین کہ دل چھوٹ گیا اور آیندہ محرکِ جنگ کے لیے قتل سزا تجویز کی۔ اُس وقت یونان کے مشہور مقنن شاعر سولن نے تحریک جنگ پیش کرنے کے لیے خود کو دیوانہ مشہور کیا۔ اور ایک روز بُرا نے کپڑے پہن کر گلے مین رسی ڈال کر اور اوپر سے ایک بوسیدہ چادر اوڑھ کر اِس طرح گھر سے برآمد ہوا کہ بہت سے لوگ براہ ہمدردی جمع ہو گئے۔ جب اُس نے مجمع کثیر اپنے گرد دیکھا تو ایک نظم جو اُسی موقع کے لیے اُسنے کہی تھی نہایت پر درد لہجہ مین پڑھی۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ اِس وقت تمام دنیا کے علم اور حکمت سے سراسینہ پُر ہی۔ لیکن پیشانی پر یہ لکھا ہوا ہی کہ سیلمس کی لڑائی سے بھاگنے والا اور اتھینز کا رہنے والا سولن یہی ہے۔ اِس نظم نے اس درجہ جوش پیدا کیا کہ تمام لوگ چلا اُٹھے کہ ہم قوم کی پیشانی کا داغ دور کرین گے۔ اور پھر فوراً ماہی گیرون کی کشتیون پر سوار ہوے۔ اور سیلمس پہونچکر ایسی زبردست لڑائی لڑے کہ ہمیشہ کے لیے سیلمس یونان کے زیر حکومت ہو گیا۔

اُنیسوین صدی عیسوی مین لارڈ بائرن کی ایک نظم نے فرانس۔ انگلستان۔ اٹلی۔ آسٹریا اور روس کو اِس درجہ یونان کا ہمدرد اور ترکون کا مخالف بنا دیا کہ ۱۸۲۷ء مین یورپ کی متفقہ قوت سے ترک شکست پاکر یونان کے آزاد کرنے پر مجبور ہوے۔

طرف مائل تھے اور ایران کے اہل کمال بھی عربی ہی مین اشعار کہتے تھے۔خراسان کے قیام سے مامون رشید زبان فارسی سمجھنے لگا تھا۔اسکے لیے ابوالعباس مروزی نے کچھ اشعار فارسی مین تصنیف کیے تھے لیکن اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ فارسی اشعار مامون رشید کے زمانہ مین رواج پذیر ہوے۔ابوالعباس مروزی کا کلام فارسی مین وہی درجہ رکھتا ہی جو خسرو کا کلام اُردو یا ہندی مین رکھتا ہی۔اسلام کے قبل زبان پہلوی کے بڑے بڑے شاعر موجود تھے۔لیکن زمانۂ اسلام مین شعراے زبان عربی کے مقابلہ مین اُنکا کہین پتہ نہ تھا۔

تیسری صدی ہجری مین سلطنت عباسیہ کی کمزوری کے ساتھ ملکی زبان نے زور پکڑا لیکن عربی اور ترکی زبان کے میل نے اسمین بڑا تغیر پیدا کیا اور اب یہ زبان فارسی زبان مشہور ہوئی۔سلاطین طاہریہ اور صفاریہ نے فارسی شاعری کو اسی طرح زندہ کیا جس طرح بہمنی اور عادل شاہی سلطنتون نے اُردو شاعری کی بنیاد دکن مین ڈالی تھی۔اسکے بعد ساسانیون نے فارسی شاعری کو خاص طور پر رواج دیا۔نصر بن احمد سامانی کے وقت مین بہت سے فارسی شعرا دربار شاہی مین رسوخ رکھتے تھے۔انمین رودکی خاص طور پر قابل ذکر ہی۔اسکو فارسی شاعری کا باوا آدم اسی طرح کہتے ہین جس طرح ولی کو اُردو شاعری کا رواج دینے والا ہندمین سمجھتے ہین۔اسکے بعد جب محمود غزنوی نے ملکی دفتر فارسی زبان مین قائم کیا اور فردوسی سے شاہان ایران کا تذکرہ فارسی نظم مین لکھوایا۔اُس وقت پورے طور پر فارسی زبان عربی کی قید سے آزاد ہوئی۔گو اُسکے احسانات سے سبکدوش نہ ہوسکی۔فارسی شاعری مین اول عربی شاعری کا رنگ تھا۔اشعار جوشیلے ہوتے تھے۔اور شاعرون کو خودداری کا پاس ہوتا تھا۔لیکن کفار مغل کے زمانہ مین جو تباہی مسلمانون پر آئی اُسکے اثر سے شعرا کے دل بجھ گئے اور اُسکے بعد شاعرون مین جوشیلے مضامین کی قابلیت نرہی اور پھر متاخرین نے اُنھین کا تتبع کیا۔اور ایک نئے طرز کی شاعری جاری ہوئی۔جسکا نمونہ اُردو شاعری مین موجود ہی۔

شاعری کی بھلائیان اور برائیان

ہوتے جاتے ہین۔ لیکن اس تھوڑے سے زمانہ مین اُردو شاعری نے اپنا درجہ کمال حاصل کرلیا۔ میرا خیال یہ ہی کہ آمیر و داغ پر اردو شاعری کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ اسباب جو اسکی ترقی کے سبب تھے زائل اور معدوم ہو رہے ہین۔ مگر جو شاعری مرثیہ گوئی کے پیرایہ مین پچھلے زمانہ مین قائم ہوئی اُسکی بابت کوئی پیشینگوئی نہین کی جاسکتی ہی۔

زبان فارسی اور اُسکی شاعری

اُردو اگر سنسکرت کا پسر صلبی ہی تو فارسی کا پسر متبنی ہی۔ بظاہر اُسے فارسی کی خو بو سے زائد تر مناسبت ہی۔ اِس لیے کچھ حال زبان فارسی کا بیان کرنا نامناسب نہ ہوگا۔

تاریخون سے پتہ لگتا ہی کہ قدیم زمانہ مین جن لوگون نے ہندوستان فتح کیا اُنھین کے بھائی بندون نے ایران بھی فتح کیا۔ فاتحان ایران کی تہذیب اور شایستگی کے زمانہ مین جو زبان مہذب اور باقاعدہ ہوکر ایران مین ملکی زبان قرار پائی اُسے ژند اوستا کہنے لگے سنسکرت اور ژند کا مخرج ایک ہی ہی لیکن تغیرات زمانہ سے سنسکرت اور ژند دو زبانین ہو گئین۔ آج سے ۲۲ سو برس پہلے یونانیون کی چڑھائی سے ایران مین ژند پر ویسا ہی اثر پڑا جیسا کہ بودھ مذہب کے عروج کا سنسکرت پر پڑا۔ اور چھ سو برس کے بعد ساسانیون نے ایرانیون کے اثر دور کرنے مین وہی کام ایران مین کیا جو شنکر اچارج نے ہندوستان سے بودھ مذہب کا اثر مٹانے مین کیا تھا۔ ژند تو واپس نہ آسکی۔ لیکن ساسانیون کی کوشش سے اُسکی جگہ پہلوی قائم ہو گئی اور مسلمانون کی چڑھائی تک تھوڑے بہت تغیرات کے ساتھ قائم رہی۔ خلیفہ دوم نے ایران فتح کرکے کاغذات سرکاری ملکی زبان مین رہنے دیے اور ولید کے شروع عہد تک ایسا ہی رہا۔ ولید کے زمانہ مین حجاج گورنر خراسان نے عربی زبان مین دفتر قائم کیا۔ جو محمود غزنوی کے عہد تک قائم رہا۔ خلفاے عباسیہ کے زمانہ عروج مین کل کاغذات سرکاری عربی زبان مین تھے۔ باوجود اسکے کہ خلیفہ دوم کے عہد سے ولید بن عبدالملک کے زمانہ تک ملکی زبان مین کوئی دست اندازی نہین ہوئی تھی۔ لیکن اس زمانہ کے شعرا عربی لٹریچر کی

بڑے بڑے شہرون اور چھوٹے چھوٹے قصبات مین بھی اپنی اپنی ٹکڑیان جدا ہوتی تھین جب اُستاد کسی مشاعرے مین جاتا تو سیکڑون شاگرد پیچھے پیچھے ساتھ ہوتے تھے۔ ہر ایک شاگرد کو یہ خیال رہتا تھا کہ اُسکا اُستاد مشاعرے مین بالا رہے۔ اُستاد کے مُنھ سے ایک مصرع نکلا نہین کہ شاگردون نے واہ وا کی صدا بلند کی۔ یہ واہ وا رفتہ رفتہ ایک قومی مذاق ہو گیا۔ اور اُسکے ذریعے سے دل توڑ توڑ کر ایسے مضامین اساتذہ پیدا کرنے لگے کہ بڑے بڑے دور سابق مین بھی یہ صورت ترغیب کی پیدا نہین ہوئی تھی۔ فوجی جنرلون کو اپنے سپاہیون پر وہ حکومت نصیب نہین ہوئی تھی۔ جو ان اساتذہ کو اپنے شاگردون پر نصیب تھی۔ جب باہر سے اساتذہ دہلی کی طرف رجوع ہوے تو دہلی والون نے اُنکا خیر مقدم اس جوش و خروش سے کیا کہ بادشاہون کو بھی رشک آیا۔ دہلی مین اساتذہ پہونچے نہین کہ ہزارون شاگرد اُنکے گرد جمع ہو گئے۔ اس طرح دہلی اُردو شاعری کا مرکز بن گیا۔ خود شاہان دہلی بھی شاگردون کے زمرہ مین داخل ہوے اور شاہی رجحان دیکھکر اور بھی عوام کو رغبت ہوئی اور شعر گوئی نہایت شریف فن اور بہترین مشغلہ سمجھا گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ بادشاہون کو بھی اُن اساتذہ کی عام مقبولیت پر رشک آیا اور یہ رشک دہلی کے افلاس کے ساتھ ملکر اُن اساتذہ کے پھر نقل مکان اور لکھنؤ کو ایک دوسرا مرکز شاعری قرار دینے کا سبب ہوا۔ زمانۂ حال مین مرثیہ گوئی نے اُس عام مقبولیت کو ایک دوسرے رنگ مین نمایان کیا ہی اور اب شاعرون کا اعزاز اُنکے شاگردون تک محدود نہین ہی۔ بلکہ اس دائرے کی وسعت نے مرثیہ گو شاعرون کے لیے وہ تحریک زبردست پیش کی جسکا نمونہ سلاطین اسلام کے عہد مین بھی پایا نہین جاتا۔ عام خلقت کی واہ وا کا نتیجہ یہ ہوا کہ فارسیت شاعرون کے کلام صدی دو صدی کے اندر اتنے جمع ہوے کہ گزشتہ صدیون کے تمام بلاد اسلام کے کلام ایک جا کیے جائین تو یہ شاید اُن سے کم نہ ہون گے۔ لیکن زمانہ اپنا اثر سب پر غالب رکھتا ہی۔ رفتہ رفتہ زمانہ نے یہ تعلیم دی کہ دنیا مین کوئی قوم بفکر نہین رہ سکتی۔ فکر معاش اور فکر سخن دو متضاد باتین یکجا نہین ہو سکتین۔ اُمرا کے جی بہلانے کے خیال سے شعرا محدود

مفصلہ بالا باتین اردو شاعری کی بنیاد قائم ہونے کا سبب ظاہر کرنے کو کافی ہین۔ لیکن اسکی ترقی کے اسباب کا بیان کسی قدر وضاحت سے لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہی یعنی کہ شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ مین جب سلطنت مرہٹون سکھون۔ انگریزون اور نواب ... ان کے ہاتھ مین آئی تو شرفاے ہند جہان تھے بیکار تھے۔ تلوار ہاتھ سے جاتی رہی۔ نظم مملکت مین انکو کوئی دخل نہ تھا اور نہ انکو دنیا کا کوئی کام تھا۔ تجارت سے کوئی مناسبت نہ تھی کہ اسمین اوقات گذاری کرتے۔ صرف بے شغلی اور بیکاری رہ گیٔ اور اسکے ساتھ کچھ دنون تک فارغ البالی سے بسر کرنے کا ذریعہ بزرگون کے وقت کی دولت اور اثاثہ خانہ رہ گیا تھا۔ ہان ایک چیز اور بھی قائم رہی۔ یعنی قومی اعزاز۔ یہان تک کہ دہلی کا شاہ معزول بھی کئی پشت تک عزتون کے طفیل مین خود کو شہنشاہ ہند سمجھتا رہا۔ اس اعزاز نے مسلمانون کو دنیاوی ترقی سے اور بھی باز رکھا اور میرے لفظون مین انکی بے فکری کا یہ بھی ایک سبب تھا۔

غرضکہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک ایک ہی رنگ کے بفکرے لکھے پڑھے مسلمان ہوشیار طبائع دفعتاً شحنۂ معزول کی صورت مین آ گئے۔ ہنسی۔ مذاق دل لگی۔ عیش پسندی کے سوا اور کوئی کام انکو نہ تھا۔ دفعتہً تمام ترجحان انکا اسباب ترقی دماغ جمع کرنے کی طرف ہوا۔ اور اس بیکاری مین جتنے مشاغل انکے تھے۔ یا فطرتاً ہو سکتے تھے۔ انکی مثال دنیا کی تاریخ مین مشکل سے ملے گی۔ صرف شاعری اُس وقت کی یادگار یا ایک نمونہ باقی رہ گیا ہی۔ شاعری کی یہ کیفیت تھی کہ جسکی طبیعت اس سے زائد تر مناسب ہوئی۔ وہ استاد گنا جاتا تھا۔ سیکڑون ہزارون اسکے شاگرد ہوتے تھے۔ مکتب سے نکلکر نوجوانون کا یہی مشغلہ تھا۔ نہ گھوڑا دوڑانے کا شوق تھا۔ نہ ہتھیار چلانے کا مشغلہ تھا۔ کھانے پینے یا دیگر اسباب تعیش سے جسے ذرا فرصت ملتی تھی ایک ہاتھ مین قلم اور دوسرے مین کاغذ لیکر برسون فکر سخن مین مشغول رہتا تھا۔ ہفتہ وار مشاعرے ہوتے تھے

دکن سے دہلی آیا۔ اِس دیوان نے صرف ہندی بھاشا کی بیخ کنی نہین کی بلکہ فارسی کی بھی کساد بازاری کا یہ سبب ہوا۔ اِس نے اُردو کلام مین فارسی کا مزا دکھایا۔ عوام کو اِس کے سمجھنے مین آسانی ہوئی۔ اور اُردو شاعری نے دفعتاً اپنا نقشہ دہلی مین جمالیا۔ ہر شخص اُردو شعر کہنے کی طرف مائل ہوا۔ حتیٰ کہ دہلی کے بادشاہون نے بھی جو نام کے بادشاہ رہ گئے تھے یہی شغل اختیار کیا۔ جب مشاعرون مین بادشاہ کی غزلین پڑھی گئین تو مشاعرہ مین شریک ہونا منجملہ شرافت ہو گیا۔

محمد شاہ کے وقت سے شاہ عالم بادشاہ کے عہد تک یعنی ۱۱۳۱ھ سے ۱۲۲۱ھ تک (۱۷۱۹ء سے ۱۸۰۶ء تک) آرزو۔ فغان۔ مظہر جانجانان وغیرہ وغیرہ بہت سے نامی شعرا دہلی مین گزرے ہین۔ مگر انکے کلام نے فارسی شاعری کی برابری نہ کی۔ البتہ حاتم کے شاگرد سودا کے کلام کو یہ رتبہ ملا کہ اہل مذاق بھی فارسی کلام کی طرح اُردو زبان مین لطف پانے لگے۔ اور میر نے تو گویا فارسی کی بنیاد ہی ہلادی۔ سودا کے قبل کسی کا کلام اس قابل نہین ہی کہ اہل مذاق کے سامنے پیش کیا جاے۔ لیکن اِس خیال سے کہ ولی نظم اُردو کی نسل کا آدم ہی۔ اُسکی ایک غزل تبرکاً یہان نقل کردی جاتی ہی۔ اِسکا دیوان لندن اور پیرس مین بھی چھپا ہی۔

بیوفائی نہ کر خدا سے ڈر — جگ ہنسائی نہ کر خدا سے ڈر
ہی جدائی مین زندگی مشکل — آ جدائی نہ کر خدا سے ڈر
آرسی دیکھ کر نہ ہو مغرور — خود نمائی نہ کر خدا سے ڈر
اے ولی غیر آستانۂ یار — جبہ سائی نہ کر خدا سے ڈر

اِس غزل مین مین نے اتنا ہی تصرف کیا ہی کہ "خدا سون" کو خدا سے کر دیا۔ میر۔ سودا اور انشا کی زبان ولی کی زبان سے کہین اچھی ہی۔ لیکن اُسوقت کے بعض الفاظ بھی اب متروک ہو گئے ہین۔ اُنکا کلام نقل کرنے مین بھی مین نے ایسے تصرفات جائز رکھے ہین۔

اُسی طرح ہندوستان مین اُردو زبان خود بخود قائم ہوئی۔ مسلمانون نے کوئی مداخلت نہ کی۔ بلکہ مسلمانون کے زوال کے ساتھ اسکی ترقی شروع ہوئی۔ مسلمانون کا اُردو زبان کا سرپرست ہونا اِس سے بھی ظاہر ہو کہ انگریزون کے عہد مین مرزا نوشہ غالب پہلا وہ شخص ہوا ہی جس نے اُردو مین خط وکتابت کرنا ایجاد کیا اور دوسرون نے اُسکا تتبع کیا۔ جناب میور صاحب لفٹنٹ گورنر نے اُردو کتابون کے لکھنے پر انعام دیے۔ اور مرزا نوشہ کو وقتاً فوقتاً سراہا۔ انگریزی اسکولون کے لیے اُردو زبان کے قاعدے تصنیف ہوے۔ علمی کتابین بھی اُردو مین ترجمہ ہوئین۔ ہم جناب منشی نولکشور صاحب مرحوم کی ذات کو بھی نہین بھول سکتے۔ کہ اُنکی وجہ سے بہت سی اخلاقی اور مذہبی کتابین عربی۔ فارسی اور سنسکرت سے اُردو مین ترجمہ ہوئین۔ پھر کیا تھا لوگون کی توجہ ادھر ہوئی۔ اب یکھیے سیکڑون اخبار۔ ناول۔ گلدستہ۔ دیوان چھپنے لگے اور اُردو بھی ایک مستند زبان ہوگئی۔ آج وہ کونسا خیال ہے جو اُردو زبان مین ادا نہین ہوسکتا۔ آج اُردو دانون کو اپنی نظم ونثر لکھنے مین وہی دعوی ہی جو اور مہذب ملکون کے فصحا اور بلغا کو ہی ہماری قوم کے لکچرار لاکھون ہزارون آدمیون کے سامنے اظہار مدعا عمدہ سے عمدہ پیرایہ مین کرسکتے ہین۔

دلّی اور لکھنؤ کے شعرا

محمد شاہ کے زمانہ مین جب سلطنت تباہ ہونے لگی تو بیکاری کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ تلوار کمر سے کھل گئی اور قلم کے معمولی مشاغل جاتے رہے۔ جو شخص جہان تھا بیکار تھا۔ جو کوئی گھبرا کر دلی چلا آیا وہ وہان کے بیفکرون کی جماعت مین اضافہ کرنے کے سوا اور کچھ نکرسکا وہان ہنسی مذاق گانے بجانے کے سوا اور کوئی شغل کسی کا نہ تھا۔ حتی کہ مذہبی پیرایہ مین بھی اسی شغل کو زائد تر رونق تھی۔ رندون مین ڈوم اور ڈومنون کی عزت تھی۔ اور مذہبی گروہ مین قوالون کی چاہ تھی۔ اُس وقت تک صرف فارسی کے کلام اور بھاشا کے گیت قوالون اور ڈنڈیون کی زبان پر تھے۔ اسی زمانہ مین شمس ولی اللہ متخلص بہ ولی اپنا دیوان ساتھ لیکر

مختصر نویسی کو سرا ہے کہ وہ اتنا معقول اور پاکیزہ نکلا کہ عام طور پر مقبول ہوا اور گزشتہ صورت معدوم ہوگئی - چین اور جاپان مین دیکھیے کہ وہان ہر لفظ یا ہر جزو لفظ کے لیے جدا جدا صورتین ہین - انگریزی اور ناگری مین ہر آواز کے لیے ایک حرف ہی اور ہر حرف کو پورا لکھنا پڑتا ہی فارسی کا یہ اعجاز ہی کہ ہر آواز کے لیے حروف اور ہر لفظ پیدا کرنے کے لیے حروف کے شوشے کافی ہوتے ہین - مثلاً معتبر پانچ حروف کا لفظ ہی مگر اُسکے لکھنے مین اتنی جگہ نہین گھرتی ہی - جتنی کہ انگریزی کے M یا ہندی म لکھنے مین - ایران کو جس ایجاد پر ہزارون برس سے ناز تھا اور جس کا نظیر دنیا مین نہ تھا - آج بعض حضرات اُس کو مٹانے کی کوشش کرتے ہین اور اس ترقی معکوس کو سعی مشکور سمجھتے ہین - اور یہ نہین سمجھتے کہ فارسی حروف جس نے ایجاد کیے اُسنے لٹریچر پر بڑا احسان کیا ہی -

مسلمانون کے عہد سلطنت مین فارسی زبان مین خط وکتابت ہوتی تھی - لکھے پڑھے لوگ اُردو زبان مین خط وکتابت کرنا ننگ سمجھتے تھے - کوئی خصوصیت مسلمانون کے ساتھ نہ تھی ہندوؤن مین کایستھ اسپر زیادہ سختی سے پابند تھے - مسلمانون مین اہل سیف - اہل قلم - تجارت پیشہ - مزدوری پیشہ - گدائی پیشہ - سبھی طرح کے لوگ تھے - اور کایستھون مین بجز لکھنے پڑھنے کے اور کوئی پیشہ نہ تھا - اور اِس لیے کایستھون کو فارسی زبان سے بہت زیادہ مناسبت تھی - اُردو زبان جاری ہونے پر ایک عرصہ تک اُردو زبان مین فارسی الفاظ کا مسرفانہ استعمال کایستھون نے قائم رکھا - آج کایستھون مین جو حالت فارغ البالی ہی وہ اِس لیے بھی ہی کہ عدالتی زبان سے اُنکو زیادہ مناسبت تھی - اور اگر فارغ البالی مین اب کوئی کمی آچلی ہی تو صرف اِس لیے کہ انگریزی اور اُردو کی اشاعت سے اُنکے رزق مین اور بھی حصہ دار ہوگئے ہین اور ناگری حرفون کی ترقی سے اغلب ہی کہ اُن حصہ دارون مین اور بھی اضافہ ہو -

جس طرح دنیا مین سیکڑون زبانین خودبخود معدوم ہوگئین اور سیکڑون خودبخود قائم ہوگئین

خواہش رکھتے ہین - ہماری ہر دلعزیز ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند آنجہانی نے بھی ہندوستان کی زبانون مین اُردو ہی منتخب کی تھی - بنگالی - پنجابی - مرہٹی وغیرہ وغیرہ کہنے کو تو مختلف زبانین ہین - لیکن اگر کوئی اُردو جاننے والا اِن زبانون کو جانتا ہو تو وہ ایک ہفتہ مین دوسرون کو بہ قدر ضرورت بنگالی - پنجابی - مرہٹی سمجھا سکتا ہی - سو پچاس الفاظ سے زیادہ الفاظ نہ ہونگے جنکے سمجھنے کے بعد اُردو الفاظ کو پنجابی یا بنگالی زبان مین ڈھالنا یا بنگلہ اور پنجابی زبان کو اُردو زبان کردینا رفع ضرورت کے لیے کافی ہوتا ہی - جس طرح دہلی کے گرد نواح کے گانوان مین اُردو زبان غلط بولی جاتی ہی اُسی طرح دہلی سے بہت دور پنجاب اور بنگال مین جا کر اِس غلط اُردو کے مختلف نام رکھ دیے گئے ہین - لیکن جو ترقی اُردو زبان مین ہی اُس سے یہ امید کی جاتی ہی کہ ہندوستان کے تمام حصون مین اُردو ہی قائم ہو جائے گی - اُردو اُسی وقت تک اُردو ہی - جب تک فارسی حرفون کے لباس مین ہی - اِس لیے فارسی حرفون کا بھی کچھ بیان ہونا چاہیے - تاریخون سے یہ پتہ لگانا آسان نہین ہی کہ حروف فارسی کس زمانہ مین ایجاد ہوے - میرے نزدیک یہ صورت قرین قیاس ہی کہ ایرانیون کے پاس پہلے لکھنے پڑھنے کے حروف مثل ناگری کے تھے - یورپین - ہندو - ایرانی ایک نسل سے ہین - تینون کی زبانین باہم ملتی جلتی ہین - انگریزون اور ہندوون کی تحریر کی کشش بائین سے داہنی جانب ہی تو قیاس چاہتا ہی کہ ایرانیون کی تحریر کی روش بھی یہی ہوگی - اپنی ترقی کے زمانہ مین اُنھون نے موجودہ فارسی تحریر ایجاد کی اور یہ فارسی تحریر اِس درجہ مرغوب اور آسان نظر آئی - کہ پچھلے طریقے ایران سے بالکل مسدود ہو گئے - ہم اپنے اِس خیال کی تائید مین انگریزی طریقہ شارٹ ہینڈ رائٹنگ پر نظر کرتے ہین - موجودہ انگریزی طرز تحریر جب زودنویسی کے لیے کافی سمجھا گیا تو مختصر نویسی کا ایک قاعدہ نکالا گیا - یعنی علامات سے تھوڑا تھوڑا پیوند لیکر الفاظ کے بنائے جانے کا ڈھنگ ڈالا گیا - جو طریقہ اس طرح نکلا اُسمین پورے طور پر کامیابی نہ ہوئی - ورنہ موجودہ طرز تحریر انگریزی بالکل معدوم ہو جاتا - ایرانیون کے طریقہ

سلطان کا ملازم ہوا۔ ٹیپو سلطان کی ہزیمت کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت ہاتھ آئی۔ اب ایک پنشن خوار ملازم کی حیثیت سے وہ دربار مین طلب ہوا ہی۔ ایک شخص دہلی مین پیدا ہوا اور دوسرا مدراس مین پیدا ہوا۔ دونون کی زبان ہی یکسان نہین ۔ بلکہ لب و لہجہ بھی یکسان ہین یہ صرف لشکری بازارون کا اثر ہو سکتا ہی۔ یہین یہ بھی سمجھ مین آسکتا ہی کہ ان تمام بازارون کی زبان جب یکسان تھی اور دوسرے قرب و جوار کے رہنے والون کی زبانون سے ممتاز تھی تو خود بخود اُردو زبان ہی سے موسوم ہونا چاہیے تھا اور ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح مین نے ۱۹۰۸ء مین کلکتے کا ایک ایسا گھر دیکھا جسمین چھوٹے بڑے سب صحیح اُردو بولتے تھے اور لب و لہجہ بھی دہلی والون کا سا رکھتے تھے۔ مجھے اُنکی صورتون سے حیرت ہوئی کہ اگر یہ اہل دہلی کی نسل سے ہین تو آبنوسی رنگت کیسی ؟ اور اگر صحبت کا اثر ہی تو زبان پر اثر پڑ سکتا ہی نہ کہ لب و لہجہ پر اور وہ بھی تمام گھر والون کے لب و لہجہ پر۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ خاص بنگال کے رہنے والے ہین اور زبان پر جو اثر ہی وہ اُردو بازار کا ہی۔

زبان اُردو کو مسلمانون کی زبان سمجھنا غلطی ہی۔ مسلمانون کے میل جول نے اسپر ضرور اثر ڈالا۔ لیکن وہ اثر مسلمانون تک محدود نہین رہا۔ بڑے بڑے شہر جیسے دہلی۔ آگرہ۔ لکھنؤ بریلی اور مرادآباد وغیرہ وغیرہ مین ہندو اور مسلمان یکسان طور پر صحیح اُردو بولتے ہین۔ اور چھوٹے چھوٹے شہرون مین ہندو اور مسلمان دونون غلط اُردو بولتے ہین ۔ اور اُسی غلط اُردو کو اور دور جاکر ہندی پنجابی۔ بنگالی وغیرہ مختلف نام سے پکارتے ہین ۔ کلکتہ۔ مدراس۔ بمبئی مسلمانون نے آباد نہین کیے ۔ اسلامی سلطنت کے وقت انکا وجود بھی نہ تھا۔ یہان نسبتاً مسلمان بہت کم آباد ہین۔ لیکن اِن شہرون مین بازار کی زبان اُردو ہی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اُردو ایک ایسی زبان ہے کہ وہ خود بخود ہندوستان مین پھیل گئی ہی۔ جتنے لوگ براہ خشکی ہندوستان مین آئے ہین وہ اُردو بولنا آسانی سے سیکھتے ہین۔ انگریز بھی ہندوستان مین آکر اُردو بولنے کی طرف پہلے رغبت کرتے ہین۔ دوسری قومون کے تجار ہندوستان کی بندرگاہون پر اُردو بولنے کی

اور لشکریون کی آمد و رفت پر منحصر رہ گئی۔ تو عوام اور خواص شاعری کی چاٹ سے خاص طور پر اُس لڑکے کی تربیت پر متوجہ ہوے۔ جو اب اپنے پاؤن سے چلنے کے قابل ہو گیا تھا۔ اور پھر دہلی کو جب مرہٹون نے تباہ کیا تو لکھنؤ اِس لڑکے کا جولان گاہ قرار پایا۔ جہان اسنے حیرت افزا ترقی کی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسے ۱۸۳۵ء مین بجاے فارسی کے درباری زبان قرار دیکر اسکے ساتھ بیحد احسان کیا۔

میرے خیال مین بجاے شاہجہان کے ملکہ وکٹوریا قیصر ہند آنجہانی کے عہد سے اس زبان کو منسوب کرنا بھی بے موقع نہ ہوگا۔ اول الذکر کے عہد مین فوجی چھاونیون کے سپاہی جب ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہوتے تھے تو صرف زبان ہی ساتھ نہین لے جاتے تھے لب و لہجہ بھی ساتھ ساتھ لے جاتے تھے۔ اور اس طرح تمام ہندوستان کے اُردو بازارون کا لب و لہجہ ایک سانچے مین ڈھل گیا۔ اور ثانی الذکر کے عہد مین مدارس کی تعلیم کے لیے قواعد بنے اور زبان کی تکمیل ہوئی۔

تمام اُردو بازارون مین لب و لہجہ گفتگو کا ایک ہونا کچھ اور تصریح سے مین بیان کرنا چاہتا ہون۔ ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۱ء تک مین علیگڈھ مین پڑھتا تھا۔ وہان مراد آباد۔ آگرے۔ دہلی۔ شاہجہانپور اور بریلی کے لڑکے پڑھنے آتے تھے اور اُنکے بزرگ بھی کبھی کبھی ساتھ آتے تھے۔ اُسوقت مین نے دہلی کے معمر آدمیون کی زبان میر و سودا کی زبان سے ملتی ہوئی پائی اور اُنکے لہجہ مین ایک خاص قسم کی دلاویزی اور نہ زور پایا۔ پھر بہت عرصہ کے بعد ۱۹۰۲ء مین ایک مرتبہ مین دربار دہلی سے واپس آتا ہوا الہ آباد اُترا۔ اور وہین ایک معمر شخص کوئی سو برس کی عمر کا ملا۔ جس کا لب و لہجہ مین نے بالکل اُن معمر اشخاص کا سا پایا جو دہلی سے میری طالب علمی کے زمانہ مین علیگڈھ آتے تھے۔ مجھے اُسکی باتین بہت پیاری معلوم ہوئین۔ دریافت سے معلوم ہوا۔ کہ اُس نے اُسکے قبل کبھی دہلی دیکھی نہ تھی اُسکا باپ احاطۂ مدراس کے کسی لشکر مین پیدا ہوا۔ اور پھر سلطنت مغلیہ کے ضعف پر وہ ٹیپو

تو پھر اُردو شاعری نے دکن مین زور پکڑا اور یہین کے فیض صحبت سے جب ولی اپنا اُردو دیوان مرتب کرکے دہلی لایا تو بڑی قدر ہوئی۔ اسباب کچھ ایسے جمع ہوے کہ روز بروز اسکے پیرو بڑھتے گئے اور پھر اُردو زبان نے وہ ترقی کی کہ ہر دور کے شعرا دور ماقبل پر سبقت لے گئے۔ میر و سودا۔ آتش و ناسخ۔ غالب و ذوق۔ انیس و دبیر۔ داغ و امیر ایسے مقلدین نے ولی کو اُردو شاعرون کا باوا آدم مشہور کرادیا۔ ورنہ فی الواقع نصرتی کے لیے یہ خطاب زیادہ ترموزون تھا۔ یا سعدی کے لیے۔

اُردو کی وجہ تسمیہ بیان کرنا لطف سے خالی نہین ہی۔ اُردو ایک ترکی لفظ ہی بمعنی لشکر۔ لشکر کے قریب جو بازار ہوتا تھا اُسے اُردو بازار کہتے تھے۔ اُردو بازار قریب قریب تمام چھاؤنیون مین تھے۔ اکبر کے وقت مین یہ چھاؤنیان قائم ہوئین اور پورا عروج ان کا شاہجہان کے وقت مین ہوا۔ فوج مین ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی تھے۔ اور اہل بازار زائد تر ہندو تھے۔ اُنکے باہمی میل جول نے ایک لشکری زبان کشمیر سے اُڑیسہ تک اور ہمالیہ سے میسور تک قائم کردی۔ لشکر کا ردو بدل لگا رہتا تھا۔ اِس لیے کل لشکری بازار یعنی اُردو بازار کی زبان ایک ہوگئی۔ اِس بازار کی ترقی شاہجہان کے وقت مین ہوئی تھی۔ اِس لیے شاہجہان کے عہد سے اس زبان کی ابتدا منسوب کی گئی۔ ان بازارون مین صرف زبان ہی کی ٹکسال نہین قائم ہوئی۔ بلکہ لب و لہجہ بھی ایک خاص قسم کا پیدا ہوا۔ فوج شاہی کو دکن مین رہنے کا زیادہ تر اتفاق ہوتا تھا۔ اور اِس لیے جو اُردو زبان یا دیسی بھاشا سلطنت بہمنی کے وقت مین وہان قائم ہوئی تھی۔ وہ بھی معین حال ہوئی۔ یہی وجہ ہی کہ دہلی سے پچاس کوس پچھم کے رہنے والے ایسی اچھی اُردو نہین بولتے جیسی کہ دہلی سے تین چار سو کوس کے فاصلہ پر اہل دکن بولتے ہین۔ محمد شاہ بادشاہ کے بعد جب زوال سلطنت مغلیہ کا وقت آیا۔ اور شحنۂ معزول کی طرح تمام اہل قلم اور اہل سیف فوجی چھاؤنیان چھوڑ کر دہلی مین آنے لگے۔ اور دربار شاہی کی وقعت بھی محض بازاریون

عہد مین اُردو زبان کو بہت ترقی ہوئی - اور شاعری کا خوب چرچا پھیلا -

ابراہیم عادل شاہ اول کے عہد مین اُردو زبان کا پہلا مشہور شاعر سعدی تھا - اسی سعدی کو ریختہ گوئی کا اُستاد کہتے ہین ۔ اور اسی کو بعضون نے سعدی شیرازی سمجھ لیا ہی جو فارسی مین غزل لکھنے کا موجد خیال کیا جاتا ہی - اسکی ایک غزل کے چند اشعار یہ ہین -

قشقہ چو دیدم بر رخش گفتم کہ یہ کیا دیت ہی گفتا در اے باورے اس ملک کی یہ ریت ہی
ہمنا متن کو دل دیا - تم دل لیا اور دُکھ دیا ہم یہ کیا تم وہ کیا - ایسی بھلی یہ پیت ہی
سعدی بگفتا ریختہ در ریختہ دُر ریختہ شیر و شکر آمیختہ ہم شعر ہی ہم گیت ہی

سلطان علی عادل شاہ ثانی کے زمانہ مین نصرتی ملک الشعرا تھا - نظم مین اسکے تصانیف بہت ہین - جو رتبہ فارسی شاعری مین رودکی کا ہی - عربی مین مہلل کا اور انگریزی انگریزی مین چاسر کا ہی وہی درجہ نصرتی کا اُردو شاعری مین سمجھا جاے تو بیجا نہین ہی - ایک شعر اُسکا یہان لکھا جاتا ہی تاکہ معلوم ہو کہ اُردو کا اُس زمانہ مین کیا درجہ تھا - ؎

ہوا جب سے بار اُس کی خوبی کا باغ پڑیا جب سے چندر کی چھاتی پہ داغ

پڑا کی جگہ پڑیا اور چاند کی جگہ چندر اور پر کی جگہ پہ - اُس زمانہ مین بولتے تھے -

اُسی زمانہ کا ایک شاعر ہاشمی تھا - اُسکے شعرون مین سے ایک آسان شعر چُن کر لکھتا ہون - اسمین مانگتا کی جگہ منگتا - گناہین کی جگہ گناہان ہی ؎

دن رات یہان وحیا منگتا ہون عاجز ہو کے مین یعنی گناہان بخش دے - ہی آسرا غفار کا

غرضکہ اُردو شاعری دکن مین سلطان مغلیہ کے زمانہ سے پہلے رائج تھی مغلون کے فتوحات نے اسے دبا دیا تھا - مغلون کے عروج کے زمانہ مین پھر فارسی شاعری نے زور پکڑا - اکبر اور اُسکے اُمرا - جہانگیر اور اُسکے امرا کے دربار کی قدردانی نے ایران کے تمام نامی شاعرون کو ہند مین بھر دیا - فیضی اور ابوالفضل پسران شیخ مبارک ہندی نژاد تھے مگر فارسی کلام انکا ایرانیون کے کلام پر سبقت لیجاتا تھا - مغلون کی سلطنت کا زوال جب شروع ہوا

مامور ہوتے تھے۔ہندی زبان سے وہ اسی طرح بے تعلق رہتے تھے جس طرح اسوقت فوجی انگریز یا ہائیکورٹ کے بعض تازہ وارد یوریین۔بیرسٹر۔جج اور بہت سے عہدہ داران جنکو دیسیون سے بات چیت کرنے کی ضرورت نہین ہوتی۔بعض ہندو اُردو زبان سے اس لیے نفرت کرتے ہین کہ اُسے مسلمانون نے قائم کی ہی۔جب اُنکو معلوم ہوگا کہ گنگو برہمن کے ساتھ جو عقیدت علاءالدین کو تھی۔ وہی اس زبان کی بانی ہوئی۔تو اُن کو اپنے تعصب پر افسوس ہوگا۔

اُردو زبان مین ہمیشہ تراش خراش ہوتی رہی۔ پہلے یہ خیال ہوا کہ اِس مین ہندی الفاظ بکثرت لیے جائین۔ پھر یہ خیال ہوا کہ عربی اور فارسی الفاظ جتنے ہی زیادہ ہون گے اُتنی زبان فصیح سمجھی جائے گی۔اب اُردو کی فصاحت عربی اور فارسی کے غیر مانوس الفاظ کے ترک کرنے پر منحصر ہی۔بلکہ بعضون کا یہان تک اصرار ہی کہ عربی الفاظ کو تلفظ یا املا مین وہ ہندی سانچے مین ڈھالنا پسند کرتے ہین۔"فاحش غلطی" کو "فاش غلطی" کہتے ہین۔تیاری کو ت سے لکھنا صحیح جانتے ہین ۔

ہندی بھاشا مین عربی۔فارسی اور ترکی الفاظ شامل کرکے بخط فارسی اول اول ایک کتاب خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز نے سلطان احمد شاہ بہمنی (متوفی ۱۴۲۲ء مطابق ۸۳۱ھ) کے زمانہ مین لکھی تھی۔یہی وقت زبان اُردو کے آغاز کا ہی۔لیکن اُس وقت تک اُردو شاعری نے رواج نہین پایا تھا۔۹۳۴ھ (۱۵۲۶ء) مین سلطنت بہمینہ کے ختم ہونے پر جو پانچ اسلامی سلطنتین دکن مین قائم ہوئین۔اُنمین سے ایک سلطنت کا بانی یوسف عادل شاہ ترک پسر سلطان مراد سلطان ٹرکی تھا۔جو کسی طرح انقلاب زمانہ سے ہندوستان مین آگیا تھا اور بیجاپور مین اُس نے ایک مستقل خودمختار حکومت قائم کی تھی اسی خاندان مین ابراہیم عادل شاہ اول متوفی ۱۵۵۷ء (۹۶۵ھ) نے اپنے عہد مین اُردو کو درباری زبان قرار دیا۔اور اُسمین دفتر کر دیے۔اور پھر علی عادل شاہ ثانی متوفی ۹۸۷ء کے

امیر خسرو یا اُسکا باپ غیاث الدین بلبن کے عہد مین ہندوستان آیا تھا - اور محمد تغلق کے سال جلوس یعنی ۷۲۵ھ تک خسرو زندہ رہا - بہت سے اُسکے تصانیف اُردو بھاشا مین ہین - اسکی طباعی اور ذہانت قابل داد ہی کہ اسنے غیر زبان پر پورا قابو حاصل کیا تھا - اسکی پہیلیان او رکہ نیان بہت مشہور ہین - خالق باری جو بچّون کو پڑھائی جاتی ہی - اُس کی تصنیف ہی - اور ایک بڑی کتاب کا انتخاب ہی - خسرو کا ایک مطلع یہان لکھا ہی جس سے معلوم ہوگا کہ اُسوقت مین کیا عام زبان دہلی کی تھی سہ

سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری رتیان
کسے پڑی ہی جو جا سُناوے پیارے پی کو ہماری بتیان

رتیان کو راتین بتیان کو باتین کر دیجیے تو اِسوقت کی زبان ہو جاتی ہی - ایک لفظ اِس مین عربی یا فارسی کا نہین ہی - اُسوقت تک یہ میل شروع نہین ہوا تھا -

امیر خسرو کے مرنے پر تعمیر زبان اُردو کی بنیاد سلطان علاء الدین حسن بانی سلطنت بہمنی دکن کے عہد ۷۴۸ھ ہجری مین قائم ہوئی - محمد تغلق کے زمانہ مین جب اسکی بےعنوانیون کی وجہ سے سلطنت دہلی تباہ ہو رہی تھی اُسوقت جا بجا ہندوستان مین خود مختار ریاستین اُسی طرح قائم ہو چلی تھین - جس طرح مغلون کی سلطنت کی تباہی پر اودھ - بنگال اور دکن مین مسلمانون اور گجرات مین مرہٹون اور پنجاب مین سکھون کی سلطنتین قائم ہوئین - دکن کی خود مختار ریاست جو محمد تغلق کے آخر عہد مین قائم ہوئی تھی - اِسکا بانی سلطان علاء الدین حسن نامی ایک پٹھان تھا - محمد تغلق کا ایک منجم گنگوہ برہمن تھا - اُسکے تقرب سے علاء الدین حسن نے عروج پکڑا - زمانہ نے موافقت کی اور اُسے دکن کا خود سر رئیس بنا دیا - اسنے جب سلطنت کی بنا ڈالی - تو اپنے قدیم محسن کو سلطنت کا محاسب مقرر کیا - اِس برہمن نے تمام ریاست مین اپنے ہمقوم ملازم بھر دیے - اور اِس طرح ہندوؤن اور مسلمانون مین اختلاط بڑھا - اور مسلمانون کی فارسی اور ہندوؤن کی ہندی ملکر ایک نئی زبان کا قوام تیار ہونے لگا - ورنہ اسکے قبل مسلمان یا تو فوج کے افسر اور سپاہی ہوتے تھے یا بڑی بڑی ذمہ داریون کے عہدون پر

آیندہ بیان کیا جائیگا۔ اسی اُردو زبان کو اصطلاح شعرا مین ریختہ اور کبھی کبھی ریختی کہتے ہین اِس لیے کہ مختلف زبانون سے اسے ریختہ کیا ہی۔ یا اِس لیے کہ گری پڑی چیزون کو ریختہ کہتے ہین۔ اور اسمین بہت سے الفاظ پریشان مختلف زبانون کے شامل ہین۔

غرضکہ مسلمانون کی آمد کے ساتھ ہی برج بھاشا مین عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ الفاظ داخل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ حتی کہ ہندوؤن کے مذہبی گیت بھی اس اثر سے خالی نہ رہے۔ مذہبی پیشوا الگ تھلگ رہنا پسند کرتے تھے۔ لیکن زمانہ کے اثر سے مجبور تھے۔ ہندوؤن اور مسلمانون کے میل جول کی ابتدا، اغراض زبان ہندی کے لیے اول جنوب ہند مین ہوئی۔ جیسا کہ آیندہ ذکر کیا جائیگا۔ شمال ہند مین سکندر لودی کا عہد وہ زمانہ ہی جسمین اول اول کایستھ فارسی پڑھ کر شاہی دفترون مین داخل ہونا شروع ہوے اور اِس ذریعہ سے شمال ہند کی زبان برج بھاشا مین غیر زبانون کو داخل ہونے کا خوب موقع ملا۔ مثلاً سکندر لودی (سال جلوس ۸۹۴ھ مطابق ۱۴۸۸ء) کے زمانہ مین ایک ہندی شاعر کبیر داس گزرا ہی۔ اس کا شاگرد گرو نانک شاہ متوفی ۹۰۰ھ بھی ہندی شاعر تھا۔ سترھوین صدی عیسوی مین باباتلسی داس ضلع باندہ کا مشہور شاعر تھا اُسی زمانہ مین سورداس بھی ایک مشہور شاعر گذرا ہی۔ ان سب کے مذہبی گیتون مین فارسی۔ عربی اور ترکی الفاظ پاے جاتے ہین۔ اثر صحبت سے جو اثر زبان پر پڑا اس سے یہ شعرا مبرا نہ رہ سکے۔ یہان پر یہ لکھنا بے موقع نہین ہی۔ کہ صحبت نے صرف ہندوؤن پر اثر نہین ڈالا۔ مسلمانون پر بھی اثر پہونچایا۔ شیر شاہ متوفی (۹۰۶ھ مطابق ۱۵۰۳ء) کے عہد مین ملک محمد ساکن جائس ضلع راے بریلی نے جو کتاب پدماوت لکھی وہ اُسوقت کے ہندی شاعرون کی زبان مین ہی۔

بعضون کا خیال ہی کہ امیر خسرو پہلا شاعر اُردو زبان کا ہی لیکن یہ صحیح نہین ہی۔ یہ کہہ سکتے ہین۔ کہ وہ پہلا مسلمان شاعر ہی جس نے ہندی بھاشا مین بہت کچھ کہا ہی۔

یا عوام نے خود اختیار کر لی تھی - پراکرت کے نام سے موسوم تھی - اور مختلف حصص ہند مین مختلف پراکرت زبانین پیدا ہو گئی تھین - مگدہ دیس مین یعنی فیض آباد سے مونگیر تک ماگدی (پالی) تھی - سواحل مغربی کی طرف مہاراشٹری تھی - سواحل مشرقی کی جانب سوسینی تھی - انگریزی یا اُردو ناولون مین دیکھیے تو دہقانی یا بازاری آدمی جب شہری آدمی سے گفتگو کرتا ہے تو زبان بدلی ہوئی ہوتی ہے - اسی طرح راجہ بھوج کے عہد کے ناٹکون مین درباری زبان سنسکرت ہے - اور علما جہان عوام سے باتین کرتے ہین - پراکرت زبان بولتے ہین -

شاک منی ملقب بہ بودھ نے جب اپنا وعظ ہندوستان مین شروع کیا تو وہ اپنے ملک یعنی مگدہ دیس کی پراکرت یعنی ماگدی (پالی) بولتا تھا - اِس لئے بودھ مذہب کے عروج کے ساتھ سنسکرت کی بھی کساد بازاری شروع ہوئی - دربار - دفتر اور مذہب کی کتابین پالی زبان مین جاری ہوئین - شنکراچارج کی برکت سے جب برہمنون کے دن پھرے تو سنسکرت از سر نو زندہ ہوئی - لیکن اب وہ علما اور دربار کی بول چال مین نہ آسکی - صرف کتابون مین رہ گئی - زبانون پر پالی بدستور جاری رہی - اور وہ رفتہ رفتہ اُن زبانون کے پیدا کرنے کا سبب ہوئی - جو اِس وقت پنجابی - ہندی - بنگالی - مرہٹی - تلنگی وغیرہ وغیرہ نامون سے موسوم ہین -

گیارھوین صدی عیسوی مین جو پراکرت پنجاب اور بنگال کے درمیان مین بولی جاتی تھی وہ ہندی بھاشا - یا باعتبار اسکے کہ متھرا ایک باثر مقام تھا اور اُسکے قریب برج جاے پیدایش سری کرشن جی ہے - برج بھاشا کے نام سے موسوم ہوئی - اور یہی زبان پورب بہار کے قریب اسقدر متغیر ہو گئی کہ ایک ضمنی تقسیم سے اسکا نام پوربی بھاشا یا پوربی زبان ہو گیا - مسلمانون نے جب سنہ ۶۰۲ھ (سنہ ۱۲۰۶ع) مین دہلی کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا - تو برج بھاشا مین عربی - ترکی اور فارسی الفاظ کا میل جول شروع ہوا - اور یہی زبان آیندہ چلکر خوب سُدھری اور اُردو زبان سے موسوم ہو کر کُل ہندوستان کی زبان قرار پائی جیسا کہ

ہی کا نمونہ نہین ہی بلکہ فن شاعری مین ایک جدت ہی

یورپ کے شعرا مبالغہ گوئی کا الزام ایشیائی شاعرون پر لگاتے ہین - مبالغہ کو وہ غلط بیانی سمجھکر معترض ہین - حالانکہ تمثیل استعارات وتشبیہات کو کوئی بھی غلط نہین کہہ سکتا مثلاً ؎

جس خدا نے یہ تجھے چاند سی صورت دی ہی — اُسی اللہ نے مجھکو تری الفت دی ہی

روے معشوق کو چاند سے تشبیہہ دینا اورون کے نزدیک جھوٹ ہو لیکن عاشق کے دل سے کوئی پوچھے کہ اُس نے اپنے خیال مین معشوق کے حُسن کو گھٹا کر یہ تشبیہہ مجبوری دی ہی - ورنہ وہ حُسن معشوق کو چاند کے حُسن سے بدرجہا اچھا سمجھتا ہی - کسی نے اگر کہا کہ باران رحمت سے زائد تر فیض بادشاہ کے کرم مین ہی - تو کیا یہ جھوٹ ہوا؟ - کثرت باران سے کتنے گھر برباد ہوجاتے ہین - ملک تباہ ہوجاتا ہی - قحط پڑتا ہی - لیکن کثرت دولت سے کسی کو کبھی مالی نقصان نہین پہنچتا کبھی کبھی شعرا صریح جھوٹ بھی بولتے ہین - لیکن وہ جھوٹ نہین ہی - تفنن ہی - جب سُننے والے جھوٹ کو جھوٹ سمجھتے ہین - تو وہ جھوٹ نہین رہا؟ - ناول کے قصے جھوٹ ہین - اپریل فول کی خبرین جھوٹ ہین - شاعرون کا مبالغہ عیب سے پاک ہی - ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ مین — تڑپے ہی مرغ قبلہ نما آشیانہ مین

اس شعر کا ترجمہ شعراے یورپ کے سامنے پیش ہو تو وہ بول اُٹھین گے کہ یہ مبالغہ شاعری نہین ہی - اعجاز کلام ہی -

(زبان اُردو اور اُسکی شاعری)

آرین فاتحین سنسکرت زبان اپنے ساتھ ہندوستان مین لائے - یا ایسی زبان لائے جو کچھ عرصہ مین مہذب اور باقاعدہ ہوکر سنسکرت کے نام سے موسوم ہوئی - اور عوام سے دور رکھکر عالمون کی زبان قرار دی گئی - یہان تک کہ عوام کو اُسکے سیکھنے اور بولنے تک کی اجازت نہ دی - قدیم زبان ہند کا پتہ لگنا آسان نہین ہی - لیکن اس قدر بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ ہند کے زمانہ عروج مین بگڑی ہوئی سنسکرت جو عوام کے لیے مخصوص کردی گئی تھی

ایشیائی شاعری کی وجہ سے مزاج مین یکسوئی پیدا ہوتی ہی اور اُس کا اثر اخلاق پر اچھا نہین پڑتا
تو مین تسلیم کرنے کو تیار ہون لیکن اِس سے بھی میرے کلام کی تائید ہوتی ہی - کہ ایشیائی شاعری
مین جو دل آویزی اور دلفریبی ہی وہ کہین اور جگہ نہین ہے - یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ایشیائی شاعری
مین سوائے مرد و زن کے راز و نیاز کے اور کچھ نہین ہی - میرا تجربہ تو یہ ہی کہ اخلاق کے علاوہ بھی
جسقدر مفید باتین ایشیائی شاعری مین ہین - دوسرے ملکون کی شاعری مین نہین ہین - واقعات
نگاری مین بھی ایشیائی شاعر یورپین شاعرون سے بڑھے ہوئے ہین - مین نے انتخاب کلام مین
حُسن و عشق کے مضامین بہت کم رکھے ہین - زیادہ تر واقعہ نگاری اور تعلیم اخلاق کا خیال
رکھا ہی - تاکہ معترضین کی غلط فہمیان رفع ہون اور وہ سمجھین کہ ایشیا کے شعرا ہر طرح کے خریدارون
کو خوش کر سکتے ہین اور مبداء فیاض نے جو چیز خصوصیت کے ساتھ انھین دی ہی - اُسے
ہر پہلو سے خوشنما دکھانے کو تیار ہین - بعض کم فہم بدتہذیبی کا الزام فارسی اور اُردو شعرا پر
دیتے ہین لیکن وہ غور نہین کرتے کہ بدتہذیب کلام کس گروہ کا ہی - ایسے موقع پر مستند
شعرا کا کلام قابل ذکر ہی - نہ کہ عوام کا -

رسم پردہ نے بھی شاعری پر اپنا اثر کیا ہی - شعرائے فارسی اور اُسکے تتبع سے زیادہ تر
شعرائے اُردو اپنے معشوق کو مونث نہین باندھتے - زنِ بازاری کو مخاطب کرتے تو خلافِ
شرع ہوتا - اور گھر کی عورت مخاطب ہوتی تو خلاف حمیت اسلام ہوتا - اسکا نتیجہ یہ ہوا
کہ شعرائے فارسی اُردو معشوق خیالی مذکر لکھنے لگے اور اُسے قومی تہذیب کا مقتضا
اُنکے کلام سے پتہ نہین چلتا کہ محبت کے مدارج جو اوپر بیان ہوئے ہین اُن مین سے محبت
کرنے والا خود کو کس درجہ مین رکھتا ہی - مثلاً جب ایک لڑکے کا سبزہ آغاز ہوا تو ماں باپ کی
نظرون مین اُسکی بھولی بھولی صورت کی جگہ امید دلانے والی جوانی قائم ہوئی محبت فرزندی
نے جذبات کی صورت مین ظاہر ہوئی - اور یہی عنفوانِ شباب اُسکی بی بی کے لیے
ایک دوسرے عالم کی خبر دیتا ہی - بہر حال معشوق کو مذکر باندھنا مسلمانون کی اعلیٰ تہذیب

اِس دل کے اندر ایک نقطہ ہی جو تمام خواہشون کا مرکز ہی - ان تمام خواہشون مین ایک خواہش سب سے قوی تر اور جذبات سے بھری ہوئی محبت ہے جسے خاص خاص حالتون مین عشق کہتے ہین - دنیا مین عشق سے بڑھ کر کوئی زوردار چیز پیدا نہین ہوئی ہی - عشق کبھی مال و دولت کا ہوتا ہی اور کبھی جاہ و حشم کا ہوتا ہی - بعضون کو زیب و زینت کا بھی عشق ہوتا ہی - اسی طرح بہت سی چیزین ہین - جنکا عشق انسان کو ہی اور دنیا کے تمام کام جو انسان سے سرانجام پاتے ہین وہ سب اسی عشق کے نتیجے ہین - خلاصہ یہ کہ بقاے عالم اسی عشق پر ہی - ان تمام عشقون مین عشق آلہی کے بعد اُس عشق کا درجہ ہونا چاہیے جسمین اشرف المخلوقات مین یعنی انسان کا انسان کے ساتھ عشق بہترین عشق ہی - اب اسمین مان کی محبت پسر کے ساتھ - بہن کی محبت بھائی کے ساتھ - مرد کی محبت عورت کے ساتھ خاص طور پر قابل ذکر ہوتی ہی -

ایک مرتبہ مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ محبت ایک جلوۂ خدا ہی جو سب سے پہلے پستان مادر مین ظاہر ہوتا ہی - پھر کھلونے مین اور اُسکے بعد ہمسن ساتھیون اور کھانے پینے کی چیزون مین ظاہر ہوتا ہی - بعدازان مردون کے لیے عورتون کی جوانی مین اور عورتون کے لیے مردون کے ماءالشباب مین نمایان ہوتا ہے - اسکے بعد وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ مین نے کہا - بس - اسکی رفتار کی گاڑی کا پہیہ نکل پڑا - اب محبت یہان سے آگے نہین جاتی - اگر جاتی ہو تو اُسکی ہوا ہوس جاتی ہی - فارسی اور اُردو شاعری مین زیادہ تر عورتون اور مردون کے باہمی جذبات کی مختلف صورتین دکھائی جاتی ہین - ناظرین خود انصاف کرین کہ ان جذبات کے مقابلہ مین پہاڑ - دریا - جنگل کی صورت کسی طور سے دکھائی جائے - خوش آیند نہین ہو سکتی جتنا فرق اصل چیزون مین ہی اُتنا ہی اُنکے بیان مین بھی ہوگا - جس طرح ایک حسین آدمی کے مقابلے مین حسین سا حسین درخت دل آویزی کا دعوی نہین کرسکتا - اسی طرح اول الذکر کے بیان کے مقابلے مین ثانی الذکر کا بیان سُننے کے قابل نہوگا - یہی قول فیصل ہی اور یہی عین نیچر ہی - یہ کون کہ سکتا ہی کہ ایشیائی شاعری نیچرل نہین ہوتی - یہ کہیے کہ اسوقت کی

مذاق رکھتا تھا بولا کہ انگریزی پوئٹری شعر نہین ہی۔ بڑہا ہی جو اس ملک کے مویشی چرنیوالے گاتے ہین۔ مسٹر سڈن کو جب یہ مثال سمجھائی گئی تو وہ چین بجبین ہوئے۔ لیکن جب اپنے بیان کی تائید مین فیضی کے دو شعر ؎

نل گفت کہ اے طبیب نادان ۔۔۔ رنجم مفزا اے بامدادان
آگاہ نئی تپ درون را ۔۔۔ نشتر چہ زنی رگ جنون را

پڑھکر اُس طالب العلم نے ایشیائی شاعری کا فوٹو اُتارا اور مفہوم سمجھا کر کہا یہ شاعری کی اصلی دیوی ہی۔ جسکی صورت اور سیرت دونون دلفریب ہین۔ تو مسٹر سڈن حیرت مین آگئے۔ اور بولے کہ فارسی شعرا کی نازش بیجا نہین ہی۔

خلاصہ یہ ہی کہ پہلے عربی اور سنسکرت وہی زبانون کی شاعری مستند تھی۔ لیکن انقلاب زمانہ کی بدولت عربی اور سنسکرت کی شاعری سے کہین بڑھ کر فارسی شاعری نے اپنا جلوہ دکھایا۔ اب تینون زبانون کے میل سے جو زبان اُردوے معلی قائم ہوئی ہی اُسکے شباب کا یہ زمانہ ہی اور نونہال چمنستان شاعری اُسی طرح قدیم شاعری پر فوق لیگیا جسطرح باغ کے نئے درخت پرانے درختون کے مقابلہ مین زائد تر دلکش اور دلفریب نظارہ پیدا کرتے ہین۔

(ایشیائی شاعری کا یورپ کی شاعری سے مقابلہ)

"جذبات کی مصوری" اور "بحر و قوافی کی موزونی" تو عام فہم الفاظ ہین لیکن اشعار اُردو و فارسی کو دلاویز کہنا اور وہ بھی اِس دعوے کے ساتھ کہ یورپ کی شاعری مین یہ دل آویزی نہین ہی محتاج بیان ہی۔

انسان تمام کائنات عالم مین اشرف المخلوقات ہی۔ انسان گوشت اور پوست سے انسان نہین ہی بلکہ دل اور دماغ کی وجہ سے انسان ہی۔ کالبد انسانی مین دل نام ایک مضغہ گوشت ہی اور اُسی کی تمام حکومت ہی۔ ع

بدن سا شہر نہین دل سا بادشاہ نہین

میدان جنگ کے رجز خوانون سے کہین بڑھا چڑھا ہوا پاتے ہین- مویشیون کے چرواہے سنسان جنگلون مین معشوق خیالی کو مخاطب کر کے اصلی معنون مین غزل خوانیان کرتے ہین- اور تمام دیوان کی غزلین جنھین دنیا بھر کے حشو و زوائد بھرے ہوتے ہین اُنکے سامنے مصنوعی جواہر کا درجہ رکھتی ہین- شاعری کیا ہے؟ جذبات دل کا مناسب الفاظ اور خوش گوار پیرایہ مین ایک خوش اسلوب سلسلہ سے بیان کرنا شاعری ہے- یورپ کی شاعری تو بالکل یہی ہے- عربی اشعار اور سنسکرت کے اشعار یورپ کے اشعار سے بدرجہا اچھے ہین- حتی کہ ہندی بھاشا کی شاعری نے سنسکرت کی شاعری کے تتبع سے ایک خاص درجہ پایا ہے- عوام الناس کے گیتون مین بھی ایک رنگ نرالا ہے- لیکن ایران کی شاعری جسکا چربہ اردو زبان کی شاعری نے اُتارا ہے- اُسمین وزن اور قوافی کے قیود بڑھا کر اور زبان کی شیرینی شامل حال کر کے کچھ اور ہی رنگت پیدا کرتی ہے اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایران اور ہندوستان کے ساتھ قسام ازل نے اُسی طرح شاعری کو مختص کیا جس طرح عربون کو بہادری دی اور چینیون کو رنگ آمیزیان سکھائین- لہذا اس کے ماننے والے جسطرح کشمیر اور گجرات سے حُسن کا دعوی نہین کر سکتے- اُسی طرح دنیا کے پردہ کی کوئی مخلوق یہ نہین کہہ سکتی کہ شعرگوئی مین وہ ایران اور ہندوستان پر فوق لے جا سکتی ہے- اور اگر کوئی ایسا کہے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ ایشیائی شاعری کے کمال سے واقف نہین ہے- عربی اور سنسکرت زبان کے شعرا بھی ایشیائی شعرا مین شمار کیے جاتے ہین اور دیگر ممالک سے نسبتاً بہت اچھے ہین شاعری کا لفظ خصوصیت کے ساتھ عربی- فارسی- سنسکرت- اور اُردو شاعری پر بولا جاتا ہے- میرے خیال مین شاعری انھین چار زبانون کے لیے مخصوص ہے جسمین اُردو زبان کی شاعری بقیہ تین زبانون کے طفیل مین عجب معجون مرکب ہو گئی ہے- انکے علاوہ شاعری کے خیالات جو دوسری زبانون مین ہین وہ محض دلی جذبات کا اظہار کرتے ہین- اشعار نہین ہین- مین جس زمانہ مین علی گڈھ مین پڑھتا تھا مسٹر سڈن ہیڈ ماسٹر جو وہان تازہ وارد تھے- ایک روز لڑکون کو وہ پوئٹری پڑھاتے تھے- ایک لڑکا مراد آباد کا جو مدارج بے فکری بہت کچھ طی کر کے گھر سے چلا تھا اور شاعرانہ

جانتے ہین تو بیشک مجھ مین اور آپ مین فیصلہ ہونا مشکل ہی۔

اُس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ ایسے غلط خیالات اورون کے دماغ مین بھی ہین۔ جنکے رفع کرنے کی بہترین تدبیر یہی کہ اساتذہ کا منتخب کلام ایک جا کر کے شایع کیا جاے اور وہ میرے دعوے کی پوری دلیل ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔ اور اُسی وقت یہ بھی ارادہ ہوا کہ ایشیائی شاعری پر جو غلط اعتراضات غیر قومون کے ہین وہ دور کیے جائین تو اور بھی اچھا ہی۔ کام تو بڑا مشکل تھا لیکن میرے لیے اس لیے آسان تھا کہ مین نے بڑا شعور سے جتنا کلام دیکھا تھا سب پر میرے نشانات موجود تھے جو میری نگرانی مین بآسانی فراہم ہوسکتا تھا ارادہ تو مین نے فوراً قائم کیا اور کام اُسکے بعد ہی شروع ہو گیا۔ کتاب بھی تھوڑے دنون کے بعد زیر طبع مشتہر کردی گئی لیکن نمونہ طبع دو مرتبہ ناپسند آیا اور اسلیے کام مین تعویق ہوئی۔ بالآخر منشی سیتلا بخش شائق لکھنوی میرے مہربان قدیم پھر پھرا کر جب میرے پاس سہارہ آئے تو کام مستعدی سے شروع ہوا اور تمام کو پہونچا

(ایشیائی شاعری)

انسان شاعر پیدا ہوتا ہی۔ اکتساب سے کوئی شاعر نہین ہوتا۔ شاعر کو جب مبدا فیاض سے الہام شروع ہوتا ہی تو پھر اُسکی نخوت کی حد نہین رہتی۔ لیکن یہ نخوت ایسی ہوتی ہی کہ کسی کو نقصان نہین پہونچاتی۔ خود شاعر کو نقصان پہونچاتی ہے۔ وہ خود کو سب سے بڑا فرض کرلیتا ہی اور کسی طرح اپنے آپ کو کسی سے چھوٹا نہین سمجھتا۔ شعر گوئی کو وہ ایسا ہی مہتم بالشان جانتا ہی۔ جیسا کہ بادشاہ وقت نفاذ اصول جہانداری کو اپنے بقا کے لیے ضروری تصور کرتا ہی۔ شاعر جب گوشہ تنہائی مین بیٹھکر فانوس خیال کے اندر اپنی شمع تخیلات روشن کرتا ہی تو زبان حال سے وہ کہتا ہی کہ مین وہ کام کررہا ہون کہ جسکے لیے مین پیدا ہوا ہون۔

عالم و جاہل مین شعر گوئی کا مذاق یکسان ہی۔ شعرا مشاعرے مین جو لطف پاتے ہین اس سے کہین زیادہ مزا مجوری نیچنے والے شارع عام پر یا میلے یا تماشے کے موقع پر اکٹھا ہو کر حاصل کرلیتے ہین۔ آلھا اودن کی لڑائی کی داستان پڑھنے والے چارپائی یا ٹاٹ پر بیٹھے ہوے خود کو

۱۵

دیباچہ از مولف

ایک روز ایک بنگالی دوست نے مجھے ایک انگریزی پوئٹری کی کتاب سُنانا چاہی اور مین مخاطب نہوا میرے مذاق سے وہ واقف تھا متحیر ہوکر بولا - آپ متوجہ نہین ہوتے - مین نے کہا - جسے ایشیائی شاعری کی چاٹ ہی وہ انگریزی شاعری نہین سُنتا - اُسنے کہا اسکی زبان انگریزی ہی - لیکن خیالات ایشیائی ہین - ایک بنگالی لیڈی نے شعراے سنسکرت کی نازک خیالیون کو زبان انگریزی کا پیکر پہنا کر تمام انگلستان کو حیرت مین ڈالدیا ہی - مین نے کہا یہ سچ ہی لیکن جسے شاعری کا مذاق صحیح ہی وہ اسکے سُننے کی خواہش نکرے گا - گفتگو مین طوالت ہوئی تو بالآخر مجھے یہ کہنا پڑا کہ مبداء فیاض نے یہ نعمت صرف فارسی زبان اور اُسکے طفیل مین اُردو زبان کے ساتھ مخصوص کردی ہی - دوسری زبان کے شعرا شاعر نہین ہین محض جذبات دل کے مصور ہین - شاعری کچھ اور ہی چیز ہی جو خصوصیت زبان کے ساتھ فارسی اور اُردو زبان کے شعرا کے حصہ مین آگئی ہی - جہان علاوہ مصوری جذبات کے موزونی الفاظ نے عجیب کرشمہ دکھایا ہی - فارسی شاعری کا مذاق صحیح تو ہندوستان مین بہت کم رہ گیا ہی لیکن اُردو شاعری کے قدردان اب بھی ہین - جنکے سامنے کسی اور زبان کی شاعری کا پیش کرنا ویسا ہی ہی جیسا کہ کہانیون مین کہا جاتا ہی کہ ایک دہقان کسی بادشاہ کے پاس پیاز کے گٹھے تحفے لے گیا تھا - ہمارے دوست نے ہنسکر صرف یہ کہا کہ بے سروپا مبالغہ سے بھرے ہوے پراگندہ خیالات کے مجموعے کو آپ کمال شاعری

نمبر شمار	تخلص	پورا نام	سنہ وفات	تعداد شعر	صفحہ کتاب
۱	آتش	حیدر علی	سنہ ۱۲۶۳ھ	۳۹	۱
۲	امیر	امیر احمد	سنہ ۱۳۱۹ھ	۹۳	۲۱
۳	انشا	سید انشاء اللہ خان	سنہ ۱۲۱۳ھ	۱۲	۸۱
۴	انیس	میر ببر علی	سنہ ۱۲۹۲ھ	۱۴۸	۹۳
۵	حافظ	محمد	سنہ ۸۹۲ھ	۴۹	۱۶۵
۶	داغ	نواب مرزا خان	سنہ ۱۳۲۲ھ	۵۸	۱۸۳
۷	دبیر	مرزا سلامت علی	سنہ ۱۲۹۲ھ	۳۸	۱۲۳
۸	ذوق	شیخ ابراہیم	سنہ ۱۲۷۱ھ	۴۵	۲۴۳
۹	سعدی	شیخ مصلح الدین	سنہ ۶۹۱ھ	۹۶	۲۷۳
۱۰	سودا	مرزا رفیع الدین	سنہ ۱۱۹۵ھ	۲۹	۳۰۱
۱۱	صائب	مرزا امجد علی	سنہ ۱۰۸۰ھ	۵۰	۳۱۳
۱۲	ظفر	ابوظفر محمد بہادر شاہ	سنہ ۱۸۵۷ھ	۱۹	۳۲۵
۱۳	عمر خیام	غیاث الدین ابوالفتح	سنہ ۵۱۷ھ	۲۷	۳۳۵
۱۴	غالب	اسد اللہ خان	سنہ ۱۲۸۵ھ	۱۰۵	۳۴۳
۱۵	غنی	مُلّا محمد طاہر	سنہ ۱۰۷۹ھ	۱۶	۳۹۳
۱۶	منیر	سیّد محمد اسمٰعیل		۷	۴۰۳
۱۷	مومن	مومن خان	سنہ ۱۲۶۸ھ	۹	۴۱۵
۱۸	میر	میر تقی	سنہ ۱۲۲۵ھ	۴۱	۴۲۹
۱۹	ناسخ	امام بخش	سنہ ۱۲۵۴ھ	۱۷	۴۴۹

سید اللہ بخش شائق لکھنوی

دیباچہ از شایع کنندہ

اصل مقصد اس کتاب مین نشترون کا جمع کرنا تھا لیکن جو کتاب اس طرح مرتب ہوتی وہ مقبول نہوتی۔ اس لیے ابیات غزل بھی اُسکے ساتھ شامل کیے گئے اور حتی الوسع کوشش کی گئی کہ غزلیات۔ قصائد۔ قطعات۔ رباعیات۔ مثنویات۔ مرثیے وغیرہ اس طرح مختصر اور منتخب کر کے درج کیے جائین کہ صرف چوٹی کے اشعار اُنین رہین۔ اساتذہ کا کلام جدا جدا بہ ترتیب حروف تہجی اس طرح درج کیا گیا۔ کہ ۱۹ کلیات کے انتخاب الگ الگ نظر آتے ہین ہر اُستاد کے کلام کے ساتھ کچھ مختصر حالات لکھدیے گئے ہین۔ یہ کتاب اپنی نوعیت مین خاص قسم کی ہی اور مولف کی سی سالہ محنت کا نتیجہ ہی۔ زائد تراسمین اُردو کلام کا انتخاب ہی مولف نے فارسی شعرا کا کلام بھی منتخب کیا گیا تھا اور اُسکی اشاعت بھی مقصود تھی۔ لیکن اس خیال سے کہ فارسی جاننے والے ہندوستان مین کم ہوتے جاتے ہین۔ سردست اُسکی اشاعت کا خیال بدل گیا۔ اگر موقع ہوا تو اہل ایران کے سامنے یہ تحفہ پھر کبھی پیش کیا جائیگا۔ پھر بھی چند شعرا ے فارسی کا کلام اِس خیال سے کہ اُردو شاعری کا وہی ماخذ ہے۔ تبرکاً اس کتاب مین بھی جگہ پاتا ہی۔ دل نے یہ قبول نہ کیا کہ جس شاعری کی خوشہ چینی ہندوستان کی شاعری کے لیے مایۂ ناز ہی وہ بالکل نظر انداز کر دی جائے۔

یہ کتاب اپنے رنگ مین نرالی ہی۔ غزلین صرف ابیات غزل سے پوری کی گئی ہین۔ اگر ایک ہی طرح مین کئی غزلین مختلف مقامات پر تھین تو وہ سب یکجا کر دی گئی ہین۔ قصائد اور مثنویات سے اسطرح اشعار لیے گئے ہین کہ سلسلہ قائم رہے۔ مرثیون کے انتخاب مین تو کمال ہی کیا گیا ہی۔ نشترون کے چننے مین مولف نے ذرا سختی کی ہی مثلاً میر کے ۲۷ نشتر مشہور ہین مولف نے اسمین سے لیے ہین لیکن وہ مواد جمع کر دیا ہی کہ جس سے ۷۲ نشتر پورے کر دیے جائین۔ مفصلہ ذیل شعرا کا کلام اِس کتاب مین ہے۔

۷۸۶

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمۃً وَاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

اِس کتاب مین

ایشیا کے نامی شعرا کا کلام منتخب کرکے اور اُنکے کچھ مختصر حالات لکھکر

علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

مولف و مصنف

ترجمۂ قرآن مجید - پارہ عم - تاریخ الاسلام - الاسلام - زاہدہ - المجاہد - محسنہ - فسانہ دلپذیر

نشتر سخن - فکر دنیا - حکمائے یونان - زبان اُردو - و دیگر کتب قانونی و مُلکی زبان انگریزی -

نے

یہ دکھایا ہے کہ

ایشیائی شاعری یعنی عربی اور سنسکرت کی شاعری بہترین شاعری ہی اور اسکی خوشہ چینی نے اُردو شاعری کو معراج کمال تک پہونچا دیا ہی اور اِس اعتبار سے کہ اسمین جیدٌ کلام جو اصطلاح شاعری مین نشتر کہے جاتے ہین مسلسل شمار کیے گئے ہین

نشتر سخن

اِس کا نام رکھا ہے

منشی سیتلا بخش شایق لکھنوی ثم خیرآبادی ثم گورکھپوری مصنف دفتر حکمت (زیر ترتیب) نے

سنہ ۱۹۱۱ع

مین

تھیوڈسٹ پبلشنگ ہوس لکھنؤ اول و آخر مطبع حکیم برہم گورکھپور مین چھپواکر

گورکھپور سے شایع کیا

قیمت فی جلد دو روپیہ (عہ)

طبع اوّل (۱۲۵۰) جلد

۷۸۶

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَّ اِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

اِس کتاب مین

ایشیا کے نامی شعرا کا کلام منتخب کرکے اور اُنکے کچھ مختصر حالات لکھکر

علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

مولف و مصنف

ترجمۂ[1] قرآن مجید - پارہ عم[2] - تاریخ الاسلام[3] - الاسلام[4] - زاہدہ[5] - المجاہد[6] - محسنہ[7] - فسانہ دلپذیر[8]
نشتر سخن[9] - فکر دنیا[10] - حکمائے یونان[11] - زبان اردو[12] - و دیگر کتب قانونی و مُلکی زبان انگریزی -

نے

یہ دکھایا ہے کہ

ایشیائی شاعری یعنی عربی اور سنسکرت کی شاعری بہترین شاعری ہی اور اسکی خوشہ چینی نے اُردو
شاعری کو معراج کمال تک پہونچا دیا ہی اور اِس اعتبار سے کہ اسمین چیدہ کلام جو اصطلاح شاعری مین
نشتر کہے جاتے ہین مسلسل شمار کیے گئے ہین

نشتر سخن

اِس کا نام رکھا ہے

منشی سیتلا بخش شایق لکھنوی ثم خیرآبادی ثم گورکھپوری مصنف "دفتر حکمت" (زیر ترتیب) نے

سنہ ۱۹۱۱ع

مین

تھیوڈسٹ پبلشنگ ہوس لکھنؤ اول و آخر مطبع حکیم برہم گورکھپور مین چھپواکر
گورکھپور سے شایع کیا

قیمت فی جلد دو روپیہ (عہ) طبع اوّل (۱۲۵۰) جلد

PLEASE DO NOT REMOVE
CARDS OR SLIPS FROM THIS POCKET

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY

PK
2184
A224

'Abbasi, Muhammad Ihsanullah
Nashtar-i sukhan